دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاویٰ جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول
حضرۃ مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جدید ترتیب
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

فہرست عنوانات

احکام الوقف

وقف اور اس کا طریقہ

وقف کسے کہتے ہیں؟

سوال: وقف کی کیا تعریف ہے؟ جواب: وقف کے لغوی معنی روکنا اور اصطلاح شرع میں کسی چیز کو روک دینا اللہ کی ملکیت کا حکم لگا کر اور اس کے منافع کا خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرنا فی التنویر وشرحہ (ھو) لغۃً الحبس وشرعاً حبسھا (ای العین) (علیٰ) حکم (ملک اللّٰہ تعالیٰ وصرف منفعتھا) علیٰ (من احب) وقف ہو جانے کے بعد وہ شئی واقف کی ملک سے خارج ہوتی ہے۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

وقف کرنے کا طریقہ

سوال: میرا دو منزلہ مکان ہے جسے للہ وقف کرنا چاہتی ہوں، نچلی منزل کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے، اوپر کی منزل میں اپنے تینوں بیٹوں سمیت رہتی ہوں، میری دو بیٹیاں بھی ہیں جن کا میری جائیداد میں کوئی حق نہیں، اس لیے کہ ان کو نقد روپیہ زندگی میں دے چکی ہوں، اپنا یہ پورا مکان مسجد کے لیے وقف کرنا چاہتی ہوں مگر اس شرط سے کہ میرے تیسرے بیٹے شاہد علی کے مصارف بھی بذمہ مساجد ہوں گے، نیز اس مکان پر ابھی چالیس ہزار روپے ہاؤس بلڈنگ فنانس کا قرض ہے، یہ قرض بھی مسجد ادا کردے گی، نیز مکان کی ضروری مرمت اور بقیہ حصہ کی تعمیر بھی مسجد کرے گی، کیا اس صورت میں یہ وقف مسجد کے لیے صحیح ہوگا؟

جواب: آپ کی وفات کے بعد لڑکیاں بھی ترکہ سے حصہ پائیں گی، زندگی میں کسی وارث کو روپیہ وغیرہ دے دینے سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوتا، وقف اس طرح کریں:

میرا مکان میری وفات کے بعد فلاں مسجد کے لیے ان شرائط کے ساتھ وقف ہے:

۱۔ اس مکان کے سلسلہ میں مجھ پر جو قرض ہے اس کی آمدن سے پہلے وہ قرض ادا کیا جائے۔

۲۔میرے لڑکے شاہد علی کے مصارف مکان کے کرائے سے ادا کیے جائیں اور زائد رقم مسجد کو دی جائے۔

۳۔شاہد علی کے انتقال کے بعد اس مکان کی پوری آمدن مسجد پر خرچ کی جائے۔

(احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۱۹)

وقف کب صحیح ہوتا ہے؟

سوال: وقف علی المساجد یا علی المقبرہ یا علی المدارس کب صحیح ہوتا ہے؟ اور صحیح ہونے کے بعد واقف کی ملکیت اس سے زائل ہوتی ہے یا نہیں؟ در صورت زوال ملکیت واقف یا ورثائے واقف شئی موقوف کو کسی سے بیع یا ہبہ کرے تو جائز ہے یا باطل ہے؟ اور متولی یا کوئی والی ظلماً مساجد یا مدارس یا مقابر کو بند کر دے اور ذکر اللہ سے لوگوں کو روکے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ خائن متولی کو برطرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مساجد وغیرہ اوقاف کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ یا کوئی مسجد ظلماً بند کرا دی ہے؟ اگر نہیں تو ان کے متبعین کو یہ کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صرف قول سے وقف صحیح ہو جاتا ہے اور بعد صحت وقف واقف یا اس کے ورثاء کو شئی موقوف کا ہبہ یا بیع کرنا جائز نہیں؟ اگر بیع یا ہبہ کرے گا تو باطل ہوگی جو شخص مساجد وغیرہ ظلماً بند کرادے وہ شخص بہت بڑا گنہگار ہوگا' متولی کی جب تک خیانت ظاہر نہ کرے ولایت وقف سے اس کا علیحدہ کرنا جائز نہیں لیکن بعد ظہور خیانت اس کو ولایت سے الگ کرنا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کسی وقف ملکیت کا دعویٰ کرنے یا کسی مسجد کو ظلماً بند کرانے کی نسبت محض غلط اور اتہام ہے۔ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہے بلکہ جو ایسی نسبت کرے وہ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن اور ان کو بدنام کرنے والا اور بڑا ظالم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۵)

وقف کرنے کے لیے تابید شرط ہے

سوال: ایک شخص نے مدرسہ میں ان شرائط کے ساتھ زمین وقف کی:

الف: پتھر زمین احاطہ مفصلہ ذیل مالیتی ایک سو روپے کو مدرسہ اسلامیہ بدر الاسلام کو دوام کے لیے دے دیا' مدرسہ کے لیے بطریق مناسب استعمال کریں۔

ب: اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں زمین واقف یا ورثاء واقف کی جانب عود کر آئے گی۔

ج: تا قیام زمین کو واپس لینے کا کسی کو حق نہ ہوگا' نہ واقف کو نہ ورثائے واقف کو۔

جواب: یہ وقف درست نہیں ہوا' اس لیے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے یعنی اس کا وقف ہونا کبھی باطل نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں' اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائیداد موقوفہ واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کر جائے گی' لہٰذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۳۵۳)

وقف میں لفظ وقف کی تصریح ضروری نہیں

سوال: منشی حسین کے نام سات مواضع جاگیر میں تھے انہوں نے اپنی جائیداد جس میں سرائے و باغ و تالاب وغیرہ تھے' وقف فرمائی اور ان سات مواضعات کو وقف نہیں کیا' منشی حسین کے انتقال کے بعد نواب شاہ جہاں بیگم نے منجملہ ان سات مواضعات کے چھ موضع ضبط فرمائے اور ایک موضع (بیر کھیڑی) کو ضبطی سے مستثنیٰ رکھ کر نجیب خان کی سپردگی میں بدیں الفاظ دیدیا "ابتداء ۱۲۹۸ءف سے بحیثیت تولیت نہ توریت بنام نجیب خان واسطے افادہ اعانت جائیداد منقولہ وغیر منقولہ وقفیہ مندرجہ نقل وصیت نامہ منشی حسین صاحب مرحوم مشمومہ مثل مرحمت کیا گیا' چاہیے کہ موضع مذکور قبضہ خان مذکور میں چھوڑیں اور طریقہ اس کا یہ ہو کہ رعایا ردیہہ کو حسن سلوک اپنے سے راضی و خوش رکھ کر وجہ محاصل اس کو صرف اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و تالاب و سرائے وغیرہ میں لاکر ہمیشہ اطاعت و خیر خواہی و فرمانبرداری سرکار میں ساعی و مجتہد رہیں۔"

اور آخر سند بذیل اقلام اقرار نامہ میں یہ تحریر ہے "قلم پنجم یہ کہ محاصل دیہہ کو اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و سرائے و خیرات وغیرہ میں صرف کرتے رہیں' کسی طرح کا عذر نہ کریں اور سوائے جائیداد مذکور کے اور کسی کام میں اس کو تلف نہ ہونے دیں۔ فقط" سوال یہ ہے کہ آیا موضع بیر کھیڑی بمقتضائے الفاظ و عبارت مذکورہ شرعاً وقف ہو گیا یا نہیں؟

جواب: واقعہ مذکورہ بالا میں قابل غور یہ امر ہے کہ سرکار شاہجہان کی عبارت میں لفظ وقف کی تصریح نہیں ہے لیکن وقف کا مفاد صراحتہً مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ موضع مذکور کے محاصل ایک موقوفہ جائیداد کی اعانت و حفاظت میں صرف ہوں اور نجیب خان کا قبضہ قبضہ تولیت ہوگا نہ قبضہ ملک اور جس محل پر محاصل صرف کرنا ضروری قرار دیا ہے اس میں تابید موجود ہے پس جبکہ وقف کا مفاد اور اس کے آثار سب موجود ہیں اور شرائط لازمہ (تابید علیٰ ارض ابی یوسف ومحمد اور تسلیم علی المتولی علیٰ رائ محمد) متحقق ہیں تو لفظ وقف کی تصریح ضروری نہیں اور یہی عبارت صحت وقف کے لیے کافی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲-۲۳۰)

واقف کا شرائط وقف میں ردوبدل کرنا

سوال: واقف' وقف کرنے کے بعد موقوفہ چیز میں شرائط کا اضافہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: واقف نے وقف کرتے وقت اگر شرط میں اضافہ کا حق باقی رکھا ہے تو اختیار حاصل ہوگا ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۰۷)

وقف میں ناملائم شرط لگانا

سوال: زید نے اپنا مکان بغرض تعمیر مسجد اس شرط پر وقف کیا کہ اس مکان پر خالد روپے سے مسجد تعمیر کردے اور اس کے دو مختلف حصوں پر دکانیں تعمیر کرے جس میں سے ایک دکان کرائے پر دی جائے اور اس کا کرایہ مسجد میں صرف ہو اور دوسری دکان میں زید خود بلا کرایہ زندگی بھر آبادرہے اور اس کے لڑکوں کو چارروپے ماہوار پر دی جائے اور کرایہ مسجد میں صرف ہو لیکن ان کو دکان سے علیحدہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا اور اگر خالد اس مکان پر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر نہ کرے تو وقف نامہ کالعدم ہوجائے گا اور میں خود اپنے مکان کا مالک ہوں گا' نیز یہ وقف نامہ سخت مریض ہونے کی حالت میں لکھا گیا ہے اور اس مکان کے سوا کوئی مال بھی نہیں ہے؟

جواب: وقف اگر کسی ناملائم شرط پر معلق کیا جائے تو وقف صحیح نہیں ہوتا' پس صورت مسئولہ میں اگر زید نے مکان اس شرط پر مسجد کے لیے وقف کیا ہے کہ خالد اپنے روپے سے مسجد تعمیر کرائے ورنہ زید اپنا مکان واپس لے لے گا اور وقف نامہ کالعدم ہوجائے گا تو یہ وقف صحیح نہیں ہوا' اسی طرح مکان کا ایک حصہ اپنے رہنے کے لیے بلا کرایہ مخصوص کرنا وقف مسجد کے منافی ہے اور چونکہ وہ حصہ مشاع ہے اس لیے مکان وقف مسجد کے لیے صحیح نہیں ہوا کیونکہ وقف مسجد کے لیے شیوع منافی ہے' تیسرے یہ کہ مریض کے تصرفات تبرع ثلث میں جاری ہوتے ہیں پس جبکہ زید مریض تھا تو وقف علی المسجد ثلث میں جاری ہوتا اور ثلث میں جاری ہونے کے وقت مشاع لازم آتا ہے' پس تمام وقف باطل ہوگیا۔

بہرحال صورت مسئولہ میں وقف صحیح نہیں ہوا اور مکان زید کی ملکیت میں باقی ہے۔

(کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۵۴)

وقف اور اس کی شرائط

سوال: ایک شخص نے اپنی جائیداد جو کہ بیس روپے ماہوار کی آمدنی کی تھی وقف کی اور یہ شرط لگائی کہ میری اولاد میں سے جس کی آمدنی پندرہ روپے ماہوار سے کم کی ہو وہ اس میں سے پانچ روپے ماہوار لے سکتی ہے اور زوجہ کے لیے علیحدہ مکان پندرہ روپے ماہوار کی آمدنی کا ہبہ کردیا' آیا یہ شرط صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: شرائط وقف سب صحیح و درست ہیں' ان میں کسی قسم کا نقص معلوم نہیں ہوتا اور جبکہ دوسرے وارثوں کی طرح بیوی کے حق کی بھی رعایت کرلی گئی ہے تو وہ خدشہ بھی جس کی طرف حضرت دامت برکاتہم نے اشارہ فرمایا ہے اور قطع میراث کی جو وعید حدیث ابن ماجہ میں مذکور ہے وہ اولاً قصد اضرار'' نقصان پہنچانے کے ارادہ'' پر محمول ہے' ثانیاً صورت زیر بحث مسئلہ بالکلیہ قطع بھی متحقق نہیں کیونکہ جو فائدہ وارث کو میراث سے پہنچ سکتا ہے وہ ایک حد تک اب بھی پہنچ جائے گا اور تہائی سے اوپر صدقہ کرنے کی جو ممانعت حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ میں مذکور ہے وہ اس وقت کے متعلق ہے جبکہ مرض وفات کی حالت ہو اور ورثہ کا حق مال موروث کے ساتھ متعلق ہو چکا' صحت میں اس کی ممانعت نہیں جبکہ ورثہ کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہ ہو۔ (امداد المفتیین ص ۷۵۰)

ورثہ محتاج ہوں تو وقف کرنے سے گناہ ہوگا

سوال: بکر نے اپنی زندگی میں ایک مکان مسجد کے نام اسٹامپ پر لکھ دیا اور یہ شرط رکھی کہ جب تک میں اور میری بیوی زندہ رہیں اس مکان میں رہیں گے اور جب انتقال ہو جائے مکان مسجد کے حوالے کر دیا جائے' خواہ اس کو مسجد والے فروخت کر دیں یا اس کو کرائے پر دیں' سوال یہ ہے کہ بکر نے مکان مسجد کے نام کر کے ورثہ کو محروم کر دیا' کیا شرعاً اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر بکر کے وارث محتاج ہیں تو بکر اس وقف سے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں' وقف بہر حال نافذ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۲)

بدون قبض وقف صحیح نہیں

سوال: زید نے اپنا مکان مسجد کو دے دیا اور اسٹامپ پر دو گواہوں کے سامنے لکھوا دیا' اب زید کا انتقال ہو چکا تو کیا اب اس کی زوجہ انکار کر سکتی ہے کہ میں مکان مسجد کو نہیں دیتی جبکہ ابھی مکان پر قبضہ زید کی بیوی کا ہے اور زید کی بیوی نے اس مکان میں سے اپنا حصہ بھی مسجد کو دے دیا تھا اور کاغذ لکھوا کر اپنا انگوٹھا ثبت کر دیا تھا' تو کیا مسجد کو قبضہ دینے سے پہلے زید کی زوجہ کا انکار کرنا اور مکان مسجد کو نہ دینا جائز ہے؟

جواب: مسجد کی منتظمہ کو قبضہ دینے سے قبل انتقال ہو گیا تو یہ وقف صحیح نہیں ہوا' لہٰذا مکان وارثوں پر بقدر حصص تقسیم ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۳)

کتاب پر وقف لکھنے سے وقف کا حکم

سوال: کسی نے اپنی کتاب پر یہ لکھ دیا کہ یہ کتاب فلاں مدرسہ کے لیے وقف ہے' کیا مدرسہ

مذکورہی کو دینا ضروری ہے؟

جواب: محض کتاب پر وقف لکھنے سے وقف تام نہیں ہوتا جب تک وہ مدرسہ میں نہ دے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۵۲)

اجارہ یا اعارہ پر لی ہوئی زمین کو وقف کرنا

سوال: ایک سرکاری زمین جو مسجد کے متصل ہے سرکار سے بوقت ضرورت واپس لوٹا دینے کی شرط پر ایک شخص نے لے کر اس پر ایک مکان بنا کر ایک دور والی مسجد پر وقف کیا' آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مکان آج کل ویران پڑا ہے' موقوف علیہ مسجد کو بھی اس سے کچھ فائدہ نہیں اور مسجد متصل کو اس کی سخت ضرورت ہے اور اس کا متولی اور وقف کنندہ اس کے فروخت کرنے پر راضی ہیں تو اس کو مسجد متصل کے لیے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ زمین واقف کی ملک نہیں بلکہ سرکاری ہے اور بوقت ضرورت واپس کرنے کی شرط سے لی گئی ہے تو اگر سرکار نے بلا معاوضہ دی ہے تو عاریت ہے اور بمعاوضہ دی ہے تو اجارہ ہے اور عاریت یا اجارہ کی زمین پر عمارت کا وقف صحیح نہیں۔ اگرچہ بعض روایات سے ایسی زمین پر جو سلطان سے اجارہ کے طور پر لی گئی ہو دکانیں بنا کر وقف کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے' لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ سلطان نے زمین سے مستاجر کو بیدخل نہ کرنے کا اقرار کر لیا ہو اور صورت مسئولہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مستاجر یا مستعیر نے واپسی کا اقرار کر رکھا ہے' پس یہ وقف ناجائز ہے اور اگر سلطان یعنی حکومت سے یہ زمین بشرط واپسی ضروری ہے تو بیع فاسد ہے اور اس صورت میں بھی وقف صحیح نہیں کیونکہ وقف عمارت بغیر وقف اصل (یعنی زمین) صحیح نہیں اور جبکہ یہ وقف صحیح نہیں ہوا تو مکان مذکورہ واقف کی ملک ہے وہ اسے توڑ سکتے ہیں' بہتر یہ ہے کہ اس کو توڑ کر اسی مسجد موقوف علیہ میں اس کی قیمت خرچ کر دیں کیونکہ ویران اور خراب پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

رہی زمین تو اس کی مالک اگر حکومت ہے (جبکہ زمین واقف مکان نے عاریت یا اجرت پر لی ہو) تو حکومت سے مسجد متصل والے خرید کر وقف کر سکتے ہیں بشرطیکہ خرید میں واپسی کی شرط نہ ہو اور زمین کا مالک واقف اول ہے جس نے زمین کو بشرط واپسی خریدا تھا تو اگر اس نے زمین کو وقف نہیں کیا تھا صرف مکان وقف کیا تھا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ وقف صحیح نہیں ہوا اور زمین کے فروخت کرنے کا اسے اختیار ہے کیونکہ بیع فاسد میں مشتری قبض مبیع کے بعد الگ ہو جاتا ہے اور اگر وہ زمین و مکان سب وقف کر دیا تھا تو مجموعہ زمین و مکان وقف ہو گیا اور اب انہیں بیع کرنے کا اختیار نہیں' رہی شرط واپسی وہ خود باطل ہو گئی' پس دیکھ لیا جائے کہ صورت مذکورہ میں سے کون سی صورت ہے اسی صورت کے حکم کے موافق عمل کیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۳۲)

صاحب نصاب کیلئے کوئی چیز وقف کرنا

سوال: صاحب نصاب کے لیے کوئی چیز وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مالک کو اپنی چیز کے متعلق پورا اختیار ہے کہ جس کو چاہے دے البتہ ہونے والے ورثاء کو محروم کرنے کی نیت نہ ہو ورنہ ظلم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۵۶)

مشترک زمین کو وقف کرنا

سوال: ایک زمین کے سات مالکوں میں پانچ شرکاء نے اپنی اور غیر موجود دو شرکاء کی جانب سے ایک زمین کو زبانی وقف کیا اور اس وقف کا متولی بھی مقرر کردیا اور اس کے مطابق مزار تیار ہوا اور اس کے گرد چہار دیواری بنی اور مراسم قل وغیرہ انجام پاتے ہیں اس عمل وآمد کے خلاف کبھی دونوں شرکاء نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اسے بنظر پسندیدگی دیکھتے آئے مگر چار پانچ برس کے بعد ساتوں شرکاء نے اس زمین کا وقف تحریری لکھا اور پہلے زبانی وقف کے خلاف شرطیں لکھیں کیا حکم ہے؟

جواب: مقبرہ اور مسجد کا وقف مشاع ومشترک ہونے کی حالت میں مطلقاً باتفاق آئمہ حنفیہ درست نہیں اور دو شریکوں کا سکوت کرنا شرعاً وقف کے حکم میں نہیں ہوسکتا۔

پس صورت مذکورہ میں مقبرہ اور مسجد کا وقف ابتداء مشاع ہوا جو باتفاق درست نہیں لہٰذا یہ زمین اس وقت تک ساتوں شریکوں کی ملک تھی لیکن جبکہ ساتوں شریکوں نے ملکر تحریری وقف نامہ لکھا اس وقت سے وہ کل زمین وقف ہوگئی اور جو شرطیں اس وقت لکھی گئیں وہی معتبر ہوں گی۔ (امداد المفتیین ص ۷۴۶)

''اس جواب میں استثناء لازمی المقبرہ والمسجد کی قید ملحوظ ہے اور آئندہ جواب **الوقف اذا تمّ لزم** کے قاعدہ پر مبنی ہے'' (م ع)

مشترک جائیداد میں سے اپنا حصہ وقف کرنا

سوال: اگر ہم میں سے کوئی بھائی اپنا حصہ کسی مذہبی ادارے کے نام وقف کرنا چاہے تو وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ وقف کوئی توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مشترک جائیداد میں سے جس کا دل چاہے اپنا حصہ فروخت کردے یا وقف کردے کسی شریک کو حق اعتراض نہیں وقف تام اور لازم ہونے کے بعد اس کو توڑا نہیں جاسکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۱۰)

مشترکہ زمین سے بلا اجازت وقف کرنا

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس نے اپنی اولاد میں دس لڑکے لڑکیاں چھوڑیں جن میں

بعض بالغ ہیں اور بعض نابالغ‘ ان میں سے بڑے لڑکے نے کہا کہ میں نے ایک بیگھہ زمین مسجد کے لیے وقف کردی ہے اور کہا کہ چھوٹے بھائیوں کو اپنے حصہ سے ان کا حصہ دوں گا تو یہ مشترکہ زمین سے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جن میں بالغ ونابالغ دونوں موجود ہیں اور اس جگہ کو مسجد میں تبدیل کرنا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب ورثاء میں نابالغ بھی ہوں جن کی اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں‘ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف مشاع کے جائز ہونے کے باوجود اس طرح وقف کرنا جائز نہیں تھا‘ وہ شخص اس میں گنہگار رہوا جس پر اس کو توبہ کرنا چاہیے۔

اور اس وقف کا حکم شرعی یہ ہوا کہ اگر ابھی تک اس زمین پر تعمیر نہیں ہوئی تو اس کو تقسیم کر کے نابالغ کا حصہ الگ کر کے محفوظ کرلیا جائے اور وقف کردہ رقبہ کی کمی کو وقف کرنے والے کے حصہ سے پورا کرلیا جائے‘ پھر اس کو مسجد کے لیے وقف تسلیم کیا جائے اور اگر اس جگہ پر تعمیر بھی ہو چکی ہو تو مسجد کو مسمار نہ کریں گے بلکہ ان نابالغین کے حصہ کے بقدر واقف کے حصہ میں سے لے کر نابالغین کے لیے محفوظ کرلیں گے اور اس وقف کرنے والے سے اس کی اجازت لے لینی چاہیے اور وقف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ نابالغین کا حصہ دے کر اس مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے‘ اگر اجازت نہ دے گا تو مزید گنہگار رہو گا اور اس میں نماز پڑھنا درست رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ص۱۶۸)

مال منقول کا وقف کرنا

سوال: شئی منقول مثلاً مصحف وکتب وغیرہ کا وقف کرنا جائز ہے یا نہیں:

جواب: قول مفتی بہ یہی ہے کہ جائز ہے۔ نقایہ میں ہے: وَصَحَّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَقْفُ مَنْقُوْلٍ فِیْهِ تعامُل کَالْمُصْحَفِ وَنَحْوِهٖ وَعَلَیْهِ الْفَتْویٰ. (فتاویٰ عبدالحیٔ ص۲۶۷)

للّٰہ دی ہوئی زمین واپس لینا

سوال: اللہ کے نام پر دی ہوئی چیز یا جائیداد واپس لی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اللہ کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں ہوسکتی۔ (کفایت المفتی ج۷ص۲۳۵)

”جب وقف تام ہو چکا“ (م‘ع)

غیر مساکین کیلئے وقف کرنا

سوال: وقف کے منافع غیر مساکین پر صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: روایت راجح کے مطابق شئ موقوف کے منافع کا غیر مسکین پر صرف کرنا جائز ہے اور یہ وقف کے منافی نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۶۷)

بدون تفصیل بیان کیے اراضی وقف کرنا

سوال: ایک شخص نے لکھ دیا کہ میری تمام مملوکہ دیہات وغیرہ وقف ہیں مگر تفصیل بیان نہیں کی اور اس کے منافع کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس میں سے اتنی مقدار میری بیوی باندیوں کو اور اتنی مقدار غلاموں کو ہے اور اس قدر اس کے متعلقین کا ہوگا' تو یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ۲۶۵)

وقف کے قرض کو کم کر کے وصول کرنا

سوال: زید نے ایک وقف کو (جس پر واقف کے اہل خاندان قابض ہو کر تنسیخ وقف کی کوشش کر رہے تھے) سولہ سال مقدمہ بازی کے بعد وقف ثابت کرایا اور اگرچہ مقدمہ کے مصارف کے لیے چندہ بھی لیا تاہم زید کے بھی ہزار ہا روپے صرف ہوئے' بعد فراغت مقدمہ زید جائیداد موقوفہ کا متولی بنا اور اس کی آمدنی وصول کرتا رہا' دوران مقدمہ جائیداد وقف کی حالت نہایت خراب ہوگئی تھی اور ایک سو تیس روپے ماہوار آمدنی تھی لیکن زید کی تدبیر سے پانچ سو تیس روپے ماہوار آمدنی ہونے لگی' زید نے آمدنی وقف سے نہ مصارف مقدمہ وصول کیے نہ اپنے کاروبار کے نقصان کا کوئی معاوضہ لیا بلکہ باوجود ہدایت وقف نامہ اپنی تنخواہ بھی لینا گوارا نہ کی' زید نہایت رقیق القلب ہے اس کے پاس اہل حاجت آ کر اس کی ذاتی آمدنی چھ سات سو روپے ماہوار کا ایک بڑا حصہ اور آمدنی وقف کی اس سے وصول کرتے رہے لیکن اس نے ان مصارف کو حساب وقف میں درج نہیں کیا جس کے باعث ایک بڑی رقم زید کے ذمہ واجب الادا ہوگئی' بالآخر زید عہد تولیت سے مستعفی ہوگیا' اور عمر متولی بنا' اب زید کی اولاد یہ چاہتی ہے کہ واجب الادا رقم میں سے تخمیناً پانچواں حصہ کم کر کے وصول کرے' اگر کمی نہ کی تو زید کے حالات نازک ہو جانے کا اندیشہ ہے' عام طور پر قرض خواہ مدیون سے کمی کا معاملہ کر لیتے ہیں' تو عمر کو کمی پر مصالحت کر لینی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ذاتی دیون میں مدیون سے کمی پر مصالحت کر لینا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے مگر وقف کا معاملہ اور متولی کے اختیارات جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں اس کو حق نہیں کہ متولی سابق کے ذمہ وقف کی جو رقم ہے اس میں سے کچھ چھوڑ دے' ہاں صورت مذکورہ میں اگر بیان سائل صحیح ہے تو متولی

سابق نے جو رقوم خرچ کی ہیں وہ خرچ تو مصارف وقف میں کیں مگر ان کو اپنی نیک نفسی کی وجہ سے وقف کے حساب میں نہیں لکھا' متولی حال ایسی رقوم کو دقوف کے حساب میں شامل کر کے منہا کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۴)

وقف قرآن کی جلد یا غلاف دوسرے پر منتقل کرنا

سوال: قرآن مجید کے پھٹ جانے کے بعد اس کی جلد کو دوسرے قرآن پاک پر یا ایک قرآن کے غلاف کو دوسرے پر منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قرآن مجید وقف نہیں تو مالک کو اختیار ہے کہ جلد اور غلاف کو تبدیل کرے اور اگر وقف کیا گیا ہے تو بالتبع جلد اور غلاف بھی وقف ہے اس صورت میں ایک قرآن سے استغناء کی حالت میں اس کی جلد اور غلاف سے متعلق کوئی جزئیہ تو نظر میں نہیں' آلات مسجد پر قیاس کیا جا سکتا ہے' ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے بے نیازی کے وقت مالک کی ملک میں عود کر آتے ہیں' لہٰذا مالک کی اجازت سے دوسری جگہ منتقل کیے جا سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۰۸)

شریک کے علیحدہ ہونے پر اس کی رقم کو وقف کرنا

سوال: خالد' ولید' عمرو غیرہ نے اپنے مفاد کے لیے ایک انجمن بنائی اور مناسب قوانین تجویز کیے' ان میں ایک قانون یہ بھی ہے کہ کوئی شریک بدون عذر معقول کے درمیان سال میں خارج نہ ہو سکے گا اور اگر خارج ہوگا تو اس کی رقم واپس نہ ہوگی' ہاں اگر معقول ہے تو خارج ہو سکتا ہے اور رقم دیدی جائے گی۔ نیز وعدہ لیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق انجمن سے نکل جائے گا تو اس کی رقم کسی مناسب جگہ پر وقف کر دی جائے گی' اب ایک شریک اپنی مرضی سے نکلنا چاہتا ہے اور قانون کے مطابق رقم کے وقف ہونے پر راضی نہیں ہوتا تو کیا محض وقف کر دینے کے وعدہ سے اس کی رقم وقف ہو گئی؟ اور مطالبہ کا حق باقی نہیں رہا؟ یا اس کی اجازت ضروری ہوگی؟ اور بدون اجازت وقف نہیں ہو سکتا؟

جواب: اگر شروع میں مالک نے یہ رقم اپنی ملکیت سے خارج کر کے دیدی تھی تو اب واپس لینے کا حق دار نہیں' اگر بطور امانت تھی تو اس رقم کی واپسی ضروری ہے' اس کا وقف بہر حال ناجائز ہے۔

اولاً اس لیے کہ نفس رقم میں وقف کی صلاحیت نہیں کیونکہ وقف اصالۃً غیر منقول کا ہوتا ہے اور منقول کا وقف صحیح نہیں۔ ثانیاً اس لیے کہ شروع شرکت کے وقت جو کچھ شرط ہوئی ہے وہ وعدہ کے درجہ میں ہے وعدہ وقف سے وقف نہیں ہوتا۔ ثالثاً اس لیے کہ اگر شروع شرکت وقف کے

الفاظ کو وقف ہی مانا جائے تب بھی یہ وقف منجز (جاری رہنے والا) نہیں بلکہ وقف کی تعلیق ہے اور وقف معلق صحیح نہیں ہوتا بلکہ اس کا منجز ہونا ضروری ہے۔ نیز اس میں موقوف علیہ کی تعیین نہیں، واقف رضا مند نہیں، غرض یہ وقف کسی طرح صحیح نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ٦ ص ٢٦٠)

وقف میں شرط واقف کے خلاف تصرف کرنا

سوال: ایک مکان کو آثار شریف رکھنے کے لیے اور اہل اسلام کو زیارت کرانے کے لیے وقف کیا گیا ہے، متولی اس وقف شدہ مکان میں بال بچوں اور خویش و اقارب کے ساتھ رہتا ہے اور مستورات کی بے پردگی کا بہانہ بنا کر لوگوں کو زیارت سے روک دیا ہے، اس کا یہ تصرف وقف مکان میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وقف مکان جس مقصد کے لیے وقف کیا گیا ہے اس کے سوا دوسرا کام اس میں جائز نہیں۔ "شَرْطُ الْوَاقِفِ کَنَصِّ الشَّارِعِ" یعنی وقف کی ملک میں وقف کرنے والا جو شرط لگائے وہ گویا شارع کے کہنے کے مانند ہے جیسا کہ شارع (اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول پر چلنا واجب ہے۔ اسی طرح واقف کی شرط پر چلنا بھی لازم ہے۔ بنابریں متولی کا اس مکان کو خلاف شرط اپنے تصرف میں رکھنا اور زائرین کو زیارت سے روکنا ظلم ہے جو کہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ٢٤٩)

لاولد شخص کا اپنی زمین کی قیمت سے رباط بنانا

سوال: زید نابینا معذور کے پاس اراضی زرعی ہے، وہ لاولد بغیر زوجہ بھی ہے، زید نے اپنی تمام اراضی بکر حقیقی چچا کے حق میں بعوض زر بدل منتقل کر کے اس زر بدل سے شارع عام پر بغرض حصول ثواب ایک مکان سہ درہ بنایا جس میں آنے و جانے والے آرام پاتے ہیں، آیا یہ عمارت عام وقف منجانب زید بہ فروختگی جائیداد خود شرعاً جائز داخل حسنات ہیں؟

جواب: زید کو اختیار تھا کہ اپنی مملوکہ جائیداد کو اپنی زندگی اور صحت میں کسی نیک کام میں لگا دے اور مسافروں کے آرام کے لیے سہ درہ بنانا بھی کار خیر ہے اس لیے زید کا یہ فعل جائز ہے اور سہ درہ وقف عام ہو گیا، اب اس کو واپس لینے کا زید کو بھی حق نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ٧ ص ٣٢٣)

غیر مملوک زمین کو وقف یا ہبہ کرنا

سوال: ایک عورت نے عرصہ سے کچھ زمین زمیندار سے لگان پر لی اور اپنی لڑکی کے نام ہبہ کر دی، وہ لڑکی برابر لگان زمیندار کو ادا کرتی رہی، اب اس لڑکی کا انتقال ہو گیا تو کچھ لوگوں کے

بہکانے سے اس عورت نے مسجد کے نام وقف کر دیا' کیا ایسی زمین جو ایک دفعہ کسی کے نام ہبہ ہو چکی ہو مسجد کے نام وقف ہو سکتی ہے؟ وہ زمین قریباً ۲۵ سال سے ہبہ ہے جس کا لگان اب تک اس عورت کا داماد برابر دیتا چلا آ رہا ہے' مسجد کے متولیان نے کوئی لگان اس کا اب تک نہیں دیا حالانکہ اس کو پندرہ سال گزر چکے' اب متولیان اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں' کیا حکم ہے؟

جواب: وقف صحیح ہونے کے لیے شئی موقوف کا ملک واقف ہونا ضروری ہے اگر وہ عورت اس زمین کی مالکہ نہیں تو اس کا وقف کرنا بھی صحیح نہیں' اسی طرح اپنی لڑکی کے نام جو اس نے ہبہ کی ہے تو وہ ہبہ بھی صحیح نہیں ہوا' اگر وہ عورت اس زمین کی مالکہ ہے تو شرعاً ہبہ صحیح ہے۔ پس اگر ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ زمین پر کرا چکی ہے تو لڑکی کے مرنے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی اور اس میں سے جس قدر حصہ اس عورت کو ملے گا وہ اس حصہ کو وقف برائے مسجد کر سکتی ہے' دوسرے کے حصہ کو وقف نہیں کر سکتی' حصہ موقوفہ پر جس کا وقف صحیح ہو متولی کو قبضہ کرنے کا حق ہے' غیر موقوف پر (جس کا وقف صحیح نہ ہو) قبضہ کرنے کا حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۸۴)

ننانوے سال کو پٹے پر لی گئی زمین کو وقف کرنا

سوال: زید نے ایک ایسی جائیداد وقف کی جس کا عملہ زید کا ہے اور زمین سرکاری محکمہ نزول کی نو دو نہ سالہ ٹھیکہ پر اور پٹہ پر وقف کی' الفاظ اور ٹھیکہ کے شرائط ذیل میں لکھے جاتے ہیں تو یہ وقف صحیح ہوا یا نہیں؟ جو کہ عملہ پانچ دکاکین مع زینہ دو بالا خانہ پختہ الی قولہ اس واسطے من مقر نے بہ نظر ثواب و توشہ آخرت در و بست عملہ جائیداد مندرجہ بالا کو بجمیع حدود حقوق داخلی و خارجی بحالت عقل و ثبات نفس بدرستی ہوش و حواس خود بلا جبر و ترغیب دیگرے برضامندی تمام خود بنام اللہ پاک وقف کیا اور وقف ہذا کا نام وقف فیاض رکھا۔

شرائط ٹھیکہ:

۱۔ ابتدائی قیمت ٹھیکہ ۱۱۴۸ ہے' پھر سالانہ ۲۳ دو قسطوں میں' ۱۱/۸ ہر ششماہی پر

۲۔ معدنیات تیل وغیرہ کی قسم سے اگر زمین کے تحت میں کوئی چیز برآمد ہو اس کی سرکار مالک ہے اور ہر وقت نکالنے کا حق ہے' عمارت کو اگر نقصان پہنچے تو واجبی معاوضہ دے گی۔

۳۔ میعاد پٹہ کے ختم پر یا اس سے قبل اگر سرکار کو ضرورت ہو تو زمین واپس لے لے گی اور عمارت بنانے والا اپنے خرچہ سے منتقل کرے گا یا سرکار قیمت مشخصہ اگر سرکار کو ضرورت ہو دے دیگی۔

۴۔ میعاد کے ختم پر مزید توسیع بھی ہو سکتی ہے بتفاصیل مقدار خاص۔

۵۔ درصورت وقت مقررہ کرایہ یا اور کسی شرط کے خلاف کرنے پر سرکار کو زمین پٹہ مع بقائے میعاد ٹھیکہ اور عملہ کے ضبط کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

جواب: وقف مذکور صحیح ہوگیا' زمین اگرچہ وقف نہیں ہے مگر نزول کی زمین کا اول تو پٹہ ننانوے سال کا ہی اس قدر طویل ہوتا ہے کہ وہ ارض محتکرہ میں شامل ہو جاتی ہے پھر ختم مدت کے بعد بھی مزید توسیع ہو جاتی ہے اور شرائط انخلاء جو پٹہ میں مذکور ہیں' ان کا شاذ و نادر ہی وقوع ہوتا ہے اس لیے وہ قابل اعتناء نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۰)

وقف کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا

سوال: ایک شخص نے کچھ زمین مدرسہ میں دی اور اعلان کیا کہ میں زمین دے چکا' مگر اب وہ انکار کر رہا ہے ایسے شخص کا اعتبار کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر زمین مدرسہ میں دینے اور وقف کرنے کے گواہ موجود ہیں تو اس کے انکار کا اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۱۶۷)

تاحیات منافع وقف کا واقف کیلئے ہونا

سوال: اگر واقف نے کہا کہ مرتے دم تک وقف کے منافع میرے صرفہ میں آئیں گے اور مرنے کے بعد فقراء کو دیئے جائیں گے تو ایسا وقف صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۶۷)

وقف مشترک کو صرف ایک جگہ خرچ کرنا

سوال: اگر کوئی جائیداد مدرسہ مدینہ منورہ اور ہندوستان کے ادارے میں مشترک ہے اور گونا گوں مشکلات کی وجہ سے مدرسہ مدینہ منورہ کو اس کا حصہ پہنچانا ناممکن ہے اور اس صورت میں متولی نے کہہ دیا ہے کہ کل جائیداد اپنے حصہ میں لگالی جائے کیونکہ فقہی مسئلہ ہے کہ اگر ایک مسجد کی کوئی شئی اس میں کارآمد نہیں ہو سکتی اور ضائع ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں اس کو منتقل کیا جا سکتا ہے تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب: فقہاء کا کلیہ ہے: "شرط الواقف کنص الشارع الا ما استثنیٰ" جب واقف نے ایک موقوف علیہ مثل مدینہ منورہ کی تصریح کر دی تو اب اس کو خود بھی تبدیل کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہا' وہاں کے متولی کا یہ کہنا کہ کل جائیداد اپنے حصہ میں لگالی جائے اب سود اور ناقابل التفات

ہے' فقہاء نے ایک مسجد کی شئ دوسری مسجد میں منتقل کرنے میں یہ قید لگائی ہے کہ لوگوں کو اس مسجد کی حاجت باقی نہ رہی ہو' خواہ اسی لیے کہ وہاں کی آبادی ختم ہوگئی ہو' لوگ اجڑ کر دوسری جگہ چلے گئے' اس لیے اب وہاں نماز پڑھنے والا نہیں رہا' یہ مسجد پرانی ہو کر خود گر گئی اور دوسری مسجد تعمیر ہوگئی' لوگ اس دوسری نئی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتے ہیں یہاں کوئی نہیں آتا۔

مدرسہ مدینہ منورہ بھی باقی ہے۔ وہاں اس سے منتفع ہونے والے بھی موجود ہیں۔ لہٰذا اس کے حصہ کو دوسرے ادارہ کی طرف منتقل کرنے کا حق نہیں' رہا اس کا پہنچانا تو یہ ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے' غیر ممالک میں روپیہ منتقل کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن کو تجار اختیار کرتے ہیں اور ایسے بینک بھی موجود ہیں جن کے ذریعے یہ کام بسہولت ہوسکتا ہے' ہندوستان ادارہ امین ہے' وہ امانت پہنچانے کی پوری کوشش کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۴۹۹)

وقف معلق پر مالک کی ملکیت کا حکم

سوال: ایک بوڑھی عورت ہے اس نے اپنا مکان مسجد کے نام لکھ دیا تھا اور شرط کی تھی کہ میں اپنی زندگی میں اس کی مالکہ ہوں اور میرے بعد یہ مکان مسجد کے لیے وقف ہے' آیا وہ اس مکان کو اپنی زندگی میں کسی اور کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کو اس کا بدل مسجد میں دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ مکان وقف کے حکم میں نہیں ہوا' مالک کی ملکیت علیٰ حالہ باقی ہے اس کو اپنی زندگی میں اس وصیت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے' مسجد میں اس کا عوض دینا بھی لازم و واجب نہیں' یوں اپنی خوشی سے ثواب کے لیے مسجد میں ہر شخص ہر وقت دے سکتا ہے' لہٰذا وہ جس کو چاہے اپنا مکان دے سکتی ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نوابوں کی طرف سے عطا کردہ انعام کی زمین کا حکم

سوال: میرے بزرگوں کو قدیم نوابوں کی طرف سے وانمباڑی کے قلعہ کی مسجد کی خطابت وامامت کے لیے جو زمین بطور انعام دی گئی تھی اور اس کا پروانہ ۱۸۶۲ء میں سرکار سے میرے والد ابوالحسن صاحب اور ان کے تین فرزندوں' ایک بی بی' ایک بھائی اور ایک بھتیجا کے نام پر ہوا تھا' میرے والد اپنی حیات تک مسجد مذکور کی خدمت کرتے رہے اور انعامی زمین اور اس کی پیداوار پر قابض رہے' بعد ازاں مسجد کی خدمت میرے پردادا کی اولاد میں سے ایک شخص کو دی گئی' حالانکہ میں نے ان کو کئی مرتبہ سمجھایا کہ تم لوگ اس کے مستحق نہیں ہو بلکہ میرا فرزند جو خطابت وامامت کے لائق ہے وہ اور میں

اس کے حق دار ہیں، لیکن میرے کہنے کو وہ نہیں مانتے' اب بندہ مستفتی ہے کہ میرا فرزند جس کی عمر بیس سال ہے آیا وہ اور میں ان زمینوں پر قابض ہونے کے مستحق ہیں یا میرے علاتی چچا اور ان کی اولاد؟

جواب: چونکہ سرکار کی جانب سے بوساطت انعام کمشنر ابوالحسن صاحب ان کے تین فرزند' ایک بی بی' ایک بھائی اور ایک بھتیجا مستحق تصرف قرار پا چکے ہیں لہٰذا انعامات مسجد قلعہ وانمباڑی کے حق دار بشرط امامت وخطابت مذکوران مذکورین اور ان کی اولاد کے سوا اور کوئی دوسرے نہیں ہوں گے' گو وہ مذکورین کے بنی اعمام ہی کیوں نہ ہوں۔ (باقیات صالحات ص ۲۴۵)

بھوپال کے بعض اوقاف کا شرعی حکم

سوال: سابقہ ریاست بھوپال میں جو بیگمات کے زیر حکومت تھی' فرماں روائے وقت شاہجہان بیگم نے ایک پروانہ بتاریخ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۲ھ جاری فرمایا جس کی رو سے کچھ باغات ریاست کو وقف فرمائے تھے' پروانہ کی نقل شامل ہذا ہے' اس وقت ریاست کی جو رپورٹ سالانہ شائع ہوئی تھی اس کی دفعہ ۳۵ میں بھی اس کارروائی کی تصدیق کی گئی تھی اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس وقت کے نظام حکومت کے اعتبار سے

۱۔ فرمانروائے وقت مختار کل اور ریاست کی جملہ املاک کا مالک کامل ہوتا ہے۔

۲۔ ریاست میں جو اوقاف واقع تھے ان کے متعلق قوانین واحکام وقف میں مرقوم تھا کہ تمام اوقاف شاہی (افراد خاندان شاہی کے قائم کردہ اوقاف) میں سے ان اوقاف کی جن کا کوئی متولی نہ ہو ریاست متولی ہوگی۔

۳۔ سرکار شاہجہان بیگم کے انتقال کے بعد ان کی جانشین سرکار سلطان جہاں بیگم صاحبہ ہوئیں اور انہوں نے ان میں سے ایک باغ موسومہ "عیش باغ" کو اپنے صاحبزادہ نواب نصر اللہ خان کو معافی دے دیا اور ان کے بعد دوسرے صاحبزادہ نواب حمید اللہ کو دے دیا' نواب صاحب موصوف نے جو بعد میں خود فرمانروا ہو گئے تھے اپنے نام کرالیا تھا' چنانچہ بعد میں کاغذات میں یہ نواب صاحب ہی کے نام درج ہوا' اور ابھی تک ان کی صاحبزادی کے نام درج ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان دستاویزات کی رو سے باغات مذکورہ دواماً وقف ہو گئے تھے؟ اس پروانہ میں نیابتاً وقف کیا جانا مذکور ہے؟ کیا اس عبارت سے قائمی وقف میں کوئی نقص واقع ہو گیا ہے؟ کیا فرماں روایان مابعد کے عمل سے وقف متاثر اور زائل ہو گیا ہے؟

جواب: جب فرماں روایان حکومت بھوپال جملہ املاک ریاست کے مالک تھے تو ان کے

کسی وقف نامہ میں محض لفظ نیابتاً واقع ہو جانے سے کسی وقف میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا بلکہ نیابتاً لکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح نواب سکندر جہاں بیگم نے ۱۲۸۰ھ میں فروخت باغ وقف کیا ہے اسی طرح ان ہی کے نقش قدم نیابتاً میں سرکار شاہجہان بیگم نے بھی نور باغ کو نواب جہانگیر کے ایصال ثواب کے لیے وقف کیا اور عیش باغ کو نواب قدسیہ بیگم کے ایصال ثواب کے لیے وقف کیا' صرف فرق اتنا ہے کہ نواب سکندر جہاں نے بذریعہ وصیت اس کا اظہار کیا ہے اور سرکار شاہجہان مرحومہ نے بذریعہ پروانہ (سرکاری حکم نامہ میں) وقف کیا ہے۔ لہٰذا سب صحیح و نافذ ہیں اور اس لفظ نیابتاً سے کوئی وقف زائل نہ ہوگا اور پھر سرکار سلطان جہاں بیگم نے جو عیش باغ کو اپنے صاجزادے نواب نصر اللہ کو دیا ان کے بھائی حمید اللہ کو دیا' نواب حمید اللہ نے اپنی صاجزادی کو دے دیا' اگرچہ بنام معافی دیا ہے مگر چونکہ حسب تصریح پروانہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ بشمولہ مثل نمبر ۱۵ با قاعدہ وقف مکمل نافذ ہو چکا ہے اس لیے اس لفظ معافی سے مراد تملیک یا ہبہ نہ ہوگا بلکہ حسب ضابطہ شرعیہ کلیہ کسی عاقل بالغ کا قول ''مہما امکن'' محمل حسن پر محمول کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ توجیہ ہوگی کہ ان فرماں روایان وقف ''جناب سرکار سلطان جہاں بیگم و جناب نواب حمید اللہ خان صاحب'' نے اپنا حق تولیت محض انکے سپرد اور ان کے حق میں معاف کیا ہے' اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نواب سلطان جہاں بیگم نے پہلے یہ حق جناب نصر اللہ خان کو دیا' پھر ان سے لے کر یا ان کے بعد اسی حق کو جناب حمید اللہ کو دیا ہے۔ پس اگر اسی طرح دینے کو تملیک سمجھا' یا اپنے کو عیش باغ کا مالک سمجھا' یا اپنی صاجزادی کو بطور تملیک و ہبہ دیا تو یہ ان کے سمجھ کی غلطی تھی' مگر اس غلطی سے عیش باغ کا وقف ختم نہ ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ان کی غلطی بھی نہیں ہے۔

بہرحال اس صورت میں بھی یہ وقف عیش باغ قائم رہے گا اور صاجزادی صاحبہ بھی متولیہ ہی شمار ہوں گی اور حقوق فرائض تولیت ان پر بھی حسب شرائط وقف متوجہ ہوں گی اور بس!

اور ان فرماں روایان وقف کا یہ دینا قریب قریب ایسا ہی ہوا جیسا کہ باغ فدک جو پہلے سے وقف تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا' پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور یہ دینا تملیک و ہبہ شمار نہ ہوا بلکہ بطریق تفویض و تولیت تھا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۷)

وقف زمین کے درختوں کے پھل کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی زمین سے کچھ حصہ قبرستان کے لیے وقف کیا ہے ان میں کئی

درخت ہیں، جن میں ایک درخت اخروٹ کا بھی ہے، آیا پھل یا درختوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر واقف نے صرف زمین وقف کی ہے درخت وقف نہیں کیے تو وہ اسی کی ملک ہیں، اس کی اجازت کے بغیر ان کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں مگر اس کو مجبور کیا جائے گا کہ ان درختوں کو اکھاڑ کر قبرستان کی زمین فارغ کر دے اور اگر زمین کے ساتھ درخت بھی وقف کیے ہیں تو جو وقف کا مصرف ہے وہی ان درختوں کا بھی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۷)

وقف ظاہر نہ کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک شخص حیات اور صحت کی حالت میں اپنے دوست کو ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس روپے سے شیئر خرید کر اس کی آمدنی میری حیات تک مجھے دے، میرے بعد بڑی لڑکی کو دے، اس کی وفات کے بعد میرے چھوٹے بچوں کو دے، اس تحریر میں یہ ظاہر نہیں کرتا کہ یہ روپیہ وقف ہے، وہی شخص ایک وصیت نامہ لکھتا ہے کہ میرے بعد میرا مال میرے ورثاء پر شرعی طریقہ سے تقسیم کیا جائے، اب سوال یہ ہے کہ وہ ایک ہزار روپے اور اس کی آمدنی مرحوم کے ترکہ میں شمار کر کے اس کے ورثاء پر تقسیم ہوگا؟ یا اس کی تحریر کے موافق اس کا انتظام کیا جائے؟

جواب: اگر مرحوم نے اس تحریر میں یہ نہیں لکھا کہ چھوٹے بچے نہ رہنے کی صورت میں فقراء کو دی جائے اور تحریر میں لفظ وقف بھی نہیں آیا تو اس کے انتقال کے بعد یہ رقم یا شیئرز ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء پر تقسیم ہوں گے، یعنی وقف قرار نہ دیئے جائیں گے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۴)

مرض ذیابیطس میں کیے گئے وقف کا حکم

سوال: زید نے عرصہ تخمیناً پانچ سال مرض ذیابیطس میں مبتلا رہ کر انتقال کیا، مرنے سے ڈیڑھ سال قبل ڈاکٹروں کا خیال ہوا کہ مرض دق ہوگیا ہے، وقت وفات زید نے تقریباً لاکھ سوا لاکھ کی جائیداد چھوڑی، مرنے سے پانچ سال پہلے زید نے ایک جائیداد تقریباً بارہ ہزار روپے کی وقف کی جو سرکار سے نوے سال کے لیے کرایہ پر لی ہوئی ہے، وقف نامہ میں لکھا کہ جائیداد مذکور کی جو آمدنی ہو بعد اخراجات ہاؤس ٹیکس وغیرہ امور مذہبی میں صرف کر دی جائے، وقف نامہ خود کچہری میں جا کر رجسٹری کرا دیا، زید کی اولاد دو قبیلہ سے ہے، قبیلہ اول کی اولاد کہتی ہے کہ یہ وقف شرعاً جائز نہیں کیونکہ ایک تو زید نے مرض الموت میں وقف کیا ہے، دوسرے جائیداد کی زمین سرکاری ہے، قبیلہ ثانی کہتا ہے کہ وقف شدہ جائیداد ایک ثلث سے بہت کم ہے، دوسرے یہ کہ عملہ اور عملہ مذکور کی آمدنی وقف ہے،

تیسرے وقف کرتے وقت اس کی حالت مرض الموت کی نہ تھی کیونکہ وہ خود کچہری گیا ہے؟

جواب: مرض ذیابیطس امراض مزمنہ ممتدہ میں سے ہے اور ایسے امراض اس وقت تک مرض الموت کے حکم میں نہیں آتے جب تک ان میں اتنا اشتداد پیدا نہ ہو جائے کہ مریض اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ سمجھ کر کہ اب میں بچنے والا نہیں ہوں' تصرفات کرنے لگے' پس اگر زید کے مرض قدیم میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور اشتداد نہیں ہوا تھا اور وقف کرنے کے وقت معمولی پرانی حالت میں تھا تو اس وقف کو مرض موت کا تصرف قرار نہیں دیا جائے گا اور مثل تصرفات صحت کے سمجھا جائے گا اور اگر بالفرض مرض موت بھی قرار پائے تو اگر مقدار موقوفہ ثلث ترکہ کے اندر رہے تو وقف جائز اور نافذ ہوگا' رہا یہ عذر کہ جائیداد موقوفہ سرکاری زمین پر ہے صرف عملہ وقف کیا گیا ہے' زمین وقف نہیں اس وجہ سے وقف جائز نہ ہونا چاہیے تو اسکا حکم شرعی یہ ہے کہ اگر زمین کی طرف سے یہ اطمینان ہو کہ یہ ہمیشہ وقف کے متولی کے قبضہ میں رہے گی گو کرائے پر ہی رہے ایسی زمین پر جو عملہ ہو اس کو وقف کرنا صحیح ہوتا ہے اور وقف کی آمدنی سے اس کا کرایہ ادا کیا جاتا ہے۔
(کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۳۴)

دراہم ودنانیر کے وقف کیے جانے کی تحقیق

سوال: ایک سوال حل طلب ہے جس کا منشاء چند فروع فقہیہ ہیں' اول وہ فروع نقل کرتا ہوں پھر وہ سوال لکھوں گا:۔

۱۔ دراہم ودنانیر کا وقف کرنا متاخرین کے قول پر صحیح ہے' اس صورت سے کہ اصل سرمایہ باعتبار مقدار کے محفوظ ہے اس کو بذریعہ تجارت بڑھا کر اس کے منافع کو مصارف وقف میں صرف کیا جائے۔

۲۔ واقف کو وقف کے منافع سے تاحیات خود اپنی ذات کے لیے انتفاع کی شرط ٹھہرانا جائز' دوسری شرائط صحت وقف کا تحقق ہر حال میں ضروری ہے۔

۳۔ وقف میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے دلیل سے ملک محل کی شرط ہے اور اس علت کا مقتضا یہ ہے کہ دراہم موقوفہ اور اس کے ربح میں بھی زکوٰۃ واجب نہ ہو' مقتضی کلیات سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر دراہم موقوفہ (بشرط انتفاع النفس) کی آمدنی پر اپنے خرچ میں لانے کے لیے قبضہ کر لیا تو اس نیت سے قبضہ کرنے سے وہ رقم اس کی ملک میں داخل ہوگئی یا داخل نہیں ہوئی' صرف اباحیت کے طور پر اس سے انتفاع جائز رہے گا؟ دوسری صورت میں یہ سوالات متوجہ ہوں گے کہ اگر قبل استہلاک اس پر حولان حول ہو گیا تو اس پر زکوٰۃ نہ ہونا چاہیے' نیز اگر

واقف مر گیا تو اس میں میراث جاری نہ ہوتا' پھر کس صورت میں واقف پر واجب ہوگا کہ اس کے متعلق وصیت کر جائے اور کیا اس کا مصرف اس وقف کے مصارف مقصود ہوں گے اور اگر اس کو دوسرے مال میں مخلوط کر دیا تو خلط سے مالک ہو کر کیا اس کا ضمان واجب ہوگا؟ اور پہلی صورت یعنی تملک میں یہ سوالات تو متوجہ نہ ہوں گے لیکن ایک علمی اشکال رہے گا کہ جب منافع وقف کے بھی وقف ہیں جس کے لوازم سے عدم تملک ہے یہ لازم اس سے کیسے منفک ہو گیا؟

جواب: فروع مذکورہ جن پر سوال مبنی ہے سب صحیح اور مصرحات فقہاء میں سے ہیں۔

جواب سوال کا یہ ہے کہ دراہم موقوفہ علیٰ نفسہ کے منافع پر جب واقف نے بحیثیت مصرف وقف ہونے کے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ مالکانہ ہے اور جس قدر دراہم حسب شرط وقف اس کے حصہ میں آئے ہیں وہ اس کی ملک تام ہیں' اگر واقف ان کو چھوڑ کر انتقال کر جائے تو ان میں میراث ہوگی اور منافع وقف وقف نہیں ہوتے بلکہ واجب التصدق ہوتے ہیں' جیسے چرم قربانی کی قیمت واجب تصدق ہے اور جب وہ کسی مستحق صدقہ کو دیدی جائے تو اس کی ملک تام ہو جاتی ہے' اس لیے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ منافع وقف کی تملیک کیسے ہوگی؟ عبارات فقہاء سے صراحۃً ثابت ہے کہ منافع وقف وقف نہیں' یہاں تک کہ اگر ان سے کوئی مکان یا دکان وقف کے مصالح کے لیے خرید لی جائے تو وہ بھی وقف نہیں ہوگی' الغرض! جب واقف نے شرائط وقف کے مطابق منافع وقف پر اپنے صرف میں لانے کے لیے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ ملک ہے' اگر اس میں بقدر نصاب جمع ہو گیا تو حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ بھی واجب اور بعد وفات اس میں میراث بھی جاری ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۵۷)

دراہم ودنانیر کے وقف میں منافع خرچ کیا جائے گا

سوال: دراہم ودنانیر کا وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: دراہم ودنانیر کا وقف صحیح ہے مگر چونکہ وقف میں عین موقوف کو باقی رکھ کر منافع سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے اس لیے وقف دراہم میں شرط یہ ہے کہ اصل دراہم کو خرچ نہ کریں بلکہ ان کے منافع کو خرچ کریں یا ان سے کوئی چیز خرید کر اس کے منافع کو فقیر پر خرچ کریں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۶)

فقراء پر وقف کرنے میں بھانجے بھی شامل ہو سکتے ہیں

سوال: حافظہ بی بی نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کو حسب ذیل امور پر صرف کرنے کے لیے وقف کیا:

۱۔ مکان موقوفہ کی آمدنی کا چوتھائی حصہ جمع کر کے رکھا جائے' باقی آمدنی جو رہے اس کو حسب ذیل امور پر صرف کریں۔

۲۔ کچھ رقم ایک مسجد خاص میں دی جائے۔ ۳۔ کچھ رقم ایک مخصوص مدرسہ میں دی جائے۔
۴۔ کچھ رقم لاوارثوں کی تجہیز و تکفین میں صرف کی جائے۔
۵۔ کچھ بیواؤں کی امداد میں صرف کریں۔ ۶۔ کچھ رقم یتیم ومساکین کو دی جائے۔
۷۔ ماہ رمضان میں غرباء کو پانچ صد روپیہ (۵۰۰) تقسیم کیا جائے۔
۸۔ مذکورالصدر امور پر مخصوص رقم دیتے ہوئے جائیداد کی آمدنی میں بچت ہو تو مذکورالصدر امور پر حسب حصص بچی ہوئی رقم کو تقسیم کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ مساۃ کی حیات میں ان کے عزیزوں میں کوئی غریب نہ تھا مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بھانجے غریب ہوگئے ہیں تو مذکورالصدر امور میں تخفیف کر کے بھانجوں کو دینا یا جو پانچ سو روپے غرباء کو دینے کے ہیں وہ رقم خاص بھانجوں کو دے دی جائے تو شرائط اوقاف میں شرعاً کوئی نقص آتا ہے یا نہیں؟

جواب: مرحومہ واقفہ کے محتاج بھانجے اس وقف میں سے امداد پانے کے مستحق ہیں اور وہ نمبر۶ اور نمبر۷ میں داخل ہو سکتے ہیں' نمبر۶ میں یہ لفظ ہیں کچھ رقم یتیم ومساکین کو دی جائے' مساکین میں وہ بھی شامل ہو سکتے ہیں اور اس مد میں ان کو رقم دی جا سکتی ہے' اسی طرح نمبر۷ میں رمضان کے مہینہ میں ان کو بھی شامل کر کے امداد دی جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۹۶)

مرض الموت میں کیا گیا وقف بحکم وصیت ہے

سوال: ایک شخص نے بیوی کو طلاق دی لیکن مہر ادا نہیں کیا' اس عورت نے بھی اپنا مہر نہیں بخشا' اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح ہو گیا تھا' طلاق دینے والا شخص چند سال کے بعد انتقال کر گیا' اہل جماعت کہتے ہیں کہ اس نے انتقال کے وقت اپنی ملک کو دس پندرہ شخصوں کے روبرو یہ کہہ کر مسجد کے لیے وقف کر دیا کہ میرا کوئی وارث اور حق دار نہیں ہے' اب سوال یہ ہے کہ وقف شدہ ملک میں اس عورت کا حق مہر ہے یا نہیں؟

جواب: اگر سوال صحیح ہے تو شخص مرحوم پر اس کی عورت کا مہر واجب الادا ہے چاہے اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا ہو' بغیر ادا کرنے یا بخشنے کے ساقط نہ ہوگا۔

اہل جماعت کے قول سے چونکہ مرتے وقت مرحوم کا اپنی ملک کو مسجد کے لیے وقف کرنا ثابت ہوتا ہے اس لیے وہ وقف وصیت کے حکم میں ہے۔ جو ادائے دین کے بعد ماقبی کے ثلث سے جاری ہوتی ہے' بنابریں مذکور ملک سے اس کی عورت کا مہر ادا کرنے کے بعد ہی ماقبی کو اس کا کوئی وارث نہ ہونے کی بناء پر وقف میں شمار کیا جائے گا۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۵۱)

نذر کی طرح وقف میں تخصیص مکان لغو نہ ہوگی

سوال: ایک شخص نے اس طور پر وقف کیا کہ اپنے وقف کی آمدنی کے ایک سو حصے کیے جس میں مکہ شریف کے لیے پچیس حصے، مدینہ شریف کے پچیس حصے، بغداد شریف کے لیے دس حصے، اپنے وطن اصلی کے لیے دس حصے اور جہاں اس نے وفات پائی وہاں کے لیے تیس حصے، یعنی اللہ واسطے ان مقامات میں غرباء پر یہ رقم آمدنی کی خرچ کی جائے اور وطن اور جہاں وفات پائی وہ حصے آمدنی کے اقرباء و غرباء پر خرچ کی جائے، مرحوم واقف کے اقرباء بہت زیادہ غریب ہیں، متولیوں کا خیال ہے کہ مکہ، مدینہ، بغداد کی رقوم سب جگہ کی یا بعض کی موقوف کر کے اقارب پر خرچ کریں کیونکہ وہ بہت حاجت مند ہیں، واقف وقف کے بعد بہت مدت تک حیات تھا، اس نے بغداد کبھی رقم نہیں بھیجی، تو کیا اقارب پر خرچ کرنے کا متولیوں کو اختیار ہے؟ یا کل آمدنی کے لیے جیسا واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا لازم ہے؟

جواب: جیسا کہ واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا ہوگا، بشرطیکہ حد جواز سے باہر نہ ہو، نذر میں تو تخصیص مکان بسا اوقات لغو قرار دی جاتی ہے مگر وقف میں یہ حکم نہیں ہے، البتہ اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں مدت دراز تک بغداد رقم نہیں بھیجی تو یہ تخصیص اسکے اپنے عمل کی وجہ سے منسوخ سمجھ لینے کی گنجائش ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۶)

پانی پلانے کیلئے زمین خریدنے سے وقف نہ ہوگی

سوال: سرکار کی طرف سے ایک زمین مویشیوں کو پانی پلانے کی جگہ رکھنے کے لیے ایک شخص کو دی تا کہ وہ اس کی آمدنی کے عوض سب کام کرے، اس زمین پر پہلے کوئی ٹیکس نہیں تھا لیکن کچھ دن بعد سرکار نے قانون بدل دیا اور اس زمین کا اس شخص مذکور کو مالک بنا دیا اور زمین پر ٹیکس قائم کر دیا اور پانی کے عوض میں نقد روپیہ دینا شروع کر دیا، اس شخص نے قرض لے کر اس زمین کو قرضہ میں رکھ دی، گاؤں والوں نے چندہ کر کے وہ زمین بار قرض سے چھڑائی، اس کے بعد سرکاری نقد امداد اور اس زمین کی آمدنی سے پانی کا انتظام ہوتا رہا، پھر جب سرکار نے امداد بند کر دی تو اس زمین کی آمدنی سے پانی کا انتظام قائم رہا اور اس زمین کا ایک خاص حصہ بعد میں فروخت کر دیا۔ پھر سال گزشتہ ایک شخص نے گاؤں کے ایک بڑے کنویں پر واٹر ورکس بنانے کو کہا کہ تمام گاؤں میں بغیر ٹیکس کے نل لگا دوں گا جس سے تم کو اور مویشیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ رہے گی، چنانچہ گاؤں والوں نے اجازت دے دی اور اس نے واٹر ورکس بنا دیا لیکن اس کے بعد اس نے کہا کہ مویشیوں کے لیے

پانی کا انتظام اس وقت کروں گا کہ زمین مذکور کی آمدنی مجھے دی جائے' گاؤں والوں نے کہا کہ ہم نے گاؤں کے کنویں کو استعمال کرنے کی اجازت اسی لیے دی تھی کہ ہمارے مویشیوں کو بلاخرچ پانی وغیرہ ملے گا اور ہم اس زمین کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے بلکہ اس کی آمدنی کو دوسرے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کریں گے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ یہ زمین جو گاؤں والوں نے خریدی تھی وہ شرعاً فقط پانی کے لیے وقف تصور ہوگی یا نہیں؟ اگر اس کی آمدنی کو تالاب کے پختہ کرانے میں صرف کریں تو یہ بھی درست ہے یا نہیں؟ نیز اس شخص کی یہ ضد کرنا شرعاً کیسا ہے کہ میں مویشیوں کے لیے کا الخ۔ اگر گاؤں والے اس شخص کو یہ زمین حوالے نہ کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج تو نہیں ہے؟

جواب: (از مولانا حبیب المرسلینؒ) صرف پانی کے لیے زمین خریدنے سے زمین وقف نہیں ہوسکتی بلکہ چندہ دہندگان و مشتریان کو اختیار حاصل ہوگا کہ اس کی آمدنی کو جس کار خیر میں صرف کرنا چاہیں تو صرف کرسکیں گے اور مشتریان کو یہ شخص اس زمین کے حوالے کردینے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

جواب: (از حضرت مفتی اعظمؒ) سوال سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکار نے زمین کی تملیک کردی تھی اور وہ مملوکہ زمین ہوگئی اور گو اس کی آمدنی مویشیوں کو پانی پلانے کے اخراجات میں صرف ہوتی رہی مگر مالک کی طرف سے اس کو وقف کرنے کا ذکر نہیں' پس جب تک وقف ہونا ثابت نہ ہوجائے اس وقت تک اس کی آمدنی کا مصرف مالک کی مرضی پر رہے گا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۴)

نابالغ کی زمین اس کی پھوپھی نے وقف کردی

سوال: ایک بچہ جسکی عمر ۱۲/۱۳ سال تھی' اس نے اپنا مکان پھوپھی کے دباؤ میں آکر وقف کردیا تھا تو میرا یہ مکان وقف ہوگیا یا نہیں؟

جواب: نابالغ کا وقف کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے' اگر وقف کرتے وقت آپ نابالغ تھے تو وہ وقف صحیح نہیں ہوا اور آپ کی ملک ختم نہیں ہوئی اور پھوپھی کو (یا کسی کو بھی) از خود یہ حق نہیں کہ وہ آپ کے مکان کو وقف کرے' لہٰذا اس صورت میں آپ مکان لے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۰۳)

وقف پر شہادت بالتسامع جائز ہے

سوال: ایک پرانا وقف ہے جس کے واقف کا کوئی علم نہیں' اس پر ایک ظالم نے مالکانہ دعویٰ کردیا ہے تو اس حالت میں اثبات وقف کیا کیا صورت ہوگی؟

جواب: وقف پر شہادت بالتسامع والشہرۃ مقبول ہے جن مسائل میں شہادت بالتسامع

جائز ہے ان میں یہ شرط ہے کہ عندالقاضی اس کی تصریح نہ کرے کہ یہ شہادت محض تسامع سے ہے' مگر وقف اس سے مستثنیٰ کہ اس میں صراحت عندالقاضی کے باوجود شہادت بالتسامع جائز ہے' اگرچہ واقف کا کچھ علم نہ ہو' البتہ موقوف علیہ کا علم ضروری ہے' شرائط و مصارف وقف پر شہادت بالتسامع جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۱۰)

وقف کیلئے رجسٹرڈ کرنا ضروری نہیں

سوال: کسی آدمی نے اپنی خاص زمینوں میں سے ایک پاؤ زمین کسی مسجد کے لیے زبانی طور پر وقف بغیر رجسٹرڈ کیے کر دی' اس کے بعد اس وقف شدہ زمین کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی دوسری جگہ سے ایک پاؤ زمین اسی مسجد کے نام دیدی' از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: اگر واقف نے استبدال کی شرط نہیں لگائی تھی تو وقف تام ہو جانے کے بعد یہ استبدال جائز نہ ہوگا' باقی دوسری زمین بھی وقف ہوگئی' رجسٹرڈ کرنے یا نہ کرنے سے اس حکم میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ ص ۱۶۷)

قرض اور موروثی زمین پر واقع باغ کا وقف کرنا

سوال: نقد روپیہ کا وقف صحیح ہے یا نہیں؟ دین کا جو کسی پر ہو وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ ایسے باغ کا وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں جو مشترک ہو اور ایسی زمین پر واقع ہو جو کرایہ کی ہے لیکن قانون وقف کی رو سے وہ موروثی ہے یعنی نسلاً بعد نسل اسی پر قبضہ رہ سکتا ہے' نیز مالک زمین غیر مسلم ہے۔

جواب: (۱) جن بلاد میں نقد روپیہ کا وقف متعارف ہو وہاں جائز ہے جہاں متعارف نہ ہو وہاں جائز نہیں اور عصر حاضر میں وقف دراہم ودنانیر عامہ بلاد میں متعارف ہوگیا' اس لیے جائز ہے۔

(۲) دین کا وقف صحیح تو ہو جائے گا لیکن تکمیل اور اہتمام وقف کا قبض دین پر موقوف رہے گا۔

(۳) مشترک قابل تقسیم کا وقف بقدر اپنے حصہ کے صحیح ہے' البتہ مسجد اور مقبرہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مشاع و مشترک ہونے کی صورت میں وقف نہیں ہو سکتے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۵۴)

بضرورت شدیدہ ارض موقوفہ کی بیع کرنا

سوال: مسجد کی ایک زمین کاشتکار کے قبضہ میں تھی' آزادی کے بعد قانوناً کاشتکار کو یہ حق ملا کہ وہ زمین پر اپنے قبضہ اور کاشت کرنے کو ثابت کر کے حکومت کے ذریعے اس زمین کا مالک بن جائے۔ چنانچہ اس قانون کے تحت کاشتکار نے مذکورہ زمین پر قبضہ کر کے لینا چاہا لہٰذا متولی نے یہ

زمین زید کے ہاتھ فروخت کردی، زید نے خرید کر اس کے مختلف پلاٹ بنا دیئے اور اس میں سے ایک پلاٹ نیز کچھ نقد رقم وغیرہ اس کاشتکار کو بطور رشوت دے کر اس کو قبضہ چھوڑنے اور قانون کا فائدہ اٹھانے کے حق سے دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا، اس کے بعد زید نے وہ مختلف پلاٹ فروخت کرنا شروع کیے، چنانچہ بکر نے بھی ایک پلاٹ خریدا مگر بکر کو یہ علم نہ تھا کہ اصل میں یہ زمین موقوفہ علی المسجد تھی، بکر نے رہائش کے لیے مکان کی تعمیر شروع کر دی، اب تک کچھ تعمیر ہو چکی ہے اور کام بھی جاری ہے، دوران تعمیر اس کے علم میں یہ بات آئی کہ یہ زمین وقف تھی، اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا حالات میں متولی کا اس زمین کی بیع کرنا شرعاً صحیح ہے یا باطل؟ اگر صحیح ہے تو وقف غیر منقول کی بیع کن اعذار و اسباب کی بناء پر صحیح ہوتی ہے؟ اور اس سلسلہ میں کلی طور پر ضابطہ کیا ہے؟

جواب: وقف تام اور مکمل ہو جانے کے بعد اس کا بیچنا، خریدنا، ہبہ کرنا، رہن رکھنا وغیرہ کچھ بھی جائز نہیں ہوتا، ہاں اگر ضائع ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے یا بالکل ہی ناقابل انتفاع ہو جائے تو اس کو فروخت کر کے اس کے بدلہ میں اسی موقوفہ کے متوازی دوسری چیزیں خرید کر وقف کر دی جائیں۔

پس صورت مسئولہ میں جب خریداروں کو اس زمین کے قبضہ قابض سے تخلیہ کرنے میں بطور رشوت کے اس زمین کا ایک پلاٹ اور ایک رقم دینی پڑی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قابض کا قبضہ اگرچہ شرعی نہ تھا مگر اتنا مستحکم تھا کہ بغیر ان اثمارات کے تخلیہ دشوار تھا، لہٰذا اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس موقوفہ کے ضیاع کا قوی خطرہ ہو چکا تھا، ایسی حالت میں اس زمین کا وقف کی حفاظت کی خاطر فروخت کرنا درست تھا اور جب خریداروں کے لیے اس کا خریدنا درست تھا تو خریدار اول بطور خود مالک ہو جانے کے بعد خریدار ثانی کے ہاتھ فروخت کرنا بھی درست و جائز ہو گیا اور خریدار ثانی کو بھی جائز ہو گیا کہ وہ اب جس طرح جائز کاموں میں چاہے استعمال کرے۔ البتہ اراکین وقف کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس زمین کی رقم سے اس زمین کے برابر کوئی جائیداد حاصل کر کے جلد از جلد منشاء وقف کے مطابق وقف کر دیں ورنہ یہ لوگ سخت گنہگار اور عنداللہ مجرم ہوں گے۔ (نظام الفتاویٰ ج ا ص ۱۵۹)

مقبرے کو منہدم کرنے والے سے تاوان لینا

سوال: فلاں راجہ کے باغ میں ایک پرانا مقبرہ تھا اس کو راجہ نے کھدوا کر اس کی اینٹیں اور کل ملبہ دریا برد کرا دیا ہے، جب مسلمانوں میں ہیجان پھیلا تو راجہ صاحب کہتے ہیں کہ اس گناہ کے عوض میں دو چار ہزار روپیہ لے کر مسجد یا مدرسہ بنالیں تو میں خوشی سے سمجھوتہ کے لیے تیار ہوں، کیا

مسلمان راجہ سے اس قسم کا معاملہ کر سکتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں پر ضروری ہے کہ مزار کی جگہ کو محفوظ کر لیں، پختہ قبر نہ بنائی جائے لیکن اس جگہ کو کسی احاطہ وغیرہ سے محفوظ کر دیا جائے کیونکہ اس کا حکم اب بھی مزار اور مقبرے کا ہی ہے اور چونکہ راجہ صاحب نے مسلمانوں کے ایک محترم مزار اور میت کی توہین کی ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے کچھ رقم دی ہے تو مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اس رقم کو باہمی مشورے سے مسجد یا مدرسہ یا اور کسی اسلامی ضرورت میں صرف کر دیں لیکن اس رقم کو مزار کا معاوضہ نہ قرار دیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۱۶)

مسجد کا بصورت مسجد ہونا وقف کیلئے کافی ہے

سوال: مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور وہ بھی ایسے مقام پر جہاں عام لوگ نماز ادا کرتے ہوں اس کے وقف ہونے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ یا کسی اور تحریر کی ضرورت ہے؟

جواب: مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور اسمیں بلا روک ٹوک نماز ہونا ہی اس کے وقف ہونے کے لیے کافی ہے، کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں اور جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے پھر وہ کسی کی ملک میں نہیں آ سکتی، وہ خداوند تعالیٰ کی ملک میں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۸)

بدون شرط واقف مسجد کی آمدنی اپنے تصرف میں لانا

سوال: زید نے ایک مسجد اپنی لاگت سے بنائی اور بکر کو اس کا مہتمم بنایا، وہ مسجد کی تمام آمدنی اپنے تصرف میں لاتا رہا، ان کے انتقال کے بعد عمرو قابض ہو گیا اور آمدنی اپنے تصرف میں لاتا رہا، ان کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا قابض ہو گیا، مگر چند لوگوں نے اس کو (بعض وجوہات سے) بے دخل کر دیا لیکن عدالت نے ان کو قابض مانا اور وہ بھی مسجد کی دکانوں کی آمدنی وغیرہ سے بسر کرتا رہا، لڑکے نے اپنے انتقال پر دو لڑکے، ایک لڑکی اور ایک بیوہ وارث چھوڑا، چند مسلمانوں نے بیوہ سے کہلایا اور باور کرایا کہ دس روپے ماہوار سے ہم تیری امداد کرتے رہیں گے، بیوہ نے اس بات کو مان لیا اور تقریباً اڑھائی سال تک دس روپے ماہوار دیتے رہے مگر پھر یہ تنخواہ بند کر دی تو جنہوں نے یہ تنخواہ بند کی ہے وہ اس کے معاوضہ دار ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر وہ جائیداد اور دکانیں متعلقہ مسجد سب مسجد ہی کے لیے وقف ہیں ان میں واقف نے کسی دوسری جگہ صرف کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی تو اس کا کوئی پیسہ مصالح مسجد کے سوا کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، اب تک جنہوں نے اس کی آمدنی اپنے لیے صرف کی ہے وہ ناجائز اور

حرام ہوئی ان کے ورثاء اور بیوہ نے اس حرام آمدنی سے دست برداری دے دی اس کا اجر وثواب انشاء اللہ قیامت میں ان کو ملے گا لیکن اس کے عوض میں مسجد سے دس روپے ماہوار دینا جائز نہیں اور جن ممبران نے تنخواہ دینی بند کی ہے ٹھیک کیا' وہ شرعاً ذمہ دار نہیں کہ عورت کو دس روپے ماہوار دیں' لیکن چونکہ اس سے وعدہ کیا گیا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ جداگانہ کوشش کر کے خاص اس کام کے لیے چندہ کر کے اس بیوہ کی خدمت کر دی جائے یا اگر اس کے لڑکے اس قابل ہوں کہ مسجد کی کوئی خدمت کر سکیں تو خدمت کے صلہ میں ان کو وظیفہ مسجد سے بھی دیا جا سکتا ہے تا کہ خلاف وعدہ نہ ہو جس پر حدیث میں وعید آئی ہے۔ (امدادالفتاویٰ ص۹۲ ج۷)

شیعہ کے وقف کرنے اور اپنے نام کا کتبہ لگانے کا حکم

سوال: ایک خاندانی مسجد سیدوں کی وقف اور تعمیر کردہ ہے' اس میں شیعہ وسنی دونوں فریق برابر کے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں' اس مسجد کا دروازہ بہت ہی کمزور ہو گیا تھا' ایک سید نے از سر نو بنوا دیا اور اپنے نام کا کتبہ لگوا دیا' اب اس خاندان کے سید کبھی کہتے ہیں کہ جدید برآمدہ گرا دینا چاہیے' کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں کی تعمیر ناجائز ہے' اس میں نماز کیسے پڑھیں؟ کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں نے اپنا قبضہ جمایا ہے؟

ایسی وقف مسجد پر اگر شیعوں نے تعمیر جدید کر دی تو کیا وہ ثواب کے مستحق نہیں؟ اور کیا ایسی مسجد میں اہل سنت کو نماز پڑھنا جائز ہے؟ کیا ایسی تعمیر کو گرانا جائز ہے جو لوگ ایسا ہنگامہ کر رہے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: وقف کے لیے یہ شرط ہے کہ اعتقاد واقف میں اور قواعد اسلامیہ کی رو سے وہ کام ثواب کا ہو جس پر وقف کیا جائے' مسجد یا اس کے متعلقات کی تعمیر ظاہر ہے کہ قواعد اسلامیہ کی رو سے اعلیٰ درجہ کا ثواب ہونے کے ساتھ ساتھ شیعوں کے نزدیک بھی عبادت ہے' اس لیے شیعہ اگر کوئی وقف کریں یا وقف کی مرمت وتعمیر میں روپیہ وغیرہ دے کر وقف کریں تو یہ وقف شرعاً صحیح ہے اور ان کو ثواب بھی ہوگا' اگر ثواب کی نیت ہو اور جب وقف صحیح ہو گیا تو پھر اس کا انہدام جائز نہیں اور جو شخص انہدام کی کوشش کرے وہ ایک ناجائز فعل کا مرتکب ہوگا۔

پس یہ برآمدہ وقف ہو چکا' اس کو گرانا یا گرانے کی کوشش کرنا جائز نہیں' البتہ اپنے نام کا کتبہ جو نصب کر دیا ہے یہ ٹھیک نہیں اور غالباً باعث فساد یہی چیز ہو گی جبکہ بانی کی نیت محض ثواب کی ہے تو پھر نام کندہ کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کتبہ کے علیحدہ کر دینے سے ان کا کیا حرج ہے؟ اور اگر نیت میں کوئی فساد ہے جس کی تمہید کتبہ لگانا ہے تو بیشک سنیوں کو حق ہے کہ وہ ایسی تغلب کی

صورت کو باقی نہ رہنے دیں بلکہ تعمیر کنندہ سے کہیں کہ اگر اخلاص وعبادت کے لیے تعمیر کراتے ہیں تو اپنا کتبہ واپس لیجئے ورنہ ایسی تعمیر کی مسجد کو ضرورت نہیں جس میں کوئی شخصی تغلب قائم ہوتا ہو بلکہ مسجد کا خام و نا تمام رہنا اس سے بہتر ہے' رفع فساد کی صورت یہی ہے کہ اپنا نام کا کتبہ وغیرہ لگانے کی کسی کو اجازت نہ دی جائے' نہ سنی کو نہ شیعہ کو' جس کو کچھ خرچ کرنا ہو بلا نام ونمود خرچ کرے تا کہ ثواب بھی زیادہ ہو' اپنے نام کے کتبے لگانا مساجد واوقاف میں ویسے بھی خلاف سنت ہے' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تمام اوقاف اس سے خالی ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۹۵)

کافر کا مسجد کیلئے وقف کرنا

سوال: مساۃ لاڈو نے پانچ بسوے زمین مسجد کے واسطے وقف کر دی ہے مگر مساۃ مذکور کا دیور اس کے خلاف مقدمہ چلا رہا ہے' ایسا کرنا بموجب شریعت کیسا ہے؟ اور وہ زمین مسجد میں شامل کرنی جائز ہے یا نہیں؟ مساۃ مذکور ہندو ہے اس لیے مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی؟

جواب: کافر کا وقف اس کام کے لیے صحیح ہوتا ہے جو کام اسلام اور وقف کے مذہب کے اصول سے قربت ہو' جیسے سرائے' کنواں محتاجوں کی خوراک وامداد کے لیے وقف ہو تو درست ہے لیکن کافر کی طرف سے مسجد کے لیے وقف اس لیے صحیح نہیں کہ مسجد اسلام کے نزدیک قربت ہے مگر ہندو کے مذہب کے اصول سے قربت نہیں' اگر کافر مسلمان کو زمین ہبہ کر دے اور مسلمان مسجد کے لیے وقف کرے تو جائز ہے مگر کافر کی طرف سے براہ راست مسجد کے لیے وقف صحیح نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۳)

وقف معلق کی ایک صورت کا حکم

سوال: چھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کے لیے لی گئی جن میں سے دو آدمیوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مسجد کی توسیع ہو اور ہماری زمین لگ سکے تو اجازت ہے لیکن اگر مسجد نہ بنی تو مدرسہ وغیرہ کے لیے ہم نہ دیں گے تو جھگڑا ختم کرنے کی غرض سے اس جگہ کی بجائے دوسری جگہ مسجد بنائے جانے کی تجویز ہے تو مذکورہ دونوں آدمیوں کی زمین وقف ہو چکی ہے یا واپس کرنی ہوگی؟

جواب: چھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کے لیے لی گئی' مالکان نے دینے سے قبل یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مسجد کی توسیع ہوا لی قولہ تو ہم نہ دیں گے' اس سے وہ زمین وقف نہیں ہوئی کیونکہ یہ معلق ہے منجز نہیں' جھگڑا ختم کرنے کے لیے اگر دوسری زمین مسجد بنانے کی تجویز ہے تو یہ زمین واپس کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۲۰)

مسجد کیلئے قادیانی کے وقف کا حکم

سوال: ایک نقشہ میں ایک مسجد کی جائیداد ظاہر کی گئی ہے' اس میں آٹھ دکانیں ہیں جو آٹھ نمبروں سے ظاہر کی گئی ہیں' دکانوں کے سامنے کچھ زمین ہے جو ایک قادیانی کی ہے وہ اس زمین کو مسجد کے لیے وقف کرتا ہے تو یہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ صاحب یہ جائیداد نہ دیں تو مسجد یا دکانوں کا راستہ بند ہوسکتا ہے تو یہ زمین مسجد میں کس صورت میں جائز ہے؟

جواب: جو مسلمان اپنا اصلی مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی ہوجائے وہ اسلام سے خارج ہوکر مرتد قرار دیا جاتا ہے' مرتد کی کوئی عبادت قبول نہیں' امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس فرقہ میں داخل ہوا ہے اس فرقہ کے نزدیک جن امور میں وقف صحیح ہوتا ہے ان امور میں اس کا وقف صحیح ہے اسی طرح مسجد اس کا وقف بھی معتبر ہے' علاوہ ازیں جبکہ اس نے اپنے مالکانہ حقوق بھی ختم کردیئے اور زمین مسجد کے حوالے کردی اور اگر یہ شخص خود قادیانی نہیں ہوا بلکہ اس کا والد قادیانی ہوا تھا اس سے یہ پیدا ہوا ہے تو اس کا وقف بھی معتبر ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۳۵)

وقف کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: زید نے مرنے سے کافی پہلے ذمہ داران مسجد سے یہ کہا کہ میں بیمار ہوں' تم مجھ کو چھ سو روپیہ علاج کے لیے دے دو اور میں تین بیگھہ زمین مسجد کو دے دوں گا اور تاحیات اس کی آمد ہم استعمال کریں گے اور بعد وفات وہ مسجد کی ہوگی' زید کے لڑکوں نے کہا کہ ہم زمین نہیں دیں گے تو ایک شخص نے (جو اس معاملہ میں شریک تھا) زید کے لڑکوں سے کہا کہ ہم تم سے زمین نہیں لیں گے اس کے بدلہ چھ ہزار روپے لیں گے' اب زید مر چکا ہے اور ذمہ داران مسجد نے دو بیگھہ زمین پر قبضہ کرلیا ہے' ایک بیگھہ باقی ہے تو ان حالات میں زمین مسجد کی ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو زید نے جو چھ سو روپے مسجد سے لے رکھا ہے ان کی واپسی ہوگی یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں الیٰ قولہ دے دوں گا' چند صورتوں کو محتمل ہے:

۱۔ اس رقم کے بدلے میں زمین وقف کردوں گا کیونکہ نہ صراحۃً قرض کا ذکر ہے نہ انکی واپسی کا ذکر ہے۔

۲۔ قرض کے ذریعے مسجد میں رہن لینا "کل قرض جرّ نفعًا فھو ربٰو" کے خلاف ہے اور یہ ربٰو مشابہ ربٰو ہے جو کہ خلاف شریعت اور فاسد معاملہ ہے۔

۳۔ وقف کردینے کا صراحۃً تو کوئی لفظ نہیں جو کچھ ہے وہ یہ کہ مسجد کو دے دوں گا' الیٰ قولہ

بعد وفات وہ مسجد کی ہوگی' سو یہ تمام الفاظ وعدے کے ہیں ان سے عقد وقف ثابت نہیں ہوتا' اس لیے وقف کا حکم ثابت نہیں ہوسکتا' لہٰذا چھ سو روپیہ قرض رہا وہ اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

دینی تعلیم کیلئے وقف عمدہ ہے

سوال: زید ایک زمین وقف کرنا چاہتا ہے' گاؤں میں ایک مدرسہ قائم ہے جس میں اسلامی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ہی ایک سکول بھی ہے جو کہ سرکار سے رجسٹرڈ ہے اور اس میں خاص تعلیم انگریزی ہوتی ہے اور سکول کے متعلق سرکار مطالبہ کر رہی ہے کہ کوئی شخص رقبہ دے دے اور اسے سکول کے لیے رجسٹرڈ ابدی کر دیا جائے اس لیے زید تشویش میں ہے کہ مدرسہ کے مقابل سکول میں وقف کرنا کیسا ہے؟

جواب: وقف نیک کام کے لیے کرنا بڑی عبادت ہے اور اجر و ثواب کا باعث ہے' لہٰذا دینی تعلیم کے لیے وقف کر دے تاکہ صدقہ جاریہ رہے اور بعد میں ثواب بھی ملتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۹۳)

''اسکول کیلئے زمین وغیرہ دینا درست ہے'' (م' ع)

دینی تعلیم کے وقف میں انگریزی جاری کرنا

سوال: زید نے کسی مدرسہ میں پچاس سال پہلے زمین وقف کی تھی' آج تک مدرسہ کو اس کا فائدہ پہنچتا رہا' پہلے نصاب میں صرف نحو' فارسی' فقہ' منطق تھا اور اب قرآن و حدیث تک ترقی ہو چکی ہے' ضرورت کی بناء پر بنگلہ اور انگریزی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے' اب واقفوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس میں انگریزی آ گئی ہے اس لیے ہمارے لیے مدرسہ میں اس کو دیدیا جائے؟

جواب: جس طرح منطق اور ادب مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ معین اور مددگار کی حیثیت رکھتی ہے اسی طرح اگر کچھ بنگلہ اور انگریزی بھی بقدر ضرورت تبعاً پڑھائی جائے تو اس کی وجہ سے واقفوں کو واپس لینے کا حق نہیں ہے مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ خدانخواستہ یہ بنگلہ اور انگریزی آہستہ آہستہ مقصود بن کر غالب نہ آ جائے' اس کا انتظام پہلے کر لیا جائے اور اگر انتظام نہ ہوسکے تو پھر وہاں بنگلہ اور انگریزی کو ہرگز داخل نہ کیا جاوے' وقف کے ورثاء کو اس میں جدوجہد کا پورا پورا حق ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۳۱۴)

مدرسہ قرأت کا وقف مدرسہ تجوید پر صرف ہوگا

سوال: زید نے اپنی جائیداد وقف کرتے وقت ایک اسلامی مدرسہ کے لیے اپنے وقف نامہ میں بدیں الفاظ چندہ معین کیا کہ مبلغ ایک سو بیس روپے واسطے صرف بمد قرأت در مدرسہ' جس کو بکر متولی نے چند سال تک بعد انتقال واقف ادا کیا' اب متولی یہ دیکھ کر کہ مدرسہ کے کاغذات میں اس

درجہ کو درجہ تجوید لکھا جارہا ہے یہ چاہتے ہیں کہ واقف نے یہ روپیہ چونکہ بمد قرأت معین کیا ہے لہٰذا درجہ تجوید میں ادا نہ کیا جائے' آیا متولی کا اس بہانے سے چندہ کو روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور آیا قرأت و تجوید مغائر ہیں یا نہیں؟

جواب: لفظ قرأت اور تجوید اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے اگرچہ کچھ عام و خاص کا فرق رکھتے ہوں لیکن عرف و محاورات میں دونوں ایک ہی اصطلاح اور فن مخصوص کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں بلکہ ہمارے عرف میں فن تجوید کو بیشتر فن قرأت ہی کہا جاتا ہے اور اسی کا استعمال زیادہ ہے' بالخصوص عوام تو فن تجوید کو فن قرأت ہی کے نام سے سمجھتے ہیں' عرف میں ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں' متولی وقف کی یہ تاویل محض باطل اور ناقابل التفات ہے اگر ایسی تاویلوں پر نظر کی گئی تو کوئی وقف اپنی حقیقت و حقیت پر قائم نہیں رہ سکتا' باتفاق فقہاء ایسے امور میں عرف کا لحاظ ضروری ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۴۹)

ایک زمین ایک مدرسہ کو دینے کا ارادہ کرنے سے ملکیت ختم نہیں ہوتی

سوال: ایک صاحب درس نظامی کے مدرسہ میں کچھ زمین دینے کا پختہ ارادہ کر چکے تھے' بعد میں اس کا تعلق حکومت سے کیا گیا' یہ مدرسہ خالص مذہبی نہیں رہا تو یہ زمین کسی دوسرے مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: محض ارادہ یا وعدہ کر لینے سے وہ زمین اس کی ملک سے خارج نہیں ہوتی جس دینی مدرسہ میں اب دینا چاہیں تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۱۳۹)

مدرسہ میں دی ہوئی رقم واپس لینا

سوال: ایک مدرسہ میں رقم دی گئی مگر بعد میں تحقیق ہوئی کہ مدرسہ کا کام صحیح اصولوں پر نہیں ہو رہا ہے' مدرسہ کے منتظمین میں دیانتداری نہیں' کیا رقم ان سے لے کر کسی دوسرے مدرسہ میں صرف کی جاسکتی ہے؟

جواب: چندہ کی رقم مدرسہ میں داخل ہونے سے معطین کی ملک سے خارج ہو جاتی ہے' لہٰذا دی ہوئی رقم واپس نہیں لی جاسکتی' اہل اثر پر فرض ہے کہ منتظمین مدرسہ کی اصلاح کی کوشش کریں' اگر وہ اصلاح قبول نہ کریں تو انہیں معزول کر کے نظم کسی صالح شخص یا جماعت صلحاء کے سپرد کریں۔

(احسن الفتاویٰ ج ۶ص ۴۱۶)

وقف اور تولیت

متولی کسے کہتے ہیں اور اسے کیا کیا حقوق حاصل ہیں؟

سوال: متولی کسے کہتے ہیں؟ متولی کو مسجد و قبرستان میں کیا حق حاصل ہے؟ کیا وہ مسلمان کو مسجد و قبرستان کے وقف عامہ سے روک سکتا ہے؟ کیا مسلمانوں کو حق ہے کہ اس متولی کو خارج کر دیں جو جبراً حقوق قائم کر کے جائیداد وقف بڑھاتا ہو یا اس رقم سے جو حق مسجد یا حق امام و مؤذن کے نام سے موسوم کر کے مسلمانوں پر قائم کی ہے؟ کیا مسلمانوں پر اس رقم کے ادا کرنے کا حق ہے؟

جواب: متولی وہ شخص ہے جو وقف کی نگرانی اور انتظام کے لیے واقف' یا قاضی یا جماعت مسلمین کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے' وہ صرف حفاظت و انتظام آمدنی و خرچ کا استحقاق رکھتا ہے' کوئی مالکانہ حیثیت اسے حاصل نہیں ہوتی' نہ کسی ایسے تصرف کا حق ہوتا ہے جو غرض واقف کے خلاف ہو یا شریعت سے اس کی اجازت نہ ہو بلکہ ایسے متولی کو جو مالکانہ قبضہ کر لے یا غرض واقف کے خلاف کرے یا ناجائز تصرفات کرے' علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۸)

متولی کا امام کو امامت سے معزول کرنا

سوال: متولیوں نے زید امام پر بے دخلی امامت کا دعویٰ دائر کر دیا اور بذریعہ حکم امتناعی تا فیصلہ عدالت فرائض امامت سے روک دیا ہے جبکہ چند افراد کے سوا سب کی دلی خواہش ہے کہ زید امامت کے فرائض انجام دے' ایک مقامی عالم نے حاضر عدالت ہو کر بیان دیا کہ متولیان کو شرعاً اختیار ہے کہ زید کو امامت سے علیحدہ کر دے' نمازیان و اہل محلہ کو تقرر و علیحدگی امام کا کوئی حق نہیں' عالم کا یہ بیان درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد کی کوئی منتظمہ شوریٰ مقرر ہے اور اس کے اختیارات نصب و عزل و ملازمین و امام و مؤذن پر حاوی ہیں تو اس کو امام کو معزول کرنے کا اختیار ہے' عوام مسلمین شوریٰ کے اختیارات میں مداخلت کا حق نہیں رکھتے' البتہ اگر شوریٰ امام کے معزول کرنے میں ظلم کے مرتکب ہوں تو شوریٰ کو عوام معزول کر سکتے ہیں اور اس کی جگہ جدید منتظمہ شوریٰ منتخب کی جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۵۸)

متولی کا قاضی کو معزول کرنا

سوال: متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی شرعی سبب کے قاضی کو معزول

قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس کا ساتھ دینا چاہیے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر سے منتخب کیا گیا ہے اور بیس سال سے قضاۃ انجام دے رہا ہے؟

جواب: متولی جامع مسجد کے اختیار میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا لیکن اگر اس نے بلاسبب معزول کر دیا ہے تو وہ مواخذہ دار ہوگا اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تھا تو قاضی معزول نہیں ہوا اور اس صورت میں لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۵۸)

تولیت کے متعلق واقفین کی شرائط معتبر ہوں گی

سوال: زید کے چار فرزندوں (نور محمد، عبدالشکور، عثمان، عبدالحبیب) نے اپنے ذاتی مال سے عربی مدرسہ بنایا اور وقف کر دیا اور متولی عبدالحبیب کو مقرر کیا مگر بچند شروط:

اول یہ کہ جب تک عبدالحبیب زندہ ہے تو یہ متولی ہے اس کی وفات کے بعد جس پر بھائیوں کا اتفاق رائے ہو وہ متولی ہوگا، یہاں تک کہ جو بھائی سب بھائیوں کے بعد زندہ رہے وہ متولی قرار دیا جائے گا اور اگر چار برادروں میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا تب چاروں بھائیوں کی اولاد جو موجود ہوگی وہ متولی ہوں گے اب عبدالحبیب کا انتقال ہو گیا، اور ایک بھائی زندہ ہے، عبدالحبیب اپنے لڑکوں کے نام تولیت نامہ لکھ کر مر گیا ہے تو اب تولیت حسب شرائط برادر کو ملے گا یا عبدالحبیب کے فرزند کو؟

جواب: صورت مسئولہ میں واقف چار شخص ہیں اور چاروں نے باتفاق تولیت کی جو ترتیب مقرر کی ہے وہ صحیح اور جائز ہے لہٰذا واجب العمل ہوگی اور چونکہ واقف چار شخص ہیں ان میں سے ایک کو شروط وقف میں تغیر و تبدل کا اختیار نہ ہوگا اور عبدالحبیب کا وصیت نامہ اپنے بیٹے کی تولیت کے بارے میں غیر معتبر ہوگا بلکہ موافق شرط واقفین جو بھائی زندہ ہے حق تولیت اسی کا ہے، اگر متولی کی خیانت ثابت ہو جائے تو اسے معزول کرنا واجب ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۴)

واقف خود متولی بن سکتا ہے

سوال: زید نے زمین وقف کی لیکن کسی متولی کے سپرد نہیں کی بلکہ خود ہی متولی و منتظم بن گیا، کیا یہ وقف صحیح ہے؟

جواب: خواہ واقف نے اپنی تولیت کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، بہر کیف وقف اور اس کی تولیت صحیح ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۱)

۱۔ مہتمم مدرسہ متولی وقف ہے یا چندہ دہندگان کا وکیل؟

۲۔ زمین کو خریدنے اور اس کا مالک بننے سے پہلے اسے وقف کرنا؟

سوال: ۱۔ مہتمم مدرسہ بمنزلہ متولی وقف ہے یا وکیل عن المعطین درحق اموال مدرسہ؟

۲۔ اس شہر کی تمام زمین کو حکومت جو شیعہ اثناء عشریہ ہے اپنا خالصہ سمجھتی ہے اور لوگوں کے ہاتھ جب تک وہ پہلے سے کچھ بناء وغیرہ کے ذریعے تصرف نہ کریں خاص زمین کو فروخت بھی نہیں کرتی ہے اس لیے شہر کے چند آدمی متفق ہو کر کچھ چندہ جمع کر کے ایک قطعہ زمین کو عیدگاہ کے نام سے دیوار کر کے اپنے تصرف میں لائے اور ایک دو بار اس میں نماز بھی پڑھ چکے ہیں اس کے بعد نماز پڑھنا اس کے اندر متروک ہو گیا ہے اب وہ آدمی جنہوں نے اس کی دیوار بنانے میں چندہ دیا ہے اس بات پر راضی ہو چکے ہیں کہ اس کو مدرسہ میں جو اس کے قریب ہے شامل کر دیا جائے کیونکہ یہ جگہ عیدگاہ کے لیے ناکافی ہے اور عیدگاہ دوسری جگہ بنانا پڑے گی تو آیا اس زمین کو دینی مدرسہ کے تصرف میں لانا شرع کی رُو سے جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ اس زمین کے شرق سے لے کر شمال تک بیرونی جانب بھی کچھ زمین موجود تھی جس کو ان لوگوں نے فقط تحجیر کر کے چھوڑ دیا ہے اور خیال اس وقت یہ تھا کہ اس کو بھی آئندہ عیدگاہ میں شامل کر دیں گے اور اس پر نماز ادا نہیں کی گئی' آیا جواز تصرف برائے مدرسہ میں ان دونوں مذکورہ بالا زمینوں میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۔ مدرسہ کی زمین' عمارات اور کتابیں وقف ہوتی ہیں' لہٰذا مہتمم ان اوقاف کا متولی ہے لیکن نقد روپیہ یا استعمالی اشیاء جو مدرسے میں بطور چندہ دی جاتی ہیں وہ وقف نہیں ہوتیں' لہٰذا ان کے حق میں مہتمم مدرسہ کی حیثیت وکیل المعطین کی ہے۔ (کذا یفھم من امداد الفتاویٰ ج:۲' ص:۵۰۳' سوال نمبر ۶۵۲)

۲'۳۔ اگر وہ زمین ابھی تک حکومت سے خریدی نہیں گئی تھی بلکہ صرف دیوار بنائی گئی تھی تاکہ اس کی بنیاد پر حکومت سے خریدی جائے تو یہ زمین ابھی عیدگاہ کے لیے وقف نہیں ہوئی کیونکہ وقف کی صحت کے لیے واقف کا مالک ہونا شرط ہے۔ **"لما فی ردالمحتار ذکر فی البحر ان مفاد کلام الحاوی اشتراط کون أرض المسجد ملکا للبانی"** (شامی: ج۳' ص۳۷۰)

لہٰذا اب اگر اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ عیدگاہ بنانے چاہتے ہیں اور اس زمین میں مدرسہ بنانا مقصود ہے تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس حکم میں وہ زمین بھی داخل ہے جس میں نماز شروع کر دی گئی تھی اور وہ زمین بھی جس میں نماز شروع نہیں کی گئی بلکہ صرف دیوار بنائی گئی تھی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ عثمانی جلد ۲ ص ۵۰۶)

عاق اولاد کی تولیت کا حکم

سوال: زید نے دو شادیاں کیں ایک مسماۃ رجن سے دوسری مسماۃ نجو سے رجن سے ایک لڑکا پیرو اور نجو سے عبدالغفور اور قمر الدین' عبدالغفور اور پیرو کو ان کی بدچلنی کی وجہ سے زید نے عاق کر دیا' اب صرف قمر الدین رہا' زید نے اپنی کل جائیداد وقف کی اور بعد وقف کے حسب وقف نامہ عمل کرتا رہا' بعد انتقال قمر الدین متولی ہوا' قمر الدین لاولد فوت ہوا' اب صرف عبدالغفور اور پیرو باقی ہیں اور ان سے ایک ایک اولاد ہے' پیرو کا لڑکا برکت اللہ' عبدالغفور کا لڑکا عبدالشکور' اب دریافت طلب امور ذیل ہیں:

ا۔ عاق کی اولاد سلسلہ ذکور میں متصور ہو کر متولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس عاق کا اثر اس کی اولاد پر ہوگا یا نہیں؟ جبکہ سوائے اس کے سلسلہ ذکور ختم ہو چکا ہے اور عاق کے بعد ان کی اولاد کے متعلق وقف نامہ میں کوئی ذکر نہ ہو؟

۲۔ اگر اولاد مذکورہ متولی ہو سکتی ہے تو دفعہ نمبر ۲ و نمبر ۳ کی رو سے عبدالشکور کو ترجیح ہوگی یا برکت اللہ کو؟

جواب: عاق شدہ لڑکوں کی اولاد تولیت سے محروم نہ ہوگی بلکہ وہ بشرط صلاحیت اولاد ذکور کے مفہوم میں داخل ہوگی اور متولی ہوگی' اگر برکت اللہ اور عبدالشکور دونوں ایک درجہ کی صلاحیت رکھتے ہوں تو عبدالشکور کو ترجیح ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۳)

متولی کے اختیارات حکومت کا سلب کرنا

سوال: اسلامی اوقاف جو اس وقت ہندوستان میں متولیوں کے ہاتھ میں ہے' اظہار شکایات کے بعد حکومت کا اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ایک ایک جزئیہ میں اجازت حکومت کا ہونا ضروری ہونا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: اوقاف اسلامیہ کو حکومت کے قبضہ میں دے دینا اور متولیوں کے اختیارات حکومت کو تفویض کر دینا شرعاً درست نہیں ہے' متولیوں کی بے اعتدالی کو روکنے کے لیے حساب فہمی تو کر سکتی ہے لیکن ان کے شرعی اختیارات جو واقف نے دیئے ہیں سلب نہیں کیے جا سکتے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۵۷)

واقف کا بیٹے کی تولیت کا حق ساقط کرنا

سوال: موج حسین نے ایک جائیداد وقف کی اور یہ شرط کی کہ میرے بعد میرا بیٹا ضامن حسین متولی نہ ہو سکے گا' کیا اب ضامن حسین متولی ہو سکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کیونکہ جو شرط حکم شرع کے مخالف ہوتی ہے وہ باطل رہتی ہے' اس پر قاضی و حاکم پابندی عائد نہیں کر سکتا'

چونکہ شرعاً بیٹے کو حق ولایت حاصل ہے اس لیے اس حق کے خلاف شرط قابل عمل نہیں؟

جواب: بیٹے کو تولیت کا حق ہوتا ہے مگر جبکہ واقف نے تصریح کردی کہ میرے بعد ضامن حسین بوجوہات متولی نہ ہو سکے گا۔ تو اب ضامن حسین کا وہ حق جو بحیثیت پسر واقف ہونے کے تھا ساقط ہو گیا' اب اگر آٹھ متولی اس امر پر متولی ہو جائیں کہ ضامن حسین کو متولیوں میں شامل کرنا وقف کے مفاد کے لیے ضروری ہے یا وقف کے لیے مضر نہیں ہے تو اس کو ان آٹھ میں سے ایک کے طور پر شامل کر سکتے ہیں کہ وقف نامہ میں اس کی نفی نہیں ہے' صرف نفی اس حیثیت کی ہے جو موج حسین خان کو حاصل تھی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۵۷)

تولیت میں شرعاً وراثت کا حکم

سوال: ۱۔ تولیت وقف عام میں شرعاً وراثت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر واقف تولیت کو میراث قرار نہ دے بلکہ کوئی دوسرا قبضہ پا کر کسی خاندان کی تولیت مقرر کر دے تو اس وراثت کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں؟ اور اس وراثت سے اس خاندان کو بہ نسبت دوسروں کے محض اس وجہ سے ترجیح ہوگی یا ترجیح باعتبار تقویٰ وصلاح ہوگی؟

۳۔ بادشاہ اسلام کی اراضی وقف پر اگر چندروزہ کسی غیر مسلم قوم کا تسلط ہو جائے اور قبل استحکام اس تسلط کا خاتمہ بھی ہو جائے' ایسی حالت میں وہ غیر مسلم اگر اوقاف پر کسی خاندان کو تولیت کے لیے مخصوص کر دے تو اس کے تسلط کے فنا ہونے کے بعد بھی اس کا یہ حکم ناطق قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ غیر مسلم کا تسلط اٹھ جانے کے بعد بھی اصل واقف کے جانشینوں نے بذریعہ سرکار انگریزی اس کی ان اسناد کو منسوخ قرار دیا جو متولی نے دوبارہ تولیت ان سے حاصل کیں' یہ نسخ قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

۵۔ واقف نے خود بنفس نفیس تولیت کے لیے کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا' اس کے بعد اس کے قائم مقام نے محض اپنی رائے سے کسی شخص کو متولی قرار دے کر تولیت اس کی میراث کر دی اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟

۶۔ قوم مرہٹہ جس کا کسی زمانہ میں ہندوستان کے بعض اطراف پر آندھی کی طرح تسلط ہوا اور آندھی کی طرح رخصت ہو گیا' اس کے احکام واسناد بمقابلہ فرامین شاہان اسلام قابل نفاذ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

۷۔ ایک شخص کی اولاد میں یکے بعد دیگرے تولیت رہی تو کیا محض اس وجہ سے یہ تولیت اس خاندان کے ساتھ خاص ہو جائے گی؟ حالانکہ واقف نے اس کو متولی کیا اور نہ اس کی اولاد کو بلکہ زمانہ دراز تک تولیت مختلف خاندانوں میں گردش کرتی رہی' اسی طرح وقف کے صحیح جانشینوں نے

بھی کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا' صرف ایک شخص غیر مسلم نے اثناء سفر میں چند روزہ عارضی تسلط کے زمانہ میں اس شخص کو تولیت سپرد کردی۔

۸۔ واقف نے متولی کے حق الخدمت کے لیے بجائے تنخواہ کے ایک گاؤں یا کسی زمین کی آمدنی مقرر کردی تو کیا یہ جائیداد متولی کی موروثی ہوسکتی ہے؟

۹۔ تنخواہ دار ملازمین ایک زمانہ دراز کے بعد کیا اس تنخواہ کے وارث قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ کیا وہ تنخواہ اس کی میراث ہوجائے گی؟ اور نسلاً بعد نسل ملتی رہے گی؟

جواب: بادشاہان اسلام نے جو زمین کسی کام کے لیے وقف کی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان کی خرید کردہ مملوکہ ہو' دوسرے یہ کہ جس طرح تمام ملک کی زمین ان کے قبضہ میں ہے اسی زمین میں سے (یعنی بیت المال کی زمین کا) کچھ حصہ وقف کیا ہو' پہلی صورت کا یہ حکم ہے کہ وہ وقف صحیح ہے اور اس میں کسی دوسرے کو تصرف کا حق نہیں اور نہ اس کا کوئی تصرف شرعاً نافذ ہوگا' اگر وہ زمین بیت المال کی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں' اول یہ کہ ان کاموں کے لیے وقف ہو جن کا بیت المال میں حق ہے' دوم یہ کہ کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں' اول صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ وقف بھی تام ہے اور کسی کو اس میں تصرف کا حق نہیں اور نہ کسی کا ناجائز تصرف اس میں نافذ ہوگا۔

لیکن اگر بادشاہ نے کسی مصلحت عامہ پر وقف نہ کی ہو بلکہ کسی ایسے کام پر وقف کی ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں تو یہ زمین وقف نہیں بلکہ ارصاد ہے' دوسرے بادشاہ کو اس میں تغیر و تبدل کا حق ہے وہ چاہے تو قائم رکھے اور چاہے تو باطل کردے۔

صورت مسئولہ میں یہ زمین موقوفہ اگر بادشاہ کی خرید کردہ مملوکہ ہو' یا بیت المال کی ہو لیکن مصلحت عامہ پر وقف ہو تو یہ وقف بدستور قائم ہے لیکن اگر بیت المال کی ہو اور کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال پر کوئی حق نہیں تو یہ وقف ہی صحیح نہیں ہوا اور وہ زمین بیت المال کی زمین ہے' کسی دوسرے بادشاہ کو حق ہے کہ وہ اس کو حقوق شرعیہ کی طرف واپس کردے۔

اصل واقف نے جب کسی خاندان کو متولی نہیں بنایا تو جو شخص تولیت کی اہلیت رکھتا ہو وہی متولی ہوسکتا ہے' مسلمانوں کو جائز ہے کہ متولی کے مرنے کے بعد بجائے اس کی اولاد کے کسی اور کو متولی بنادیں' ہاں اگر اولاد واقف میں کوئی شخص تولیت کے قابل ہو تو وہ غیروں سے افضل ہے اور اگر واقف نے تولیت کو اپنے خاندان کے لیے مخصوص کردیا ہو تو جب تک اس کے خاندان میں

تولیت کی اہلیت رکھنے والا شخص مل سکے کسی غیر کو متولی بنانا جائز نہ ہوگا' متولی کے لیے جو رقم بمعاوضہ خدمت مقرر کی گئی ہو وہ خواہ کسی مخصوص حصہ کی آمدنی ہو' خواہ تنخواہ ہو' اس کی ولایت تک ہے جس وقت تولیت کسی اور کی طرف منتقل ہوگی' وہ حق بھی منتقل ہو جائے گا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۵۰)

مجاور بدعتی کا تولیت کا دعویٰ کرنا

سوال: ایک مزار کے متصل ایک مسجد عرصہ دراز سے چلی آئی ہے جس کی ترمیم وتجدید اور عزل و نصب امام کا نظم ہمیشہ نمازیان محلّہ کرتے رہے ہیں' اب کچھ عرصے سے بعض مجاورین مزار جو کہ تمام بدعات کے ارتکاب کے ساتھ دائمی بے نمازی ہیں' یہ دعوائے تولیت وانتظام مسجد سے مانع ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر ان کو پہلے سے باقاعدہ شرعیہ اہتمام وتولیت کے حقوق حاصل نہیں ہیں تو اب ان کو تولیت کے دعویٰ کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر پہلے سے یہ حقوق حاصل ہوں تو بے نمازی ہونے کی وجہ سے ان کو علیحدہ کرنا لازم ہے' نمازیان اہل محلّہ بھی اس صورت میں اہتمام وتولیت کے اختیارات برت سکتے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۷)

حق تولیت میں لڑکوں کی اولاد مقدم ہوگی یا لڑکیوں کی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی کچھ ملکیت وقف کی جس کی تولیت کے لیے اس نے پانچ آدمی نامزد کیے اور لکھا کہ ان پانچ میں سے جو مرتا جائے تو اس کی جگہ میرے خاندان میں سے آدمی مقرر ہوتا رہے' اب ان پانچ میں سے ایک شخص گزر گیا' جس کی جگہ پر کرنے کے لیے واقف کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ایک شخص استحقاق کا دعویٰ کرتا ہے جس سے واقف کے لڑکوں کی اولاد انکار کرتی ہے کہ خاندان سے اولاد ذکور مراد ہیں نہ کہ اناث' تو واقف کے لڑکوں کا انکار حق بجانب ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ صورت میں لڑکیوں کی اولاد بھی تولیت کا استحقاق رکھتی ہے یا نہیں؟

جواب: خاندان میں لڑکیوں کی اولاد شامل ہے' یہ دوسری بات ہے کہ اگر لڑکوں کی اولاد میں تولیت کے قابل اشخاص موجود ہوں تو ان کو مقدم رکھنا مناسب ہے لیکن لازم وفرض نہیں اور اگر لڑکوں کی اولاد میں تولیت کی قابلیت رکھنے والے موجود نہ ہوں اور لڑکیوں کی اولاد میں موجود ہوں تو ان کو ٹرسٹی بنانا لازم ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۸)

متولی نہ ہو تو نصب وعزل کا حق کس کو ہے؟

سوال: کسی بستی میں امام کی تنخواہ اور مسجد کا نفقہ وغیرہ محلّہ والوں سے لیا جاتا ہے اور متولی بھی

گزر گیا اور ایک امام رکھنا ضروری ہے' اس حال میں تمام مصلیوں کی اجازت چاہیے یا نہیں؟ یا آدھے راضی آدھے ناراض' یا اکثر ناراض اور چند آدمی راضی ہو کر جبراً امام رکھ دینا جس سے فساد ہو' اب شرعاً امام مقرر کرنے میں مقتدیوں کی طرف سے کیا مشورہ لینا چاہیے؟

جواب: جس مسجد کا کوئی متولی نہ ہو' نہ کوئی منتظمہ کمیٹی ہو' اس کے نمازیوں کو امام و مؤذن مقرر کرنے کا حق ہے' اگر ان میں باہم اختلاف ہو جائے تو اہل تقویٰ وصلاح کی رائے مقدم ہوگی' اگر اہل تقویٰ بھی باہم متفق نہ ہوں تو ان کی اکثریت کی رائے قابل ترجیح ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۸)

فاسق شخص توبہ کے بعد متولی ہوسکتا ہے

سوال: ایک شخص آبکاری کی ملازمت اور منشی اشیاء شراب وغیرہ کی خرید وفروخت کر چکا ہے' ایسا شخص کسی بزرگ کی درگاہ کا متولی اور سجادہ نشین ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بالخصوص جبکہ درگاہ کا متولی ہونے کے لیے اورع واصلح ہونا شرط سجادگی میں ہو' ایسی صورت میں شخص مذکور متقی شمار ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ اورع واصلح کی شرط بھی ہے تو اصلح اور اورع شخص ہی تولیت اور سجادگی کے لیے متعین کرنا چاہیے' گزشتہ اعمال سے اگر سچی توبہ کر لی جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں رہتے' مگر شرط یہ ہے کہ توبہ صحیح اور سچی کی گئی ہو۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۷۷)

خائن متولی کا مقاطعہ کیا جاسکتا ہے

سوال: یوسف کے پاس کچھ روپیہ مسجد کا امانت ہے' اس سے کئی دفعہ کہا گیا روپیہ دیدو' وہ ہمیشہ لیت ولعل کرتا رہا' بروز عید الفطر مجمع عام میں اس سے روپے طلب کیے گئے تو وہ گالیاں دینے لگا' دوسری دفعہ پھر چند روز کے بعد میں نے اس سے مجمع عام میں دریافت کیے' اس نے پھر بھی گالیاں دیں اور روپیہ دینے سے انکاری ہے' شخص مذکور کے حق میں کیا حکم ہے؟

جواب: جس شخص کے پاس مسجد کے امانت رقم ہو اور مسجد کی ضرورت کے وقت وہ واپس نہ دے اور رقم مانگنے پر گالیاں دے وہ فاسق اور خائن ہے' مسلمان اس سے بذریعہ عدالت رقم واپس لے سکتے ہیں اور اس کی ناشائستہ حرکت پر اس کو برادری سے نکال سکتے ہیں' جب تک توبہ نہ کرے اس کو برادری میں نہ ملائیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۷۷)

متولی کا وقف کی مال گزاری ادا نہ کرنا

سوال: موقوفہ زمین کی آمدنی کی کمی کی وجہ سے اگر زمین موقوفہ کی مال گزاری زمینداری ادا نہ ہو اور

متولی نہ دے اور اس کی وجہ سے موقوفہ زمین نیلام ہو جائے تو یہ متولی کی خیانت کو مستلزم ہوگا یا نہیں؟ اور کیا ایسی صورت میں متولی پر شرعاً واجب ہے کہ اپنی ذاتی جائیداد سے مال گزاری موقوفہ زمین کی ادا کرے؟

جواب: متولی پر یہ بات تو کسی طرح لازم نہیں کہ مطالبات سرکاری اپنے پاس سے تبرعاً ادا کرے ہاں یہ بات اس کے لیے بہتر تھی کہ وقف کو بچانے کے لیے قرض لے کر ادا کر دیتا' یہ قرض حاکم کی اجازت وبغیر اجازت اس کے لیے دیانتاً جائز تھا مگر واجب نہ تھا' اس لیے اگر اس نے قرض نہ لیا اور وقف کو سرکار نے نیلام کر دیا تو اس میں متولی کی طرف سے کوئی خیانت نہیں پائی گئی' یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وقف میں کچھ آمدنی نہیں ہوئی لیکن اگر آمدنی ہوئی تھی اور وہ متولی نے دوسرے مصارف میں خرچ کر دی اور سرکاری مطالبہ ادا نہ کیا اور اس میں وقف نیلام ہو گیا تو یہ متولی کی خیانت ہوگی اس پر لازم تھا کہ سرکاری مطالبہ پہلے ادا کرتا کیونکہ اس میں وقف کے ہلاک اور ضائع ہونے کا خوف تھا' دوسرے اخراجات ملتوی کرنے میں یہ خوف نہ تھا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۶)

وقف میں متولی کا تصرف کرنا

سوال: وقف کی مرمت کے لیے کوئی اعانت اور انتظام نہ ہونے کی صورت میں بقیہ حصہ کی ترمیم اور درستگی کے لیے بعض وقف کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض وقف کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت میں دوسری چیز خرید کر وقف میں شامل کرنا یا وقف کی اصل شئی کے بدلہ دوسری چیز لے کر وقف کر دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: وقف کے متولی کو بعض وقف کو فروخت کرنے اور تبادلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے' جامع الرموز میں ہے: "لَایَمْلِکُ الْوَاقِفُ بِالْبَیْعِ وَنَحْوِہٖ وَلَوْ لِاِحْیَاءِ الْبَاقِیْ انتھٰی" البتہ وقف کے غلہ اور آمدنی سے وقف میں ترمیم واصلاح کا حق متولی کو ہے' جیسا کہ فقہ کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۶۴)

متولی کے علاوہ کسی اور کا وقف میں تصرف کرنا

سوال: محلّہ کے بعض حضرات نے قبرستان کے پاس والے قطعہ زمین کو اپنے ذاتی روپیوں سے خریدا جس میں املی کے کچھ درخت تھے' پھر اس قطعہ کو وقف کر کے جماعت محلّہ کے منتخب شدہ متولی کی تولیت میں دے دیا' متولی ان درختوں کو فروخت کر کے حسب ضرورت و مصلحت قبرستان کی ضروریات میں صرف کرتا تھا' دوسرے محلّہ کے لوگ جن کی مسجد وقبرستان علیحدہ ہے مگر دونوں محلّہ کے

لوگوں میں رشتہ قرابت کی بناء پر یہ معمول رہا کہ وہ دوسرے محلّہ والے کبھی رقم دے کر اور کبھی بلا رقم کے محلّہ والوں کی اجازت سے مذکورہ قبرستان میں اپنے اموات دفن کرتے تھے اب وہ لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ اس قبرستان میں ہمارا بھی حق ہے۔ چنانچہ اس محلّہ کے کسی شخص نے متولی کی اجازت کے بغیر مذکورہ قبرستان کے بعض درختوں کو کاٹ ڈالا ان کا یہ دعویٰ اور فعل صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ واقفین نے قبرستان قدیم کے لیے مذکورہ قطعہ زمین کو وقف کر کے محلّہ کی جماعت سے منتخب شدہ متولی سپرد کر دیا ہے اس لیے وہ وقف اور اس میں اس متولی کا تصرف شرعاً صحیح ہے ایسے متولی کی اجازت کے بغیر ان میں غیروں کا تصرف صحیح نہیں ہے چاہے وہ قاضی ہی کیوں نہ ہو ہاں اگر اس متولی سے کچھ خیانت ظاہر ہو تو اس وقت قاضی اس متولی کو معزول کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۵۰)

فی زمانہ متولی کیلئے کیا کیا اوصاف ضروری ہیں؟

سوال: متولی کے لیے کیا کیا شرائط و اوصاف چاہئیں؟ ایک شخص جو بازار میں بیٹھنے والا ہو جس کے دفتر میں روزانہ سودی حساب داخل ہوتا ہو صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو نماز ادا نہ کرتا ہو ضروریات سے فراغت کے لیے مسجد میں آتا ہو اور بعد فراغت باوجود اذان سننے کے بغیر نماز ادا کیے چلا جاتا ہو شہنشاہ معظم کا وفادار رہنے پر قسم کھا کر میونسپل کونسلر بنتا ہو کیا ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے؟

جواب: متولی جو اوقاف کا نگراں ہوتا ہے اس کا امانت دار اور ظاہراً غیر فاسق ہونا (یعنی ایسے گناہ کے کام کرنے والا نہ ہو جس سے مال موقوف یا اس کی آمدنی کو خلل پہنچے شرط ہے۔

آج کل موجودہ زمانہ میں مسجد کے اخراجات کے لیے چندہ وغیرہ کے ذریعے روپیہ جمع کر کے ان روپیوں کو احتیاط کے ساتھ جمع کرنے اور بچت کی حفاظت کرنے اور آمد و خرچ کا باضابطہ حساب رکھنے کے لیے اہل محلّہ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے اس کو متولی بنا دیتے ہیں وہ درحقیقت عطیہ دینے والوں کا نائب ہے جو ان کے منشاء کے موافق کام کرتا ہے ایسے شخص کو فقہ میں وکیل کہتے ہیں بنابریں اس پر لازم ہوگا کہ اہل محلّہ مذکورہ روپیوں کو جس کام میں خرچ کرنے کے لیے کہیں گے یا ان کے خرچ کرنے کا جو مقام معروف ہوگا اسی میں خرچ کرے اگر وہ اپنے کام باقاعدہ انجام دیتا ہے اور امانت دار بھی ہے تو مذکورہ برائیاں اس میں ہونے سے اس کی وکالت نہیں جائے گی ہاں اہل محلّہ کو اختیار ہے کہ اس کو ہٹا کر کسی دوسرے کو مقرر کر لیں بشرطیکہ دوسرا امین ہو اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۵۲)

متولی کا قوم واقف سے ہونا ضروری نہیں

سوال: جس قوم نے مسجد تعمیر کرائی ہے کیا یہ لازمی ہے کہ ہمیشہ کو متولی اسی قوم میں سے ہو، اگرچہ کوئی وقف نامہ تحریری ایسی ہدایت کا موجود نہ ہو؟

جواب: جب واقف نے کسی کو متولی نہیں بنایا اور موجودہ متولی مال وقف کو صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتا تو ارباب حل وعقد کو چاہیے کہ حاکم مسلم کے ذریعے سے باقاعدہ متولی موجودہ کو معزول کرا کے دوسرے دیانت دار شخص کو متولی بنائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۷۹)

واقف کے غیر قرابت دار کو متولی بنانا

سوال: زید چند یتیم بچوں کو اپنے پاس رکھ کر ان کی پرورش کرتا تھا' بعد ازاں اہل خیر سے ان کے لیے عطیہ لینا اور ان کی پرورش میں خرچ کرنا شروع کیا اور عمرو سے بھی کہا کہ ان بچوں کے واسطے ایک مکان تیار ہو جائے تو مناسب ہے' عمرو نے اپنی مملوکہ زمین میں یتیم خانہ تعمیر کر دیا' یتیم خانہ کی توسیع کے لیے بکر کی اس زمین سے متصل بکر کی جو زمین تھی عمرو نے بکر سے اس کو قیمتاً طلب کیا' بکر نے کہا میں بھی اپنی اس زمین کو یتیم خانہ کے لیے للہ دیتا ہوں' جب یتیم خانہ تیار ہو گیا تو عمرو نے اس کو زید کے سپرد کر دیا اور زید یتیموں کی پرورش کرتا رہا' بعد ازاں زید کا انتقال ہو گیا' زید نے انتظام کا نہ کسی کو وصی بنایا نہ اس کا کوئی فرزند ہے' زید کا حقیقی بھائی ہے' یتیم خانہ کی کارروائی چلانے کا وہ مستحق ہے یا نہیں؟ اور عمرو بھی انتقال کر چکا ہے اب اس یتیم خانہ کو عمرو کے ورثہ میں سے کسی غیر کو للہ دینا' یا فروخت کرنا چاہیں تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں زید کا بھائی دوسروں کی بہ نسبت یتیموں کی پرورش کرنے کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ وہ زید کا قرابت دار ہے اس کو اوروں کی بہ نسبت ان کی پرورش کا زیادہ درد ہو گا' اسی لیے وقف میں واقف کا قرابت دار جب تک تولیت کے لائق ہو' غیر قرابت دار کو اس کا متولی بنانا جائز نہیں' عمرو کے ورثہ یتیم خانہ کو بیچنے یا کسی کو دینے پر قادر نہیں ہو سکتے کیونکہ یتیموں کو دیا ہوا صدقہ ہبہ کے مانند ہے اور یتیم کے مربی کا قبضہ یتیموں کے قبضہ کے مانند ہے۔ خصوصاً جبکہ یتیم خانہ کی تعمیر میں یتیموں کے لیے وصول شدہ رقم میں سے بھی کچھ زید کی معرفت صرف ہوئی ہو اور ہبہ میں واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی ایک مر جائے تو ہبہ واپس نہیں ہو سکتا اور بکر بھی یتیم خانہ کو واپس نہیں لے سکتا کیونکہ یتیموں کی پرورش کرنے والا جو تھا (یعنی زید) اس نے یتیموں کا قائم مقام ہو کر ان کے صدقہ کو (جو مانند ہبہ کے تھا) قبضہ کیا ہے اور وہ مر گیا ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۴۷)

واقف کے مقرر کردہ متولیان ایک دوسرے کو معزول نہیں کر سکتے

سوال: ہندہ نے اپنا موروثی مکان وقف کیا' یہ مکان تقسیم کے وقت ہندہ کے حصہ میں پورا نہیں آتا تھا' لیکن بقیہ ورثہ کو جب معلوم ہوا کہ ہندہ اس مکان کو مسجد بنائے گی تو انہوں نے تمام مکان ہندہ ہی کو دے دیا' ہندہ نے تعمیر کا زید کو منتظم کیا اور تقریباً نصف روپیہ اسی کی نگرانی میں صرف ہوا' پھر ہندہ کے پاس روپیہ نہیں رہا تو اس نے زید سے کہا اب تمہیں اختیار دیتی ہوں چاہے جس طرح تعمیر کرو' بقیہ تمام کام زید نے اپنی معقول رقم سے پورا کیا' جب ہندہ نے زید کو اس قدر مستعد دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے بھتیجے کے ساتھ مل کر تولیت کے فرائض بھی انجام دو' چنانچہ زید مسجد کے تمام کام باحسن وجوہ انجام دینے لگا' زید باوجود متولی ہونے کے اس قدر احتیاط سے کام کرتا ہے کہ ہر کام میں برابر ہندہ کے بھتیجا سے مشورہ کرتا ہے' اب چند روز سے مسائل مختلفہ پر جھگڑا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ہندہ کا بھتیجا اپنی تولیت کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔

جواب: حق تولیت مسجد اصل بانی اور واقف کو ہوتا ہے اگر وہ یہ حق اپنے لیے محفوظ رکھے تو اس سے کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنی زندگی میں یا بعد وفات کسی شخص کے لیے اس حق کو کر دے تو وہ متولی ہو جاتا ہے اور بانی کے مقرر کردہ متولی کو کوئی شخص بدون ثبوت خیانت موقوف نہیں کر سکتا۔

صورت مسئولہ میں زید نے تعمیر مسجد میں بحیثیت منتظم تعمیر کے اپنی بھی ایک معقول رقم خرچ کی ہے تو وقف بنا میں وہ بھی من وجہٍ شریک ہے اور پھر جبکہ ہندہ نے اس کو تولیت کے اختیارات تفویض کر دیئے تو وہ ہندہ کی جانب سے متولی ہو گیا مگر چونکہ ہندہ نے اپنے بھتیجا کو بھی تفویض اختیارات میں شریک کیا ہے اس لیے دونوں شخص حقوق تولیت میں شریک رہیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو معزول نہیں کر سکتا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۶)

دو متولیوں کے مابین وقف کو تقسیم کرنا

سوال: ایک موقوفہ زمین پر دو شخص متولی ہیں اور دونوں جداگانہ حصہ پر متصرف ہیں' کیا اس طرح سے تقسیم شرعاً جائز ہے؟

جواب: (عبارات فقہیہ نقل کرنے کے بعد) روایات بالا سے صورت ذیل کا حکم مستفاد ہوا:

۱۔ دو زمینیں جدا جدا ہوں۔

۲۔ ایک زمین کا نصف حصہ ایک جہت پر وقف ہو اور دوسرا نصف دوسری جہت پر۔

۳۔ جہت اگرچہ متحد ہو مگر نصف الارض پہلے وقف کی اور نصف ثانی بعد میں۔

۴۔ایک زمین دوشخصوں میں مشترک ہواور دونوں جدا جدا وقف کریں۔

۵۔ایک زمین ایک ہی وقت میں ایک ہی جہت پر وقف کی گئی ہو۔

پہلی چار صورتوں میں ہر حصہ پر مستقل تولیت جائز ہے اور پانچویں صورت میں جائز نہیں' حدیث نزاع علی وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی صورت اخیرہ میں داخل ہے۔(احسن الفتاویٰ ج۶ص ۴۱۱۔۴۱۲)

غیر مسلم کو درگاہ اور مسجد کا متولی بنانا

سوال:ایک درگاہ کی جائیداد کا انتظام ایسے غیر مسلم کے ہاتھ میں ہے جو بڑے اعتقاد انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے اور مصارف میں خرچ کرتا ہے اگر اس کا انتظام کسی مسلم کے سپرد کر دیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے' ایسی حالت میں وقف بورڈ اس کو متولی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایسا اوقاف ہے جن کی تولیت نہ نامزد ہے نہ واقف کا کوئی موصی لہ ہے' جنوبی ہند میں چند ایسی مساجد بھی ہیں جن کا انتظام باقاعدہ ہنود چلا رہے ہیں' مؤذن وامام نمازیوں کے مشورے سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بروقت ادا کرتے ہیں' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ کا خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا' مسلمان اتنا گر گیا ہے اس میں نہ انتظام کی صلاحیت رہی نہ دیانتداری رہی' حتیٰ کہ اس کی عبادت گاہ کا انتظام وہ کرتا ہے جو خود ہی اس عبادت کا قائل نہیں' جب ایسی مجبوری ہے کہ وقف اور انتظام کے برقرار رہنے کی صرف یہی ایک صورت ہے تو پھر مجبوراً برداشت کیا جا سکتا ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص ۳۰۲)"ایسے مقام کے مسلمانوں پر دینی فضاء قائم کرنا بھی فرض ہے تاکہ خدا کے باغی اور دشمنوں کے محتاج نہ رہیں"(م'ع)

فاسق کی تولیت کا حکم

سوال:متولیان اپنے فرض منصبی کو ادا نہ کریں' اوقاف کی ضرورت کو پیش نظر نہ رکھیں' اوقاف کی جائیداد کی حفاظت نہ کریں' اوقاف کی دکانوں کا کرایہ وصول نہ کریں' مساجدوں کو جا کر کبھی نہ دیکھیں' نماز باجماعت سوائے جمعہ کے کبھی ادا نہ کریں' صرف جمعہ کے دن دفتر اوقاف میں بیٹھ کر کاغذ پر حکم نویسی کریں اور تمام بستی والوں پر خود کو حاکم مانیں' ان کی بے عزتی پر آمادہ ہوں' ناک اور گردنیں کٹوائیں ان کی عورتوں کو بیوہ کرانے کا ارادہ رکھیں اور خود مسجدوں کی دکانوں میں کم کرایہ سے رہ کر ان کا کرایہ ادا نہ کریں اور بستی میں کوئی شخص فی سبیل اللہ کام کرے تو اس کو کام نہ کرنے دیں' تو کیا ایسے افراد شرعاً متولی اور صدر رہنے کے مستحق ہیں؟

جواب: اگر واقعی اسی طرح ہو تو ایسے لوگ اس منصب کے حق دار نہیں' مگر بغیر تحقیق کوئی

اقدام نہ کیا جائے جس سے فتنہ پیدا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۹)

خاندان میں تولیت کی شرط لگانے کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی جائیداد وقف کی اور شرط لگائی کہ تاحیات خود اور بعد وفات اس کی اولاد مذکور میں جو لائق ہو متولی ہوگا' اسی طرح نسل در نسل متولی ہوتا رہے گا' چنانچہ واقف کی وفات کے بعد اس کا پسر اکبر متولی بنا' اس متولی کے بعد متولی واقف کی اولاد میں سے ہونا چاہیے یا پسر اکبر کی اولاد میں سے؟

جواب: اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ تولیت واقف کی اولاد میں نسلاً بعد نسل ہوتی رہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تک واقف کی صلبی اولاد رہے متولی صلبی لڑکا ہی ہونا چاہیے' جب صلبی اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو دوسری نسل یعنی پوتوں کی باری آئے گی' جب پوتے نہ رہیں تو پڑپوتوں پر تولیت منتقل ہوگی اور ہر طبقہ میں واقف کی شرط کے موافق اکبر یعنی سب سے ترتیب وار متولی ہوتا رہے گا اور بڑے کے ساتھ یہ قید بھی ملحوظ رہے گی کہ وہ متولی بننے کی اور وقف کا انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۱۴)

متولی پر مسجد کی رقم کے ضمان کی ایک صورت

سوال: سخاوت خان کو لوگوں نے امانتدار سمجھ کر مسجد کی کچھ رقم دی' انہوں نے اس کو اپنے گھر نہیں رکھا' بلکہ خارج مسجد میں ایک کمرہ وضو کے لیے بنا ہے' اس میں ایک الماری ہے جس میں لالٹین' تیل وغیرہ رکھا جاتا ہے اس الماری میں وہ رقم تالا لگا کر اس کی کنجی کو مسجد کے دروازہ پر اندر کی جانب ایک طاق ہے جس پر تیمم کرنے کے لیے مٹی کا گولہ رکھا تھا اس کے نیچے رکھ دی' کسی نے تالا کھول کر رقم مذکور کو نکال لیا' ایسی صورت میں سخاوت خان پر ضمان آئے گا یا نہیں؟

جواب: اس نے مسجد کی رقم اپنی تحویل اور اپنی حفاظت میں نہیں رکھا' لہٰذا اس رقم کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۶)

امام متولی خود رکھے یا جماعت کی رائے سے؟

سوال: امام مسجد اور مؤذن یا خادم رکھنے میں کیا صرف متولی ہی کی رائے کافی ہے یا باقی نمازی اور ممبران مسجد بھی رائے دہی کا حق رکھتے ہیں؟

جواب: مسجد کا متولی تعیین امام ومؤذن کا اختیار رکھتا ہے اگر اس کے اختیارات میں یہ بات داخل ہو یا خود بانی مسجد ہو ورنہ اس کو جماعت کی رائے سے رکھنا پڑے گا اور پہلی صورت میں بھی مشورہ جماعت سے رکھے تو بہتر ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۰)

محلّہ کی مسجد کے نظم میں دخل دینا

سوال: خالد دوسرے محلّہ کا رہنے والا اپنے آباؤ اجداد سے ہے جہاں ہمیشہ سے مسجد بھی ہے اب خالد دوسرے محلّہ میں آ کر بسا اور یہاں بھی مسجد ہے اور اس مسجد اور اس کے متعلق کسی کام میں خالد اور اس کے باپ دادا نے مطلقاً مدد نہیں کی' اس بناء پر خالد کو اس مسجد میں نماز و عبادت کے علاوہ نظام و اہتمام مسجد وغیرہ امور میں جبراً دخل دینے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: اب جبکہ خالد اس محلّہ میں آباد ہو گیا تو محلّہ کے دوسرے افراد کی طرح اس کو بھی اسی قدر حق ہو گیا جس قدر کہ اس محلّہ کے دوسرے شخص کو ہے اور جس چیز پر کہ متولی یا اکثر جماعت پسند کرے اس کی پابندی خالد کو بھی کرنا ہو گی کیونکہ ہر شخص کی ضد تو پوری ہو نہیں سکتی' لامحالہ اکثریت کی رائے کا اعتبار ہو گا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۵)

متولی کی مخالفت کرنا

سوال: کسی مقتدی کو جو بانیان مسجد کے ورثہ میں سے نہ ہو' متولی کی ہدایات کے خلاف کرنا اور یہ کہنا کہ یہ سب وقف ہے اور اس مسجد کے ہم مقتدی ہیں' سب مسلمان حق دار ہیں' ان پھلوں اور سبزیوں کی کاشت کو استعمال کریں گے' کہاں تک درست ہے؟

جواب: مسجد کے انتظامی معاملات میں متولی مسجد کا خلاف کرنا جائز نہیں' بشرطیکہ وہ خیانت نہ کرتا ہو اور احاطہ جو مسجد کے اردگرد چھوٹا ہوا ہے وہ مسجد پر وقف ہے' اس کا حقدار نہ کوئی مقتدی ہے نہ متولی' سبزی کی کاشت کر کے خود استعمال کرنا نہ متولی کے لیے جائز ہے اور نہ کسی دوسرے مقتدی کے لیے۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۳)

جو متولی وقف کو فروخت کرے وہ مستحق عزل ہے

سوال: کسی وقف کے متولی نے وقف کے ایک حصہ کو بیچ کر بقایا حصہ کی مرمت پر خرچ کر دیا ہے' کیا متولی کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ کیا ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے؟ اور قاضی شرع کی عدم موجودگی میں مسلمانان قصبہ کو ایسے متولی کے عزل کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: وقف کے کسی حصہ کی بیع جائز نہیں' وقف کی آمدنی کرایہ وغیرہ سے مرمت کرنا درست ہے' اگر حاکم مسلم کے ذریعے سے وقف میں ناجائز تصرف کرنے والے متولی کو علیحدہ کرنا دشوار ہو تو پھر قصبہ کے ارباب حل وعقد علیحدہ کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۶۲)

بجائے متولی کے چندہ فنڈ میں جمع کرنا

سوال: متولیوں کی طرف سے اکثر لوگ شاکی رہتے ہیں' بعض متولی آمد وصرف کا حساب نہیں کراتے' حتیٰ کہ بعض سے خیانت ثابت ہوتی ہے اور یہاں قصبہ میں ایک اسلامی فنڈ ہے جو مسلمانوں سے چندہ قرض لیتا ہے اور غریبوں کو زیور لے کر بلاسودی قرضہ دیتا ہے اس لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ متولیان مسجد بھی سرمایہ مساجد کو اپنی ذمہ داری پر بطور قرض داخل کر دیں اور جب ضرورت ہو لے کر صرف کریں کہ اس صورت میں رقم مساجد محفوظ ہو جائے گی اور ہر شخص کو حساب فہمی میں آسانی ہوگی' کیا حکم ہے؟

جواب: اگر متولی سے خیانت ثابت ہو جائے تو باقاعدہ حاکم وقت کے ذریعے اس کا ثبوت دے کر تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے اور اگر محض شبہ وظن ہے' ثبوت نہیں تو علیحدہ نہ کیا جائے' البتہ متولی کو لازم ہے کہ حساب صاف رکھے یا ارباب حل وعقد کی ایک کمیٹی بنادی جائے تاکہ کسی کو شبہ کی گنجائش نہ ہو۔

سرمایہ مساجد متولی کے پاس امانت ہوتا ہے' اس کو اپنے کام میں لانا یا کسی کو قرض دینا درست نہیں' اس کو صرف مسجد کے کام میں خرچ کرنے کا حق ہے' ناحق اگر تصرف کرے گا تو ضامن ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۴۰) ''اور گنہگار بھی'' (م'ع)

بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا

سوال: ایک جنگل مسجد کے نام وقف ہے' جس کا کوئی خاص متولی نہیں' وقف نامہ میں یہ تحریر ہے کہ ''جملہ نمبرداران دہ'' بیس سال سے جملہ نمبرداران دہ کے اتفاق سے جنگل کو نیلام کیا جاتا تھا' امسال صرف چند افراد کے ذریعے نیلام ہوا' نمبرداران کی رائے سے نیلام نہیں ہوا' وقف ہونے سے اب تک جنگل کا ٹینڈر پولا وغیرہ نیلام ہو کر دیا جاتا تھا مگر مویشیوں پر جو وہاں پانی پینے اور چرنے جاتے تھے کوئی محصول نہیں تھا' اب ان چند آدمیوں نے بوقت نیلام محصول قائم کر دیا جس سے عوام کو تکلیف ہونے لگی' دور دور تک مویشیوں کو پانی پلانے کا موقع نہیں ہے' عموماً اس جنگل میں پانی پلانے جانا پڑتا ہے اور کاشت کار اپنے مویشیوں کو اپنے کھیتوں میں اسی راستہ سے لے جاتے ہیں کہ یہ عام گزرگاہ' پس پانی وغیرہ پر محصول قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ جملہ نمبرداران (حسب تصریح وقف نامہ) اس کے مہتمم ومتولی ہیں تو پھر بعض کا اس کو بلا دوسروں کی رائے کے نیلام کرنا شرعاً جائز نہیں۔

نیز پانی پر ٹیکس قائم کرنا بھی ناجائز ہے اور جبکہ عام گزرگاہ کا اور کوئی راستہ نہیں صرف وہی

راستہ ہے تو عام گزرگاہ میں گزرنے کا شرعاً سب کو حق ہوتا ہے' لہٰذا گزرنے والوں سے محصول لینا درست نہیں' گھاس جو خودرو ہو بغیر کاٹے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے البتہ کاٹ کر فروخت کرنا درست ہے جو تصرفات کیے جائیں وقف نامہ کی شرائط کے مطابق کیے جائیں اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۶۸)

ذاتی عداوت کی وجہ سے وقف کی آمدنی کو روکنا

سوال: مریم و فاطمہ نے کچھ اراضی اور چند دکانیں ۱۹۱۲ء میں مساجد اور دیگر امور خیر کے لیے وقف کی تھیں اور یہ تحریر کیا تھا کہ ہم اس جائیداد کی ملکیت سے آج کی تاریخ سے دستبردار ہو گئے ہیں' ہمارے عزیزان قریب و بعید کو جائیداد موقوفہ میں کسی قسم کی دست اندازی کا اختیار باقی نہیں رہا اور نہ کبھی ہوگا۔ (علماء اہلسنت فرنگی محلی حنفی لکھنؤ پر جس سے مسلمانان محمود آباد رجوع کریں واجب ہوگا کہ خالصاً للہ بعد از یک دگر اس کار خیر کو اپنے ہاتھ میں لیں اور یہ تجویز خود متولی و مہتمم مقرر فرماتے ہیں)

عبارت جو بریکٹ کے اندر ہے دستاویز میں ہے مگر ہر دو واقفہ نے اس پر کبھی عمل نہ کیا اور نہ اب عامل ہیں بلکہ ہمیشہ اپنی رائے سے متولی مقرر کرتے رہیں اور اب بھی جس شخص کو مقرر کیا ہے وہ نہایت احتیاط اور دیانت سے وقف کی نگرانی کرتا ہے مگر بعض لوگ (جن کو واقفہ اور متولی سے ذاتی عداوت ہے) انتظام میں روک تھام کرتے ہیں' دکانداروں کو کرایہ اور کاشتکاروں کو لگان دینے سے منع کرتے ہیں' یہ لوگ شرعاً گنہگار ہیں یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو ان کی مدد کرنی چاہیے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ واقفہ دستاویز اگر بدلنا چاہے تو بدل سکتی ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ کرایہ رک جانے پر واقفہ جو رقم اپنے پاس سے صرف کر رہی ہے وہ بعد وصول یابی لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: تولیت کا حق واقف کو ہے اور دوسرے شخص کو متولی بنانا بھی اصالتاً واقف ہی کا حق ہے' نیز واقف کو یہ بھی حق ہے کہ وقف کے نگراں کو معزول کردے' خواہ اس کا کوئی قصور ثابت ہو یا نہ ہو' اس لیے وقف اراضی اور دکانوں میں واقفہ کو خود تولیت کا حق حاصل ہے' اگر باقاعدہ کسی دوسرے متولی کے قبضہ میں تولیت چلی جائے' اس کو معزول بھی کر سکتی ہے' خاص کر جبکہ وہ لوگ جن کی تولیت کو دستاویز میں لکھا ہے متدین نہ ہوں تو ان کو متولی بنانا بھی درست نہیں اور دستاویز کی غیر متدین کے متعلق تولیت کی عبارت شرعاً ناقابل عمل ہوگی۔

پس جو لوگ وقف کو نقصان پہنچا رہے ہیں' وہ سخت گنہگار ہیں' اگر ذاتی عداوت نہ ہو بلکہ وقف کی خیر خواہی مقصود ہو تب بھی لگان اور کرایہ بند کرانے کی کوشش کرنا یا کسی اور طرح وقف کو

نقصان پہنچانا جائز نہیں جو لوگ اس نقصان پہنچانے میں مددگار ہیں وہ بھی گنہگار ہیں۔

یہ گفتگو متعلق تولیت اس وقت ہے جبکہ دستاویز کی عبارت کا مطلب یہ ہو کہ واقف نے علماء فرنگی کو متولی بنایا ہے اور اگر یہ مطلب ہو کہ ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں متولی تجویز کریں' گویا کہ واقفہ نے تجویز متولی کے لیے اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مؤکل جب اس کام کو انجام دے جس کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنایا ہے تو اس کی وکالت منسوخ ہو جاتی ہے اور وکیل معزول ہو جاتا ہے۔

اگر واقفہ اپنے پاس سے روپیہ بطور قرض خرچ کر رہی ہے اور اس پر شرعی ثبوت ہے تو بعد وصول یابی اپنا روپیہ لے سکتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۶۷۔۲۶۵)

شرعاً سجادہ نشین کوئی چیز نہیں

سوال: ایک بااختیار سجادہ نشین کو کیا اپنی حیات میں سجادہ نشین مقرر کرنے کے اختیارات ہیں؟ جبکہ تولیت نامہ میں ایک کے بعد دوسرے کو اختیارات ہیں اور وہ بااختیار سجادہ نشین ہے' سجادہ نشینی کی کیا حقیقت ہے؟ اور سجادہ نشینی کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب: سجادہ نشینی شرعاً کوئی چیز نہیں بلکہ ایک غلط اور فاسد رسم ہے کہ کسی شیخ کے وفات کے بعد مریدین جمع ہو کر اس کے بیٹے یا کسی خادم کو اس کا جانشین بنا دیتے ہیں اور سند کے لیے اس کی دستار بندی کر دیتے ہیں' پھر اس سے بیعت ہونا شروع کر دیا جاتا ہے' اگرچہ وہ اس کا اہل بھی نہ ہو اور شریعت میں نااہلوں کو پیشوا بنانے پر سخت پابندی ہے' اس کو جہالت اور ضلالت قرار دیتی ہے' لہٰذا شرعاً سجادہ نشینی ایک بے حقیقت شئی ہے تو ذمہ داری کا کیا سوال؟ پس ایسا شخص دوسرے کو بھی سجادہ نشین مقرر نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''سجادہ نشینی سے اگر تولیت وقف مراد ہے تو اس میں واقف کی قیود و شرائط ملحوظ رکھی جائیں گی'' (م'ع)

متولی سے دکان خالی کرانے کا حق کن لوگوں کو ہے؟

سوال: حاجی کریم بخش نے ایک مسجد اپنے ایک عزیز کے روپے سے تیار کرائی اور اپنی زندگی میں اس کا متولی رہا' اس کے بعد اس کا لڑکا محمد حسین بساطی متولی ہے اور منتظم و متدین بھی ہے' مسجد کے نیچے ایک دکان واقع ہے جس کی نسبت یہ طے نہیں ہوا کہ وہ وقف ہے یا غیر وقف لیکن اگر یہ وقف ہو تو متولی مسجد سے ایسے لوگوں کو دکان خالی کرانے کا (جو نہ برادری کے ہیں نہ ہم محلہ ہیں) شرعاً منصب ہے یا نہیں؟

جواب: دکان زیر مسجد کے متعلق یہ بات طے ہو جائے کہ وقف ہے اور ظاہر یہی ہے تاہم کسی

ایسے متولی کو جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو اور اس سے مال وقف میں کوئی خیانت ظاہر نہ ہوئی ہو کسی کو برطرف کرنے کا حق حاصل نہیں اور متولی کے ہوتے ہوئے دوسروں کو انخلاء دکان کے دعویٰ کا حق نہیں' مگر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ خود متولی نے اس دکان پر کس طرح قبضہ کر رکھا ہے اگر دکان پر قبضہ اس طرح ہے کہ اپنے بساط خانے کا سامان اس دکان میں رکھ چھوڑا ہے تو اس سے یہ دکان علیحدہ کی جا سکتی ہے لیکن اگر مقدار کرایہ سے زیادہ کرایہ ادا کرے تو مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۳)

سود خور اور محرمہ سے نکاح کرنے والے کو متولی بنانا

سوال: ایک شہر کی جامع مسجد اور اس کی ملحقہ جائیداد کے لیے ایک ایسا شخص تولیت کا امیدوار ہے جس نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو لے رکھا ہے اور سود خوار بھی ہے' اور چند مسلمان اس کو متولی کمیٹی کا صدر بنانا چاہتے ہیں؟

جواب: وقف تولیت کے لیے نیک اور معتمد علیہ شخص ہونا چاہیے جو شخص کہ سود خواری اور دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کی حرمت میں خدا کا خوف نہیں کرتا حالانکہ دونوں حرمتیں کتاب اللہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں' اس پر مال وقف میں دیانت داری کا کب بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۰) ''اس لیے ایسے شخص کو قطعاً متولی نہ بنایا جائے''(م'ع)

وقف میں غلط تصرف کرنے والے متولی کا حکم

سوال: ایسے متولی کو معزول کرنا کیسا ہے جو کہ وقف میں ناجائز تصرف کرتا ہو؟

جواب: وقف میں ہر ناجائز تصرف خیانت ہے اور ہر خائن متولی واجب العزل ہے' ایسے متولی کو معزول نہ کرنا گناہ ہے' البتہ بعد تجربہ وظہور صلاح دوبارہ متولی بنایا جا سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۰)

شیعہ آغا خانی کو وقف کا منتظم بنانا

سوال: ایک مرحوم صاحب خیر کی ملکیت سورت میں ہے' مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے ان کی اس ملکیت میں سولہ کرایہ دار رہتے تھے' انہوں نے اپنی وفات سے پہلے عمارت کی آمدنی کے لیے ایک نظام قائم کیا ہے اور وصیت کی ہے کہ اس کی جو آمدنی ہو پہلے اس سے مکان کی تعمیر ومرمت کی جائے اور پھر جو رقم بچا کرے وہ محلہ کی چار مسجدوں میں تقسیم کی جایا کرے' مذکورہ عمارت کے کل پانچ افراد منتظم ہیں' ان میں ایک شخص آغا خانی کھوجا بھی ہے' ہم اہل سنت والجماعت حنفی المسلک ایسے آدمی کو منتظم باقی رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: واقف نے غلطی کی کہ سنی منتظمین کے ساتھ آغا خانی کو منتظم بنایا' اب اگر اس کی وجہ سے وقف کو نقصان پہنچتا ہو اور واقف کا مقصد فوت ہو جاتا ہو تو بدلا جا سکتا ہے' اگر قانونی طور پر اس کی منظوری ہوگئی ہو تو قانونی چارہ جوئی کے ذریعے کارروائی کی جائے تاکہ کوئی فتنہ نہ پیدا ہو۔

صورت مذکورہ میں سنی منتظمین کی اکثریت ہے تو ایک نے اگر مخالفت کی تو وہ کامیاب نہ ہوگا کیونکہ فیصلہ اکثریت کی رائے سے ہوگا۔ بہر حال "نہ سانپ بچے نہ لاٹھی ٹوٹے" کے اصول پر کام کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۴۷)

واقف کا وقف چلانے کیلئے آدمی متعین کرنا

سوال: اگر واقف نے یہ متعین کر دیا ہو کہ میرے روپے سے فلاں آدمی اس مدرسہ کو چلائے گا' اب اگر کسی دوسرے آدمی نے واقف کے روپیہ سے اس کو چلایا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر واقف نے معین کر دیا ہو کہ میرے روپے سے فلاں شخص ہی اس مدرسہ کو چلائے گا تو جب تک وہ فلاں شخص زندہ رہے گا اور اس سے مالی خیانت نہ ہوگی' اس وقت تک وہی شخص اس روپے سے مدرسہ چلانے کا حق دار رہے گا' البتہ جب وہ شخص انتقال کر جائے گا یا اس سے مالی خیانت ثابت ہوگی تو واقف کی اجازت سے دوسرے شخص کو مدرسہ چلانے کا حق ہو جائے گا اور اگر واقف مر چکا ہو تو وقف کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنے کی غرض سے شرائط کے مطابق دوسرے دیندار اور مناسب شخص کو یہ حق ہو جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۰)

وقف اور تصرفات وقف

اوقاف اسلامیہ کے متعلق ایک بل کا مسودہ

سوال: یوپی اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں مزارعہ بل کو ایک مجلس منتخبہ کے سپرد کیا گیا ہے اور عوام کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اس بل کے متعلق رائے ظاہر کرے' لہٰذا چند معروضات حسب ذیل ہیں:

۱۔ بموجب شریعت موقوفہ جائیدادیں انسانی ملکیت سے خارج ہو کر خالص خداوند تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جایا کرتی ہیں اور کسی کو اس میں دخل و تصرف کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

۲۔ مالکانہ دخل و تصرف تو ایک طرف اگر کسی فعل سے ملکیت کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو تو شریعت اسلام نے اسے بھی روا نہیں رکھا ہے' چنانچہ اسی بناء پر مزارعہ اراضیات کو کسی طویل مدت کے لیے معاہدہ کی رو سے کسی کو دیدینا جائز نہیں قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ موقوفہ جائیداد کے نظم ونسق کے لیے واقف نے جو شرائط وقف نامہ میں قرار دیئے ہوں انہیں کی پابندی ضروری ہے اور (بجز خاص حالات کے) اسلامی حکومت کے اعمال کو جائیداد کے نظم ونسق کا کوئی حق نہیں دیا گیا ہے۔

۴۔ بموجب شریعت وقف علی الاولاد کی بھی وہی حیثیت ہے جو عام اوقاف کی ہے اس کی حیثیت میں بلحاظ احکام کوئی فرق وامتیاز نہیں ہے۔

اوقاف کے متعلق یہ احکام مشہور ومستند کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں جمہور اہل اسلام انہیں کے پابند ہیں اور ان کی عین خواہش یہی ہوسکتی ہے کہ ہندوستانی اوقاف اسلامی پر انہیں احکام کا نفاذ کیا جائے فی الحال سلیکٹ کمیٹی سے ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ اوقاف اسلامی کے لیے ہماری معروضات ذیل کو قبول کرے:

(الف): موقوفہ اراضیات پر کسی کاشتکار کو حقوق مالکانہ کسی حال اور کسی وقت نہ دیئے جائیں۔

(ب): موقوفہ اراضیات کو کاشتکاروں کے حقوق موروثی یا حین حیاتی کے عام حق سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(ج): موقوفہ اراضیات کے نظم ونسق کے جملہ اختیارات متولیان وقف ہی کے سپرد رہیں پٹہ کی میعاد کا تقرر تشخیص وتخفیف والتوا معافی لگان وغیرہ جملہ مراحل متولی وقف موافق شریعت انجام دے مسلمانوں کی ذمہ دار جماعتیں اس کی نگرانی کرتی رہیں۔

(د): اوقاف خواہ کسی قسم کے ہوں ان پر کوئی جدید ٹیکس حکومت کی جانب سے عائد نہ کیا جائے مجھے امید ہے کہ میری ان معروضات پر کافی توجہ کی جائے گی اور ان کو قبول فرما کر اسلامی جماعت کو شکریہ کا موقع دیا جائے گا۔

جواب: اوقاف اسلامیہ کے متعلق جو احکام شرعیہ تحریر بالا میں ذکر کیے گئے ہیں وہ صحیح ہیں اور ان احکام کی بناء پر جو مطالبات پیش کیے گئے ہیں وہ معقول اور واجب القبول ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۵۲)

مدارس کے درمیان بعض دفعات معاہدہ کا حکم

سوال: فلاں فلاں مدارس اور اس کے عہدیداران اس مصالحت کے بعد اپنے اپنے مدارس کا نظام جاری رکھیں گے اور ہر ایک مدرسہ کے مدرسین اور طلبہ ودیگر ملازمین کو کسی ایک مدرسہ سے کھینچ نہیں لیا جائے گا ایسے ہی کسی ایک مدرسہ سے جن مدرسین وطلبہ وملازمین کو خارج کیا گیا ہو ان کو فریقین ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر اپنے مدارس میں داخل نہ کیا جائے۔ پس ارشاد ہو کہ:

۱۔ نفس معاہدہ مذکور شرعاً کیسا ہے؟

۲۔ شروع سال میں کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم دوسرے فریق کے مدرسہ میں داخل ہونا چاہے تو اس کو داخل کر لینا معاہدہ مذکور کی رو سے اور شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح دوران سال میں ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

۳۔ کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم یا مدرس یا ملازم بغیر خارج کیے ہوئے خود بخود اس سے علیحدہ ہو جائے اور دوسرا فریق اس کو بھڑ کایا بھی نہ ہو تو اس دوسرے کو یہ شرعاً جائز ہے کہ اپنے مدرسہ میں رکھ لے؟

۴۔ اگر کسی فریق کا کوئی طالب علم ایسا ہے کہ اس کا دل بوجہ عدم مناسبت' یا خرابی تعلیم وغیرہ اس کے مدرسہ میں نہ لگتا ہو اس لیے وہ مدرسہ چھوڑ دے اور فریق ثانی کے مدرسہ میں داخلہ کی خواہش ظاہر کرے لیکن یہ منتظمین مذکورہ معاہدہ کی بناء پر اس کو اپنے یہاں داخل نہ کریں اور اس طرح وہ طالب علم پڑھنا ترک کر دے تو اس صورت میں فریق اول کا فریق ثانی کے مدرسہ میں داخل ہونے سے روکنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور فریق ثانی کا اس کو اپنے مدرسہ میں داخل کر لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاہدہ حد اباحت میں ہے مگر اس میں آخری فقرہ ذرا اصلاح طلب ہے یعنی اگر کسی طالب علم یا مدرس کو ایک مدرسہ سے کسی خطا پر خارج کیا گیا ہو تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح ہے لیکن اگر کوئی مدرسہ کسی کو بھی اپنی مالی کمزوری یا ذاتی مخاصمت کی بناء پر نکال دے تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح نہیں ہے نیز جو طلبہ کسی مدرسہ سے اس بناء پر چلے آئیں کہ وہاں تعلیم کا حسب دل خواہ انتظام نہیں ہے ان کو دوسرا مدرسہ اپنے یہاں داخل کر سکتا ہے' اس میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوگی کیونکہ معاہدہ یہ ہے کہ دوسرے مدرسہ کے طلبہ کو کھینچ نہ لیا جائے' خود آنے والے طلبہ اس میں شامل نہیں ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۰۸)

مجلس شوریٰ کے بعض اختیارات کا حکم

سوال: دارالعلوم کی مجلس شوریٰ جو اس کے لیے قوانین وضوابط انتظام بنانے کی مجاز ہے اس نے حضرات مدرسین وملازمین کے لیے ایک سال میں ۱۵ یوم وایک ماہ علی الترتیب رعایتی رخصت اور ایک ماہ سالانہ بیماری کی رخصت بلا وضع تنخواہ مقرر کی ہے' یہ رخصتیں دوران سال میں یک دم اور باقساط مل سکتی ہیں اور اختتام سال کے ساتھ حق رخصت بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مدرسین وملازمین کی خواہش پر اگر ان کو سفر حج کی رخصت بھی بلا وضع تنخواہ دی جائے تو کیا مجلس شوریٰ اس رخصت کو منظور کرنے کی مجاز ہے؟

ہر سال استحقاقی رخصت (رعایتی وبیماری) مذکورہ جو حالیہ تعامل سے عدم استفادہ کی صورت میں سال بہ سال سوخت ہوتی رہتی ہے کیا مجلس شوریٰ اس کی مجاز ہے کہ اس حق کو سوخت نہ کرتے ہوئے

قائم رکھے جس سے ملازم اگر چاہے تو دوران ملازمت یا ختم ملازمت پر جمع شدہ حق کو استعمال کر سکے؟

جواب: ہاں مجلس شوریٰ مجاز ہے کہ سفر حج کے لیے بھی ایک معینہ مدت کی رخصت بلا وضع تنخواہ منظور کر دے یا مدرس و ملازم نے اگر رخصت رعایتی و بیماری سے استفادہ نہ کیا ہو تو اس کو سفر حج کی رخصت کے متعلق کالعدم نہ کرے بلکہ سفر حج کی متعینہ مدت اس رخصت میں شمار کر لے مجلس شوریٰ اس کی بھی مجاز ہے کہ صرف رعایتی رخصت کو عدم استفادہ کی صورت میں سال بہ سال کالعدم نہ کرے اور ایک سال کی رخصت عدم استفادہ کی صورت میں دوسرے یا تیسرے سال تک دے دے۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۱۸۸)

طلبہ مدارس کے لیے دیئے گئے بکرے کو بیچنا

سوال: مدرسہ اور یتیم خانوں میں اکثر مسلمان لوگ بکرا یا بھیڑ بطور صدقہ طلبہ کے لیے دیتے ہیں، بعض وقت مدرسہ میں اس قدر گوشت کی ضرورت نہیں ہوتی اگر مہتمم یہ چاہے کہ اس کو فروخت کر دوں اور اس کی قیمت طلبہ کی روزانہ خوراک میں صرف کر دوں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دینے والوں کی طرف سے صراحتہً یا دلالۃً اس کی اجازت ہو تو جواز میں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر ان کی طرف سے اس کی اجازت نہ ہو تو مہتمم مدرسہ جانور کو فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ دینے والے کا وکیل ہے اور وکیل کو تصرف کا اختیار اسی صورت سے ہوتا ہے جس طرح مؤکل کہے اور ممکن ہے کہ وہ جانور نذر کا ہو یا کسی اور وجہ سے اس کا مقصود تقرب بالا راقہ (خون بہانا) ہو محض گوشت تقسیم کرنا منظور نہ ہو ورنہ ممکن تھا کہ بجائے جانور بھیجنے کے وہ گوشت خرید کر بھیج دیتا اور ایسی حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مہتمم کا یہ تصرف خلاف الی الخیر ہے کیونکہ تقرب بالا راقہ اور چیز ہے اور طلبہ کی ان کی حاجت کے اوقات میں کھلا دینا اور چیز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۲۶۱)

مدرسہ کی تعمیر ملتوی ہو گئی تو چندہ کیا کیا جائے؟

سوال: ایک انجمن نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کیا اور اس سے کچھ سامان خریدا لیکن انجمن مدرسہ کی تعمیر نہ کر سکی اور نہ آئندہ اس کی تعمیر کی کوئی امید ہے تو وہ سامان بیچ کر کسی دوسرے مدرسہ میں خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو چندہ کہ لوگوں نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لیے دیا ہے وہ ابھی تک مالکوں کی ملک میں داخل ہے انجمن کے کارکن ان کے وکیل ہیں، اگر زنانہ مدرسہ کی تعمیر کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی ہے تو اہل چندہ کو واپس

دیا جائے یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے کام میں صرف کیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۶۱)

مدرسہ اور مسجد کی اینٹیں پکانا

سوال: قبرستان میں بڑے بڑے درخت ہیں' ان کو کاٹ کر مسجد اور مدرسہ کی اینٹیں پکانے کے لیے گاؤں والے جو مالک ہیں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قبرستان وقف نہ ہو کسی کی ملک ہو تو اس کی اجازت سے درست ہے' اگر قبرستان وقف ہے تو غیر ضروری درختوں کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کا احاطہ بنانے اور اس کی مرمت میں اور قبرستان کی صفائی اور سایہ دار درختوں کے لگانے وغیرہ کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے' بلا قیمت دوسری جگہ دینے کی اجازت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۷۶) ''اور اگر کسی قسم کی ضرورت اس وقف میں نہ ہو تو ضرورت مند وقف میں منتقل کر دیئے جانے کی اجازت بھی فقہاء نے دی ہے'' (م ع)

مزار کیلئے وقف زمین کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا

سوال: حضرت مخدوم صاحب کے مزار کے لیے زمین وقف ہے' اب اس وقف کی زمین کی آمدنی مزار کو دی جائے ''جبکہ اس کو ضرورت نہیں'' یا مسجد میں لگائی جائے جبکہ مسجد کا خرچ مقامی باشندوں سے نہیں چلتا۔

۲۔ وقف کردہ زمین کے سرہانے جو درخت لگائے گئے ہیں وہ اس زمین سے باہر ہیں بلکہ سڑک اور زمین کی ڈول پر واقع ہیں ان کو بیچ کر مسجد میں لگا لیں یا نہیں؟

جواب: بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کے متعلق قرآن کریم کا مدرسہ قائم کر دیا جائے اور اس زمین کی آمدنی سے مدرس کو تنخواہ دی جائے' وہ مدرس امام ہو یا کوئی اور اس سے مسجد بھی آباد رہے گی' دینی تعلیم بھی ہوگی اور صاحب مزار کو اس کا ثواب بھی پہنچتا رہے گا جو کہ واقف کا اصل منشاء ہے۔

۲۔ اگر وہ درخت بصورت موجودہ آمدنی کا ذریعہ نہیں ہیں تو ان کو فروخت کر کے (۱) کے مصرف میں صرف کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۹۲)

لاوارث زمین میں مدرسہ بنانا

سوال: ایک مدرسہ ہم لوگوں نے ایسی جگہ قائم کیا ہے جو ''تکیہ دار'' کے نام سے مشہور ہے' پھر وہاں امام باڑہ بنایا گیا تو اس نام سے مسجد مشہور ہوگئی' اس زمین میں آٹھ دس قبریں ہیں' قبریں مسمار ہونے لگیں' امام باڑے کی تعمیر کا نشان ابھی تک قائم ہے' ہم نے اس میں دینی تعلیم کا مدرسہ

قائم کرلیا ہے کیا یہ مناسب ہے؟

جواب: آپ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین لاوارث ہے یعنی اس کا کوئی مالک نہیں، ایسی جگہ اگر دینی تعلیم کا مدرسہ بنالیا جائے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۱۳۰)

اپنی کل جائیداد مدرسہ کو دینا

سوال: ایک شخص کی کچھ زمین و جائیداد ہے ان کے اولاد کوئی نہیں، ہاں تائے، چچا، پوتے، بھتیجے موجود ہیں تو وہ اپنی جائیداد مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں ہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہنچانا بھی مقصود نہیں تو ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائیداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لیے وقف کر دیں تا کہ صدقہ جاریہ ہو ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ و مسجد کے لیے کر دیں، بقیہ ورثاء کو مل جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۱۵۳)

پرانی عیدگاہ پر مدرسہ بنانا

سوال: نئی عیدگاہ بننے کے بعد پرانی عیدگاہ بالکل ویران ہے، آیا اس کو مفت یا قیمتاً خرید کر مدرسہ میں داخل کرنا جائز ہے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے کہ عیدگاہ بحکم مسجد ہے یا نہیں؟ ایسی ضرورت کے موقع پر قول ثانی انسب ہے اور غیر مسجد کا وقف اگر معطل ہو جائے تو قاضی کی اجازت سے اس کا بدلنا جائز ہے۔

معطل عیدگاہ کی جگہ مدرسہ بنانے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس عیدگاہ کے عوض اس کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ قیمتی زمین کسی قریب تر شہر میں عیدگاہ کے لیے وقف کی جائے، یہ تبدیلی باذن قاضی ہو اور نہ ہونے کی صورت میں تمام مسلمانوں کے اتفاق سے ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۱)

چندہ کا روپیہ جلسہ انعامی میں خرچ کرنا

سوال: یہاں مدرسہ کے لیے چندہ کیا جاتا ہے جس میں زیادہ تعداد صدقات واجبہ زکوٰۃ و چرم قربانی کی ہوتی ہے اور مصارف تنخواہ مدرسین اور خرچ یتیم دو بڑی مدیں ہیں اس کے علاوہ روزمرہ کچھ متفرق خرچ ہوتا ہے، دہندگان کے ذہن میں اخراجات مدرسہ کی تفصیل نہیں ہوتی اور نہ ہر وقت ان سے خرچ کی اجازت لی جاتی، اس کے علاوہ جلسہ انعامی بھی ہوتا ہے جس میں طلبہ کو کتابیں انعام اور علماء کا خرچ آمد و رفت دیا جاتا ہے، تو یہ خرچ چندہ کی رقم سے کیا جا سکتا ہے یا

نہیں؟ اور اگر بلا اجازت نہیں کیا جا سکتا تو چندہ دہندگان سے اجازت لی جایا کرے یا اس شخص سے جس سے تملیک کرائی جاتی ہے؟

جواب: اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کر دی ہے تو اسی مصرف پر چندہ صرف کیا جائے گا' اس کے خلاف نہیں اگر تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دیدیا ہے تو پھر ہر مصلحت میں صرف کرنا درست ہے' جب انعامی جلسہ ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ چندہ دہندگان بھی کثیر مقدار میں جمع ہوتے ہوں گے ان کے سامنے مدرسہ کا پورا آمد و صرف کا حساب مد وار پیش کیا جاتا ہوگا' یہ ان کے لیے ذریعہ علم ہے' پھر ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ ہر ہر مد بتلا کر مصرف کا دریافت کرنا ضروری نہیں یعنی جو رقم زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ یکمشت مدرسہ میں آتی ہو اس کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں' اجمالی علم ان مدات کا ان کو ہوتا ہی ہے وہ کافی ہے۔

ہاں اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ صاحب اپنا روپیہ فلاں مد میں صرف کرنا پسند نہ کریں گے تو ان کا روپیہ اس مد میں بلا اجازت صرف نہیں کرنا چاہیے۔

اگر اب تک چندہ دہندگان کے سامنے جملہ مدات کو پیش نہیں کیا گیا تو بہتر یہ ہے کہ ان کو ضرور پیش کر دیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا روپیہ کہاں کہاں صرف ہوتا ہے اور جس شخص کو اس طرح چندہ دینے سے گریز ہو تو وہ اس خرچ کرنے سے منع کر دے' جلسہ انعامی بھی مصالح مدرسہ میں سے ہے رقم واجب التملیک میں مستحقین کو انعام دینا درست ہے اور غیر مستحقین کو بلا تملیک درست نہیں۔

جب رقم واجب التملیک کی تملیک ہوگئی تو اصل دہندہ کی زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوگئی۔ اب اگر کسی مد میں صرف کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہو تو جو شخص مالک بننے کے بعد از خود مدرسہ میں دے گا اس سے اجازت لی جائے' سابق دہندہ سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۴۰)

مدرسہ و مسجد کی رقم ایک دوسرے میں خرچ کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے مدرسہ میں کتب خانہ ہے اس میں روپے ضرورت سے زائد ہیں' اسی طرح قبرستان میں بھی روپے زائد از ضرورت ہے تو کیا کتب خانہ یا قبرستان کی زائد رقم مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں؟ مدرسہ خستہ حالی کی بناء پر بند ہونے کی حالت میں ہے تو اس فیض رساں چشمہ کے جاری رکھنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک وقف کی رقم دوسرے وقف میں خرچ کرنا ناجائز ہے' ہاں اگر واقف اجازت دے دے تو اجازت کے مطابق استعمال جائز ہے' لیکن مشائخ متاخرین نے اتنی

گنجائش نکالی ہے کہ اگر کسی وقف کے پاس اتنی رقم ہو کہ اس میں کما حقہ خرچ کرنے کے باوجود اس کو اس رقم کی بالکل ضرورت نہ ہو اور دوسرا وقف ضرورت مند ہے تو اس کو قرض دے سکتے ہیں اور اگر وقف مالدار ہے کہ اس مال کی نہ اس کو فی الحال ضرورت ہے نہ آئندہ اور اگر دوسرے کام میں استعمال نہ کیا گیا تو یہ مال ضائع ہو جائے گا یعنی ناجائز استعمال ہوگا اور واقف کا مقصد پورا نہ ہوگا تو ایسے وقف میں سے ضرورت مند وقف کو بطور امداد مفت "بلا قرض" دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۸۷)

مسجد و مدرسہ کی رقم ایک دوسرے میں بطور قرض صرف کرنا

سوال: ضرورت ہو تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطور قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر قرض وصول ہونے کا اعتماد ہو ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کمیٹی کے مشورہ سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۴۹۱)

مدرسہ کی رقم قرض دینا

سوال: مدرسہ کی جمع شدہ رقم میں سے کسی کو قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں، اگر مہتمم نے ایسی خیانت کی تو وہ فاسق واجب العزل ہوگا اور اس رقم کا ضامن ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۷)

مدرسہ کی مسجد میں مدرسہ کا روپیہ صرف کرنا

سوال: مدرسین و طلباء کی ضرورت کے لیے مدرسہ کے اندر ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں، اس مسجد میں مدرسہ کا روپیہ خرچ کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: مدرسہ کا روپیہ مسجد میں خرچ نہ کیا جائے کیونکہ دونوں مصرف الگ الگ ہیں۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

امام مسجد یا مؤذن کو قرض دینا

سوال: خادمان مسجد مثلاً مؤذن و امام کو بوقت ضرورت متولیان مسجد، مسجد کے مال وقف سے قرض حسنہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: متولی مسجد کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کے خادموں کی ضرورت رفع کرنے کے لیے مسجد کے فنڈ سے روپیہ قرض دے دے لیکن شرط یہ ہے کہ قرض کی وصولیابی کی طرف سے اطمینان ہو، ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۶)

چندہ کے ضمان کی ایک صورت اور یہ کہ چندہ وقف نہیں ہوتا

سوال: عوام نے مسجد کے لیے چندہ کیا اور کچھ روپیہ مسجد کا سامان خریدنے کے لیے زید کو دیا' زید عمر کے پاس سے وہ چیز خرید لایا لیکن وہ چیز ناپسند ہوئی' زید اس کو واپس کرنے گیا' عمر نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے' پھر لے لینا' زید نے کہا تم یہ روپیہ بکر کو دے دینا' روپیہ نہ پہنچنے پر زید پھر عمر کے پاس گیا' عمر نے کہا کہ میں نے روپیہ بکر کو دے دیا' اب زید نے بکر سے روپیہ طلب کیا تو بکر نے ٹال مٹول کر کے دھوکہ دیا اور دیتا نہیں تو وہ روپیہ جائیداد موقوفہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: وہ روپیہ زید کے ذمہ واجب الادا ہے' یعنی عوام زید سے وصول کر سکتے ہیں اور زید بکر سے چندہ کا روپیہ وقف نہیں ہوتا' اس لیے اس کو جائیداد موقوفہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا' البتہ اگر اس روپے سے کوئی قابل وقف شئی خرید کر مسجد میں وقف کر دی جائے تو وہ شئی وقف ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۳۹)

مقبرہ کی رقم مشاعرہ میں خرچ کرنا

سوال: روضہ و مقبرہ کی رقم مشاعرہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جب ایک وقف کی رقم دوسرے وقف میں بھی استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں تو مشاعرہ میں کس طرح اجازت ہو سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۱۸۹)

''ایسی رقم سے دینی تعلیمی نظم کرنا چاہیے'' (م'ع)

ایک وقف کا مال دوسرے وقف میں استعمال کرنا

سوال: قبرستان کے پیڑ یا ان کی قیمت مسجد کے احاطہ کے اندر یا احاطہ سے باہر واقع مسجد کے کمروں کی تعمیر میں استعمال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ پیڑوں کی لکڑی یا ان کی قیمت کس طور پر استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب: قبرستان (یا کسی بھی وقف کی کوئی شئی یا اس کی قیمت) کے پیڑوں کی قیمت یا ان کی لکڑی مسجد کے کسی کام میں اس وقت لگانا جائز ہے جبکہ وہ قبرستان کے کام و ضرورت سے بالکل فاضل ہو اور یوں ہی پڑے ضائع یا خراب ہونے کا غالب گمان ہو جائے' بغیر اس کے ان چیزوں کا قبرستان کے علاوہ کہیں اور استعمال درست نہ ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۱۶۶)

مزارات کو راستہ سے ہٹانا

سوال: یہاں کارپوریشن والوں کا کہنا ہے کہ راستہ میں جتنے مزارات آتے ہیں ان کو ہم

کرین سے اٹھا کر پورے احترام کے ساتھ دوسری جگہ دفن کر دیں گے تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ بعض علماء مزارات توڑنے یا ہٹانے کو مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں جبکہ کارپوریشن والوں کا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائے تو بہتر ہے' جواب سے نوازیں؟

جواب: وہ قبریں اگر وقف زمین میں ہیں تو اس زمین کو منشاء واقف کے خلاف دوسرے کام میں استعمال کرنا درست نہیں' اگر مملوک زمین میں ہیں اور اتنی پرانی ہو چکی ہیں کہ اب صرف قبور کے نشانات موجود ہیں لیکن میت مٹی بن چکی ہے تو اب قبور کا حکم بدل چکا ہے' مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین کو کاشت' تعمیر وغیرہ جس کام میں چاہے استعمال کرے' چاہے فروخت کر دے لیکن اگر وہاں کسی بزرگ کا مزار ہے جس کی وجہ سے اس جگہ کاشت یا راستہ بنانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کا لحاظ ضروری ہے' وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کرنا مفاسد سے خالی نہیں' اس لیے اس کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۲۱)

مدرسہ کی نیت سے خریدی ہوئی زمین کو مسجد وغیرہ کیلئے وقف کرنا

سوال: ایک شخص نے ایک جگہ مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدی' اب وہ شخص یہ جگہ یا اس کی قیمت مسجد کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے' ازروئے شرع یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس کا اجر وثواب ہے یا نہیں؟

جواب: مدرسہ یا انجمن کی نیت سے خریدنے کے بعد بھی وہ جگہ خریدار کی ملک ہے محض نیت سے مدرسہ یا انجمن پر وقف نہیں ہوتی' اب اگر اس کے نزدیک مسجد کے لیے وقف کرنا زیادہ مفید ہو تو مسجد پر وقف کر دینے کا اس کو حق حاصل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۳۳)

مسجد یا مدرسہ سے قرآن یا کتاب دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: مسجد میں وقف شدہ قرآن کو دوسری جگہ یا ایک مدرسہ کی کتاب کو دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لیے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ (والتفصیل فی کتاب الوقف من الشامیۃ) "مشورہ واقف کو تعیم نیت کا دینا چاہیے" (م'ع) (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۷)

عیدگاہ آبادی سے کتنی دور ہونی چاہیے؟

سوال: عیدگاہ آبادی سے کس قدر فاصلہ پر ہونی چاہیے اور آبادی عیدگاہ سے کس قدر دور

رہنی چاہیے؟ عیدگاہ سے کس قدر فاصلہ تک سکنی' مکانات بنانا ممنوع ہے؟

جواب: عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہیے' فاصلہ کی کوئی مقدار میری نظر سے نہیں گزری' صرف یہ بات کتابوں میں موجود ہے کہ عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی میری نظر میں کہیں نہیں آئی کہ عیدگاہ کے قریب مملوکہ زمینیں ہوں تو ان کو عمارت سے روکا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۰)

عیدگاہ کو مسجد بنانا اور نماز باجماعت ادا کرنا

سوال: قصبہ کی عیدگاہ کے لیے واقف کا فیصلہ ہے کہ بطور عیدگاہ وقف کی گئی ضروریات محلّہ کے پیش نظر چند افراد نے بغیر مشورہ مسلمانان شہر ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا' سوالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ کیا عیدگاہ میں واقف کی ہدایت کے خلاف مسجد بنانا جائز ہے؟ اور تعمیر مسجد کے بعد وہ عیدگاہ ہی کہی جائے گی یا اس کو مسجد کہنا صحیح ہوگا؟

۲۔ کیا ایسے اقدامات کو اگر وہ کسی حد تک عملی صورت بھی اختیار کر چکے ہوں روکنا جائز ہے؟

۳۔ کیا اگر تعمیر مسجد کے بغیر عیدگاہ میں پنجگانہ نماز ادا کی جائے تو اس کی شکل بطور مسجد کے تو قائم نہیں ہوجاتی؟

جواب: عیدگاہ میں نماز پنج وقتہ باجماعت ادا کرنی جائز ہے' عیدگاہ کو واقف کی منشاء کے مطابق عیدگاہ کی صورت میں ہی رکھنا چاہیے اور بغیر کسی خاص مجبوری اور اشد ضرورت کے اس کو تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۳)

عیدگاہ کی جانب غرب میں دروازہ بنانا

سوال: ۱۔ کیا مسجد وعیدگاہ کی جانب غرب میں دروازہ بنانا جائز ودرست ہے؟

۲۔ ایسی مسجد میں جس میں جانب غرب میں دروازہ ہو نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: (۱ و ۲) جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۰۹)

احاطہ عیدگاہ میں کپڑے دھونا اور راستہ بنانا

سوال: کیا راستہ چماران جواب چاہتے ہیں عیدگاہ کی زمین سے دیوار شہید کر کے دینا درست ہے؟ جبکہ ان کی آمدورفت کے لیے دو قدیم راستے موجود ہیں؟

۲۔ کیا عیدگاہ کے کنویں سے پانی نکال کر دھوبیوں کا جدید احاطہ عیدگاہ میں کپڑے دھونا درست ہے؟ کیا گورستان اہل اسلام کیلئے کوئی راستہ دینا درست ہوسکتا ہے؟

جواب: کوئی تصرف جدید مسجد کی حدود میں جائز نہیں جو دوسروں کو مسجد میں مداخلت میں

موقع بہم پہنچتا ہو عیدگاہ کے احاطہ میں کپڑے دھونا بھی ایک قسم کی مداخلت ہے اور جائز نہیں' کوئی جدید راستہ قبرستان کی زمین سے دینا درست نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۱۰۹)

تقلیل جماعت کیلئے دوسری مسجد یا عیدگاہ بنانا

سوال: زید عالم ہے اور عیدگاہ کا قدیم متولی وامام ہے اور بکر جاہ پرست اور خدا ناترس رئیس ہے' ان دونوں میں دنیوی امور میں مقدمہ بازی چلی آتی ہے' اس بناء پر بکر نے عیدگاہ قدیم سے ۲۵۰ گز کے فاصلہ پر جدید عیدگاہ بنائی اور عیدگاہ قدیم کی تقلیل جماعت اور ویران کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی اور لوگوں کو ورغلایا' اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ بات تو صحیح ہے کہ جو مسجد یا عیدگاہ خدا کے لیے خالصتاً مخلصتاً نہ بنائی جائے بلکہ کسی دوسری مسجد یا عیدگاہ کو ویران کرنے کے لیے بنائی جائے وہ موجب وبال وگناہ ہے اس میں کوئی ثواب نہیں اور نہ حقیقتاً وقف کا حکم رکھتی ہے مگر جب بانی اس نیت کا اقرار نہ کرے اور صحیح نیت کا مدعی ہو تو ہمارے پاس نیت کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں' زمانہ وحی میں تو بذریعہ وحی ایسے لوگوں کی نیت کی قلعی کھل جانی ممکن تھی اور مسجد ضرار جیسا معاملہ کیا جاسکتا تھا لیکن اب کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے اس دوسری عیدگاہ میں نماز ناجائز ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا' البتہ بکر پر یہ واضح رہے کہ اگر اس کی نیت تقلیل جماعت' تفریق بین المسلمین اور توہین زید کی تھی تو وہ اخروی مواخذہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۱۰۸) اگر مافات کی تلافی نہ کی (م ع)

عیدگاہ میں کارخانہ کھولنا

سوال: کوئی شخص عیدگاہ یا مساجد کے اندر کارخانہ کھول سکتا ہے جس کے اندر عورت ومرد دونوں کام کرتے ہوں' مساجد یا عیدگاہ کا متولی اراضی مذکورہ کو عیدگاہ پر دے سکتا ہے یا عیدگاہ وغیرہ کی ملکیت کی کوئی چیز فروخت کرسکتا ہے؟

جواب: عیدگاہ کے احاطہ کے اندر کارخانہ کھولنا جائز نہیں ہے' عیدگاہ کو کرائے پر نہیں دیا جاسکتا اور نہ عیدگاہ کی ملکیت جو وقف ہوتی ہے فروخت کی جاسکتی ہے' اگر کوئی متولی عیدگاہ کی ملکیت فروخت کردے یا انتظام صحیح نہ کرے تو اس کو تولیت سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۱۱۴)

ایک شہر میں دو عیدگاہ بنانا

سوال: ایک شہر میں اس وقت تک ایک ہی عیدگاہ ہے' دوسری عیدگاہ بنانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شہر بڑا ہو کہ اس کی تمام مسلم آبادی کے لیے ایک سمت میں ایک عیدگاہ میں جمع ہونا مشکل ہو تو دوسری سمت میں دوسری عیدگاہ بنانے میں مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۰)

عیدگاہ کو ہندوؤں کا اپنا معبد بتانا

سوال: ایک مقام پر چند سال سے مسلمان عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان زمین دار نے اس کو وقف بھی کر دیا ہے اب ہندو اس جگہ کو دیومت استھان یعنی معبد کی جگہ کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کوئی علامت پوجا پاٹ وغیرہ کی اس جگہ نہیں ہے لہٰذا اس جگہ مسلمان شرعاً عیدین وقربانی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ہاں کر سکتے ہیں اور ان کو اپنے حق پر قائم رہنا چاہیے نماز وقربانی سب ادا کریں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۰)

عیدگاہ کو مسقّف بنانا

سوال: زید کہتا ہے کہ بنگال میں جو عیدگاہ کو مسقّف بنایا جاتا ہے وہ جائز ہے اس لیے کہ یہاں بارش بکثرت ہوتی ہے جس سے نماز عید بعض مرتبہ عیدگاہ میں ادا کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور محض چھت سے عیدگاہ مکان کے حکم میں نہیں ہوتی؟

بکر کہتا ہے کہ عیدگاہ میں چھت بنانا جائز نہیں اس واسطے کہ نماز عید کے لیے صحرا کی طرف نکلنا سنت ہے اور عیدگاہ کی چھت اور چاردیواری بنا دینے سے مکان کے حکم میں ہو جاتی ہے اور خروج الی المکان خلاف سنت ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب: بکر کا قول صحیح نہیں اور عیدگاہ کو مسقّف کر دینے کی صورت میں بھی نماز عید کے لیے جنگل کی طرف نکلنا متحقق ہے کیونکہ جنگل میں بنے ہوئے مکان کی طرف نکلنا یہ صحراء کی جانب نکلنے کو بھی مستلزم ہے اور جس جگہ کہ بارش بکثرت ہوتی ہو وہاں نماز عید بدون عیدگاہ میں چھت کے پڑھنا متعذر ہو جائے گا اور چھت نہ بنانے کی صورت میں نماز عید کے لیے جو جنگل کی طرف نکلنا سنت ہے اس کا دواماً ترک لازم آئے گا پس زید کا قول ہمارے نزدیک قوی ہے۔ (امداد الاحکام ج ا ص ۳۲۳)

قدیم عیدگاہ میں باغ لگا کر اس کی آمدنی کو جدید عیدگاہ میں صرف کرنا

سوال: ایک چھوٹی ناکافی عیدگاہ چاروں طرف سے زرعی زمین سے گھری ہوئی ہے دیوار عیدگاہ بھی مرمت طلب ہے نمازیوں کی رائے اس کے بنانے کی ہے اس پرانی عیدگاہ سے کچھ فاصلہ پر دوسری زرعی زمین ہے جو تقریباً سہ چند ہے بدلہ میں مفت مل رہی ہے مالکان قدیم وجدید اراضی کے

ایک ہی ہیں اگر نئی زمین میں عیدگاہ بنالی جائے تو ہر طرح سہولت رہے تو کیا شرعاً یہ تبادلہ صحیح ہے؟

جواب: اگر سابق عیدگاہ وقف ہے تو اس کے تبادلہ کی اجازت نہیں اگر نماز عید ادا کرنے کے لیے دوسری وسیع عیدگاہ بنالی جائے تو یہ سابق عیدگاہ بھی وقف رہے گی اس میں باغ لگا کر اس کی آمدنی جدید عیدگاہ کی ضرورت میں صرف کی جائے جب مالکان اراضی کو اللہ نے وسعت دی ہے تو جدید اراضی بھی دے دیں ان کی طرف سے صدقہ جاریہ رہے گا اور ضروریات عیدگاہ کے لیے آمدنی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۲۳)

رنجش میں دوسری عیدگاہ بنی پھر رنجش ختم ہوگئی تو اسکو کیا کیا جائے؟

سوال: ایک بستی میں رنجش ہوگئی کچھ نے عیدگاہ کے لیے ایک زمین خریدی اور نماز عید بھی پڑھی اب پھر باہم متفق ہوگئے اور سابقہ عیدگاہ میں ہی نماز پڑھنے لگے تو وہ دوسری عیدگاہ ہی رہے گی یا اس میں دیگر کام کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر چندہ کی رقم سے زمین خریدی گئی اور وہاں نماز عید ادا کی گئی اور اس زمین کو نماز عید کے لیے وقف کر دیا گیا تو اب اس کو فروخت کرنا جائز نہیں اس میں نماز عید ہی ادا کی جائے وقف کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرنے کی ضرورت تھی۔

اگر اس کو وقف نہیں کیا گیا بلکہ وقف کرنے کا ارادہ تھا اور محض عارضی طور پر وہاں نماز ادا کر لی گئی تو پھر چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہاں دکان مکان باغ لگانا کاشت کرنا سب درست ہے بلکہ فروخت کرنا بھی درست ہے اس کی قیمت یا آمدنی کو بہتر یہ ہے کہ سابقہ عیدگاہ یا دیگر مساجد اور دینی کاموں میں حسب مشورہ صرف کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۰۹)

جنگل میں نماز پڑھنے سے عیدگاہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: اگر جنگل کی زمین میں ''جو کہ وقف نہیں ہے'' زمیندار کی اجازت سے نماز عید پڑھیں تو عیدگاہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ جبکہ قدیم عیدگاہ کا امام بدعتی ہو؟

جواب: عیدگاہ کا ثواب جنگل میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۶) ''ہاں نماز عید ہوگئی'' (م ع)

مسجد کی صفیں عیدگاہ میں کب استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: صفیں عیدگاہ کے لیے خریدی جائیں اور عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال کریں اور بقیہ دنوں میں مسجد میں استعمال کریں تو اس صورت میں وہ صفیں دونوں جگہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جب عیدگاہ میں صفیں اس نیت سے دی جائیں کہ عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال ہو اور بقیہ دنوں میں مسجد میں تو مضائقہ نہیں' اسی طرح مسجد میں دیتے وقت یہ کہا جائے کہ عید کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال کی جائے تب بھی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۰۹)

عیدگاہ کیلئے وقف زمین کو مسجد کے کام میں لانا

سوال: ایک کھیت قدیم زمانہ سے عیدگاہ کے نام سے چلا آ رہا تھا' کچھ لوگوں نے اس کو پٹواری سے جامع مسجد کے نام لکھوالیا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنے لگے' اس جگہ ایک دینی مدرسہ چل رہا تھا' اس میں کچھ لوگوں نے چندہ دینے سے انکار کر دیا تو اس کھیت کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کھیت عیدگاہ کے لیے وقف ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اس کی آمدنی کسی مسجد کے لیے صرف نہ کی جائے بلکہ عیدگاہ میں صرف کی جائے اور کوشش کر کے پٹواری سے کاغذات کی تصحیح کرالی جائے' اگر عیدگاہ میں خرچ کی ضرورت نہ ہو اور روپیہ محفوظ رکھنا بھی مشکل ہو تو گاؤں والوں کے مشورہ سے جس میں ضرورت ہو زائد آمدنی وہاں صرف کی جائے' اگر دونوں مسجدوں میں ضرورت ہو تو دونوں میں صرف کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۲۸)

عیدگاہ کی آمدنی دوسری مسجد پر صرف کرنا

میرے دادا صاحب ہندوستان میں ایک شہر کی مسجد کے متولی تھے۔ اور عیدگاہ کے بھی متولی تھے۔ وہ پاکستان آ گئے ان کے پاس مسجد اور عیدگناہ کی رقم تھی۔ انتقال کرتے وقت وہ وصیت کر گئے کہ مسجد کی رقم اتنی ہے اور عیدگاہ کی رقم اتنی ہے۔ غالباً اب وہ مسجد اور عیدگاہ ختم ہو گئی ہے۔ اس میں ہندو بسے ہوئے ہیں۔ یا غیر آباد ہے۔ مشرقی پنجاب میں یہ جگہ تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقم کو کسی دیگر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ مسجد اور عیدگاہ کے روپے سے مسجد بنائی جائے یا کار خیر میں لگایا جائے یا نہ؟ ہندوستان میں ہم کیونکر اتنی رقم لے جا سکتے ہیں۔ تفصیل سے تحریر فرما دیں۔

جواب:۔ جس مسجد اور عیدگاہ کا چندہ آپ کے والد کے ذمہ بقایا ہے اگر اس مسجد اور عیدگاہ تک اس رقم کا بھیجنا ممکن ہو تو وہاں بھیجنا لازم ہے اگر وہ مسجد اور عیدگاہ باقی نہیں یا رقم ان تک پہنچانا ممکن نہیں تو مسجد کا چندہ کسی اور مستحق مسجد پر اور عیدگاہ پر صرف کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۵۰۸)

عیدگاہ میں کھیتی کرنا

سوال: کسی زمین کو عیدگاہ بنا دیا گیا تو کیا اس میں کھیتی وغیرہ کرنا جائز ہوگا؟

جواب: اگر یہ زمین کسی کی مملوکہ ہے اور وہ بروز عید نماز پڑھنے کی اجازت دے دیتا ہے تو اس میں زراعت وغیرہ بھی جائز ہے اور اگر مملوکہ نہیں بلکہ نماز عید کے لیے وقف ہے تو اس میں زراعت کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ اس کا حکم تمام احکام میں مسجد کا نہیں لیکن شرائط واقف اور غرض واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے زراعت جائز نہیں' نیز احتیاطاً تعظیم وحرمت میں بھی فقہاء نے اس کو مثل مسجد قرار دیا ہے اور زراعت اس کے بھی خلاف ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۱۵)

وقف اور اقارب

اقارب پر وقف کرنے کا طریقہ

سوال: زید لاولد ہے اس کا ایک ذاتی مکان ہے جس کا وہ کرایہ وصول کرتا ہے اور اس کے رشتہ داروں میں تین بھائی اور تین بہنیں زندہ ہیں جن میں کچھ تونگر اور کچھ مفلس ہیں' اسی طرح ایک مرحوم بھائی کی اولاد موجود ہے جو مالی لحاظ سے تنگ حال ہے' اب زید کا ارادہ ہے کہ وہ تاحین حیات اس مکان سے خود نفع اٹھاتا رہے اس کے بعد یہ مکان ورثہ میں تقسیم نہ ہو بلکہ ورثہ کرایہ وصول کرتے رہیں اور مکان زید کے لیے صدقہ جاریہ رہے' کیا ایسی صورت شرعاً ممکن ہے؟

جواب: زید اپنی جائیداد اس طرح وقف کرے:

"جب تک زید زندہ ہے اس وقت تک اس کے منافع وہ خود لے گا' زید کے انتقال کے بعد اس جائیداد کے منافع زید کے اقارب میں مساکین کو ملیں گے' اگر زید کے اقارب میں سے کوئی مسکین نہ رہے تو عامۃ المسلمین میں سے مساکین پر صرف کیے جائیں۔" (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۲۰)

وقف علی الاولاد کی کیا نوعیت ہے؟

سوال: وقف علی الاولاد کی کیا نوعیت ہے' کیا اس میں سے لڑکے اور لڑکی کو یکساں حصہ ملے گا یا کچھ فرق ہے؟

جواب: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء مثل ہبہ کے مساوات کے قائل ہیں اور بعض فقہاء بخلاف ہبہ کے وقف للذکر مثل حظ الانثیین کے قائل ہیں۔

علامہ شامی نے "مطلب مراعاۃ غرض الواقفین" کے تحت ایک طویل ونفیس بحث فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر واقف خود زندہ ہو تو اسی سے دریافت کر لیا جائے اور جیسا وہ کہے اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

اوراگراس کا کوئی معمول بھی متعین اور واضح نہ ملے تو "للذکر مثل حظ الانثیین" کے قاعدہ کے مطابق ہرلڑکے کو دولڑکیوں کے برابر دیا جائے گا اور اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج اص ۱۷۰)

وقف علی الاولاد میں ذکور واناث کے حصہ کا حکم

سوال: زید کی دولڑکیاں اور ایک لڑکا ہے' زید اپنی جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے اس طرح کہ متولی لڑکا رہے اور لڑکیوں کی کچھ تنخواہیں' لیکن لڑکیوں کا جو شرعی حصہ ہوتا ہے اس میں کچھ کمی کے ساتھ' مثلاً دوسو روپے ماہوار ایک لڑکی کا حصہ ہوتا ہے تو زید سو روپیہ ماہوار مقرر کرنا چاہتا ہے' اس صورت میں زید کے ذمہ کوئی شرعی مواخذہ تو نہ ہوگا؟

جواب: وقف علی الاولاد میں لڑکیوں کا حصہ حصہ شرعی سے کم کرنا جائز نہیں اور اس مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک یہ کہ عطایا اور وقف دونوں میں اولاد ذکور واناث کو برابر حصہ دینا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ ان کے حصہ میراث کے موافق لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ دیا جائے۔ علامہ شامی کے نزدیک یہی راجح اور مختار ہے اس سے کم حصہ دینا' یا بالکل محروم کرنا ہمارے نزدیک درست نہیں مگر یہ تفصیل اس حالت میں ہے جبکہ وارث کو نقصان پہنچانے کا قصد ہو اور اگر یہ مقصد نہ ہو بلکہ ضروریات پر نظر کر کے تفاوت کرے تو کمی بیشی مطلقاً جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۳۶)

منافع وقف کا کچھ حصہ بیوی کیلئے وقف کرنا

سوال: ایک شخص نے مرض الموت میں بیوی سے کہا کہ میں نے فلاں زمین جو ثلث یا اس سے کم ہے مسجد کے لیے وقف کر دی لیکن تا حیات تم اس کی آمدنی سے کچھ حصہ اپنے صرف میں لانا اور کچھ مسجد کی مرمت واصلاح میں خرچ کرنا' یہ وقف اگر صحیح ہے تو اسی وقت سے یا شوہر کے مرنے کے بعد صحیح ہوگا؟ اور بیوی تمام آمدنی خرچ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور جبکہ واقف نے مسجد اور بیوی کے لیے مقدار معین نہیں کی بلکہ کچھ کچھ کیا ہے تو بیوی کتنا خرچ کرے؟ اور مسجد میں کتنا خرچ کیا جائے؟

جواب: وقف صحیح ہے اور اسی وقت سے صحیح ہے' بشرطیکہ زمین موقوفہ ثلث ترکہ سے زائد نہ ہو اور بیوی اگرچہ وارث ہے مگر وارث کے لیے وقف کی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن منافع وقف کی تقسیم حسب سہام شرعی ہونا ضروری ہے' واقف کی تجویز کے موافق تقسیم بلا اجازت بقیہ ورثہ کے نہیں ہو سکتی اس لیے وقف کی آمدنی میں سے جتنا حصہ زوجہ کے لیے تجویز ہو وہ صرف زوجہ کا نہ ہوگا بلکہ تا حیات زوجہ شرعی سہام کے موافق سب واقفوں کا حق ہوگا جن میں زوجہ بھی شامل ہے' پھر

زوجہ کی وفات کے بعد صرف زوجہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

رہا یہ کہ تعیین مقدار کیسے کی جائے؟ سواس کا حکم وصیت مبہم جیسا ہے اور اس قسم کی وصیت میں نصفا نصف تقسیم کیا جاتا ہے۔ "کمافی الدار لو قال بین زید و عمر وھو میت لزید نصفه وفی الشامية فانها تنصف لانه اقل الشركة بين اثنين ولا نهاية لما فوتهما" اس میں اگرچہ لفظ بین اس کا ہم معنی نہیں مگر دونوں جانب لفظ کچھ سے بظاہر تسویہ

(نوٹ: (از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) نظر ثانی کے وقت اس مسئلہ میں تردد ہوگیا' سرسری تلاش سے کوئی صریح جزئیہ اس مسئلہ کا نہیں ملا' یاد پڑتا ہے کہ شرح سیر ابن کبیر میں ایک جزئیہ لفظ شیئاً کے ساتھ ہے اور اس میں حکم تنصیف کا نہیں ہے مگر وہ بھی اس وقت نہیں ملا' دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کیا جائے) مستفاد ہوتا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۳۴)

منقول چیز اولاد پر وقف کرنا

سوال: منتقل ہونے والی چیزیں اولاد پر وقف ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ مثلاً لوہے' لکڑی کا سامان' انجن' مشین' خراد اور اوزار آہنی وغیرہ متعلق کارخانہ؟

جواب: اصل یہ ہے کہ وقف غیر منقول کا ہوتا ہے لیکن بعض چیزیں بعض صورتوں میں مستثنیٰ ہیں کہ منقول ہونے کے باوجود بھی ان کا وقف درست ہوتا ہے اور یہ مسئلہ اختلافی ہے جس شئی کا قصداً یعنی غیر منقول کے تابع قرار دیئے بغیر وقف کرنے کا تعامل ہو' امام محمدؒ اس وقف کو جائز فرماتے ہیں اور جس میں تعامل نہ ہو اس کو ناجائز فرماتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ ہر طرح ناجائز فرماتے ہیں' خواہ تعامل ہو یا نہ ہو اور غیر منقول کے تابع قرار دے کر منقول کا وقف دونوں جائز فرماتے ہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک بہرصورت منقول کا وقف ناجائز ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے اولاد اور فقراء پر وقف کرنے' دونوں کا اس مسئلہ میں ایک ہی حکم ہے' کوئی فرق نہیں۔

اضافہ: اگر کارخانہ مع مکان وسامان وقف کرنا ہے تو یہ وقف صحیح ہے اور اگر تنہا اوزار و مشین ہی کو وقف کرنا ہے تو یہ صحیح نہیں چونکہ عموماً یہاں ان چیزوں کے وقف کرنے کا رواج نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۵۹)

موقوفہ جائیداد علی الاولاد کو تقسیم کرنا

سوال: ہندہ مرحومہ نے ایک جائیداد وقف علی الاولاد مندرجہ ذیل شجرہ اولاد پر وقف کی' اس کی تقسیم از روئے شرع کس طرح ہونی چاہیے یا وقف کردہ جائیداد کا وقف ختم کر کے تقسیم ہوسکتی

ہے یا نہیں؟ اگر تقسیم ہو سکتی ہے تو درج ذیل شجرہ پر تقسیم از روئے شرع مطلع فرمائیں؟

میت

ابن	ابن	بنت	بنت
محمد جان	محمد ادریس	محمد نساء	رحمت بی

محمد نساء لاولد مرگئی، محمد ادریس بھی لاولد انتقال کر گئے، ان دونوں کا حصہ بروئے شرع کس کو پہنچتا ہے، رحمت بی کو وقف کردہ جائیداد سے کس قدر حصہ پہنچتا ہے؟

جواب: جائیداد وقف کرنے کے بعد اس کو تقسیم کرنا درست نہیں، البتہ وقف کردہ جائیداد کی آمدنی موقوف علیہم پر واقف کے ترکہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔

مذکورہ موقوفہ جائیداد کی آمدنی کی تفصیل یہ ہے کہ اگر (ہندہ) واقفہ نے اولاد پر بغیر ان کے نام ذکر کیے ہوئے وقف کی ہو تو اس کی پوری آمدنی واقفہ کی شرط کے مطابق محمد جان اور رحمت بی کے درمیان تقسیم ہوگی، یعنی اگر برابر برابر پانے کی شرط کی ہو تو برابر حصہ ملے گا اور اگر حصوں میں تفاوت رکھا تھا تو اس کے اعتبار سے ان دونوں میں سے ہر ایک کو حصہ ملے گا اور اگر چاروں میں سے ہر ایک کا نام لے کر وقف کیا ہو تو انتقال کر جانے والے موقوف علیہم کا حصہ فقراء کو ملے گا اور باقی آمدنی واقفہ کی شرط کے مطابق محمد جان اور رحمت بی کے درمیان تقسیم ہوگی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۶۹)

نسل میں دختر کا شامل ہونا

سوال: بادشاہ وقت نے خانقاہ کے مصارف کے لیے کچھ زمین زید کے لیے نسل در نسل وقف کر دی تو دختر زید کی اولاد نسل میں شامل ہوگی یا نہیں؟ اور حق تولیت جو زید کو حاصل ہے اس کے بعد یہ حق نسل میں کس کو ملے گا؟ اور اگر اتفاق سے زید کی اولاد میں صرف ایک لڑکی صغیر السن باقی رہ جاتی ہے تو حاکم نے اس کے بچپن کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو متولی بنا دیا تو لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد خود اس کو یا مر جانے کے بعد اس کی اولاد کو حق تولیت حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور بادشاہ کو حق تولیت دینے کا اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: وقف مذکور میں دختر کی اولاد بھی نسل میں داخل ہے اور کسی غیر کے متولی بن جانے سے ان کا حق باطل نہیں ہوتا۔ عالمگیریہ میں ہے:

وَلَوْ وَقَفَ عَلٰى نَسْلِهِ اَوْ ذُرِّيَّتِهِ دَخَلَ فِيْهِ اَوْلَادُ الْبَنِيْنَ وَاَوْلَادُ الْبَنَاتِ قَرُبُوْا اَوْ بَعُدُوْا.

متولی ہونے کے لیے عقل وبلوغ شرط ہے لہٰذا بچے اور مجنون کو متولی بنانا صحیح نہ ہوگا اور زید کی نسل میں دختر صغیرہ ہونے کی صورت میں اگر حاکم نے کوئی متولی مقرر کردیا تو صحیح ہے چونکہ واقف نے اس کی تولیت کا حق نسل زید کے لیے متعین کیا تھا باوجودیکہ اس کی نسل میں اولاد دختری ہے تو وہ متولی بننے کا حق رکھتی ہے لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ تولیت کا حق انہیں کے سپرد کردے۔(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۶۵)

لفظ اولاد میں لڑکیوں کی اولاد کا داخل ہونا

سوال: لفظ اولاد یا اولاد اولاد اور نسل اولاد اور عقب اولاد کے اندر لڑکیوں کی اولاد داخل ہے یا نہیں؟

جواب: داخل ہے۔(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۶۶)

وقف اور محرمات

طوائف کے وقف کی آمدنی کا حکم

سوال: ایک زن بازاری نے کچھ ایسی جائیداد وقف کی جو اس نے ناجائز طریق پر حاصل کی تھی بحق مدرسہ وقف کرنا چاہیے لیکن اہل مدرسہ نے عورت کی مختلف کوششوں کے باوجود اس کو قبول نہیں کیا اس کے بعد اس نے اہل مدرسہ کی مرضی کے خلاف بطور خود وہ جائیداد بحق مدرسہ حکومت وقت کے قانون کے موافق دفتر رجسٹری میں جاکر وقف کردی اور وقف نامہ میں اپنی زندگی میں اس کے متولی ہونے کی شرط درج کردی اور لکھ دیا کہ پانچ روپیہ ماہانہ بطور کرایہ مدرسہ کو دیتی رہوں گی۔ چنانچہ اس نے ایک ماہ کے پانچ روپے حضرت ناظم صاحب کے نام بذریعہ منی آرڈر بھیجے ناظم صاحب نے سہواً منی آرڈر وصول کرلیا بعد میں تنبہ ہوا کہ یہ روپیہ تو اس جائیداد کے متعلق ہے جس کے وقف کو قبول کرنے سے انکار کردیا گیا تھا' بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اب جب کہ باقاعدہ وقف ہو چکا ہے اس کی آمدنی قبول کرنے سے انکار کرنا اور وصول شدہ روپے کو واپس کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وقف کرنا واقف کا فعل ہے اس کی صحت کے لیے موقوف علیہ یا اس کے وکیل یا متولی کا قبول کرنا شرط نہیں ہے' اس بناء پر وقف قبول کرنے اور بعد الوقف اس کی آمدنی لینے میں فرق کرنا تو درست معلوم نہیں ہوتا' موقوف کی خباثت کی بناء پر وقف کی صحت یا پاکی میں تردد ہونے کی وجہ سے اگر وقف کو قبول نہ کرنا جائز تھا تو اسی بناء پر اس کی آمدنی کو قبول نہ کرنا بھی جائز ہے اور یہی اسلم واحوط ہے۔(کفایت المفتی ص ۳۳۰)

زانیہ یا مغنیہ کی کمائی سے مسجد بنانا

سوال: زانیہ نے اپنی کمائی سے یا مغنیہ نے اپنی کمائی سے مسجد تعمیر کرائی تو وہ عمارت مسجد کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

جواب: نہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: اَللّٰہُ طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلاَّ طَیِّبًا (فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۲۶۸) "مگر اس کا منہدم کرنا بھی درست نہیں" (م'ع)

زانیہ کا قرض کے مال سے مسجد بنانا

سوال: اگر زانیہ یا مغنیہ عورت قرض لے کر مسجد بنوائے اور پھر قرضہ اپنی حرام کمائی سے ادا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ مسجد شرعی نقطہ نظر سے مسجد ہوگی اور اس کا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا' سراجیہ میں ہے: اَلْمُغَنِّیَۃُ اِذَا قَرَضَ دَیْنُھَا مِنْ کَسْبِھَا اُجِیْرَ الطَّالِبُ عَلَی الْاَخْذِ' انتھیٰ (فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۲۷۰)

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: زانیہ عورت اجرت زنا سے مسجد تعمیر کرانے کے بعد فوت ہوگئی اور ترکہ ورثہ کو مل گیا اور مال حرام کے وقف کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے یہ مسجد بھی دیگر مکانات کی طرح ورثہ کی ملکیت ہوگئی تو محض قبضہ بدل جانے کی وجہ اس مال حرام کی حرمت اور خباثت زائل ہو جائے گی یا نہیں؟ اور زائل ہونے کی صورت میں اگر وارث اسی عمارت کو مستقل طور سے مسجد کے لیے وقف کرتا ہے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یا وارث اسی عمارت کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو وہ مال حلال سے خریدنے کے بعد اس عمارت کو مسجد کے لیے وقف کر دیتا ہے تو یہ وقف مقبول ہوگا یا نہیں؟

جواب: جو مال زانیہ نے اپنے کسب زنا سے معاملہ طے کر کے حاصل کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے' اگرچہ طریقہ حرام تھا اور صاحبینؒ کے نزدیک حاصل کردہ مال بھی حرام ہے۔

لہٰذا جو مسجد کہ زانیہ نے مال زنا سے بنوا کر وقف کی' امام اعظمؒ کے نزدیک شرعاً مسجد ہوگی اور وقف صحیح ہوگا کیونکہ مال حلال سے بنی ہوئی ہے' اب اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور نہ بیع صحیح ہوگی لیکن صاحبینؒ کے قوی مسلک کے مطابق مسجد شرعی نہ ہوگی کیونکہ مال حرام کا وقف کرنا جائز نہیں اس لیے کہ وقف میں منافع کا صدقہ ثواب اخروی حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور مال حرام کا صدقہ عنداللہ مقبول نہیں۔

جب یہ مسجد شرعی نہ ہوئی تو زانیہ کے مرنے کے بعد دیگر مکانات کی طرح ورثہ کی ملکیت بن جائے گی اور وہ جو مال حرام سے تعمیر کرنے کی وجہ سے اس میں آ گیا تھا زائل ہو جائے گا' لہٰذا اس قول (صاحبینؒ) کے مطابق اگر وارث اس عمارت کو مسجد بنا کر وقف کرنا چاہیں تو یہ مسجد شرعی بن جائے گی۔

مگر بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مورث کا حرام مال وارث کے لیے بھی حرام ہی رہے گا' لہٰذا اگر خود وارث نے اس عمارت کو مسجد کے لیے وقف کیا تو مسجد نہ بنے گی بلکہ اس کو چاہیے کہ یہ عمارت ایسے آدمی کے ہاتھ فروخت کر دے جو خرید کر اس کو وقف کر دے تو پھر مسجد شرعی بن جائے گی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۶۸)

مسجد کی جگہ سینما کیلئے کرایہ پر دینا

سوال: ہماری مسجد کی مسجد سے الگ ایک جگہ پڑی ہے' اس کو سینما والے کرایہ پر لینا چاہتے ہیں' وہ اس جگہ پر اپنی فلم کا بورڈ لگائیں گے اور تیس روپے ماہانہ دیں گے تو کیا وہ کرایہ پر دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: (فلم) سینما معصیت ہے اس کے لیے یا اس کے بورڈ کے لیے مسجد کی جگہ کرایہ پر دینا اعانت معصیت ہے اس سے پرہیز کیا جائے' اگر کسی قول پر گنجائش نکلتی بھی ہے تب بھی مسجد کا معاملہ ہونے کی وجہ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۱۷)

مزار کے مجاور کے وظیفہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: یہاں گاؤں میں ایک درگاہ شریف ہے اس کی مجاوری کے لیے زید نے زمین دی ہے کہ جو مجاوری کرے وہ اس کی زمین کاشت کر کے اس کی پیداوار کھائے' مجاوری ایک مؤذن کرتا ہے لوگ درگاہ پر پھول چڑھاتے ہیں اور دیا جلاتے ہیں' مؤذن کا کہنا ہے کہ میں اس قبر پرستی کو برا سمجھتا ہوں' اگر میں یہ کام نہ کروں تو زمین کی پیداوار کھا سکتا ہوں کہ نہیں؟

جواب: درگاہ کی حفاظت کرے اور پھول چڑھانے والوں کو نرمی سے سمجھائے کہ اس چڑھاوے سے نہ تم کو فائدہ ہے نہ صاحب مزار کو' اگر دو رکعت نفل پڑھ کر ان کو ثواب پہنچا دو تو تم کو بھی نفع ہے اور ان کو بھی نفع ہے اور اس طریقے سے ثواب حدیث سے ثابت ہے' درگاہ سے متعلق جو زمین ہے اس کی پیداوار کا کھانا اس کے لیے جائز ہوگا مگر جو چیز مزار پر چڑھائی جائے اس کا کھانا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۱۸)

سود کی رقم کو قدرتی مناظر کی تعلیم کیلئے وقف کرنا

سوال: زید نے مسلمان طلبہ کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مبلغ تیس ہزار روپے کی لاگت

کی ایک عمارت وقف کی اور اس میں کافی ذخیرہ قدرتی مناظر اور دیگر قسم کی تصاویر فراہم کی تا کہ خواہش مند طلبہ وہاں نقاشی کا فن سیکھیں اور نمونہ کی تصاویر سے مستفید ہوں۔

۲۔ اس عمارت کو قائم رکھنے' نیز طلباء کو وظائف امدادی دینے کی غرض سے زید نے مبلغ پچیس ہزار روپے بھی وقف کیے اور اس خیال سے کہ اصل سرمایہ محفوظ رہے' زید نے جامعہ کی پیروی کی اور پچیس ہزار روپے کے بعوض رہن رکھ لی اور اس کا منافع سود اغراض بالا کے لیے رکھا' اب امور ذیل کا جواب مطلوب ہے؟

الف: وقف کرنا مبلغ پچیس ہزار روپے مع اس کے منافع کے برائے فن نقاشی وغیرہ مسلمان طلبہ کو بحق جامعہ جائز ہے؟

ب: وقف مذکورہ بالا بشرطیکہ رقم بینک میں جمع رہے اور اس کے منافع سے طلبہ کو وظائف یا عمارت کی مرمت وترقی پر صرف کیا جائے جائز ہے؟ اگر سوالات الف وباء کا جواب مشتبہ یا انکاری ہو تو صرف پچیس ہزار روپے وقف کرنا' اس عمارت کے مصارف اور طلبہ کے وظائف کے لیے جائز ہے؟

جواب: روپیہ کا وقف کرنا عام اصول وقف کے خلاف ہے اور سود کی رقم وقف کرنے کے تو کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ وقف کے لیے شئی موقوف کا موجود ہونا ضروری ہے اور رقم سود موجود نہیں بلکہ متوقع الوجود ہے' دوسری بات یہ کہ شئی موقوف کا ابقاء لازم ہے اور سود کی رقم باقی نہیں رکھی جائے گی بلکہ خرچ کی جائے گی' پھر یہ کہ سود کی رقم بھی غیر شرعی ہے اس لیے وقف جو ایک قسم کا صدقہ ہے مال حرام کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا' لہٰذا سود کی رقم کے وقف ہونے کا تو کوئی موقع ہی نہیں' رہی اصل رقم پچیس ہزار روپے تو اس کا وقف امام زفرؒ کے نزدیک جائز ہے اور بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے اور اگر اس رقم سے کوئی جائیداد خرید لی جائے اور اس کو جائیداد موقوفہ قرار دے کر اس کی آمدنی کو صرف معین کردہ واقف پر خرچ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے' یہ بات میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سوائے جاندار کی تصاویر کے اور ہر قسم کی نقاشی' تصویر کشی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۲)

مال حرام سے خریدی ہوئی اشیاء کا وقف کرنا

سوال: حسینہ نام کی ایک عورت کا انتقال ہو گیا ہے' یہ پہلے طوائف تھی' پھر بتوفیق الٰہی تائب ہو گئی اور ایک شخص سے نکاح کر کے باقی زندگی پاکیزگی کے ساتھ گزاری' مسماۃ حسینہ نے جب وہ طوائف تھی ایک مکان خریدا تھا' انتقال سے قبل اس نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنا مکان وغیرہ کار خیر کے لیے وقف کرنا چاہتی ہے' مسماۃ حسینہ کا وارث ایک لڑکا ہے جو اپنی خالہ کے پاس رہتا ہے' خالہ اور لڑکے

کی بھی یہی مرضی ہے کہ مرحومہ کی خواہش کے مطابق کیا جائے' امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مسلک ہے کہ جو مال زانیہ اپنے کسب سے معاملہ طے کر کے حاصل کرے وہ حلال ہے اگرچہ عقد حرام تھا اور صاحبینؒ کے نزدیک حاصل کردہ مال بھی حرام ہے' اب یہ سوال ہے کہ اس سلسلہ میں مفتی بہ قول کیا ہے؟

مسماۃ مذکورہ کا وارث اس کا لڑکا اگر وقف کرے تو کیا یہ وقف صحیح ہو جائے گا؟ درمختار کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مورث کا مال وارث کے لیے بھی حرام رہے گا۔

جواب: صورت مسئولہ میں سمجھنے کے لیے ان باتوں کا سمجھ لینا ضروری ہے:

۱۔ یہ کہ مکان مذکورہ اس کو کسی زانی نے بسلسلہ زنا نہیں دیا ہے' بلکہ مزنیہ نے زنا کے پیسے یا کسی اور طرح سے اس کو خریدا ہے' اگر مال حرام یا کسب زنا سے بھی خریدا ہو تو یہ مال حرام ہے' خریدنے کی تیسری یا چوتھی صورت ہے اور اس کا حکم خود مزنیہ کے حق میں یہ ہے کہ مفتی بہ قول میں واجب التصدق نہیں ہے بلکہ مفتی بہ قول کے اس جملہ ''وفی الثلث الاخیر بطیب الخ'' سے مملوک حلال اور جائز الاستعمال معلوم ہوتا ہے اور جب مورث کے لیے مملوک حلال اور جائز الاستعمال ہوگا تو وارثین کے لیے بدرجہ اولیٰ مملوک حلال اور جائز الاستعمال رہے گا۔

۲۔ یہ مکان خود وارثین کا مکسوب حرام نہیں ہے بلکہ وراثت میں نام ہے اور مورث کا بھی بعینہ مکسوب حرام نہیں بلکہ بیش از بیش مکسوب حرام کے ذریعے سے خریدا ہوا ہے اور بعینہ مکسوب حرام وہ قیمتیں ہیں جو اس کی خرید میں دی گئیں اور ان قیمتوں کے مالک کا علم نہیں اور ایسی صورت کا حکم شامی میں یہ لکھا ہے کہ جب معلوم ہو کہ مورث کی کمائی حرام ہے تو وہ وارث کے لیے حرام ہے لیکن اگر بعینہ اس کے مالک کا علم ہو تو اس کی حرمت اور واجب الرد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

پس جب یہ صورت ہے تو مملوک بالوراثت ہونے میں اور اس کے وقف کر دینے کی صورت میں کوئی کلام نہیں ہوگا اور یہ بات الگ ہوگی کہ وارث اگر تقویٰ برتے اور تنزہ کی خاطر صدقہ کر دے تو یہ انتہائی تقویٰ اور تنزہ ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۰)

حرام کمائی سے قبر کا کٹہرہ اور فرش بنوانا

سوال: ہمارے یہاں ایک بزرگ کے مزار پر گنبد اور آس پاس کا احاطہ پتھر اور چونے کا بہت بلند شاہی وقت کا بنا ہوا ہے' دو شخصوں نے حضرت کے مزار پر پیتل کا کٹہرہ اور آس پاس سنگ مرمر کا فرش بنا دیا ہے ان میں سے ایک کے پاس سود کا پیسہ ہے دوسرے کے پاس زنا کا' تو یہ پیسہ حضرت کے مزار پر لگانا جائز تھا یا نہیں؟

جواب: حرام کا پیسہ ان کاموں میں لگانا جائز نہیں تھا' ممکن اور کسی اختلاف وفساد کا احتمال نہ ہو تو یہ کٹہرہ علیحدہ کردیا جائے اور فرش بھی بدلوا کر سادہ فرش کرادیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۱ص ۱۳۸)

سنیما کی آمدنی سے قبرستان کی چاردیواری کرنا

سوال: یہاں قبرستان کی چاردیواری نہیں کی گئی' چندہ مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ سے اکٹھا نہیں ہورہا ہے' ایسی صورت میں اگر دو چار شو سنیما کے کرا کر اس کی آمدنی سے چاردیواری کرادی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر کوئی دوسری صورت ہو تو اس سے بھی آگاہ فرمائیں؟

جواب: اس مقصد کے لیے سنیما کرانے اور اس سے رقم حاصل کرنے کی اجازت نہیں' معصیت ہے۔ اگر قبرستان کے چاروں طرف دکانیں تعمیر کرکے ان کو کرائے پر اٹھادیا جائے اور کرایہ سے قبرستان کے مصارف پورے کیے جائیں تو اس کی گنجائش ہے جبکہ ان تعمیرات سے قبرستان میں تنگی نہ ہو' تعمیر کے لیے رقوم قرض میں لی جائیں' ایسے آدمی آج کل بسہولت مل جائیں گے جو پیشگی رقم دے دیں اور دکان اس کو دے دی جائے اور پیشگی دی ہوئی رقم کرائے میں محسوب ہوتی رہے' ایک کمیٹی بنالی جائے اور سب کام باہمی اتفاق سے کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۰۳)

قبروں پر گانا وغیرہ بجانا

سوال: سرور یعنی راگ کا شغل قبروں پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: راگ کا شغل مزامیر اور آلات لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے' قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ' مزامیر اور آلات لہو کی حرمت کتب حدیث وفقہ میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔ البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے' بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہو تو بدعت ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ص ۹۵)

وقف اور تبدیل بیع واجارہ وقف

کیا واقف کو وقف میں تبدیلی کرنے کا حق ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی جائیداد انجمن اسلامیہ انبالہ کے نام وقف کی' پھر اس کو باطل کرکے مدرسہ دیوبند کے نام وقف کردی' لہٰذا عندالشرع تصدیق طلب امور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کیا واقف ایک مرتبہ وقف کرنے کے بعد اس کو کسی دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے جبکہ واقف

نے اپنے وقف نامہ میں کوئی اس قسم کا اختیار اپنے لیے محفوظ نہ رکھا ہو۔

۲۔ کیا واقف اپنے وقف نامہ میں اس قسم کی شرائط جو وقف نامہ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء میں تحریر ہے لگا سکتا ہے؟ اگر جواب ہے اثبات میں تو اس کی شرائط و قیود قائم رہنے کی صورت میں اس کو وقف نامہ کے ابطال کا یا بذریعہ وصیت وقف نامہ کو تبدیل کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

۳۔ منسلکہ وقف نامہ میں یہ شرائط قائم ہیں' اول مصرف آمدنی وقف تعلیم القرآن ہے جو انجمن اسلامیہ کی جانب سے آج تک اسی پیمانے پر برابر جاری ہے' دوم انجمن کے نگران وارا کین فلاں شخص ا'۲'۳'۴ و ۵ ہوں جن میں سے ا و ۲ وفات پا چکے اور ا کے فرزند انجمن کے نگراں انتظام کے ہیں' ۳'۴'۵ اور دیگر حضرت انجمن کے اراکین میں تا حال شریک ہیں' سوم واقف کی بیوی ہنوز اپنے خاوند کے نام پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے کوئی اولاد بھی نہیں' نیز واقف نے ابطال وقف نامہ سے پیشتر وقف نامہ کی تحریر کے مطابق عرصہ تک انجمن اسلامیہ کو دس روپے ماہوار مدرس قرآن برابر ادا کی ہے۔

اگر مندرجہ بالا اور ا'۲ کا جواب نفی میں ہے تو تین کے تمام امور کی موجودگی میں واقف کا وقف نامہ عند الشرع صحیح ہوگا یا ابطال نامہ اور وصیت نامہ جو بعد میں تحریر کیے گئے؟

جواب: وقف نامہ' ابطال' وصیت نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وقف لوجہ اللہ ہے' موقوف علیہ اول تو خود واقف کی ذات اور اس کی زوجہ اور بقدر نمبر ۱۰ روپے ماہوار کے قرآنی تعلیم ہے' زوجہ کا انتفاع نکاح ثانی نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے اور اسی شرط کے ساتھ اس کو وقف نامہ میں حق تولیت بھی دیا تھا' ابطال نامہ کے ذریعے سے واقف نے کارکنان انجمن اسلامیہ اور اپنی زوجہ اور اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں اولاد کو جو حق تولیت دیا تھا اسے منسوخ کیا ہے' نیز زوجہ کو جائیداد موقوفہ کی آمدنی اپنے صرف میں لانے کا حق بھی منسوخ کر دیا ہے مگر اصل وقف اور قرآن مجید کی تعلیم کے لیے دس روپے ماہوار دینا' ان دونوں امور پر ابطال نامہ کا کچھ اثر نہیں' حق تولیت میں تبدیل و تغیر کرنا واقف کے اختیار میں ہے' اس لیے ابطال نامہ کا یہ جز بلا شبہ جائز ہے' زوجہ واقف اور کارکنان انجمن اسلامیہ کا حق تولیت باطل ہو چکا اور تولیت کا حق وفات واقف کے بعد مہتمم مدرسہ دیوبند کو ہے' وصیت نامہ کے مطابق وہ عمل کریں گے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۲)

دینی وقف مدرسہ کی تعمیر کو اسلامی سکول کیلئے دینا

سوال: مدرسہ اسلامیہ عربیہ بندوق چیان جس جگہ پر قائم ہے وہ موقوفہ ہے اور واقف کی شرط یہ ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ کے لیے وقف کی جاتی ہے اب کچھ ترقی پسند لوگ یہ کہہ رہے

ہیں کہ ''دینی وقف مدرسہ عربیہ میں'' اسلامی ہائی سکول قائم کیا جائے' کیا ''موقوفہ جائیداد برائے اسلامیہ عربیہ'' کو اسلامی ہائی سکول کے لیے مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی دے سکتی ہے؟

جواب: جب واقف نے اس شرط کی تصریح کی ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے لیے وقف ہے' پھر مسلم ہائی سکول کے لیے منتظمہ کمیٹی کو دینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۷۲)

مدرسہ کیلئے وقف زمین میں سکول بنانا

سوال: ایک زمین محض ایک دینی درسگاہ کے لیے وقف کی گئی ہے اس زمین پر حکومت نے قبضہ کر کے ہائی سکول بنا رہی ہے اور شہر کے لوگ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ اسکول بن جائے' سوالات یہ ہیں:

۱۔ مذکورہ زمین پر حکومت قبضہ کر کے ہائی اسکول بنا سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ جو لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اسکول بن جائے ان کے متعلق کیا ہے؟

۳۔ اگر متولی اجازت دے دے تو اسکول بنانا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: علوم دینیہ کے لیے جو زمین وقف ہے اس کو کسی دوسرے مصرف میں لانا حرام ہے' حکومت شہر کے لوگوں اور متولی کسی کو بھی اس میں اسکول بنانے کا حق نہیں' جو لوگ ایسی کوشش کر رہے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں' اگر متولی نے اجازت دی تو وہ بددیانت وخائن ہونے کی وجہ سے واجب العزل ہوگا' حکومت پر فرض ہے کہ اوقاف اسلامیہ کی حفاظت کرے' چہ جائیکہ وہ ایسا غاصبانہ اقدام کر کے دین کو نقصان پہنچائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۲)

عیدگاہ کو قبرستان بنانا

سوال: ایک قبرستان کے درمیان عیدگاہ بنی ہوئی ہے' پہلے آبادی کم تھی اس لیے تمام لوگ اس میں آجاتے تھے' اب اس میں گنجائش نہیں' ضرورت ہے کہ عیدگاہ کو وسیع کیا جائے لیکن عیدگاہ کے چاروں طرف قبریں ہیں' اس لیے اہل بستی چاہتے ہیں کہ اس عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عیدگاہ بنالیں' سوال یہ ہے کہ اس عیدگاہ کا ملبہ دوسری عیدگاہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اب اس موجودہ عیدگاہ کا مصرف کیا ہوگا؟ کیا اس عیدگاہ کو قبرستان ہی بنالیا جائے؟

جواب: اگر وہ جگہ وقف ہے اور نماز عید کے لیے وقف ہے تو اس کو توڑ کر وہاں میت دفن کرنا درست نہیں بلکہ اس کو عیدگاہ ہی رکھا جائے' اس کے پاس جو قبرستان ہے وہ اگر پرانا ہوگیا ہے اور اب وہاں میت دفن نہیں کی جاتی بلکہ دوسری جگہ دفن کی جاتی ہے تو عیدگاہ کی توسیع کے لیے اس

قبرستان سے جگہ لی جاسکتی ہے جبکہ قبروں میں میت مٹی بن چکی ہو ورنہ تو یہ بھی درست نہیں' نماز عید کا دوسری جگہ انتظام کرلیا جائے اور دو جگہ عید کی نماز ہوا کرے' یا پھر دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے اور موجودہ عیدگاہ میں نماز پنجگانہ ادا کی جائے' الحاصل موجودہ عیدگاہ کو توڑ کر نماز کے علاوہ دوسرے کاموں میں نہ لایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۰۰)

مسجد محلّہ کیساتھ وقف مقبرہ میں زمین قبر کی قیمت لینا

سوال: وہ قبرستان جو مسجد محلّہ کے ساتھ وقف ہو اس میں اہل محلّہ یا دیگر مسلمان کا حق ہے یا نہیں؟ اور عام مسلمان بلا روک ٹوک اپنی میت کو دفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟ زمین قبر کے دام لینا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس قبرستان وقف میں کسی نزاع کے سبب نگراں یا متولی قفل ڈال سکتا ہے؟ اور دفن میت سے روک سکتا ہے؟

جواب: جو قبرستان کہ عام مسلمانوں کے لیے وقف ہو خواہ مسجد محلّہ کے ساتھ ہو یا علیحدہ اس میں دفن کرنے سے روکنے کا اختیار متولی کو حاصل نہیں اگر وہ کسی میت کو دفن کرنے سے روکے تو ظالم ٹھہرے گا۔ نیز متولی کو ایسے قبرستان میں جو ہر مسلمان کے لیے وقف ہو کسی سے قبر کی زمین کی قیمت یا اور کوئی رقم لینا ناجائز ہے' اسی طرح اس میں قفل ڈال کر دفن سے روکنا ظلم ہے۔

لیکن اگر قبرستان عام مسلمانوں کے لیے وقف نہ ہو بلکہ کسی خاص جماعت یا خاندان یا محلّہ کے لوگوں کے لیے وقف ہو تو ان لوگوں کو جن کے لیے وقف ہے اس قبرستان میں وہی حقوق حاصل ہیں جو عام مسلمانوں کو وقف عام میں ہوتے ہیں لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دفن کرنے کا حق نہیں اور نہ متولی کسی سے کچھ رقم لے کر اسے قبرستان میں دفن کی اجازت دے سکتا ہے کیونکہ قبرستان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ موقوف علیہم کا حق ہے اور اس حالت میں بھی وہ جماعت جس کے لیے قبرستان وقف ہے کسی دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتی ہے لیکن قیمت زمین کی اسے لینا جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۱۴۶)

موقوفہ زمین بیچ کر اسی رقم سے دوسری زمین خریدنا

سوال: کسی شخص نے کچھ زمین مسجد کے لیے وقف کی اور پھر کسی وجہ سے اس وقف شدہ زمین کو فروخت کرکے دوسری جگہ سے زمین خرید کر اسی مسجد کے نام پر دے دی' کیا جائز ہے؟

جواب: اگر واقف نے وقف کرتے وقت استبدال کی شرط نہیں لگائی تھی تو وقف تام

ہوجانے کے بعد یہ استبدال جائز نہ ہوگا' لہٰذا اگر شرط استبدال کے بغیر ایسا ہوگیا ہے تو واقف اس بدلنے میں گنہگار ہوا جس پر توبہ کرنا ضروری ہے باقی دوسری زمین جو خرید کر وقف کی ہے وہ زمین بھی وقف ہوگئی اور اب اس میں بھی کوئی تبدیلی جائز نہیں ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۶۷)

متولی کے اقرباء میں مواضعات موقوفہ کی تقسیم کرنا

سوال: مواضعات موقوفہ جن کا وقف خانقاہ و فقراء' مساکین وطلبہ وغیرہ امور دینیہ کے لیے ہو تو کیا ان مواضعات کی تقسیم متولی کے اقرباء میں درست ہے یا نہیں؟ اور اگر متولی سابق نے اپنے کسی اقرباء کو کوئی موضع مواضعات وقف سے خانگی کے طور پر دے دیا ہو تو دوسرے متولی کو جو قائم مقام متولی سابق ہے واپس لینا درست ہے یا نہیں؟ اور خاص کر جبکہ اس شخص سے دعویٰ ملکیت کا خوف ہو؟

جواب: شرعاً مواضعات موقوفہ کی تقسیم جبکہ فقراء موقوف علیہم میں بھی جائز نہیں ہے تو اقارب متولی میں جو موقوف علیہم نہیں ہیں جائز نہیں ہوسکتی' ہاں قسمت بطریق تہایو (یعنی باری باری کام کرنے کے لیے) مستحقین میں جائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قسمت بھی لازم نہیں اور مستحق کو اس پر دوام کا استحقاق نہیں بلکہ بوجہ خوف ملکیت اس کا نقض واجب ہوگا۔

اور جب مستحقین سے بسبب ملکیت تقسیم جائز کا نقض کرنا واجب ہے تو غیر مستحقین سے ناجائز تقسیم کا نقض کرنا اور ان سے قطعات موقوفہ کا واپس لینا واجب ہوگا بلکہ غیر مستحقین سے ان منافع کا ضمان لینا جو بطور ناجائز مواضعات موقوفہ سے انہوں نے حاصل کیے ہیں لازم ہوگا۔

(فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ ص ۱۴۷)

وقف کتب خانہ سے کتابوں کا نکالنا

سوال: ایک دارالعلوم کے منتظمین کتب خانہ سے ایک مخصوص جماعت کی کتابیں جو کہ مختلف حضرات کی جانب سے وقف ہیں خارج کرنا چاہیں یا یونہی اس جماعت سے اظہار نفرت کریں تو جن لوگوں نے وہ کتابیں وقف کی تھیں انہیں یہ اختیار ہے کہ اپنی وقف کردہ واپس لے کر کسی دوسرے ادارہ میں دے دیں یا خود استعمال میں لائیں؟

جواب: صرف اظہار نفرت کے لیے کتابوں کا نکالنا جائز نہیں' البتہ اس دارالعلوم میں ان کتابوں کی ضرورت نہ ہو تو کسی دوسرے قریب ترین مدرسہ میں دیدیں' یہ تفصیل ایسی کتب سے متعلق ہے جن کے مندرجات دین کے خلاف نہ ہوں اور اسلاف امت کی آراء سے ہٹ کر کوئی بات ان میں نہ لکھی گئی ہو۔

دین کے نام پر آج کل جو غلط اور گمراہ کن مواد مختلف تنظیموں کی طرف سے پھیلایا جارہا ہے

اسے کسی دینی ادارہ کے وقف کتب خانہ میں رکھنا جائز نہیں' اس قسم کی کتابوں کو تلف کر دیا جائے یا ایسے ذی استعداد متصلب علماء کے حوالہ کر دیا جائے جو پڑھ کر ان کی تردید شائع کر سکیں اور عوام و خواص کو ان کے زہر سے بچا سکیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۵)

وقف شدہ عمارت میں رہائش کرنا

سوال: ایک جگہ مسلمانوں نے کچھ زمین دینی کاموں کے لیے وقف کر کے ایک مقامی بزرگ کو اس کا متولی بنا دیا' مگر ان کی وفات کے بعد ان کے دو بیٹوں میں سے ایک نے وقف کا کچھ حصہ اپنے نام کرا کے فروخت کر دیا' باقی کچھ حصہ پر اب بھی مدرسہ قائم ہے لیکن کچھ حصہ پر اس کا قبضہ اور تصرف ہے' کیا مسلمان کا یہ وقف صحیح تھا؟ اگر صحیح تھا تو متولی کے بیٹے کا اسے اپنے نام کرانا اور بیچنا درست تھا؟ نیز ان کے بیٹوں کا اس وقف شدہ عمارت میں رہائش رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس زمین کو مسلمانوں نے دینی کام کے لیے وقف کیا اور کسی صالح متقی شخص کی بزرگی پر اعتماد کر کے اسے متولی بنا دیا اور حکومت کے کاغذات میں اندراج وقف کی ضرورت محسوس نہ کی تو یہ وقف صحیح ہے۔

اگر سرکاری اندراج میں کسی غلطی کے سبب یا کسی اور وجہ سے متولی کی اولاد نے اپنے نام کروالیا تو ان کا یہ فعل غصب ہے اور اس کا فروخت کرنا حرام...... متولی کے بیٹے اس شرط پر وقف کی عمارت میں رہ سکتے ہیں کہ دینی تعلیم کے لیے اس طرح وقت دیں جس طرح کوئی مدرس پابندی کرتا ہے' مقامی اہل صلاح حضرات کسی متقی عالم کو اس وقف کا متولی مقرر کریں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۴)

وقف میں اکھاڑا بنانا اور کشتی کرنا

سوال: ایک خانقاہ ہے اور اس میں تھوڑی سی زمین پہلوانوں کے کشتی وغیرہ کرنے کے لیے مقرر ہے' پہلے جو متولی تھے انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ مال وقف اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں' ان پرانے متولیوں کو کسی وجہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور دوسرے متولیوں کو تجویز کیا گیا اور متولی جو اس میں کشتی وغیرہ کرتے ہیں وہ خلاف شرع کرتے ہیں' یعنی ستر کھول کر' ان کو منع کیا گیا وہ نہیں مانے تو اگر ان پہلوانوں کو فساد سے روکنے کے لیے دو تین مہینے کے واسطے اجازت دیدی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ عدم اجازت سے فساد کا اندیشہ ہے؟

جواب: وقف کی زمین جو اہل اللہ کے ذکر و شغل کے لیے وقف کی گئی ہے اکھاڑا بنانا غرض واقف

کے خلاف ہے لہٰذا ناجائز ہے اور ستر کھول کر کشتی کرنا تو کہیں بھی جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۵۱۶)

وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنا

سوال: مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے متولیان وقف نے کچھ جائیداد اور خرید لی جو اصل واقف کے وقف سے زیادہ اس وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی ہے تو آج کل ترکوں کے مجروحین کی امداد میں اس زائد جائیداد کو فروخت کر کے اس کا روپیہ دے دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے جو جائیداد خریدی جائے اسے بوقت ضرورت فروخت کر دینا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۲۷۷)

محکمہ نزول کی زمین پر بنی عمارت کو وقف کرنا

سوال: زید نے ایک جائیداد وقف کی بروقت مرض الموت اس جائیداد کا عملہ زید کا تھا اور زمین محکمہ نزول کی ہے چنانچہ عملہ ہی وقف کیا ہے آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وقف اگر مرض الموت میں ہو تو بحکم وصیت نامہ ہوتا ہے اور ثلث ترکہ میں جاری ہوتا ہے زمین کی طرف سے اگر یہ اطمینان ہو کہ وہ کسی وقت واپس نہ لی جائے گی تو ایسی زمین پر عملہ و جائیداد کا وقف صحیح ہوتا ہے لیکن اگر یہ اطمینان نہ ہو اور زمین کی واپسی کا خیال بھی ہو تو جائیداد اور عملہ کا وقف صحیح نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۲۳۵)

وقف اراضی پر ٹیکس لگانا

سوال: میونسپل بورڈ نے جملہ عمارات و مکانات و اراضیات پر پانچ روپے ماہوار کی حیثیت کے مکان پر حسب ذیل ہاؤس ٹیکس تجویز کر کے بغرض رائے عامہ مشتہر کیا ہے۔

۱۔ جملہ مکانات و عمارات و اراضیات پر جن کی کرایہ کی حیثیت پانچ روپے ماہوار ہے تین روپے ساڑھے چودہ آنے فیصدی ٹیکس عائد کیا جاتا ہے۔

۲۔ جملہ مکانات و عمارات و اراضیات جو صرف عبادت کے لیے استعمال ہوتے ہیں بشمول گرجا گھر، مندر، مسجد، امام باڑہ، ٹھاکر دوارہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن ان کے متعلق ایسی اراضیات و مکانات و عمارات جن سے کوئی آمدنی بشکل کرایہ، گھاس و بہار باغ و دیگر پیداوار کے ہوتی ہے ان پر بشرطیکہ وہ حیثیت مندرجہ بالا میں آتی ہوں ٹیکس عائد کیا جائے گا چونکہ مسجد کے مکانات و اراضیات موقوفہ جن کی آمدنی سے مسجد کے پانی، چٹائی، لوٹے، روشنی و دیگر اخراجات

پورے ہوتے ہیں' ٹیکس سے بری نہیں ہوتے' کیا مذہبی نقطہ نظر سے جائیداد موقوفہ پر ٹیکس جائز ہے؟ اگر نا جائز ہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: تمام اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرانے کی سعی کرنا چاہیے' کسی وقف جائیداد پر وقف ہونے کے بعد کوئی جدید ٹیکس عائد نہیں ہونا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۴)

بہ مجبوری وقف زمین بدلنے کی ایک صورت

سوال: ایک شخص کی زمین پر دوسرے شخص کا غاصبانہ قبضہ ہے اس کو مالک نے جامع مسجد کے نام وقف کر دیا اور کہہ دیا کہ متولی جانے' میں تو وقف کر چکا' اس کی مالیت ایک ہزار روپے ہے لیکن وہ شخص قبضہ نہیں چھوڑتا اور ایک کے بجائے دو ہزار دینے کو تیار ہے تو اس کو فروخت کرنا اور اس کے بدلہ دوسری جائیداد خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی مجبوری میں اگر متولی دو ہزار روپے لے کر کوئی اور جائیداد جامع مسجد کے لیے وقف کر دے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۸۔۳۰۷)

وقف قرآن فروخت کرنا

سوال: ایک صاحب خیر نے مسجد میں تلاوت کے لیے قرآن وقف کیے ایک دوسرے آدمی نے پیسے دے کر وہ قرآن لے لیے' وہ کہتے ہیں کہ درست ہے کیا مسجد کا قرآن اس طرح بیچا جا سکتا ہے؟

جواب: مسجد کے وقف قرآن بیچنا جائز نہیں' ضرورت سے زائد ہوں اور کام نہ آتے ہوں تو قریب کی ضرورت مند مسجد میں دے دیئے جائیں' مسجد کو جب ضرورت نہ ہو تو لینا ہی نہیں چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۷۷)

واقف کی اجازت کے بغیر موقوف شئ میں تصرف کرنا

سوال: چندہ دہندگان مسجد بہت لوگ تھے اور سب کا روپیہ ایک ہی جگہ صرف اور جمع ہوا اور باقی شدہ روپیہ کسی کا علیحدہ نہیں' دو شخصوں سے کہا کہ یہ روپیہ باقی میں آپ اجازت دیتے ہیں کہ مسجد میں گھنٹہ خرید لیں' ایک نے کہا خرید لو' دوسرے نے منع کیا اور کہا کہ یہ میرا روپیہ تو مسجد میں صرف کرنا' حضور نے گھنٹہ خریدنے کی اجازت دے دی تھی' لہٰذا ایسی حالت میں حضور کا کیا ارشاد ہے اور اجازت لینا غیر ممکن ہے' بعضوں سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ روپیہ باقی ہے' اگر آپ اجازت دیں تو کسی کار خیر میں صرف کر دیں' گھڑی کا ذکر نہ کریں تو ایسی اجازت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جن لوگوں کی اجازت خرید گھنٹہ کی ہو اس کے حصہ میں خرید سکتے ہیں' بعد کار خیر سے اگر اجازت ہو گئی تو اس سے گھنٹہ خرید نا درست ہے' بشرطیکہ تصریحاً گھنٹہ کو منع نہ کر چکے ہوں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۲)

وقف کی آمدنی دیگر مصارف میں خرچ کرنے کا حکم؟

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں مشرقی پنجاب میں ایک موضع میں مسجد کے نام کچھ اراضی زرعی وقف تھی اب یہاں پاکستان میں بطور تبادلہ متروکہ غیر مسلم اراضی مسجد کے نام وقف اراضی کے کلیم پر الاٹ وا کرائی ہے۔ الاٹ شدہ اراضی کا حاصل آمدنی کس طور پر خرچ کی جانی چاہئے اگر آمدین مذکور پاکستان میں پہلے سے آباد شدہ مساجد پر خرچ ہو سکتی ہے تو کیا ایسی مساجد جو غیر مسلم تارک الوطن جائیدادوں پر بنائی گئی ہیں ان پر بھی یہ آمدنی خرچ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

بدیں صورت جبکہ ہر دو حکومتوں نے سکنی صاف زمین کی خرید وفروخت کا اختیار مالکان کو دے دیا ہو (۴) اسی طرح مشرقی پنجاب میں ایک بزرگ کے مزار کے نام کچھ اراضی وقف تھی اس کے تبادلہ میں بھی یہاں اراضی الاٹ کرائی ہے ہندوستان میں تو اس اراضی کی آمدنی کو لوگ ان بزرگ کے عرس وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے اس وقف کی آمدنی کا اب صحیح شرعی مصرف کیا ہونا چاہئے فقط۔

نوٹ:۔ مسجد کے نام اراضی تمام مسلمانان موضع کی طرف سے وقف تھی اور مزار کے نام جو اراضی وقف تھی وہ صرف ایک محلے کے مسلمانوں کی وقف کردہ تھی جن کی تعداد چالیس بیالیس کنبہ جات پر مشتمل ہے اور اب وہ منتشر حالت میں آباد ہیں۔

جواب:۔ واقف نے جس شرط پر اور جس مصرف کے لئے زمین وقف کر دی ہے' وہ اسی شرط پر صرف ہو گی اس میں تبدل جائز نہیں جب زمین وہاں ہندوستان میں مسجد وغیرہ مصارف کے لئے وقف ہو گئی تھی تو وہاں ہی اسی مصرف پر صرف کرنا اگرچہ وہاں کے باشندگان وہاں سے چلے بھی جاویں۔ لہٰذا وہ اصلی اراضی موقوفہ اب بھی مسجد ہی کے لئے استعمال ہوں گی۔ اس کے بدلہ میں یہاں زمین لینا جائز نہیں اگر وہاں کی حکومت یا وہاں کے لوگ اس زمین کو اس تصرف پر خرچ نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ دار ہوں گے نیز یہاں جو زمین دی گئی ہے اس کے مالکان چونکہ ہندو ہیں اور سرکاری کاغذات میں اب تک یہ زمین انہی کینام درج ہے۔ کسٹوڈین کا محکمہ انہی کی حفاظت کے لئے قائم ہے اس لئے یہ نہ تو مسجد اور وقف علی المسجد ہو سکتی ہے حکومت پاکستان یا ہندوستان ان کے نائب ہو کر بھی وقف کرنے کے مختار نہیں اس لئے کہ وقف میں شرط یہ ہے کہ مالک کے نزدیک وقف کرنا عبادت ہو اور ہندو اصل مالک اس کو عبادت سمجھ ہی نہیں سکتا لہٰذا یہ تمام

صورتیں مذکورہ صحیح نہ ہوں گی۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۷ ص ۵۰)

وقف میں تبدیلی کرنا

سوال: شئی موقوف کو فروخت کر کے اسی قیمت میں دوسری چیز خرید کر وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قاضی مصلحت سمجھے تو ایسا کر سکتا ہے، اشباہ میں ہے: شَرَطَ الْوَاقِفُ عَدَمَ الْاِسْتِبْدَالِ فَلِلْقَاضِی الْاِسْتِبْدَالُ اِذَا کَانَ اَصْلَحُ. انتھٰی (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۶۷)

موقوفہ مکان کو بدلنا یا فروخت کرنا

سوال: میرے دادا مرحوم نے اپنی حیات میں ایک مکان کا چھٹا حصہ بنام مسجد مستقل طور پر وقف کر دیا تھا جس کی آمدنی کرایہ بارہ روپیہ ماہوار ہے اور مسجد میں صرف ہوتی ہے، بقیہ مکان بندہ کی رہائش میں ہے، ہر دو مکان آپس میں ملحق ہیں، بندہ کو بوجہ تنگی مکان سخت تکلیف گوارا کرنا پڑتی ہے، اگر مکان موقوف اس میں شامل ہو جائے تو راحت ہو سکتی ہے، اس صورت میں بطور بیع چار آدمی جو قیمت کہہ دیں تو بیع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا استبدال کسی دوسرے مکان سے جو مسجد کے لیے آمدنی میں باعث زیادتی ہو اور مفید ہو، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ مکان موقوفہ آباد اور قابل کرایہ ہے تو اس کا فروخت کرنا یا دوسری جگہ سے بدلنا، اگرچہ دوسری زمین نفع اور کرایہ میں اس سے زائد ہو، جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۷۴۹)

وقف کو طویل مدت کیلئے کرایہ پر دینا

سوال: اراضی وقف کو اجارہ مدت ایک سال پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: متولی وقف اگر یہ دیکھے کہ اجارہ طویلہ پر دینے میں وقف کا فائدہ ہے اور نہ دینے میں ضرر ہے تو اس کو شرعاً اختیار ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ ایک سال کا اجارہ اور سو سال کا اجارہ حکومتی قانون میں برابر ہے اور سو دو سو برس کے اجارہ میں فوری فائدہ ہے، اس لیے یہ اجارہ جائز ہے، بشرطیکہ وقف کا کوئی ضرر نہ سمجھا جائے۔ (امداد المفتیین ص ۷۵۵)

ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: کسی جائیداد کو ایک مصرف خیر کے لیے وقف کر دیا گیا، اس کے بعد اس وجہ سے کہ دوسری جگہ اس کی ضرورت زیادہ ہے تو اس جائیداد کو دوسری طرف منتقل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: دوسری جگہ اس حالت میں منتقل کر دینا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۰۷)

وقف قبرستان میں ذاتی تعمیر کرنا

سوال: ایک قبرستان کی موقوفہ زمین شہر کے اندر واقع ہوجانے کے بعد اموات کے لیے استعمال نہیں کی جاتی' شہری لوگ قابض ہوکر تعمیرات کررہے ہیں' محکمہ اوقاف نے کرایہ پر یا بیع کرکے قابضین کو وہ حصہ دے دیا ہے تاکہ وصول شدہ رقم دیگر مصارف اوقاف میں استعمال کرے تو کیا یہ اجارہ اور بیع وشراء شرعاً جائز ہے؟ اور جن لوگوں نے متولی یا محکمہ اوقاف سے وہ زمین حاصل کی ہے ان سے وہ زمین اور اس پر تیار کردہ تعمیر کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان کے لیے وقف زمین پر لوگوں کا قبضہ کرنا ناجائز ہے اور ان کی بیع وشراء باطل ہے' حکومت پر یا متولی پر ضروری ہے کہ اس جگہ کو فوراً خالی کرائے اور یہ جگہ دفن کے کام نہ آتی ہوتو اس پر مسجد یا اور کوئی رفاہ عام کی چیز تعمیر کرائے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۱۳)

قبرستان میں گھر' جھونپڑے بنانا

سوال: ایک قبرستان جو پانچ برس سے بند ہے' اس میں لوگوں نے جھونپڑے مکان وغیرہ بنائے' بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو کہتے ہیں اس میں سے ہڈی وغیرہ نہیں نکلتی' تو کیا ان کی دلیل صحیح ہے؟ اور قبرستان میں ایسی چیزیں بنانا جائز ہے؟

جواب: وقف قبرستان میں جھونپڑے' مکان وغیرہ بنانا جائز نہیں' اگرچہ تدفین موقوف ہو اور قبریں بوسیدہ ہوچکی ہوں اور ہڈیاں نہ نکلتی ہوں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۸)

موقوفہ قبرستان میں دکانیں تعمیر کرنا

سوال: ایک قبرستان جو کہ اب سڑک ہے اس سڑک کے پاس والے خالی قبرستان کی زمین میں اگر دکانیں بنالی جائیں اور ان کی آمدنی مدرسہ' یتیموں' بیواؤں' غرباء' نرسری' سکول جس کا بنانے کا ارادہ ہے اس میں خرچ کی جائے تو کیسا ہے؟

جواب: وہ زمین اگر اس درجہ میں ہو کہ نہ تو اس وقت تدفین کی ضرورت ہے اور نہ آئندہ متوقع ہے تو اس صورت میں حواشی پر دکانیں بنا کر چوحدی قبرستان بھی محفوظ کرسکتے ہیں' اور اس کی آمدنی جو قبرستان سے فاضل ہو اس کو مذکورہ دینی کاموں میں بھی بہ سبیل مناسب اور باقاعدہ دیانت خرچ کرسکتے ہیں ورنہ کوئی صورت جواز کی نہ ہوگی۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ ص ۱۶۷)

قبرستان کی ہری گھاس نیلام کرنا

سوال: قبرستان کی ہری گھاس نیلام کرسکتے ہیں یا نہیں؟ قبرستان کے چاروں طرف کانٹے

کی باڑ کر کے قبضہ کر لیا ہے تو گھاس بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بلا محنت اور آبیاری کے قدرتا خودرو گھاس مباح الاصل ہوتی ہے ہر ایک اس سے نفع اٹھا سکتا ہے' کسی کی ملکیت اس پر نہیں ہوتی' جب تک کاٹ کر قبضہ میں نہ لے لے اس کو بیچ نہیں سکتے' کانٹے کی باڑ اور تار وغیرہ سے احاطہ کر لینے سے گھاس نہ مقبوض ہوگی نہ مملوک' اسی طرح قبرستان کی گھاس بھی مباح الاصل ہے' کسی کی ملک نہیں کہ بیچ سکیں' کاٹ لینے کے بعد بیچ سکتے ہیں' مگر قبرستان کی سبز گھاس کاٹنا منع ہے کیونکہ مردے اس کی تسبیح کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں' ہاں خشک گھاس کو کاٹنے کی ممانعت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۸۸)

نشیب کی وجہ سے وقف زمین کو بدلنا

سوال: جنازہ گاہ کی جگہ غیر موزوں یعنی نشیبی زمین میں واقع ہے اور غیر مسقف بھی ہے' کیا اس کو متبادل زمین مناسب کی طرف منتقل کرنا درست ہے؟

جواب: اگر یہ زمین نماز جنازہ کے لیے وقف ہے تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۰)

قبرستان کے درخت سے مسواک کاٹنا

سوال: قبرستان میں چھاؤں کے بہت سے درخت ہیں' ان سے مسواک کے لیے لکڑی کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ منع کرنے والا بھی کوئی نہ ہو؟

جواب: اگر یہ قبرستان وقف ہے تو اس کے خودرو درخت بھی وقف ہیں' ان سے مصارف وقف کے سوا کوئی نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۸)

قبرستان کے درخت کاٹنا

سوال: قبرستان کے درخت کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن درختوں کے متعلق لوگوں کا شرکیہ عقیدہ ہو کہ یہ فلاں بزرگ یا فلاں پیر صاحب کے درخت ہیں جو انہیں ہاتھ لگائے گا اس پر آفت آ جائے گی ان کا کاٹنا عقیدہ شرکیہ کے ابطال کے لیے ضروری ہے مگر انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت اس قبرستان پر خرچ کی جائے' اگر اس قبرستان میں کوئی مصرف نہ ہو تو دوسرے کسی قریب تر قبرستان پر لگائی جائے' یہ حکم جب ہے کہ درخت خودرو ہوں' اگر کسی شخص نے لگائے ہیں تو وہ اس کی ملک ہوں گے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۸)

متولی کا قبرستان میں دفن میت سے روکنا

سوال: ایک قدیم قبرستان وقف ہے اس میں عام اموات دفن نہیں ہوتیں مگر چند قبیلوں کے لیے مخصوص ہے منجملہ ان قبیلوں کے عمرو کے قبیلہ کے اموات بھی قریب دو سال ہوئے اس میں دفن ہوتے چلے آئے ہیں' زید اس کا متولی ہے فی الحال زید عداوت کی وجہ سے عمرو کے قبیلہ کے اموات کے دفن کرنے سے مانع ہوتا ہے اور بحیثیت متولی خود کو انکار کرنے کا مختار بتاتا ہے اس کے قبل عمرو کے اموات دفن کرنے میں زید متولی کے آباء واجداد جو قبرستان کے متولی گزرے انہوں نے کبھی ممانعت نہ کی' لہٰذا زید کا مانع ہونا شرعاً جائز ہے؟ اور اس طرح انکار کا حق اس کو حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قبرستان وقف ہے تو جن قبیلوں کے لیے وقف ہے وہ اپنے اموات کو اس میں دفن کر سکتے ہیں اور متولی کو انہیں منع کرنے کا حق حاصل نہیں' متولی اہل استحقاق کے حق کو باطل نہیں کر سکتا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۶)

بلا اجازت کسی کی زمین میں میت دفن کرنا

سوال: شاہان اسلامیہ نے ایک بزرگ کو ایک جگہ عنایت کی' پھر بزرگ نے اس میں سے ایک قطعہ کو اپنے اولاد کے دفن کے لیے مقرر کیا' بزرگ موصوف کی اولاد میں سے بعد کے سجادہ نشینوں نے چند اشخاص کو جو بزرگ موصوف یا سجادہ نشینوں کے عقیدت مند یا ملازم تھے ان کے درخواست کرنے پر قطعہ مذکورہ میں دفن کی اجازت دیدی اور اسی طرح اشخاص کی اولاد کو وقتاً فوقتاً جس کو چاہتے اپنی خوشی سے قطعہ مذکورہ میں دفن کرنے دیتے اور جس کو نہ چاہتے نہ دفن کرنے دیتے کیونکہ قطعہ مذکورہ کوئی عام قبرستان نہیں ہے' اب سوال یہ ہے کہ اگر موجودہ سجادہ نشین جگہ کے بھر جانے کے خوف سے یا قواعد جاریہ کے خوف سے ان اشخاص کی اولاد کو دفن کرنے سے روکے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کو سجادہ نشین کی بغیر اجازت اس میں اپنی اموات کو دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو زمین کہ بادشاہ نے کسی کو بطور تملیک دیدی ہو وہ اس کی ملک ہوگئی' پھر اگر اس نے کسی قطعہ زمین کو صرف اپنی اولاد کے دفن کے لیے وقف کر دیا ہو تو یہ وقف بھی خاص ہوا' جب تک موقوف علیہم میں سے کوئی باقی ہوگا' دوسروں کو دفن کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وقف نہیں کیا بلکہ اپنی مملوکہ زمین میں دفن کرتے رہے تو کسی حالت میں دوسروں کو دفن کا اختیار نہیں لیکن ان تمام حالات میں ملک کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۷)

صحن مسجد کی قبروں کو بے نشان کرنا

سوال: ایک قدیمی مسجد کو از سرنو کرسی دے کر بنانا چاہتے ہیں لیکن صحن میں مسجد میں چند قبریں ہیں اب اگرچہ وہ علیحدہ ہیں لیکن از سرنو کشادہ تعمیر کرنے میں وہ قبور صحن مسجد کے نیچے آجاتی ہیں' کیا ایسی صورت میں بالائے قبور قریباً ۴ یا ۴ افٹ تہ خانہ یا گودام بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر صحن مسجد کے نیچے خلا نہ رکھیں اور قبروں پر بغرض صحن مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں تو کیا ایسی صورت میں کوئی ممانعت ہے؟

جواب: قبروں کی زمین اگر قبروں کے لیے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لیے وقف کردی گئی ہو تو جبکہ میت کے اجزاء باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا جس کے لیے وہ زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے' مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ یا گودام اگر مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کے لیے بنایا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن کرائے پر دینے کے لیے بنانا جائز نہیں' خواہ وہ کرایہ مسجد ہی کے فائدہ کے لیے ہو' اگر تمام خلا کو مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں جس میں قبریں بھی دب جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں جبکہ قبروں کے اندر اجزائے میت باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہو۔

قبر کی مملوک زمین کو گذرگاہ بنانا

سوال: ہمارے بعض بزرگوں نے اپنے بعض بزرگوں کو بعد انتقال اپنی مملوکہ اراضی میں جو آبادی میں ہے دفن کیا' مرور زمانہ سے ان پر گذرگاہیں قائم ہوگئیں اور مالکان زمین اپنی اراضی مثل دیگر اراضی کے استعمال میں لانے لگے' یعنی مویشیوں کا باندھنا' مکانات بنانا وغیرہ اور یہ استعمال تقریباً ساٹھ سال سے ہو رہا ہے' دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان زمینوں کا استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبر کی زمین مملوک ہو اور مردے کو دفن کیے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا ہو کہ اس کے اجزاء بدن مٹی ہوگئے ہوں تو اس زمین کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔ "اِذَا بَلَی الْمَیِّتُ فَصَارَ تُرَابًا جَازَ الزَّرْعُ وَالْبِنَاءُ عَلَیْهِ" (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۱۸)

مسلم وغیر مسلم میت ایک ہی جگہ دفن کرنا

سوال: ایک گاؤں میں ایک قبرستان ہے جس میں متعدد قبور شاہی زمانہ کی ہیں' نیز ایک شاہی مسجد منہدم ہے اور ایک مقبرہ بھی منہدم حالت میں ہے اس مسجد اور مقبرہ کے اطراف میں قبرستان ہے جس میں کئی برسوں سے مسلمان مردے دفن کرتے ہیں' اس کا احاطہ بھی کرلیا گیا ہے' اب ہندوؤں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس قبرستان کا کچھ حصہ ہمارا ہے اور ہم اس میں مردے دفن کریں گے' یہ

دعویٰ جناب کلکٹر کے روبرو پیش کیا گیا' صاحب مذکور نے یہ حکم نافذ کیا ہے کہ آئندہ ہندو اور مسلمان دونوں اس میں مردے دفن کریں گے' قبرستان کا احاطہ گرا دینے کا حکم بھی کلکٹر صاحب نے دیا ہے؟

جواب: اگر مسلمانوں کا قبرستان ہمیشہ سے انہیں کے اموات کے دفن کے لیے مخصوص تھا اور یہ اس میں اپنے مردے دفن کرتے تھے تو ان کو اس امر کا ثبوت پیش کر کے اپنا حق ثابت کرنا چاہیے اور اس حکم کو منسوخ کرانا چاہیے کہ ہندو بھی اپنے مردے اس میں دفن کریں اور اگر کلکٹر کی اجازت جبراً قائم رکھی جائے تو مسلمانوں کو ان کی جگہ احاطہ سے باہر کر دینی چاہیے اور اپنی جگہ کو احاطہ کے اندر محدود کر لیں تاکہ علیحدہ علیحدہ مردے دفن ہوں اور احاطہ گرانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے اس کو صاف کر کے اپنا حق ثابت کر کے انصاف حاصل کریں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۰)

مملوکہ قبرستان میں اجازت سے زیادہ تصرف کرنا

سوال: میاں نور محمد عرف مدنی شاہ الور آتے تھے' ان کے دفن کے لیے نجیبًا نے اپنے قبرستان میں اجازت دیدی تھی' پھر مدنی شاہ کے مریدوں نے گنبد بنانے کی اجازت چاہی تو نجیبًا نے اس شرط پر اجازت دی کہ ہر چہار جانب بیس بیس فٹ سے زیادہ زمین نہ لی جائے' قبر اور گنبد بنانے کا معاہدہ اعجاز حسین خلیفہ مدنی شاہ سے ہوا تھا جو یکم جولائی ۱۸۹۹ء باضابطہ رجسٹری شدہ موجود ہے مگر اب عبدالرحیم مرید مدنی شاہ کہتا ہے کہ یہ زمین پچاس سال سے میرے قبضہ میں ہے حالانکہ تیاری گنبد کی اجازت یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو دی تھی جس کو ۳۶ سال بھی نہیں ہوئے اور زائد زمین دبانے کے واسطے جھگڑا کر رہا ہے' سوال یہ ہے کہ اصل معاہدہ کی رو سے عبدالرحیم کو علاوہ گنبد کے دوسری زمین میں دخل دینے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اس غصب کی ہوئی زمین پر نماز وغیرہ کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان جبکہ مسماۃ کا مخصوص ہے اور مدنی شاہ کے دفن کی اجازت اور گنبد بنانے کے وقت اقرار نامہ لکھانے کا ثبوت موجود ہے تو موجود تکیہ دار کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے اور اس زمین میں بغیر اجازت مسماۃ کسی تصرف کا تکیہ دار کو حق نہیں اور نہ اس میں بغیر اجازت ورثاء نجیب النساء مسجد بن سکتی ہے اور اگر زبردستی بنالی جائے تو وہ مسجد شرعی نہ ہوگی بلکہ مغصوب زمین کی طرح اس میں نماز مکروہ ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۲)

قبرستان میں پھل دار درخت لگانا

سوال: مسلمانوں کے قبرستان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے اگر ثمر آور درخت لگائے

جائیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ ان اثمار کی فروخت جائز ہے یا نہیں؟ درخت لگانے میں پہلے خرچ بھی ہوگا' پھر آمدنی کی صورت پیدا ہو سکے گی؟

جواب: مقبرہ کی فارغ زمین میں ایسے طور پر درخت لگانا کہ اصل غرض یعنی دفن اموات میں نقصان نہ آئے جائز ہے' ان درختوں کے پھلوں کی بیع جائز ہوگی اور پھلوں کی قیمت قبرستان کے کام میں لائی جائے گی' جواز کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ درخت لگانے' ان کی حفاظت کرنے' پھلوں کے توڑنے اور اس کے متعلقہ کاموں میں قبروں کا روندا جانا' پامال ہونا نہ پایا جائے' درختوں کے لگانے میں قبرستان کا روپیہ خرچ کرنا جبکہ اس سے تجربہ کی بناء پر نفع کی امید ہے جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۱)

قبرستان کا وقف ثابت نہ ہونے کی ایک صورت

سوال: ایک شخص ایک قطعہ زمین پر جو تکیہ وقبرستان کے نام سے مشہور ہے' نسلاً بعد نسل قابض ہے اور مالکانہ حیثیت رکھتا ہے' اس زمین کو کسی نے قبرستان کے لیے نہ وقف خاص کیا نہ وقف عام بلکہ شخص مذکور موروثی جائیداد کی طرح اس کا مالک ہے' وہ شخص مذکور جس کو اجازت دے خواہ با اجر یا بلا اجرت وہ مردہ وہاں ہوتا ہے' سوال یہ ہے کہ جب وہ جگہ تکیہ وقبرستان کے لیے وقف عام یا وقف خاص نہیں تو جو شخص اس کا مالک ہے وہ اس خالی زمین کو جہاں قبر نہیں ہے اپنے تصرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہمیشہ سے کوئی شخص اس پر قابض ومتصرف ہے اور اس کی بغیر اجازت عام مسلمانوں کو حق تدفین نہیں ہے تو وہ شخص اس زمین پر جو چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۴)

قبرستان میں جانور چرانا

سوال: کسی قبرستان کو حفاظت کے واسطے بستی والوں نے چاروں طرف دیواریں بنوائی ہیں' کوئی سردار یا دوسرا کوئی جبراً وہاں بیل چراتا ہے اور نرم زمین کے سبب بیلوں کے پاؤں گھس کر بہت سی قبروں پر سوراخ پڑ گئے اور قبرستان پہلے سے وقف ہے' اب شرعاً ان کو روک سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان میں جانور کو گھاس چرانے کے لیے چھوڑنا اور قبروں کو پامال کرانا جائز نہیں' اس فعل کو روکنے کا مسلمانوں کو پورا حق ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۵)

میت کو قبر سے نکالنا

سوال: زید قبرستان کے متولی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہوگیا' زید مذکور کی

والدہ اور دیگر اقرباء اسی قبرستان میں دفن ہیں' بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لیے مخصوص کر دیا ہے' زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرو؟

جواب قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص قبر کھدوا کر اپنے واسطے محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنا پڑتی ہے۔ صاحب البقر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں' نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۴)

قبرستان کے قریب مذبح بنانا

سوال: مذبح جو منجانب یونین بورڈ بگھا بنایا گیا ہے بالکل قبرستان سے ملا ہوا ہے جس سے قبرستان کی توہین ہوگی کیونکہ ہمیشہ ناپاکی اور گندگی موجود رہے گی' قبرستان کو مذہبی حیثیت سے جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے' ایسی حالت میں قبرستان کے نزدیک مذبح بنانا ہمارے مذہب اور قبرستان کی سراسر توہین ہے' لہٰذا یونین ہمارے جذبات مذہبی کا خیال اور احترام کرتے ہوئے مذبح کو ہٹا دے۔

جواب: مسلمانوں کی قبریں اور قبرستان پاک صاف مقام پر ہونی چاہیے' قبروں پر نجاست اور گندگی کا ڈالنا اور ان کو ناپاک کرنا حرام ہے' قبرستان سے ملا ہوا مذبح ہوگا تو ضروری طور پر قبریں نجاست سے آلودہ ہوں گی اور جانور نجاست اٹھا اٹھا کر قبروں پر ڈالیں گے' نیز اموات کو دفن کرنے کے لیے جو لوگ قبرستان جائیں گے ان کے دماغ بدبو سے پریشان ہوں گے اور وہاں ٹھہرنا دشوار ہوگا حالانکہ بعض قبر کی تیاری میں دیر ہونے کے باعث وہاں کچھ ٹھہرنا پڑتا ہے' اس لیے مذبح کو قبرستان سے کافی فاصلہ پر ہونا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۶-۱۲۵)

قبرستان کے کافر ملازم کو علیحدہ کرنے کا طریقہ

سوال: مسلم قبرستان بورڈ نے فتویٰ پر غور کیا اور جناب کے فتویٰ کے اس جملہ سے کہ جہاں تک مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے اس کے سد باب کی صورت نظر آئی' لہٰذا اب یہ مشورہ دیں کہ بے قصور ۴۳ لوگوں کو فوری نکال دیا جائے یا بتدریج' تاکہ وہ اپنی ملازمت کا کہیں انتظام کر کے علیحدہ

ہوں' فرمانے کے بعد کارروائی ہوگی؟

جواب: غیر مسلم ملازموں کو اسلامی مصلحت کی بناء پر علیحدہ کرنا اور بات ہے اس میں ان کے ذمہ کوئی الزام اور قصور ثابت کرنا لازم نہیں آتا' بہتر صورت یہ ہے کہ ان کو معاملہ کی نوعیت سمجھا دی جائے اور ایک مہینہ کا نوٹس دیدیا جائے تاکہ بے انصافی کا شبہ بھی نہ ہو سکے اور اس ایک مہینہ میں ان کو قبروں سے دور رہنے کے کام بتلا دیئے جائیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۳۷)

قبرستان میں کافروں کو ملازم رکھنا

سوال: مشرکین کی صحبت سے مسلمانوں کی ارواح کو اذیت پہنچتی ہے یا نہیں؟ کیا یہ جائز ہے کہ مشرکین مسلمانوں کی قبروں پر بیٹھ کر گھاس کاٹیں' صفائی' جاروب کشی اور آبپاشی کریں؟ مشرکین کو مسلمانوں کی قبروں کے اوپر سے گزرنے دینا یا بیٹھنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ مشرکین باعث عذاب الٰہی ہیں یا نہیں؟ آداب قبرستان ضروری ہے یا نہیں؟ مشرکین شرعاً نجس و غیر محتاط کو مسلمانوں کی قبروں کے کاموں کے لیے مسلمان ہوتے ہوئے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسلمانوں کی قبروں کی حفاظت اور ان کا احترام لازم ہے' قبروں کی بے حرمتی کرنا اور ان پر بیٹھنا گناہ ہے' مومنین کی ارواح کو مشرکین کی صحبت سے اذیت ہوتی ہے' قبرستان کی خدمت ایسے شخص سے لی جائے جو قبروں کے آداب و احترام سے واقف ہو' غیر مسلم ان احکام اسلامیہ سے واقف نہ ہوگا جو قبروں کے متعلق ہیں اور اس سے حفاظت قبور کی اسلامی خدمت کما حقہ انجام پذیر نہیں ہو سکتی اس لیے جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے جہاں مسلمان ملازم نہ مل سکے تو مجبوری ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۳۶)

محض دفن میت کی اجازت سے قبرستان وقف نہ ہوگا

سوال: وہ زمین جو ایک ہندو والئی ریاست نے ایک مسلمان فقیر کو بطور خیرات گذر بسر کرنے کے لیے دی ہو' قبرستان نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس فقیر سے درخواست کی کہ وہ زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دے اور اس کا حق اس فقیر کو برابر ملتا رہا' اب مسلمان حق دینے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کے لیے وقف ہوگئی ہے' لہٰذا آنجناب سے دریافت ہے کہ آیا یہ زمین مسلمانوں کے لیے وقف ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر والئی ریاست نے زمین فقیر کو بطور تملیک کے دی تھی اور اس کا ثبوت موجود ہے'

نیز اس امر کا ثبوت بھی موجود ہے کہ فقیر کی اجازت سے اموات اس میں دفن ہوتی تھیں اور وہ زمین کی قیمت لیا کرتا تھا تو مسلمانوں کو اب بھی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲۶)

قبرستان کا بصورت قبرستان ہونا وقف کیلئے کافی ہے

سوال: قبرستان کا بصورت قبرستان ہونا اس کے وقف ہونے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان میں عام اموات کا بلا روک ٹوک دفن ہونا اس کے وقف ہونے کے لیے کافی ہے ہاں کسی خاص قبرستان کے لیے جس میں عام اموات کے دفن ہونے سے روکا جاتا ہو تاوقتیکہ یہ بات ثبوت کو نہ پہنچ جائے کہ یہ وقف ہے وقف نہیں کہا جا سکتا ممکن ہے کہ کسی کی ملکیت ان زمینوں پر ہو اور مالکان نے بمعاوضہ یا بلا معاوضہ دیگر اموات کو دفن کرنے کی اجازت دیدی ہو۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۸)

قبرستان کے کچھ حصہ پر ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: ایک قبرستان جس کے اکثر حصہ میں قبریں ہیں کچھ جزوی حصہ خالی ہے جس میں قبریں پرانی ہونے کے سبب مسمار ہوگئی ہیں اور اس میں عام مسلمانوں کے مردے دفن ہیں ایک شخص اپنی مملوکہ بتاتا ہے اور کوئی دلیل سوائے دعوائے زبانی کے اس کے پاس موجود نہیں جس سے مملوکہ ہونا معلوم ہو لہٰذا ایسی صورت میں اس حصہ قبرستان کو مدعی کا مملوکہ سمجھا جائے گا یا موقوفہ؟ مورث اعلیٰ اس کو موقوفہ بیان کرتا ہے؟

جواب: اس شخص کا صورت مسئولہ میں بعض حصہ قبرستان پر دعویٰ کرنا کہ یہ میری ملکیت ہے بغیر ثبوت بے سود ہے صرف اس دعوے سے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وہ اپنے دعوے پر حجت پیش نہ کرے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۹)

صرف دفن کا معاوضہ لینا اور پھر اس زمین کی بیع کرنا

سوال: ایک شخص اپنی مملوکہ زمین میں بمعاوضہ یا بلا معاوضہ غیر مردوں کو دفن کرتا ہے لہٰذا یہ زمین کس کی ملک سمجھی جائے گی اصل مالک یا وارثان میت کی؟ پھر اس زمین کو وارثان میت یا اصل مالک قبروں کے مسمار ہو جانے کے بعد بیع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں معاوضہ لے کر اموات کو دفن کرتا ہے تو اگر وہ صرف دفن کا معاوضہ لیتا ہے تو اس کو اس قسم کا معاوضہ لینا جائز نہیں لیکن اگر قبر کے برابر زمین کو

فروخت کر دیتا ہے اور ورثائے میت کو اس کا مالک بنا دیتا ہے تو اس کے مالک ورثاء میت ہیں' مالک زمین کو اب اس میں تصرف کا حق نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۲۹)

نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے مقبرہ کیلئے رقم لینا

سوال: قصبہ میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی ہے' قصبہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار ہے اور حالت ہر اعتبار سے ناگفتہ بہ ہے' قبرستان کی جگہ قریب قریب پر ہو چکی ہے' قبرستان کے قریب کوئی سرکاری یا بنجر زمین نہیں ہے' صرف کاشتکاروں کے کھیت ہیں اور وہ قیمتاً لیے جا سکتے ہیں لیکن خریدنے کے لیے روپے کی فراہمی ناممکن ہے اس لیے کوشش کی جا رہی ہے کوئی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی جس میں ہندو مسلمان کی آمدنی کا روپیہ ہے جگہ خرید کر دے' آیا کمیٹی کا قبرستان کے زمین خریدنے کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں مذکورہ کمیٹی سے قبرستان کے لیے روپیہ لینا اور اس سے زمین خریدنا اور مسلمانوں کے اموات کے دفن کے لیے استعمال کرنا جائز ہے اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے' ان کمیٹیوں میں اس قسم کی پبلک ضروریات کے لیے روپیہ فراہم کیا جاتا ہے اور اس مصرف میں اس کو صرف کرنا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۷)

قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا

سوال: اگر کوئی شخص بزرگوں کی قبر پر سے مٹی اٹھا کر تبرکاً اپنے پاس رکھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ اور اگر کوئی بزرگوں کے مزار سے مٹی لے آئے تو اس کو کیسی جگہ پر ڈالنا چاہیے' عام راستے میں پھینک دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: وقف قبرستان سے مٹی اٹھا کر لانا ناجائز ہے کیونکہ وہ وقف ہے اور اپنے مملوک قبرستان سے مٹی اٹھا کر لانا جائز ہے کیونکہ وہ اس کی ملک ہے' البتہ تبرکاً کسی بزرگ کی قبر سے لانا اور اپنے پاس رکھنا امر محدث (یعنی بدعت) ہے' میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ "بشرطیکہ مملوک ہو" کھیتی کرنا درست ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی احترام شریعت نہیں بتایا بلکہ میت کا احترام بتایا ہے' لہٰذا اس مٹی کو عام راستے میں پھینکنا بھی درست ہے' اگر عالم کسی قبر کی مٹی کو تبرکاً لا کر اپنے پاس رکھے گا تو جاہل قبر کو سجدہ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا' لہٰذا اجتناب کرنا چاہیے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲ ص ۵۳-۴۵۲)

قبرستان میں نماز جنازہ کیلئے چبوترے کی جگہ بنانا

سوال: ایک چبوترہ قبرستان میں نماز جنازہ کے لیے بنایا گیا تھا اب وہ چبوترہ قبروں کے بیچ

میں آ گیا ہے' تین طرف قبریں ہوگئی ہیں اور سجدہ کی طرف جگہ نہیں ہے'اب اس پر نماز جنازہ نہیں ہوتی' سوال یہ ہے کہ کیا چبوترہ پر پانچ وقت نماز ہوسکتی ہے؟

جواب: چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی ہے اور دفن اموات کے لیے وقف ہے تو اس کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے'اس چبوترے کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لیے خالی کر دیا جائے اور اگر چبوترہ کی زمین دفن کے لیے وقف نہیں بلکہ واقف نے نماز جنازہ کے لیے وقف کی ہے تو اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے' پنج گانہ نمازوں میں سے کوئی نماز اگر اتفاقاً پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں' مگر پنجگانہ نمازوں کے لیے اس کو مخصوص کر دینا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۳۹)

قبرستان میں مسجد بنادی گئی' اب کیا کریں؟

سوال: وقف قبرستان کی زمین پر مسجد بنادی گئی جس کو کافی عرصہ گزر چکا ہے' واقف قبرستان مسجد بننے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا' یہ مسجد مسلمانوں کی امداد سے تیار ہوئی ہے'اب کہا جاتا ہے کہ وقفی قبرستان میں مسجد بنانا ناجائز ہے اور وہاں نماز تو جائز ہے مگر اعلیٰ درجہ کا ثواب نہ ہوگا اور جمعہ کی نماز تو بالکل نہ ہوگی' یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: جو زمین کہ قبرستان کے لیے واقف نے وقف کی ہے اس کو دفن کے کام میں ہی کام چاہیے'اس پر نماز پڑھ لینی خالی زمین میں تو جائز ہے مگر مسجد بنانی جائز نہیں جو مسجد کہ بنائی گئی ہے اس میں نماز تو ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ وہ باقاعدہ شرعیہ مسجد نہیں ہوئی' فرائض پنجگانہ اور جمعہ کا حکم ایک ہے'ان میں کوئی تفریق نہیں' اگر مسجد کی پختہ عمارت کو توڑنے میں بہت نقصان ہوتا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ مسجد میں جس قدر زمین ہے اسی قدر زمین اسی قبرستان سے متصل حاصل کر کے مسجد والی زمین کے بدلہ میں وقف کر دی جائے جس وقت بدلہ کی زمین قبرستان کے لیے وقف ہو جائے گی اس وقت سے یہ مسجد صحیح مسجد کا وقف حاصل کرلے گی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۳۹)

قبرستان میں آگ لگانا

سوال: ہمارے قبرستان میں جھاڑ وغیرہ بہت زیادہ ہیں' یہاں تک کہ اگر کسی وقت کوئی قبر کھودنی پڑ جائے تو خطرہ رہتا ہے' سانپ وغیرہ کا اور واقعی اس میں سانپ وغیرہ ہیں اور ویسے کوئی شکل ان کے صاف کرنے کی نہیں' اگر قبرستان میں آگ لگا کر جھاڑ ختم کر دیئے جائیں تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں جھاڑ جھنکاڑ کٹوا دیئے جائیں' جلائے نہ جائیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

قبرستان میں جنازہ لیجانے کیلئے راستہ بنانا

سوال: ہمارے گاؤں میں قبرستان کو چاروں طرف سے گھیر دیا ہے اور اس کے اندر جتنی گھاس وغیرہ تھی اس کو صاف کر دیا گیا ہے اور میت کو اندر لے جانے کیلئے باقاعدہ ایک راستہ تیار کیا ہے تاکہ ہر ایک کو آنے جانے کے لیے سہولت ہو مگر اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ جہاں راستہ ہے وہاں شاید چار پانچ قبر پر راستہ ہو گیا ہے پس اس میں کوئی نقصان تو نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں راستہ میت کے آمد و رفت کی سہولت کے لیے بنایا گیا ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں' بالخصوص جبکہ وہاں کسی قبر کا ہونا محقق نہیں' لہٰذا یہ راستہ نکالنا شرعاً درست و صحیح ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

وقف قبرستان میں کاشت اور اس کے مصرف کا حکم

سوال: ایک قبرستان بہت ہی وسیع ہے اس کا کچھ حصہ خالی پڑا ہوا ہے اس میں کوئی قبر نہیں' بالیقین نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں مردے دفن کیے گئے یا نہیں؟ ایک شخص نے اس حصہ پر دھان بو دیئے اور فصل ربیع بھی لگا دی تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس زمین سے حاصل شدہ پیداوار کو کس مصرف میں صرف کیا جائے؟ کسی مدرسہ میں دے دیا جائے یا از خود طلبہ پر خرچ کیا جائے؟

جواب: جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لیے وقف ہے اس میں کاشت کرنا جائز نہیں' خواہ بالفعل اس میں قبریں ہوں یا نہ ہوں' اب جو دھان اس میں پیدا ہوا' بہتر یہ ہے کہ اس کو غرباء طلباء پر صدقہ کیا جائے' بیواؤں' یتیموں کو دے دیا جائے' خواہ مدرسہ کے مہتمم کو دے دے کہ وہ نادار طلبہ کے کپڑے' کھانے پر صرف کر دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۶-۵-۳)

مسجد اور قبرستان کی زمین پر کھیتی باڑی

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قبرستان کافی عرصہ سے معطل پڑا ہے تقریباً ستر اسی سال سے لوگوں نے اس میں دفن کرنا چھوڑ دیا ہے اب اس میں قبروں کے نشانات بالکل نہیں ہیں برابر کا برابر تو وہ بنا ہوا ہے البتہ کچھ جھاڑیاں موجود ہیں کیا اس کو آباد کر کے کھیتی اس جگہ پر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

دیگر ایک آدمی نے اپنے گھر کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی چہار دیواری اس کی

تقریباً ایک ہاتھ ہے اب اس کو گرا کر کھیتی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ (۱) تحقیق کر لی جائے کہ یہ گورستان وقف ہے یا کسی کا مملوک ہے۔ یا ارض موات (غیر آباد) ہے۔ اگر وقف ہے۔ مردوں کے دفنانے کے لئے تو پھر تو اس زمین کو مردوں کو دفنانے کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے اور اگر مملوک ہے یا ارض موات ہے تو اسے آباد کر کے اس پر کھیتی باڑی کرنا جائز ہے۔

کما قال فی الدرالمختار علی هامس ردالمحتار ج ۱ ص ۶۶۲. (الا) لحق ادمی کـ (ان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة) و یخیر المالک بین اخراجه و مساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی و صار ترابا زیلعی.

(۲) جس چار دیواری کو ایک دفعہ وقف کر کے مسجد بنا چکا ہے اور اس میں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دے چکا ہے۔ وہ ہمیشہ تک کے لئے مسجد کہلائے گی۔ اس پر کھیتی باڑی کرنا یا کسی اور غرض کے لئے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے اور اگر اس جگہ کو باقاعدہ مسجد نہیں بنا چکا ہے بلکہ اپنی نماز پڑھنے کے لئے ایک جگہ متعین کی تھی۔ صاف و پاک رکھا کرتا تھا۔ جیسے کہ عورتیں عموماً گھروں میں نماز پڑھنے کے لئے تھلہ کی شکل کی مسجدیں بناتی ہیں۔ تو اس جگہ پر کھیتی باڑی وغیرہ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۴۸۷)

قبرستان میں نماز عید ادا کرنا

سوال: ایک قبرستان وقف ہے' شہر کی اکثر میت اسی قبرستان میں دفن کیے جاتے ہیں' قبرستان میں کچھ زمین ابھی خالی ہے' فی الحال شہر کو ایک عیدگاہ کی ضرورت ہے' کچھ لوگوں کا ارادہ ہے کہ قبرستان کے متصل (ایک غیر مذہب آدمی کی) زمین خرید کر عیدگاہ بنایا جائے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابھی عیدگاہ خریدنے کی ضرورت نہیں' ابھی عید کی نماز قبرستان کی خالی زمین میں پڑھیں گے' اہل شہر آپ کے جواب کے منتظر ہیں' آپ کے جواب پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: جبکہ اس قبرستان میں مردے دفن ہوتے ہیں اور وہاں نئی پرانی قبریں موجود ہیں تو وہاں نماز عید ادا نہ کی جائے بلکہ اس کے قریب جو جگہ موجود ہے اور اس کو خرید کر عیدگاہ بنانے کی تجویز ہے تو اسی کو خرید کر عیدگاہ بنالیں' واقف جس نیک مقصد کے لیے جو جگہ وقف کرے اس مقصد کو ختم نہ کیا جائے' حتیٰ الوسع منشاء واقف کی رعایت لازم ہے' قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت

حدیث وفقہ سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۹۴)

عیدگاہ کے وقف، بیع وشراء اور غصب کرنے کا حکم

سوال: عیدگاہ آیا وقف چیز ہے؟ اور اس کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ اور آیا ہر مسلمان کو بطور عبادت اس کے استعمال کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ کسی اور طریقہ سے عیدگاہ کا استعمال کرنا مثلاً بطور سرائے وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر قبضہ عرصہ سے ایسوں کا ہو جو بطور سرائے یا ذاتی کرایہ خوری کے استعمال کرتے ہوں ان سے مسلمانوں کا قبضہ حاصل کر کے واقف کی نیت کو پورا کرنا شرعی فرض ہے یا نہیں؟

جواب: عیدگاہ اوقاف عامہ میں سے ہے اور وقف ہونے میں اس پر مسجد کے احکام جاری ہیں، پس اس کو عبادت عامہ کے لیے تو استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن ذاتی منافع کے لیے کوئی اس پر قبضہ نہیں رکھ سکتا، اگر کسی غاصب نے اس پر جبراً قبضہ کر لیا ہو تو مسلمانوں کو حق ہے کہ اس کے قبضہ سے نکال لیں اور غرض صحیح میں استعمال کریں، غاصب اوقاف سے اوقاف کو واپس لینے کا حکم کتب فقہ میں مذکور ہے اور گزشتہ زمانہ میں غاصب نے جس قدر روپیہ وقف کے ذریعے حاصل کیا ہے وہ اس سے واپس لیا جائے گا اور وقف کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۰۷)

ویران عیدگاہ پر مکان وغیرہ بنانا

سوال: ایک جگہ جو مدت سے عیدگاہ مقرر تھی اور اب اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ عیدگاہ مقرر ہوئی اور وہ پہلی جگہ عرصہ دس بارہ سال سے ویران پڑی ہوئی ہے تو اب اس جگہ مکان یا درویشوں کے لیے حجرے بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: پہلی عیدگاہ کی زمین اگر وقف ہو تو وہاں کوئی ایسا کام کرنا جو جہت وقف کے خلاف ہو جائز نہیں، عیدگاہ کی زمین پر مسجد بن سکتی ہے، اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہو اور آباد ہو سکے تو مسجد بنالیں لیکن اگر کسی کی ملکیت ہو تو مالک کو اختیار ہے، خواہ مکان بنائے خواہ درویشوں کے لیے حجرے بنائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۰۷)

رہن رکھی ہوئی زمین پر عیدگاہ بنانا

سوال: اگر کسی نے وقت متعینہ کے لیے ایک زمین بیچی جب واپسی کا وقت آیا تو مشتری نے اس پر عیدگاہ بنادی، بائع بار بار تقاضا کرتا ہے کہ عیدگاہ توڑ دی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے، جس سے انتفاع ناجائز ہے، اس کا وقف کرنا اور عیدگاہ

وغیرہ بنادینا بھی درست نہیں بلکہ مالک کو واپس کر دینا ضروری ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۰۱)

عیدگاہ کو گرا کر سکول بنانا

سوال: شولا پور میں عالمگیر عیدگاہ ہے جو عالمگیر کے دور حکومت میں بنائی گئی تھی' عیدگاہ کے نزدیک سکول کی عمارت ہے' سکول کے ذمہ دار عیدگاہ کو شہید کر کے اس جگہ سکول تعمیر کرنا چاہتے ہیں' منتظمین سکول مسلمان ہیں' مقامی مسلمان اس حرکت سے بے چین ہیں؟

جواب: عیدگاہ کو توڑ کر اس کی جگہ سکول کی عمارت بنانا ہرگز جائز نہیں' یہ غرض واقف کے خلاف ہے' منتظمین کو مسئلہ بتا کر روکا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۰۷)

عیدگاہ میں کھیلنا کودنا

سوال: عیدگاہ میں کھیلنا کودنا یا اس میں دعوت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عیدگاہ کا احترام بہر کیف واجب ہے اگرچہ اس کے مسجد ہونے میں اختلاف ہے مگر بے حرمتی سے حفاظت بہر حال ضروری ہے' لہٰذا امور مسئولہ (کھیلنے' کودنے' دعوت وغیرہ کرنے) کی اجازت نہیں۔(احسن الفتاویٰ ج ۶ص ۴۲۸)

ندی میں بہی ہوئی عیدگاہ کی زمین کو خریدنا

سوال: زید زمیندار کے مورث اعلیٰ نے پچاسوں سال پہلے ایک عیدگاہ بنوائی تھی' خاتمہ زمینداری کے وقت عیدگاہ والا قطعہ بہار سرکار کے کھاتے میں لکھا گیا' وہ عیدگاہ والا قطعہ ندی میں بہہ گیا اور ایک عرصہ تک ندی کی شکل میں رہا' اب وہ زمین ندی سے باہر نکل چکی ہے' لیکن عیدگاہ کی کوئی علامت باقی نہیں' زید نے دوسری زمینوں کے ساتھ وہ عیدگاہ والا قطعہ بھی بہار سرکار سے سلامی دے کر بندوست کرالیا' گاؤں والوں نے دوسری جگہ عیدگاہ بنالی ہے تو زید کا وہ عیدگاہ والا قطعہ بندوبست کرانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جو قطعہ زمین زید نے سلامی دے کر حاصل کیا ہے' یہ وہی قطعہ ہے جس پر عیدگاہ تھی تو زید کا اس کو اپنے لیے آباد کرنا اور اس کی آمدنی حاصل کرنا درست نہیں بلکہ اس کی آمدنی اس بنائی گئی عیدگاہ میں دے اور اس حاصل شدہ قطعہ پر دوبارہ پھر عیدگاہ بنائی جائے تا کہ واقف کی نیت پوری ہو اور اگر متعین طور پر یہ معلوم نہیں کہ یہ حاصل کردہ قطعہ زمین وہی ہے جس پر عیدگاہ تھی تو پھر زید کو اس کی آمدنی حاصل کرنا اور استعمال کرنا درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۱۴۹)

متفرقات

کنواں کھودنے میں انسانی ہڈیاں نکلیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید ایک خریدی ہوئی زمین میں کنواں کھدواتا ہے اور چار پانچ فٹ کی گہرائی سے ایک سالم انسانی ڈھانچہ برآمد ہوتا ہے دوسرے ڈھانچے کی کھوپڑی کی ہڈی دو تین دانت اور بازو کی ہڈیاں بھی نکلتی ہیں اور بقیہ حصہ کنویں کی کچی دیوار میں موجود ہے اور دکھائی دیتا ہے تو اس کنویں کو مکمل کرنا جائز ہے؟

جو انسانی ہڈیاں برآمد ہوئیں ان کا کوئی احترام نہیں کیا گیا بلکہ کوڑا کرکٹ سمجھتے ہوئے باہر پھینک دیا گیا' کنواں لگوانے والے نے خود دیکھیں' اس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: یہ زمین اگر مملوکہ ہے تو اس میں یہ قبریں ایک مملوکہ زمین میں دفن واقع ہونے کے طور پر بنی ہوں گی' اس صورت میں مالک زمین کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ جب لاشیں بالکل مٹی ہو جائیں تو اس زمین کو اپنے کام میں لے آئے لیکن اگر پہلے سے علم نہ ہو کہ یہاں پر قبریں تھیں اور لاعلمی میں زمین کھودی گئی اور لاشیں نکلیں تو لازم تھا کہ زمین کو برابر کر دیا جاتا یا ہڈیوں کو احترام کے ساتھ دوسری جگہ دفن کر دیا جاتا۔

ہاں اگر اس امر کا ثبوت موجود ہو کہ قبریں مسلمان کی نہ تھیں اور لاشیں کفار کی ہیں تو ان کا وہ احترام جو مسلمان کی لاش کا ہوتا ہے واجب نہیں' ہندوستان کے کفار اپنے مردے دفن نہیں کرتے' جلاتے ہیں مگر عیسائی دفن کرتے ہیں' بہرحال اگر معاملہ مشتبہ ہے تو لازم ہے کہ اس جگہ کنواں نہ کھودا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۲)

صدقہ جاریہ کے بعض مدات

سوال: کسی مرحومہ کی امانت صدقہ جاریہ میں کسی مدرسہ میں کس مد میں دینا چاہیے؟

۲۔ کچھ وقف علی الاولاد ہیں اور کچھ صدقہ جاریہ ہیں اور کچھ تیل بتی وغیرہ میں اپنی طرف سے اور والدین وہمشیرگان کی طرف سے کسی مدرسہ میں دینا چاہتا ہوں تو اس میں نیت کر لینا کافی ہے یا تحریر میں لانا بھی ضروری ہے؟ اور اس مذکور وقف میں سے کس مد میں دینی چاہیے؟

جواب: صدقہ جاریہ کی رقم مدرسہ کے لیے دینیات کی کتابیں دینے کی صورت میں خرچ ہو سکتی ہے۔

۲۔ صدقہ جاریہ تو وہ مدات کہلاتی ہیں جن میں وہ چیز باقی رہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا رہے' مسجد کے لیے فرش' مدرسہ کے لیے کتابیں اور فرش' کنواں' حوض' سرائے' یہ چیزیں صدقہ جاریہ میں

داخل ہیں، وقف علی الاولاد میں اس کی تصریح کر دینی لازم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۹۶)

وعدہ وقف پر ووٹ دینا

سوال: زید اپنی ممبری کے لیے چند مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں کچھ اصلاح ومرمت مسجد کی کرادوں گا اور صرف مسجد کے واسطے کوئی عمارت بنادوں گا اور اس کی آمدنی کرایہ میں وقف کردوں گا تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا' تعمیر کرانا جائز ہے؟

جواب: اگر زید حقیقتاً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دے کر ممبر بنانا چاہیے اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانے میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب اجر وثواب ہے' ممبری کی رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اور اس کو رائے کی اجرت قرار دی تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ رشوت ہے' اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۰۸)

لگان کی زمین کو وقف کرنا

سوال: زید نے ایک ریاست سے سالانہ لگان پر زمین حاصل کی اور اس پر ایک کوٹھی تعمیر کی' بقیہ زمین کوٹھی کے چاروں طرف افتادہ پڑی رہی' پھر اس شخص نے وہ زمین اور کوٹھی ایک عورت کو دے دی' اس عورت نے اس زمین کو وقف علی اللہ کر دیا اور کچھ حصہ آمدنی بطور حق الخدمت اپنی اولاد ذرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دینا تحریر کر دیا' تو یہ وقف علی اللہ صحیح ہے یا نہیں؟

شبہ یہ ہے کہ زمین کا لگان حسب سابق اب بھی ریاست کو دیا جاتا جس سے واضح ہے کہ زمین کی مالک ریاست ہے' دوسرے آمدنی کا چوتھا حصہ وقف نامہ کی رو سے بطور حق الخدمت اولاد ذرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ ملنا تحریر ہے' وقف میں اس طرح کی شرط کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: اب تو مالکان مکان سے بھی ٹیکس لیا جاتا ہے' اگر اس کے لگان کی بھی یہی صورت ہے تو یہ وقف کرنا بھی درست ہے اور وقف میں اگرچہ کچھ حصہ مثلاً ۱/۴ بطور حق الخدمت اولاد ذرینہ ودختری کے لیے تجویز کر دیا جائے تو اس سے وقف میں خلل نہیں آتا' چوتھائی دے کر بقیہ دیگر مصارف خیر میں جن کو واقف نے متعین کیا ہو صرف کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۲۲)

اوقاف کی ملازمت جائز ہے

سوال: اوقاف کی ملازمت امامت وخطابت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اوقاف کی اکثر

مدات ناجائز ہیں اور حکومت نے اس محکمہ کو بالکل الگ رکھا ہے یا کہ سرکاری املاک میں پہنچنے کے بعد پھر وہاں سے اس محکمہ کے ملازمین کو تنخواہ ملتی ہے؟

جواب: اوقاف کی اکثر آمدن ناجائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے ملازمت جائز ہے' بشرطیکہ اس میں شرط خلاف شرع نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۱۶)

نماز جنازہ پڑھانے کی اجرت لینا

سوال: نماز جنازہ کی اجرت لینا دینا مؤذن مسجد وقف جو وقف سے تنخواہ پاتا ہو اگر وہ میت کے کام میں نہ لیا جائے اور دوسروں سے کام لیا جائے تو کیا اس مؤذن کو وہ حق دیا جا سکتا ہے؟ جو نگران اس مسجد نے مقرر کر لیا ہو اگر وہ حق نہ دیا جائے تو نگران مسجد و قبرستان میت کے دفن کرنے سے مانع ہوتا ہو' یہ مانع ممانعت کا حق شرعی رکھتا ہے؟

جواب: نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز کی پڑھائی اور اجرت لے لی' ناجائز ہے' ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کر دی جائے تو مضائقہ نہیں' مسجد کا امام و مؤذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے پھر اگر یہ شخص اتفاقی طور سے کسی جنازہ کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا' ہاں اگر یہ عادت کر لے کہ نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا' اس تنخواہ کے علاوہ کوئی اور حق اولیائے میت سے لینے کا اسے اختیار نہیں کیونکہ ان سے کوئی خاص عقد اجارہ نہیں کیا گیا اور تبرع کے طور پر دیا جائے تو اس میں جبر نہیں ہو سکتا' ان کی خوشی ہے دیں یا نہ دیں' اگر اولیائے میت مسجد کے امام و مؤذن کو کچھ نہ دیں اور صرف اس وجہ سے متولی مسجد ان کو قبرستان میں میت دفن کرنے سے روکے تو یہ متولی کا صریح ظلم ہے۔ (کفایت المفتی ج۷ ص ۱۴۶)

کتاب الشفعہ

حق شفعہ اور اس کا ثبوت

شُفعہ کی تعریف اور حکم

سوال: شفعہ کی تفسیر اور ارکان وشرائط کے ساتھ حکم سے بھی آگاہ کیا جائے؟

جواب: شفعہ کے لغوی معنی ملانے اور جمع کرنے کے آتے ہیں اور شرعاً اس کی تفسیر خرید کردہ حصہ کا مالک ہو جانا اتنی قیمت پر جو کہ خریدار پر واجب ہوئی فی الهندية اما تفسير هاشر عافهو تملک البقعة المشتراة بمثل الثمن الذی تام علی المشتری هکذافی محیط السرخی (ج۵ص۱۶۰)

عالمگیری میں شرائط شفعہ متعدد ذکر کی ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں ان میں سے ایک اہم یہ ہے کہ مبیع کا زمین ہونا ضروری ہے اور شفعہ کا رکن یہ ہے کہ شفیع کو اپنا حق شفعہ لے لینا درست ہے۔ متعاقدین میں سے کسی ایک سے سبب شفعہ اور شرط پائے جانے کے وقت تنویر اور اس کی شرح میں ہے۔

ورکنها اخذ الشفيع من احد المتعاقدين عندوجود سببها و شرطها

شفعہ کا حکم یہ ہے کہ سبب پائے جانے کے وقت مطالبہ کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

(وحكمها جواز الطلب عند تحقق السبب منهاج الفتاویٰ غير مطبوعه (ج۵ص۸)

حق شفعہ میں ترتیب کی تفصیل

سوال: ایک آدمی صرف شریک فی المبیع ہے اور دوسرا شریک فی المبیع بھی ہے اور شریک فی الحقوق بھی، تو حق شفعہ میں دونوں برابر ہیں یا دوسرے کو ترجیح ہوگی؟

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص شریک فی المبیع ہے اور دوسرا شریک فی الحقوق بھی ہے اور جار ملاصق بھی، تو حق شفعہ میں ترجیح کس کی ہوگی؟ یعنی ترتیب مراتب کا لحاظ کیا جائے گا یا کثرت مراتب کا؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے تو ترتیب ہی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں بعض علماء کثرت مراتب کی ترجیح کے قائل ہیں۔

جواب: پہلی صورت میں دونوں برابر ہونگے اور دوسری صورت میں شریک فی المبیع کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ اعتبار قوت دلیل کا ہے نہ کہ کثرت دلیل کا اسی بناء پر شرکا فی المبیع میں حصے کی کثرت وقلت اور جوار میں مجاورت کی مقدار کا اعتبار نہیں بلکہ سب شرکا اور سب ملاصق برابر ہیں۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۷۔

شفیع جار

سوال: زید وعمرو نے مشترکہ زمین کو تقسیم کر کے حد فاصل پر ایک خط کشید کر دیا تو اب ہر ایک شریک دوسرے کیلئے کون سا شفیع ہوگا؟

جواب: شفیع جار ہوگا۔ فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۲۹۸۔

بیع وفاء پر شفعہ کا حکم

سوال.....کیا بیع الوفاء میں شفیع مبیعہ پر شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب.....شفعہ کے لئے ضروری ہے کہ مبیعہ بائع کی ملکیت سے مکمل طور پر نکل جائے چونکہ بیع الوفاء میں مبیعہ ابھی تک بائع کی ملکیت میں ہے اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بیع الوفاء میں شفیع کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔

قال الشیخ وهبة الزحیلیؒ: الشرط الاول! خروج العقار عن ملک صاحبه خروجاً باتا یجب ان یزول ملک البائع عن العقار المبیع من طریق البات النهائی' (الفقه الاسلامی وادلته ج۵ ص ۸۱۸ المبحث الخامس' شروط الشفعة' (وفی الهندیة: ومنها زوال ملک البائع عن المبیع فاذازال فلاتجب الشفعة کمافی البیع بشرط الخیار(الفتاویٰ الهندیة ج۵ ص ۱۶۰ کتاب الشفعة' الباب الاول)(فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۲۹۴).

جار ملاصق کی تعریف

سوال: جار ملاصق کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جار ملاصق وہ کہلاتا ہے جس کی مملوکہ زمین بیع سے حقیقتاً یا حکماً متصل ہو۔ خواہ دونوں کے دروازے ایک کوچے میں ہوں یا علیحدہ علیحدہ مثلاً کسی زمین کی پشت دوسرے مکان کی پشت کی طرف ہو، اگر ایسی صورت میں مکان کا ایک کمرہ فروخت ہوتا ہے تو اس کمرے سے متصل رہنے والا شخص اور منتہائے مکان سے متصل رہنے والا دونوں حق شفعہ میں برابر ہوں گے۔ اگرچہ پہلا جار ملاصق حقیقی اور دوسرا جار ملاصق حکمی ہے۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۷۔

شفعہ کا مدار قربت پر نہیں بلکہ اتصال ملک پر ہے

سوال: زید نے اپنی جائیداد خالو کو بیع کر دی، زید کے لڑکے بکر نے مجلس علم میں طلب شفعہ کیا اور شرائط شفعہ پوری کرنے کے بعد قاضی کے یہاں دعویٰ دائر کیا گیا۔

۱......بکر قرابت کی وجہ سے حق شفعہ رکھتا ہے یا نہیں؟

۲......سبب شفعہ پائے جانے کے بعد مجلس علم میں بعذر یا بلا عذر بکر کا خاموش رہنا اور فوراً طلب نہ کرنا بلکہ مجلس کے طویل ہونے کی صورت میں بکر کے شفعہ کے لئے مبطل ہوسکتا ہے۔ یا نہیں؟ اور فتویٰ طلب علی الفور پر ہے جو کہ صاحب جواہر الفتاویٰ کا مختار ہے۔ یا فتویٰ ابن کمال کے قول اور متون پر ہوگا؟

۳......اعلان شفعہ کرنیکے بعد عرصہ چھ ماہ تک شفیع کو قاضی کے یہاں چھ ماہ دعویٰ میں تاخیر کرنیکا حق ہے یا نہیں؟ یا تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہوجائیگا؟ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے یا ظاہر مذہب پر؟

۴......بکر قرابت کی وجہ سے مستحق شفعہ ہونے پر اس عبارت سے استدلال کرتا ہے۔

ولو باع الاب دارا وولده الصغیر شفیعها کان للصغیر اذا بلغ ان یا خذھا بالشفعة الخ کیا یہ استدلال صحیح ہے۔

جواب: محض قرابت کی وجہ سے بیٹے یا کسی دوسرے عزیز کو حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ حق شفعہ کا مدار اتصال ملک پر ہے پس اگر اس گھر میں جس کو باپ نے فروخت کیا ہے بیٹے کی کوئی شرکت ہے۔ یا اس کے پڑوس میں اس کا کوئی مملوکہ مکان ہے تو اس کو حق شفعہ حاصل ہوگا ورنہ نہیں۔

۲......حق شفعہ ثابت ہوجانے کی صورت میں صحیح ومختار وہی قول ہے جو در مختار نے جواہر الفتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ شامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ہی ظاہر الروایہ ہے اور دلیل کے اعتبار سے بھی یہی قوی ہے۔

صاحب ہدایہ اور قاضی خاں دونوں نے جواہر الفتاویٰ کی روایت کو ترجیح دی ہے اور ان میں

سے ایک کی ترجیح بھی کافی ہے۔اور جب دونوں متفق ہوں تو ترجیح میں شبہ نہیں رہتا۔اور شامی نے مختلف مواضع میں تصریح کی ہے کہ قاضی کی ترجیح سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔(لانہ فقیہ النفس)

۳......صحیح ومختار یہ ہے کہ اگر طالب خصومت وتملیک میں ایک ماہ بلا عذر تاخیر کرے گا تو حق شفعہ باطل ہوجائے گا۔

۴......عبارت مذکورہ سے استدلال بالکل غلط ہے جو عبارت نہ سمجھنے پر مبنی ہے کیونکہ اس میں وہ صورت مذکور ہے کہ بیٹا بوجہ شرکت یا جوار کے حق شفعہ رکھتا ہو جیسا کہ الفاظ (وولدہ الصغیر شفیعھا) اس کی تصریح کرتے ہیں۔امداد المفتیین ص ۹۱۵۔شامی ج ۵ ص ۱۳۸،ص ۱۴۳،۱۴۴۔

شفعہ کا ہبہ صحیح نہیں

سوال......کیا کوئی شخص اپنا حق شفعہ کسی پر فروخت یا بلاعوض ہبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب......شفعہ ایک ایسا حق ہے جو نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بطور ہبہ کسی کو دیا جاسکتا ہے اگر کسی نے ایسے کردیا اس کا حق شفعہ اس سے ساقط ہوجائے گا

قال العلامة علاو الدین الحصکفی رحمه الله:ویبطلها صحه منها علی عوض...... ویبطلها بیع شفعته لمال'قال ابن عابدینؒ لانها لیست بحق متقرر فی المحلل بل مجرد حق التملک فلایصح الاعتیاض عنه (ردالمحتار ج٦ ص ۲۴۱ کتاب الشفعة باب مایبطلها'(قال العلامة المیدانی رحمه الله: وان صالح من حق شفعته علی عوض اخذه اوباعه ایاه بطلت الشفعة لوجود الاعراض ویرد العوض لبطلان الصلح والبیع لانها مجرد حق التملک فلایصح الاعتیاض عنه لأ نه رشوة (اللباب شرح الکتاب(الشهیر بمیدانی) ج۲ ص۴۷ کتاب الشفعة) فتاویٰ حقانیہ ج٦ ص ۲۹۳۔

ہبہ بالعوض میں حق شفعہ کا حکم

سوال:اگر زید نے اپنا مکان عمرو کے نام ہبہ بالعوض کردیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب:حاصل ہوگا،کیونکہ ہبہ بالعوض ابتداء اور انتہاً بیع کے حکم میں ہے۔فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹٦۔ہدایہ ج ۴ ص ۳۸٦۔

شفعہ کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کر دی ہے تو اس پر کس کس کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے اور شفعہ کرنے کی کیا شرائط ہیں جبکہ اس کے بھائی بھتیجے اور اولاد ہے تو کیا ان کو حق شفعہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب......شرعاً حق شفعہ شریک فی العقار (زمین) شریک فی حق العقار اور پڑوسی کو ہے رشتہ داری کی وجہ سے حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ مزارع کو حق شفعہ حاصل ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ زمین میں شریک نہیں نہ حقوق زمین میں شریک ہیں نہ پڑوسی ہیں تو ان کو حق شفعہ حاصل نہیں۔ نیز شریعت میں صحت شفعہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بیع کا علم ہوتے ہی بلا کسی تاخیر کے فوراً شفعہ کا اعلان کر دے اور اس پر گواہ بھی قائم کرے اگر بیع کا علم ہونے کے بعد فوری اعلان نہیں کیا اور کچھ تاخیر کی تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے اس لحاظ سے بھی صورت مسئولہ میں شفعہ باطل ہے فقط واللہ اعلم فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۷۱ ۴

اقالے سے دوبارہ حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے

سوال: اقالے سے شفیع کے حق شفعہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

جواب: اقالے (بیع فسخ کرنے) سے حق شفعہ نئے سرے سے ثابت ہو جاتا ہے؟ احسن الفتاویٰ ص ۳۵۶ ج ۷ ہندیہ ص ۱۹۴ ج ۵۔

ایک شفیع اپنا حق ترک کر دے تو اس کا حق کس کو ملے گا؟

سوال: اگر برابر درجے کے چند شفعا میں سے ایک شفیع نے اپنا حق چھوڑ دیا تو اسکا حق کس کو پہنچے گا؟

جواب: کل مبیع میں تمام شفعا کو برابر حق شفعہ پہنچے گا۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۸ ہدایہ ج ۴ ص ۳۷۵۔

گھر کے ایک کمرے میں حق شفعہ

سوال: بند کوچے میں ایک بڑا مکان چند اشخاص کا مشترک ہے اور اس میں ایک کمرہ دو آدمیوں کا مشترکہ ہے۔ اب ان دو میں سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو حق شفعہ کس کو ہوگا؟

جواب: کمرے میں شریک آدمی مقدم اور شفعہ کا حق دار ہوگا، اگر وہ اپنا حق چھوڑ دے تو پھر بڑے مکان کے شرکاء کو حق ہوگا۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۵ ھندیہ ج ۵ ص ۱۶۶۔

بعض مبیع میں حق شفعہ

سوال: اگر زید نے سکہ غیر نافذہ میں واقع مملوکہ مکانات کے پانچ قطعے بیک وقت فروخت

کئے اب اگر اس کا جار اپنے مکان سے متصل قطعہ مکان میں حق شفعہ کرتا ہے تو اس کو حق ہے یا نہیں؟

جواب: حق شفعہ حاصل ہے۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۹۷ ھندیہ ج ۵ ص ۱۷۵۔

زمین بلاشرب میں اہل شرب کو حق شفعہ نہیں

سوال۔ ایک زمین فروخت ہوئی جس کیلئے نہ کوئی شرب ہے' نہ مسیل اور طریق' اس میں حق شفعہ کس کو ہے۔

جواب۔ اس زمین میں صرف جار کو حق شفعہ ہے' اہل شرب کو نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۷ ص ۲۵۹ شامی جلد ۵ ص ۱۴۰)

برساتی نالے سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا

سوال...... کیا وہ خشک نالہ جس میں صرف بارش کا پانی بہتا ہو' سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب...... شریعت نے جہاں کسی کو شریک فی حقوق المبیعہ میں شفعہ کا حق دیا ہے وہاں اس میں یہ شرط بھی رکھی ہے کہ حقوق خاص انہی کا متقارع ہو چونکہ خشک نالے میں یہ شرط مفقود ہے اس لئے اس سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

لماقال العلامة ابوالبرکات احمد بن محمود النسفیؒ: تجب للخلیط فی نفس المبیع ثم للخلیط فی حق المبیع کالشرب والطریق ان کان خاصاً (کنزالدقائق ص ۴۰۰ کتاب الشفعة) لماقال العلامة سلیم رستم باز: والثانی ان یکون خلیطافی حق المبیع کاشتراک فی حق الشرب الخاص والطریق الخاص (شرح مجلة الاحکام مادة نمبر ۱۰۰۸ ص ۵۶۳ ومثله فی الدرالمختارعلی صدرردالمحتار ج۶ ص ۲۲۰ کتاب الشفعة. فتاویٰ حقانیه جلدنمبر ۶ ص ۲۸۹.

مسیل بدون الشرب ہو تو شفعہ کا حکم

سوال: کسی نے ایسی زمین فروخت کی جس کیلئے مسیل (پانی کا راستہ) تھا شرب اور طریق نہیں تھا، عقد میں مسیل کا کچھ ذکر نہیں ہوا مگر مشتری اسی مسیل سے زمین کو سراب کرتا ہے۔ بائع کو کوئی اعتراض نہیں، اس صورت میں حق شفعہ کس کو ہے؟ شریک فی الحقوق کو یا جار ملاصق کو؟

جواب: احکام شفعہ میں مسیل سے مراد شرب ہی ہے جس زمین کیلئے شرب نہیں، اس میں اہل شرب کو حق شفعہ نہیں، لہٰذا حق شفعہ جار ملاصق کو ہے۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۶۰ شامی ج ۵ ص ۱۴۰۔

دو زمینوں کے درمیان پانی کی نالی حائل ہو تو حق شفعہ کا حکم

سوال: شفیع کی زمین اور مبیعہ زمین کے درمیان ایک چھوٹی سی نالی گذر رہی ہے جو شفیع کو زمین اور مبیعہ زمین کو سیراب نہیں کرتی، اب نالی کی زمین شفیع کی ہو تو حق شفعہ کا کیا حکم ہے۔؟ اور شفیع کی نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: حق شفعہ کی بناء جوار ہے، اگر یہ نالی بائع یا شفیع میں سے کسی کی ملک ہے تو جوار ثابت ہے اور اگر کسی کی ملک کا یقین نہیں تو جوار ثابت نہیں۔ لہٰذا صورت اولیٰ میں حق شفعہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں نہیں۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶۱ شامی ج ۵ ص ۱۴۰ ھندیہ ج ۵ ص ۱۶۶۔

دو زمینوں کی درمیانی نالی کا مالک کوئی تیسرا شخص ہو تو حق شفعہ کس کو ہوگا؟

سوال: مبیعہ زمین اور شفیع کی زمین کے درمیان ایک تیسرے شخص کی ایک چھوٹی سی نالی گذر رہی ہے۔ اس کا پانی اس میں بہتا ہے اور اب سوال یہ ہے کہ حق شفعہ نالی والے کو ہوگا یا نالی سے متصل جس کی زمین ہے اس کو ہوگا؟

جواب: محاذی زمین والا نہ تو شریک فی الشرب ہے اور نہ جار ملاصق، اس لئے اس کو حق شفعہ نہیں، نالی سے جس کی زمین کو پانی جاتا ہے اگر وہ نالی کی زمین کا مالک ہے تو یہ جار ملاصق ہے، لہٰذا اس کو حق شفعہ ہوگا۔

متعدد شفعاء میں سے بعض کے اسقاط سے دوسرے متاثر نہیں ہوتے

سوال...... اگر متعدد افراد شفعہ کا حق رکھتے ہوں اور ان میں سے بعض اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں تو کیا اس سے دوسرے شرکاء پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب...... حق شفعہ میں ہر حقدار کا استحقاق مستقل ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک کے اپنے حق سے دستبردار ہونے سے دوسرے حقدار کا حق زائل نہیں ہوتا بلکہ قبل القضاء کسی ایک شریک کا اسقاط کرنے سے دیگر تمام شرکاء کو فائدہ ہوگا جس کی رو سے دوسرے شرکاء اس کے جملہ حق شفعہ کے حقدار ہوں گے۔

لماقال العلامة فخرالدين عثمان بن على الزيلعىؒ: ولواسقط بعضهم حقه قبل القضاء لهم كان لمن بقى ان يأ خذالكل لان السبب لاستحقاق الكل قدوجد...... بخلاف ماذااسقط حقه بعد القضاء حيث

لایکون له ان یأ خذ نصیب التارک لانه بالقضاء قطع حق کل واحدمنهم فی نصیب الاخر (تبیین الحقائق ج۵ ص ۲۴۱ کتاب الشفعة. قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ : (اسقط بعضهم حقه) من الشفعة (بعدالقضاء) فلوقبله فلمن بقی اخذالکل لزوال المزاحمة (لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک)لانه بالقضاء قطع حق کل واحدمنهم فی نصیب الاخر (الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ج۶ ص ۲۲۰'۲۲۱ کتاب الشفعته ومثله فی البحرالرائق شرح کنزالدقائق ج۸ ص ۱۲۸ کتاب الشفعة (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۲۸۷).

شریکوں کو بھی حق شفعہ ہے

سوال: ایک جائیداد مشترک ہے اس میں کئی شخص شریک ہیں اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کو بیچے تو دیگر شرکاء کو شفعہ کے دعوے کا حق ہے یا نہیں؟ اور سب کو برابر پہنچتا ہے یا کم زیادہ؟

جواب: دیگر شرکاء کو دعوائے شفعہ کا حق پہنچتا ہے کیوں کہ سب کا استحقاق جائیداد میں برابر ہے اور سب شرکاء کو برابر حق پہنچے گا، کم وزیادہ نہیں۔ امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۱ ھدایہ ج ۴ ص ۳۷۵۔

شفعہ کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک صحرائی زمین مثلاً ایک سو بیگہ عمرو کے ہاتھ فروخت کی پھر اسی جلسہ میں عمرو نے اس جائیداد میں سے مثلاً پانچ بیگہ بکر کے ہاتھ فروخت کی اس پانچ بیگہ زمین میں خالد شفیع تھا جب اس فروخت کی اطلاع خالد کو ہوئی تو فوراً شفعہ کرنے کیلئے گواہان کے سامنے اقرار کیا اور ان گواہوں کو ساتھ لے کر بکر کے پاس گیا اور واپسی کے واسطے کہا اور عدالت میں دعویٰ شفعہ کا بنام زید وبکر دائر کر دیا اور عمرو کو درمیان سے نکال دیا اب سوال یہ ہے کہ شفعہ کا دعویٰ عمرو اور بکر پر ہوسکتا ہے یا زید وبکر پر یا تینوں پر۔ بینوا توجروا۔

جواب...... قال فی الهدایة: ویشهد علی البائع ان کان المبیع فی یده معناه لم یسلم الی المشتری اوعلی المبتاع او عندالعفنار فاذا فعل ذلک استفزت شفعته وهذالأ ن کل واحدمنهما خصم فیه لان للاول الیدوللثانی الملک وکذایصح الاشهادعندالمبیع لان الحق متعلق به

فان سلم البائع المبیع لم یصح الاشهادعلیه لخروجه من ان یکون خصما اذلایدله ولاملک فصار کالا جنبی اه

قال المحشی ولم یقیدبکون الدارفی یدالمشتری لان هذالا یتفاوت فان الطلب عندالمشتری صحیح سواء کانت الدار فی یده او فی یدالبائع هذا کله من الذخیرة اه ج۴' ص۲۷۷. وفی العالمگیریة: ولوکان المشتری الاول اجنبیاً اشتراها بالف فبا عها من اجنبی بالفین فحضر الشفیع فالشفیع بالخیار ان شاء اخذ بالبیع الاول وان شاء اخذبالبیع الثانی لوجود سبب الاستحقاق وشرطه عندکل واحد من البیعین فان اخذبالبیع الاول سلم الثمن الی المشتری الاول والعهدة علیه وینفسخ البیع الثانی ویسترد المشتری الثانی الثمن من الاول وان اخذ بالبیع الثانی ثم البیعان جمعیا والعهدة علی الثانی غیر انه ان وجد المشتری الثانی والدارفی یده فله ان یأ خذه بالبیع الثانی سواء کان المشتری الاول حاضرا أو غائباً وان اراد أن یأخذبالبیع الاول فلیس له ذلک حتی یحضرالمشتری الثانی هکذا ذکره القاضی الاسبیجابی فی شرحه لمختصر الطحاوی ولم یحک خلافاوذکر الکرخی ان هذا قوال ابی حنیفه ومحمد رحمهما الله تعالیٰ (ج۶' ص۱۲۱).وقال فیه ایضاً: وفی قول ابی یوسف لاتشترط حضرته ای حضرة المشتری الثانی وان کان الدارفی یده فافهم (ج۶' ص۱۲۰)

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں شفیع کو اختیار ہے خواہ بیع اول کی وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے اور بہر صورت بائع اول یا بائع ثانی پر جب ہوسکتا ہے جبکہ جائیداد پران میں سے کسی کا قبضہ ہو پس اگر بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ دلا دیا اور بائع ثانی نے مشتری ثانی کو قبضہ دلا دیا تو اب صرف دعویٰ مشتری ثانی پر ہوسکتا ہے خواہ بیع اول کی وجہ سے شفعہ طلب کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے اور اگر بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ نہیں دلایا تو اب شفیع کو دو اختیار ہیں اگر بیع اول کی وجہ سے شفعہ لینا چاہے تو بائع اول یا بائع ثانی پر دعویٰ کرے اس صورت میں مشتری ثانی پر دعویٰ نہیں

کر سکتا اور اگر بیع ثانی کی وجہ سے دعویٰ کرے تو بائع ثانی اور مشتری ثانی پر دعویٰ کرے اس صورت میں بائع اول پر دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ دلا دیا لیکن بائع ثانی نے مشتری ثانی کو قبضہ نہیں دلایا تو اس صورت میں بائع اول پر دعویٰ نہیں ہو سکتا صرف بائع ثانی یا مشتری ثانی پر ہو سکتا ہے خواہ طلب شفعہ بیع اول کی وجہ سے کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے اگر بیع اول کی وجہ سے شفعہ لے تو قیمت مشتری اول کو دے اور وہی تمام حقوق عقد کا ذمہ دار ہوگا اور بیع ثانی باطل ہو جائے گی اور اگر بیع ثانی کی وجہ سے شفعہ لے تو دونوں بیع تام ہو جائیں گی اور اس صورت میں مشتری ثانی کو قیمت دے اور اب مشتری ثانی جملہ حقوق عقد کا ذمہ دار ہوگا۔ واللہ اعلم امداد الاحکام ج ۴ ص ۱۴۹۔

استحقاق شفعہ کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: امیر احمد نے وزیر النساء سے کچھ زمین خریدی جس کا رشید احمد شفیع ملاصق ہے، مگر اس زمین میں کچھ حصہ بیع کے بعد عیدگاہ وغیرہ کا نکل آیا، وزیر النساء نے اس کمی کو دوسری زمین سے پورا کر دیا پس یہ معاوضہ کی بیع نامہ سابق ہے، کوئی بیع جدید نہیں کہ جو رشید احمد کو شفعہ پہنچے، اب رشید احمد کو شرعاً حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ اور یہ معاوضہ اقرار نامہ بیع ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسؤلہ میں جو وزیر النساء نے امیر احمد کے ہاتھ زمین فروخت کی اور اس میں غیر کا حق نکل آیا اور اس کی وجہ سے مبیع میں کمی آ گئی تو اس کمی کی مقدار وزیر النساء پر امیر احمد کا روپیہ واپس کرنا واجب ہوا لیکن وہ باہم راضی ہو گئے ہیں اور اس روپے کے عوض کچھ زمین وزیر النساء نے دیدی پس یہ بیع جدید ہوئی کہ مال کا مبادلہ مال کے ساتھ ہے اور اس میں رشید احمد کو شفعہ شرعاً پہنچے گا بظاہر اگرچہ یہ بیع اول کی تکمیل معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں بیع اول سے کچھ علاقہ نہیں، بیع جدید ہے کیونکہ جب بوجہ استحقاق غیر اس زمین میں کمی آ گئی تو بقدر اس کمی کے وزیر النساء پر مشتری کا روپیہ لوٹانا واجب ہوا اور مشتری وہ روپیہ عورت سے بہ جبر لے سکتا ہے۔ عورت کو مجاز نہیں کہ روپیہ نہ دے اور عوض میں زمین دے اور اسی طرح اگر عورت روپیہ دے تو مشتری کو مجاز نہیں کہ روپیہ نہ لے اور زمین عوض میں طلب کرے۔ غرض واجب الادا روپیہ مذکور ہے۔ زمین کے لینے دینے پر عورت و مشتری مجبور نہیں، بلکہ زمین کا معاوضہ تراضی طرفین پر موقوف ہے۔ تو یہ اگر بیع اول ہوتی تو سابق بہ تراضی ایجاب وقبول کی وجہ سے دونوں زمین کے لینے دینے پر مجبور کئے جاتے اور روپے کا دینا یا لینا بلا دونوں کی رضا کے جائز نہ ہوتا کیونکہ روپے کا واپس ہونا فسخ لڑ ٹھہرتا اور فسخ بیع جانبین کی رضا کے بغیر جائز نہیں۔ تو جب زمین کے معاوضے میں کسی کا جبر نہیں اور روپیہ لینا دینا

بہ جبر جائز ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بیع اول نہیں بیع جدید ہے کہ تراضی طرفین کی حاجت پڑی پس جب بیع جدید ہوئی تو استحقاق شفعہ سے کون مانع ہے؟ امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۰' ھدایہ ج ۴ ص ۳۸۶'

ان صورتوں میں حق شفعہ نہیں

وقف شدہ زمین پر کسی کو شفعہ کا حق نہیں

سوال...... اگر کوئی شخص اپنی جائیداد جزوی یا کلی طور پر کسی مسجد یا مدرسہ کے لئے باقاعدہ وقف کردے تو کیا اس سے اس کے شرکاء یا ہمسایہ کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب...... حق شفعہ کے ثبوت کے لئے مالی معاوضہ کا ہونا بنیادی شرائط میں سے ہے وقف میں یہ حقیقت مفقود ہوتی ہے اس میں واقف کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا حاصل کرنا ہوتا ہے اس لئے مسجد مدرسہ یا کسی دوسرے رفاہی ادارہ کے لئے وقف کی ہوئی چیز پر کسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں۔

لماقال العلامة شمس الدين محمدبن عبدالله التمرتاشیؒ: الشفعة تمليک البقعة جبر علی المشتری بماقال عليه...... ولاشفعة فی الوقف تنويرالابصارعلی صدرردالمحتارج۶ ص ۲۱۶' ص ۲۲۳' کتاب الشفعة لماقال الشيخ سليم رستم بازؒ: الشفعة هی تمليک الملک المشتری لما قام علی المشتری من الثمن (شرح مجلة الاحکام ماده نمبر ۹۵۰ ص ۵۳۷. وقال ايضاً: ولاتجری الشفعة فی السفينة وسائرالمنقولات وعقارالوقف والاراضی الامير' (شرح مجلة الاحکام مادة ۱۰۱۷ ص ۵۶۸) ومثله فی کنزالدقائق ص ۴۰۳ وتنقيح اللحامدية ج۲ ص ۱۸۲ کتاب الشفعة فتاویٰ حقانيه ج۶ ص ۲۸۹)

بیع کا علم ہونے پر طلب شفعہ نہ کرنا

سوال: اگر شفیع نے بیع کا علم ہونے پر اسی مجلس میں طلب شفعہ نہ کیا اور طلب مواثبت فوت ہوگئی تو کیا اس کا شفعہ باطل ہوگیا یا نہیں؟

جواب: باطل ہوگیا۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۹۴' ھندیہ ج ۵ ص ۱۷۲۔

شفیع اگر خریداری کا معاملہ کرے؟

سوال: اگر شفیع نے فروختگی کی اطلاع ملنے کے بعد مشتری سے خریداری یا اجارے وغیرہ کا معاملہ کیا جس سے تسلیم شفعہ پر دلالت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں اس کا شفعہ باطل ہو جائیگا یا نہیں۔

جواب: باطل ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۵' ھندیہ ج ۵ ص ۱۸۲)

شفیع کا زمین کو قبل القبض فروخت کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خواجہ غلام زکریا صاحب سکنہ تونسہ شریف نے اراضی فروخت کی تھی جو رقبہ واقعہ موضع توڈر پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان چاہ سیوے والا پر ۴۴ بیگہ تھی اور یہ اراضی عزیز خوجہ سکنہ شجاع آباد نے خریدی تھی اراضی پر مہر غلام حسین نے شفعہ کیا مہر غلام حسین نے ہم سے کہا تھا کہ وہ چونکہ رقبہ مبیعہ میں شریک ہے وہ شفعہ کا دعویٰ کرے اور رقم تین حصوں کی ہم خرچ کریں گے چوتھائی خرچہ مہر غلام حسین کرے گا اور اس طرح تقسیم اراضی کر کے ۳۳ بیگھے ہم لے لیں گے اور گیارہ بیگھہ غلام حسین رکھ لے گا شفعہ کامیاب ہو گیا تو غلام حسین نے کہا کہ انتقال ہونے پر وہ ہمارے نام رقبہ ۳۳ بیگھے کرادے گا لیکن وہ فوت ہو گیا اب مہر غلام حسین کا بیٹا زندہ ہے جو جواب دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں دے گا پہلے دو سال تک باقاعدگی سے ہم تین حصہ کی فصل وغیرہ لیتے رہے ہیں اور چوتھے حصہ کی فصل وہ خود لیتا رہا ہے یا مہر غلام حسین مرحوم کے بھائی لیتے رہے اب اراضی کا قبضہ زبردستی لے رکھا ہے کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ہم کوئی حصہ نہیں رکھتے فتویٰ دیا جائے۔

جواب..... یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ شفیع نے جو شفعہ دائر کیا تھا وہ شرعی اصول کے مطابق تھا یا نہیں اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شفعہ تمام شروط کے ساتھ صحیح طور پر دائر ہوا تھا تب بھی جب مہر غلام حسین دوسرے اشخاص سے رقم لے کر وہ اراضی بشرط استقرار حق شفعہ کچھ ان کو فروخت کر رہا ہے تو یہ بیع فاسد ہے استقرار شفعہ اور دعویٰ شفعہ کا اس کے حق میں فیصلہ ہو جانا چونکہ غیر معلوم ہے اور مہر غلام حسین درحقیقت اس وقت اس اراضی مشفوعہ کا مالک نہیں ہے تو اس عقد بیع کا حاصل یہ ہے کہ مہر غلام حسین یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس اراضی کا مالک قرار دے دیا گیا اور یہ اراضی میری مملوکہ بنی تو اس کے تین حصص تمہیں فروخت کرتا ہوں یہ بیع باطل ہے **لابیع فیما لایملکه ابن آدم** (الحدیث) لہٰذا شفعہ درست ہونے کی صورت میں زمین شرعاً مہر غلام حسین اور اس کے وارثوں کی ہوگی اور خریدنے والوں کو ان کی رقم واپس کرنی ضروری ہوگی زمین سے شرعاً ان کا کوئی تعلق نہیں البتہ اگر اب غلام حسین کے وارث اپنی رضا سے دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

سکوت شفیع سے بطلان حق کی تفصیل

سوال، ایک زمین کی بیع ہونے کے بعد شفیع چند ایام تک خاموش رہا، اب حق شفعہ طلب کرنے کا اسے شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: حق شفعہ کیلئے بیع کا علم ہوجانے کے بعد طلب مواثبت اور طلب تقریر جتنی جلدی ممکن ہو ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں اس شرط کے فقدان کی وجہ سے حق شفعہ باطل ہو جائے گا۔ البتہ اگر مشتری یا ثمن کا علم نہ ہونے کی وجہ سے شفیع نے سکوت کیا ہو اور علم ہو جانے کے بعد فوراً طلب مواثبت وطلب تقریر تمام معتبر شرطوں کے ساتھ کی ہوں تو حق ساقط نہ ہوگا۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۴، شامی ج ۵ ص ۱۴۳۔

شفیع نے جب سال بھر تک شفعہ نہ کیا تو اب کوئی حق نہیں ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محفوظ علی ولد ولایت علی نے اپنی زمین ۴۶ کنال ۱۰ مرلے مبلغ ۲۰۰۰ روپے میں سبحان علی ولد قمر الدین کو مارچ ۱۹۶۷ء میں فروخت کی لیکن تحصیلدار صاحب نے بیع کا انتقال مورخہ ۱۷-۸-۲۳ کو منظور کیا اور اس زمین کی خرید وفروخت کا پوری بستی کو اچھی طرح علم تھا کہ محفوظ علی نے اپنی زمین ۴۶ کنال ۱۰ مرلے سبحان علی کو فروخت کی ہے اس میں بستی کا ایک آدمی فیاض نے مورخہ ۶۸-۹-۴ کو اس زمین پر حق شفعہ کیا شرعی لحاظ سے یہ شفعہ جائز ہے؟ کیونکہ اس کو بھی اس وقت علم تھا جب سے زمین فروخت ہوئی تھی۔

جواب...... صورت مسئولہ میں جبکہ یہ زمین مارچ ۱۹۶۷ء میں فروخت ہوئی ہے اور فیاض کو زمین کے فروخت ہونے کا علم بھی تھا اور س کے باوجود اس نے تقریباً ایک سال چھ مہینے گزرنے تک شفعہ نہیں کیا تو اس صورت میں طلب مواثبہ وطلب تقریر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے شفیع کا حق باطل ہو چکا ہے اور شرعاً شفعہ ناجائز ہے کمافی الهدایه ص ۳۹۰ ج ۴ قال اذا علم الشفیع بالبیع اشهد فی مجلسه ذلک علی المطالبة اعلم ان الطلب علی ثلاثة اوجه طلب المواثبة وهو ان یطلبها کما علم حتی لوبلغ الشفیع البیع ولم یطلب شفعته بطلت الشفعة لماذکرنا ولقوله علیه السلام الشفعة لمن واثبها الخ فقط والله تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود جلد ۹ ص ۴۶۰، ۴۶۱)

ایک شفیع نے خرید لیا تو دوسرے شفیع کا حق باطل ہو جائے گا

سوال: ایک مکان ارشاد احمد وبہار احمد برادران حقیقی کی ملکیت تھا، ارشاد احمد کا انتقال ہو گیا

اس نے چار لڑکے، دولڑکیاں، ایک بیوی وارث چھوڑے، ارشاد احمد کے بڑے لڑکے کے اخلاق نے اپنے بہن بھائیوں کا حصہ خرید لیا۔

سوال یہ ہے کہ اخلاق احمد بائعان کا علاتی بھائی جو بوجہ قرابت بہار احمد چچا حقیقی سے اقرب واولیٰ ہے۔اس کے مقابلے میں کیا چچا کو حق شفعہ حاصل ہے؟

جواب: اس حصہ مبیعہ میں اخلاق احمد و بہار احمد کا حق شفعہ مساوی تھا، جب اخلاق احمد نے کریدلیا تو دوسرے شفیع بہار احمد کو اس کے مقابلے میں شفعہ کرنے کا کوئی حق نہ رہا۔

اور یاد رہے کہ حق شفعہ میں قرابت کی قوت وضعف کا اعتبار نہیں بلکہ مدار نوعیت شرکت پر ہے اور یہ نوعیت اخلاق احمد و بہار احمد میں مساوی ہے۔لیکن اخلاق احمد نے پہلے خرید لیا لہذا دوسرے شفیع کا حق ساقط ہو گیا۔امداد المفتیین ص ۹۱۷ ھندیہ ج ۵ ص ۱۷۰۔

اگر چار شریکوں میں ایک نے اپنی زمین ایک ساتھی کو فروخت کر دی کیا تیسرے کو حق شفعہ حاصل ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ ارض میں چار آدمی حصہ دار ہیں ایک نے دوسرے حصہ دار کو اپنا حصہ فروخت کر دیا تیسرا حصہ دار اس پر شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب......صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ تیسرے حصہ دار کو اس پر شفعہ کرنیکا اختیار نہیں ہے

کمافی العالمگیریه الباب الثانی ص ۱۶۸ ج ۵ دار فیهاثلاثة ابیات ولها ساحة والساحة بین ثلاثة نفروالبیوت بین اثنین منهم فباع احد مالکی البیوت نصیبه من البیوت والساحة من شریکه فی البیوت والساحة فلا شفعة لشریکها فی الساحة کذافی الذخیرة فقط والله تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود جلد ۹ ص ۴۶۲)

احیائے اموات میں حق شفعہ نہیں

سوال: جوارض موات (بنجر زمین آباد زمینوں کے ساتھ متصل ہو اس کے احیاء (آباد کرنے) سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: حق شفعہ صرف زمین کی بیع کی صورت میں ہوتا ہے، احیاء اموات میں حق شفعہ نہیں۔

احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۶' شامی ج ۵ ص ۱۳۷۔

غلط فہمی کی وجہ سے سکوت کے بعد شفعہ کرنا

سوال: شفیع کو اطلاع ملی کہ مشتری زید ہے اس پر وہ خاموش ہوگیا بعد میں معلوم ہوا کہ مشتری بکر ہے اب اس کو شفعہ کا دعویٰ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: حاصل ہے۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۸۔

وکالت عامہ میں حق شفعہ کا حاصل ہونا

سوال: اگر زید نے اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کیلئے کسی شخص کو وکیل خصومت بنا دیا تو وکیل کی کو زید کی جانب سے طلب شفعہ کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: حاصل نہ ہوگا۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۹۔

حق شفعہ ثابت کرنے کیلئے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے شریک فی المبیع ہونے کی وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کیا ہے مگر رسم طلب مواثبت وطلب اشہاد خود نہیں کیا بلکہ بذریعہ اپنے شوہر کے اس رسم کو ادا کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں حق شفعہ کا ثبوت ازروئے شرع اس عورت کو ہوسکتا ہے یا نہیں۔ یا طلب مواثبت واشہاد ثبوت حق شفعہ کے واسطے خود شفیع کو کرنا ضروری ہے اگر شوہر یا کسی اور کے ذریعہ شفعہ کرائے تو کیا جائز نہ ہوگا جو بھی حکم ہو بہت ہی جلد ارقام فرمایا جاوے کیونکہ مقدمہ کچہری میں درپیش ہے بینوا توجروا۔

جواب...... حق شفعہ ثابت کرنے کیلئے کسی کو وکیل کر دینا جائز ہے۔

قال فی العالمگیریہ :واذا وکل رجل رجلاً بأ خذدارله بالشفعة ولم یعلم الثمن صح التوکیل واذااخذها الوکیل بمااشتراها المشتری لزم المؤکل الخ (ج٦ص ١٢٩)

پس صورت مذکورہ میں عورت کا اپنے شوہر کے ذریعہ سے طلب مواثبت وطلب اشہاد کرانا صحیح ہے شوہر اس کا وکیل ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج۴ص ۱۴۸)

حق شفعہ ساقط کرنے کیلئے ہبہ کر دینا

سوال: حق شفعہ ساقط کرنے کیلئے ہبہ بشرط عوض کر دینا اسقاط شفعہ کا حیلہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۷۔

صرف تعمیر میں شرکت کیلئے حق شفعہ کا حکم

سوال: اگر سرکاری زمین میں دو شخصوں نے شریک ہو کر تعمیر کر لی اور ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کو حق شفعہ حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۹۸۔

تحفہ کے عوض میں ملنے والی زمین پر شفعہ کرنے کا حکم

سوال...... ایک شخص اپنے دوست کے لئے تحفہ میں امریکہ کا ویزہ لایا تو دوست نے شکریہ کے طور پر اپنی جائیداد میں سے کچھ اس کے نام ہبہ کر دی واہب کے بھائی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اس پر شفعہ کر دیا تو کیا واہب کے بھائی کو شفعہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب...... ہبہ کی ہوئی زمین پر اگرچہ شفعہ صحیح نہیں مگر صورت مسئولہ میں چونکہ معاملہ مالی ہے اس لئے فقہاء کرام نے شفعاء کو حق شفعہ کے ثبوت کی تصریح کی ہے بشرطیکہ جانبین نے اپنے اپنے موہوبہ پر قبضہ کر لیا ہو۔

قال العلامة الكاسانیؒ: لاتجب بالهبة والصدقة والميراث والوصية ...... وان كانت الهبة بشرط العوض فان تقابضا وجبت الشفعة لوجود معنى المعاوضة عندالتقابض (بدائع الصنائع ج۵ ص ۱۱ فصل شرائط وجوب الشفعة وفی مجلة الاحكام تحت المادة ۱۰۲۲: الهبة بشرط العوض فی حكم البيع بناء عليه لوذهب وسلم احدداره المملوكة لاخربشرط العوض يكون جاره الملاصق شفيعا' (درر الحكام شرح مجلة الاحكام ج۲ ص ۷۷۴ الفصل الثانی فی شرائط الشفعة) ومثله فی دررالحكام شرح مجلة الاحكام ج۲ ص ۷۷۴ الفصل الثانی فی شرائط الشفعة (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۳۰۰)

بعض شفعہ کا ساقط کرنا

سوال: اگر زید نے دو مختلف شہروں میں واقع دو مکانوں کو بیک معاملہ فروخت کر دیا اور ان دونوں مکانوں کا جار بھی شخص واحد ہے اب شفیع صرف ایک مکان کے بارے میں دعوائے شفعہ کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟

جواب: شفیع اگر چاہے تو دونوں مکان شفعہ میں لے سکتا ہے، لیکن صرف ایک کو نہیں لے سکتا ۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۹۸۔

بعض مستحقین کا شفعہ سے رجوع کر لینا

سوال: زید، عمرو بکر نے شامل ہو کر حاکم کے پاس مبیع کے لوٹانے کیلئے مقدمہ دائر کیا اور پھر زید و عمرو نے اپنے حق شفعہ کو ساقط کر کے براءت کا اظہار کر دیا، اس صورت میں بکر کے حق میں تو خلل نہ آئیگا؟

جواب: بکر کے حق میں کوئی خلل نہیں۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۸۔

شفعہ سے بچنے کیلئے مناسب حیلہ کیا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جس آدمی کی زمین نہ ہو یا جس موضع میں زمین نہ ہو اور اس کو زمین خریدنے کی غرض ہو کیا وہ آدمی اراضی بیع رہن اس نیت سے کرے کہ شفیع شفعہ نہ کرے بیع اصلی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم لکھوالے تاکہ یہ زمین دائمی میرے قبضہ میں رہے آیا یہ عمل ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں یا ایسی کوئی اور صورت فرمادیں جس سے خرید کر کے شفعہ کنندہ سے بچ جائے دوسرا دکان کرایہ میں زکوٰۃ دینی کیسی ہے اور دکاندار نفع کس حد تک اشیاء میں کر سکتا ہے۔

جواب...... دفع شفعہ کے لئے تدبیر کرنا جائز ہے جو تدبیر لوگوں میں مروج ہے زیادہ رقم لکھوانے کی یہ کتابوں میں نہیں ہے اور مناسب بھی نہیں ہے اس سے اچھی تدبیر ہے جو کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے جب کسی مکان کو سو روپیہ میں خریدنے کا خیال ہو تو اسے ہزار روپیہ میں خرید کرو پھر اس بائع کو ہزار روپیہ کی بجائے ایک کپڑا جو سو روپے کا ہو دے دے اب شفعہ کرنے والا جب حاضر ہوگا تو اسے ہزار روپیہ دینا ہوگا تب جا کر مکان پر شفعہ کر سکے گا ورنہ نہیں مثال عالمگیری کتاب الحیل الفصل العشر ون ص ۴۲۳ ج ۶ میں ہے اذاارادشراء الدار بمأة درهم يشتر بها فى الظاهر بالف درهم او اكثرويدفع الى البائع ثوباً قيمته مأة درهم فاذاجاء الشفيع لايمكنه ان ياخذه الابثمن الظاهر وهولايرغب فيه لكثرته فقط والله تعالىٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۴۹۵)

دعوئے شفعہ میں بلا عذر ایک ماہ کی تاخیر کرنا

سوال: اگر شفیع نے بغیر کسی عذر کے طلب تملیک میں ایک ماہ کی تاخیر کر دی تو اس کا شفعہ باطل ہوگا یا باقی رہے گا؟

جواب: مذکورہ صورت میں محققین کے نزدیک شفعہ باطل ہو گیا، اگرچہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ لیکن محققین نے ضرر و اضرار کو رفع کرنے کیلئے امام محمدؒ

امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۹ البتہ اگر بیماری، سفر یا منصف وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو بالاتفاق حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔کذافی ردالمختار ج ۵ ص ۱۴۴ (محمد ناصر)

مختلف فیہ زمین میں شفعہ کا حکم

سوال: زید نے عمرو پر کسی زمین کا دعویٰ کیا اور عمر نے انکار کر دیا، بعد میں زید نے صلح کر کے تھوڑی سی زمین لے کر بقیہ زمین سے براءت ظاہر کر دی، اب شفیع عمرو کے پاس باقی ماندہ یا زید کی حاصل کی ہوئی زمین میں شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے، تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: دعویٰ صحیح نہیں، کیونکہ مذکورہ صورت میں معاوضہ اور بیع کی صورت نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے خیال کے مطابق اپنا حق لیا اور باقی حصہ کسی طریقے پر عمرو کے قبضے میں چھوڑ کر براءت کا اظہار کر دیا۔فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۴۔

شفعہ اور طلب اشہاد

ثبوت شفعہ کیلئے اشہاد کا ضروری ہونا

سوال: کوئی شخص حق شفعہ طلب کرنے کے بعد بائع یا مشتری یا زمین کے قریب دو عادل شاہدوں سے شہادت کا مطالبہ کرتا مگر۔ فاشهد واعلیٰ ذالک یا اس کے قائم مقام کوئی لفظ نہیں بولتا تو یہ طلب معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: اکثر کتب فقہ سے بظاہر اشہاد کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن خانیہ میں اس کے بر خلاف صراحتاً مذکور ہے۔فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۷۔

طلب اشہاد میں تعداد شہداء کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! کیا طلب اشہاد کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں اور کیا اس میں بھی دیگر معاملات کی طرح تعداد شہداء ودیگر شرائط کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب......طلب مواثبت کے بعد شفیع کیلئے ضروری ہے کہ وہ گواہوں کے سامنے مبیعہ کے پاس یا بائع ومشتری میں سے کسی کے سامنے اپنے شفعہ کو طلب کرے مگر گواہوں کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ دو شرطوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے (۱) یا تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا ضروری ہے (۲) یا پھر عدالت کی شرط لازمی ہے۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک کوئی شرط ضروری نہیں متاخرین نے امام صاحبؒ کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

قال الشیخ وھبة الزحیلی: ویشترط فی ھذا الطلب ان یکون علی فور الطلب الاول والاشھاد علیه بان یشھد الشفیع علی رغبته بالشفعة رجلین اورجل وامرأ تین' (الفقه الاسلامی وادلته ج۵ ص ۸۲۹ مراحل طلب الشفعة). قال العلامة الکاسانی رحمه الله : ھل تشترط فیه العددوالعدالة اختلف اصحابنا فقال ابوحنیفةؒ یشترط احدھذین اماالعدد فی المخبر رجلان اورجل وامراتان واما العدالة وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ لایشترط فیه العدد ولا لعدالة (بدائع الصنائع ج۵ ص۱۷ فصل بیان مایتاکدبه حق الشفعة) ومثله فی مجموعة قوانین اسلام ج۶ ص ۲۲۲۴ کتاب الشفعة) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۲۹۸)

شفیع کا طلب اشہاد نہ کرنا

سوال: اگر شفیع نے بائع یا مشتری یا بیع کے پاس باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا شفعہ باقی رہے گا یا باطل ہو جائے گا۔

جواب: باطل ہو گیا۔ فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۴۔

عرضی استغاثہ میں طلب اشہاد کا ذکر کرنا

سوال: اولاً جو عرضی استغاثہ دی جاتی ہے اگر اس میں شفیع کے طلب اشہاد کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب اس کا دعویٰ قابل سماعت ہو گا یا نہیں؟

جواب: سب سے پہلے عرضی استغاثہ میں طلب اشہاد کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ البتہ قاضی وقت کے سامنے طلب اشہاد کے دعویٰ بیان کی تصحیح لازمی وضروری ہے۔ فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۵۔

طلب اشہاد کے وقت حدود اربعہ بیان کرنے کا حکم

سوال...... اگر کوئی شخص طلب اشہاد گواہوں کے سامنے کر رہا ہو تو کیا اس کو مبیعہ پر حق شفعہ کے اثبات کی وجہ اور مبیع کا حدود اربعہ بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب...... فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ جب شفیع طلب مواثبت کے بعد گواہوں کے

سامنے طلب اشہاد کررہا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مبیعہ کا حدود اربعہ اور اپنا تعلق بیان کرے تا کہ بات میں کوئی پوشیدگی باقی نہ رہے۔

قال العلامة عبدالرحمن شیخ زادہؒ : اویشھدعلی المشتری ولوغیر ذی یدبان یقول له اطلب منک الشفعة فی داراشتریتھا من فلان حدودھا کذا او انا شفیعھا بالشرکة فی الداراوالطریق لم بالجوار بدارحدودھا کذافسلمھا لی فلابدان یبین حدود الدارین مع کل واحدة من مراتب الثبوت (مجمع الانھر ج۲ ص۴۷۴ کتاب الشفعة) وفی الھندیة: منھا عقد المعاوضة وھوالبیع اوماھوبمعناہ فلاتجب الشفعة بمالیس بیع ولابمعنی البیع...... وکذاتجب فی الدارالمصالح عنھاعن اقرار (الفتاوی الھندیة ج۵ ص۱۶۰ کتاب الشفعة الباب الاول) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۲۹۷)

باجود اقرب کے ابعد سے طلب اشہاد

سوال: شفیع نے اطلاع پانے کے بعد اور قریبی زمین مبیعہ ہونے کے باوجود دوسرے گاؤں میں جا کر بائع کے پاس طلب اشہاد کیا تو س کا شفعہ باطل ہو جائیگا یا نہیں؟

جواب: باطل ہو جائے گا۔ (فتاوی عبدالحئی ص ۲۹۵)

بھائیوں کا مشترکہ طور پر دعوئے شفعہ کرنا

زید عمرو، بکر تینوں حقیقی بھائی شفیع تھے، زید نے شریعت کے مطابق طلب مواثبت واشہاد کی تمام شرائط پوری کردی اور بکر پوری نہ کرسکا لیکن مقدمے کے وقت تینوں بھائیوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے مبیعہ کے لوٹانے کا تینوں کی جانب سے بالاجماع دعویٰ کیا گیا تو یہ پورا دعویٰ شرعاً صحیح اور قابل مسموع ہوگا یا نہیں؟ اور عمرو بکر کا نام شامل نہ ہونے کی وجہ سے زید کا دعویٰ تو باطل نہ ہوگا؟

جواب: اس صورت میں دعوائے زید حق شفعہ میں باطل نہ ہوگا جیسا کہ اکثر کتب سے مفہوم ہوتا ہے۔ درحقیقت زید کا دعویٰ مسموع اور دوسرے بھائیوں کا غیر مسموع ہوگا۔ بالآخر حاکم بکر وعمرو کا دعویٰ خارج کرے گا اور زید کا دعویٰ مسموع ہوگا۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۸۔

شفعہ کے متعلق چند سوالات

سوال: شفعہ میں طلب مواثبت یا نائب وکیل واشہاد کے ذریعے سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: طلب صحیح ہوگی۔

سوال: ایک زمین دار ہمیشہ باہر رہتا ہے اور اپنی طرف سے وکیل کو مقرر کر کے مختار عام بنا دیا کہ جملہ حقوق میں اپنے مؤکل کی طرف سے طلب خصومت و طلب مواثبت کیا کرے۔ کسی معاملے حتیٰ کہ حق شفعہ میں بھی دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں تو ایسا وکیل اور مختار عام اپنے مؤکل کی طرف سے شفعہ میں طلب مواثبت اور طلب خصومت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: ایک زمین کے معاملے میں چند اشخاص مشترک طور پر درخواست دے کر حاکم سے دعویٰ شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں۔

سوال ایک ہی زمین میں اپنی طرف سے اصیل ہونے اور دوسری طرف سے وکیل ہونے کی حیثیت سے طلب مواثبت واشہاد یا طلب خصومت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر وکالت کی حیثیت سے اس کا دعویٰ باطل ہوگا تو اصیل ہونے کی حیثیت سے کیا حکم ہوگا؟

جواب: وکیل کہ خود بھی شفیع ہے۔ اگر مؤکل کی طرف سے طلب شفعہ کریگا اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

سوال: ایک زمین میں ایک ہی وکیل چند اشخاص کی جانب سے ایک جملے میں طلب مواثبت واشہاد کرے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: صحیح ہوگی۔ بشرطیکہ وہ تمام لوگوں کی طرف سے وکیل ہو۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۸۔

ثبوت شفعہ میں اختلاف کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک عورت نے چند حصے داروں کے مشترکہ مکانات میں سے کسی ایک کا حصہ خرید لیا جس پر دیگر شرکاء کی طرف سے دعویٰ دائر کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

شفیع کے چند رشتہ داروں نے آ کر شفیع کو بیع کی اطلاع دی یہ خبر سنتے ہی نو بجے صبح شفیع نے خبر دینے والے اشخاص سے کہا کہ یہ ہمارا حق ہے۔ ہم اس کو لیں گے اور انہیں کے ذریعے گھر سے روپیہ منگایا ہے اور دوپہر کے قریب بائع کے پاس گاؤں میں گئے۔ حالاں کہ وہ مکان شہر ہی میں تھے۔ اور یہ بائع ان پر قابض نہ تھا۔ ان اشخاص نے بائع سے کہا کہ شفیع یہ کہتا ہے کہ حق ہمارا ہے اور ہم کو دو، بائع نے کہا کہ میں تو بیع کر چکا تم عورت کے پاس روپیہ لے جاؤ اب یہ شام کو عورت کے پاس آئے اور کہا کہ شفیع اپنا حق لینے کیلئے تیار ہے اور روپیہ بھیجا شوہر نے کہا ہم نے مکان رہنے

کیلئے لیا ہے بیچنے کیلئے نہیں اور شفیع اس وقت ان ہی مشفوعہ مکانوں میں موجود تھا۔
اب شفیع کہتا ہے کہ طلب مواثبت واستشہاد شریعت کے مطابق ہوگئی۔ عورت کہتی ہے کہ موافق شرع ثابت نہیں ہوئی کیونکہ شفیع نے خبر دینے والوں کو چھوڑ کر شہر سے دور اور قصبہ نہ رکھنے والے بائع سے طلب اشہاد کیا۔ اور پھر اس طلب مواثبت واشہاد میں مکانات مشفوعہ کے حدود اربعہ بھی بیان نہیں کئے۔ لہذا قریب کو چھوڑ کر بعید سے استشہاد کرنا اور گواہوں کے ہوتے ہوئے اپنی طلب پر گواہ نہ کرنا اور مکانات مشفوعہ کے حدود اربعہ بیان نہ کرنا شفعہ کیلئے مبطل ہیں۔ دوسرا اعتراض عورت کی جانب سے یہ ہے کہ خود بقول شفیع طلب اشہاد میں توقف ہوا اور وہ بھی مبطل شفعہ ہے۔

اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلا اعتراض کہ شفیع نے دونوں طلب کے وقت حاضرین کو گواہ نہیں بنایا غیر معتبر ہے کیونکہ کہ مواثبت میں گواہ بنانا لازمی نہیں۔ اور طلب مواثبت کے بعد بائع یا مشتری کے قریب طلب اشہاد کرنا، اگرچہ ہدایہ اور دیگر کتب فقہ سے ظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے مگر معتبر یہ ہے کہ اس طلب میں اشہاد ضروری نہیں ہے۔ اور دوسرا اعتراض بھی غیر معتبر ہے کیونکہ طلب اشہاد بائع یا مشتری یا مبیع سے کسی ایک کے پاس ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ بائع یا مشتری قابض ہو یا غیر قابض اور قابض کو چھوڑ کر غیر قابض کے پاس طلب کرنا مبطل شفعہ نہیں ہے۔
نیز مکان کے حدود اربعہ کا بیان نہ کرنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے۔ اگرچہ ہدایہ وغیرہ کی ظاہر عبارات سے ضروری معلوم ہوتا ہے مگر قول معتبر یہ ہے کہ یہ شرط لزوم نہیں۔ بل کہ شرط اولویت ہے۔ اور طلب اشہاد کے بارے میں توقف کرنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے کہ فی الفور ہونا ضروری نہیں اور نہ اس کی کوئی مدت خاص مقرر ہے کہ اس قدر تاخیر کرنا مبطل شفعہ ہو۔ بلکہ مدار تمکن پر ہے۔
اور یہ عذر کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس طلب اشہاد کیا خصوصاً جب کہ بعید یعنی بائع شہر میں بھی نہیں اور مشتری اور مکان مشفوعہ شہر میں ہے۔ اگر اس میں بھی اختلاف ہے کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس اشہاد کرنا مبطل شفعہ ہے یا نہیں؟ مگر اکثر کتب معتبرہ سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ مبطل شفعہ ہے۔ مگر یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ اقرب کو بالکل ترک کر کے بعید سے طلب شفعہ کرے اور مذکورہ صورت میں اقرب کو بالکلیہ ترک نہیں کیا گیا۔ بلکہ شفیع نے دونوں سے طلب اشہاد کیا۔ زائد سے زائد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے بائع کی طرف کسی خاص مصلحت کی وجہ سے سبقت کی جس کی وجہ سے مشتری کے پاس طلب اشہاد کرنے میں قدرے تاخیر ہوگئی۔ مگر وہ مبطل

شفعہ نہیں۔ کیونکہ قرائن حالیہ اس بات پر...... موجود ہیں کہ یہ تاخیر بغرض اعراض نہ تھی۔ ہاں اگر بغرض اعراض ہوتی تو مبطل شفعہ ہوتی۔

اسکے علاوہ شفیع دو گواہوں کے سامنے طلب مواثبت کرنیکے وقت مطلوبہ مکانوں میں سے ایک مکان میں موجود تھا۔ لہٰذا یہ طلب مواثبت دو طلبوں کے قائم مقام ہوگئی۔ نیز اقرب اور تقدیم ابعد لازم نہیں آتی۔ خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ صورت میں طلب اشہاد و مواثبت کا تحقق وثبوت قواعد شرعیہ کے مطابق ہوگیا، اور حق شفعہ بھی ثابت ہوگیا اور مشتریہ کے اعتراضات قابل اعتبار نہیں۔ فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۰۔

دکان کو مالکانہ طور پر حاصل کرنے کے لئے لڑکی قسطیں دیتی رہی لیکن کاغذوں میں شوہر کے نام کر دیا تو مالک کون ہوگا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک باپ اپنی بیٹی فاطمہ کو ایک دکان دیتا ہے بعد ازاں گورنمنٹ اس دکان کی قیمت مقرر کرتی ہے باپ بیٹی کے شوہر محمد یامین سے کہتا ہے کہ دکان کی قیمت مقررہ ہوئی ہے جس کی اسی روپے ماہوار قسطیں ادا کرنی ہوگی اگر تم ادا کر سکتے ہو تو دکان تمہارے پاس رہ سکتی ہے ورنہ جو قیمت ادا کرے گا اس کی ہوگی محمد یامین یہ کہہ کر انکار کرتا ہے کہ میری تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ میں قسطیں ادا کروں مگر مسکین فاطمہ بیٹی قسطیں ادا کرنے کی حامی بھر لیتی ہے کہ جیسے بھی ہوگا میں ادا کروں گی پھر وہ کچھ کپڑے سی کر اور کچھ بچت کر کے دکان کی قیمت اپنے والد صاحب کے ذریعہ اپنے سسر اللہ داد کے نام سے ادا کر دیتی ہے اللہ داد مرنے سے تقریباً سات ماہ قبل وہ دکان اپنے لڑکے محمد یامین کے نام فاطمہ کے مشورہ سے تاکہ فاطمہ کو عدالت میں نہ جانا پڑے رجسٹری کرا دیتا ہے اور اس میں مبلغ ایک ہزار روپے کے عوض فروخت کرنا ظاہر کرتا ہے اللہ داد کی فوتگی کے بعد محمد یامین کئی مرتبہ اپنے رشتہ داروں میں اس بات کا اظہار کر چکا ہے کہ دکان فاطمہ کی ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے یہ اسی نے خریدی ہے تو کیا دکان کا اصل مالک شریعت کی رو سے کون ہے فاطمہ یا محمد یامین یا اللہ داد؟ بینوا توجروا۔

جواب...... صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ اس دکان کی مالکہ مسماۃ فاطمہ ہوگی قسطیں اس نے ادا کی ہیں اگرچہ قسطیں اللہ داد کے نام سے ادا کی ہیں اس کا ملکیت پر ہرگز اثر نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۵۷)

شفعہ اور اہل شرب

حق شفعہ میں جدید راستے کا اعتبار ہوگا

سوال: ایک زمین کو سیراب کرنے کیلئے پانی کے دو راستے ہوں ایک قدیم ایک جدید مگر اب جدید راستے سے ہی سیراب کیا جاتا ہو تو حق شفعہ میں قدیم راستے کا اعتبار ہوگا یا جدید کا؟

جواب: متروک راستے کا اعتبار نہیں، جدید راستہ جو مستعمل ہے اس کا اعتبار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۸)

بدون شرب بیع اراضی میں اہل شرب کو حق شفعہ ہے

سوال: ایک زمین فروخت کی گئی جس کیلئے شرب اور طریق ہے لیکن بیع بدون شرب اور بدون طریق ہوئی ہے تو اس صورت میں اہل شرب اور اہل طریق کو حق شفعہ ہے یا نہیں؟ اس مسئلے سے متعلق شامیہ اور ہندیہ کی عبارات میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

قال فی الشامية (قوله كالشرب والطريق) الشرب بكسر الشين النصيب من الماء وعطف القهستانی الطريق بثم وقال فلوبيع عقاربلاشرب وطريق وقت البيع فلاشفعة فيه من جهة حقوقه (رداالمحتارج ۵ص ۱۵۴) وقال فی الهندية ، اوكذالک لوباع ارضاً بلا شرب فلاهل الشرب الشفعة ولوبيعت هذه الداروهذه الارض مرة اخرى ليس لهم فيها الشفعة هكذافی الظهيرية (عالمگيريه ج۵ ص ۱۷۱)

دونوں عبارتوں پر غور فرما کر ترجیح یا تطبیق کی کوئی صورت متعین فرمائیں۔

جواب: اس صورت میں شریک فی الشرب (گھاٹ میں شریک) کو حق شفعہ ہے۔ شامیہ کی عبارت اس صورت سے متعلق ہے کہ ارض مبیعہ کے لئے بوقت بیع شرب نہ ہو اور عالم گیریہ کے جزئیہ میں ایسی زمین کا حکم مذکور ہے کہ اس زمین کیلئے بوقت بیع شرب تو ہو مگر بیع بدون شرب کی گئی ہو۔ لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶۰۔

حق شفعہ میں شریک فی الشرب مقدم ہے

سوال......ایک جگہ زمین کا ایک ٹکڑا فروخت ہوا اس پر دو آدمیوں نے حق شفعہ دائر کہہ دیا ہے مگر دونوں کے اسباب مختلف ہیں ان میں سے ایک آدمی بائع کے ساتھ راستے میں شریک ہے اور دوسرا پانی میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے تو ان دونوں میں سے کس کو شفعہ کا صحیح حقدار سمجھا جائے گا۔

جواب......شفعہ کے ثبوت کے لئے اگرچہ دونوں اسباب مساوی ہیں لیکن باعتبار ضرر راستے کا شریک زیادہ مقدم ہے اس لئے علماء نے شریک فی حق الشرب کو راستے کے حق میں شریک پر مقدم کیا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں پانی کا شریک حق شفعہ میں دوسرے پر مقدم ہے۔

فی مجلة الاحکام تحت المادة ۱۰۱۶ :حق الشرب مقدم علی حق الطریق' قال العلامة علی حیدرؒ: تحتها یعنی حق الشرب وحق الطریق وان کانام مستاویین من حیث کو نهمامن اسباب الشفعة لکن فی حال اجتماعها یقدم حق الشرب علی حق الطریق (دررالحکام شرح مجلة الاحکام ج۲ ص۷۶۶ قبل الفصل الثانی فی بیان شرائط الشفعة) قال العلامة ابراهیم الحلبی رحمه الله: لوشارکه احد فی الشرب وآخر فی الطریق فصاحب الشرب اولی من صاحب الطریق (الدرالمنتقی علی ها مش مجمع الانهر ج۲ ص۴۷۲ کتاب الشفعة) ومثله فی شرح المجلة لخالدالاتاسی ص۸۵۲ المادة ۱۰۱۶ قبل الفصل الثانی)فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۲۹۹)

پانی کے دو راستے ہوں تو ہر ایک میں شریک کو حق شفعہ

سوال: اگر ایک زمین کو سیراب کرنے کیلئے دو الگ الگ نالیاں ہوں تو دونوں کا شرکاء کو شفعہ کا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب: دونوں حق دار ہیں۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۸۔

ذیلی نالی والے کو اوپر کی نالی کی زمین میں حق شفعہ ہے

سوال: پہاڑ کے نیچے سے پانی آتا ہے جو ایک تالاب میں جمع ہوتا ہے پھر چار نالیوں میں تقسیم ہوتا۔ ہر ایک نالی سے باری باری کئی افراد اپنی اپنی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں پھر ہر نالی سے

دو......ذیلی نالیاں نکلتی ہیں۔ اب ایک شخص جس کی زمین اس بڑی نالی کے آخر میں ہے اور متفرق چھوٹی نالیوں کے ذریعے سیراب ہوتی ہے۔ اپنی زمین کے مختلف قطعات فروخت کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں درمیان والی بڑی نالی میں شریک تمام لوگ شفعہ کے حقدار ہیں یا صرف وہ لوگ حق دار ہیں جو ذیلی نالیوں میں بھی بائع کے ساتھ شریک ہیں اور بائع کی نالی کے اوپر کے تمام نالیوں والے محروم ہیں؟

جواب: ذیلی نالی کی زمین میں اوپر والے شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ البتہ نالیوں والے اوپر کی نالی کی زمین میں دعویٰ کر سکتے ہیں۔ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۹۔

مواضعات میں حق شفعہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید ایک موضع الہداد پور کا مالک ہے۔ اس کے متصل دوسرا موضع پردرہ ہے اور موضع پردرہ کے متصل تیسرا موضع محکم پور ہے۔ موضع پردرہ و محکم پور کا ایک شخص دوسرا مالک ہے اس نے ان مواضع کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ موضع پردرہ کا پانی بہہ کر الہداد پور میں جاتا ہے اور الہداد پور کا پانی پردرہ کی زمینوں میں جاتا ہے اور اسی طرح الہداپور کے کھیتوں کی آب پاشی موضع پردرہ کے کنوؤں سے ہوتی ہے اور اس کے برعکس اور راستہ دونوں گاؤں کا ایک دوسرے میں کو ہو کر جاتا ہے۔ اور اسی طرح محکم پور کا راستہ موضع پردرہ کی زمینوں سے ہو کر گذرتا ہے اور پردرہ کا راستہ موضع محکم پور سے گذرتا ہے اور منافع آمد و رفت اور پانی وغیرہ کے راستے موضع پردرہ اور محکم پور کے متحد ہیں اس صورت میں الہداد پور کے مالک زید کو ان دونوں گاؤں کا حق شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب:	ملک رجل	....	ملک رجل
	الہداد پور	....	پردرہ محکم پور

وفی عالمگیریة صاحب الطریق اولی بالشفعة من صاحب مسیل الماء اذا لم یکن مسیل الماء ملکا له .

سوال کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الہداد پور کا مالک نفس مبیع میں تو شریک نہیں مگر اس مواضع میں باہمی تعلقات ثابت کر کے حق مبیع میں شریک ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر اول تو الہداد پور اور پردرہ میں اس کا احتمال ہو سکتا ہے۔ سوچوں کہ ان دونوں کا کوئی طریق یا مسیل وغیرہ مدعی شفعہ و بائع میں مشترک بملک متماثل نہیں اور عالمگیری کی روایت بالا سے اس کا اشتراط معلوم ہوتا ہے۔ لہذا خلط فی حق المبیع بھی ثابت نہیں۔ اب صرف حق جوار رہ گیا جو صرف موضع پردرہ میں حاصل ہے سو اس میں دعویٰ شفعہ کا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مبطل نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۱)

متفرقات

شفیع شریک فی المبیع

سوال: زید و عمرو نے مشترکہ زمین میں دیوار قائم کر کے ایک جانب زید نے اور دوسری جانب عمرو نے قبضہ کر لیا اور دیوار میں شامل ہونے والی زمین مشترک رہی۔ اب زید نے اپنی مملوکہ زمین فروخت کر دی تو عمرو کونسا شفیع ہوگا۔

جواب: عمرو شفیع شریک فی المبیع ہوگا (فتاویٰ عبدالحی ۲۹۸)

طلب مواثبت میں شفیع اور مشتری کا اختلاف

سوال: شفیع اور مشتری میں طلب مواثبت میں اختلاف ہو گیا۔ شفیع کہتا ہے کہ میں نے بعد العلم طلب مواثبت کی ہے۔ مشتری انکار کرتا ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

جواب: اگر شفیع نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر دیا تو اس کا قول معتبر ہوگا ورنہ مشتری کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶۲)

شفیع کے لئے طلب مواثبت طلب اشہاد طلب خصومت ضروری ہیں ورنہ شفعہ درست نہیں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پانچ چھ سال قبل چوہدری نذیر احمد وڑائچ رہائشی ملتان شہر نے اپنے بچوں کے نام برخان کامیاب خان کھیوٹ دار موضع شجاع آباد سے زمین خریدی۔ بعد میں پانچ چھ سال ہوئے چوہدری نذیر احمد مذکور کے لڑکوں نے زمین فروخت کر دی جس کو عبدالعزیز شاہ ولد سید تاج احمد شاہ بخاری نے خریدا یہ نیا مشتری موضع کنویں کا رہائش پذیر ہے جو کہ موضع شجاع آباد سے ۱۳/ ۱۴ میل دور ہے۔ اس پر مسماۃ سردار بیگم زوجہ خان محبوب احمد خان جو کہ موضع شجاع آباد کے کئی صدیوں پرانے زمیندار اور کھیوٹ دار ہیں لہٰذا مسماۃ سردار بیگم نے اپنے قریبی اور منسلک ہونے کی وجہ سے رقبہ مذکورہ ایک کنال ۸ مرلے پر شفعہ کر دیا ہے مسماۃ سردار بیگم سابقہ کھیوٹ دار نے مشتری عبدالعزیز شاہ پر شفعہ کر دیا ہے مشتری مذکور عبدالعزیز شاہ ولد سید تاج احمد شاہ بخاری اس موضع شجاع آباد میں پہلے کھیوٹ دار تھا اور اب بھی ہے کیا شریعت میں مسماۃ مذکورہ شفعہ کی حقدار ہے یا نہیں اصل رقم زر بیع سے زیادہ شریعت میں لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب...... واضح رہے کہ شفعہ کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ جس وقت فروخت کردہ قطعہ زمین پر شفعہ کا دعویٰ ہواس کی صحیح بیع ہو چکی ہواور وہ شخصی ملکیت میں ہو نیز صحت بیع کے لئے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے طلب مواثبت' طلب اشہاد' طلب خصومت' طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہوگئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور میں نے اس پر شفعہ کر دیا ہے یہ طلب مواثبت ہے بعدازاں فوراً شفیع دو گواہوں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع' مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہوں کو شاہد بنائے یہ مطالبہ شفعہ روبرو گواہان طلب اشہاد ہے طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کر دے اس کا نام طلب خصومت ہے (کذافی فتاویٰ عالمگیری) اگر مشفوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفیع نے اس مجلس میں فوراً طلب مواثبت نہ کی تو شفعہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی مدت گزری کہ جس میں شفیع طلب اشہاد کر سکتا تھا لیکن شفیع نے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا حق شفعہ ساقط تصور ہوگا (حوالہ بالا) شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو بعدازاں اس کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل ذریعہ آبپاشی وطریق میں شریک ہو۔ بعدازاں وہ شخص کہ جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو پہلے کو شریک دوسرے کو ضبط اور تیسرے کو جار کہا جاتا ہے مستحق اول کی موجودگی میں دوم اور دوم کی موجودگی میں مستحق سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا ہاں اگر پہلا چھوڑ دے تو دوسرے کو شفعہ کا حق حاصل ہے اسی طرح اگر دوسرا چھوڑ دے تو تیسرے کو حق حاصل ہے شریک ضبط اور جار کے علاوہ کسی کو حق شفعہ شرعاً حاصل نہیں (کذافی العالمگیری)

صورت مسئولہ میں شرعی طریقہ سے تحقیق کی جائے اگر شفعہ ان شرائط کے مطابق ہے تو صحیح ہے ورنہ شفعہ شرعاً باطل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمودؒ ج ۹ ص ۴۷۲)

شفعہ کے دو وکیلوں میں سے ایک کو حق مخاصمت

سوال: اگر کسی شخص نے دو وکیل بالشفعہ بنائے تو ان میں سے ہر ایک کو حق مخاصمت حاصل ہوگا یا نہیں۔؟

جواب: ہر ایک کو حق مخاصمت حاصل ہے مگر بیع کا بالشفعہ لینے کا اختیار نہیں جب تک دونوں جمع نہ ہوں (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۹۹)

www.islamiurdubook.blogspot.com

شفعہ میں سامان کی قیمت دینا

سوال: اگر بیع اسباب کے عوض میں ہوتو شفیع کس چیز کے عوض مبیع کو حاصل کرے گا؟

جواب: اسباب کی قیمت ادا کر کے مبیع کو لے لے (فتاویٰ عبدالحیٔ ۲۹۶)

شفعہ میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال: شفعہ میں بیع نامے کی تحریر کردہ قیمت معتبر ہوتی ہے یا ثالث جو قیمت مقرر کردے وہ دینی پڑے گی؟

جواب: اصل قیمت جو کہ بائع و مشتری کے درمیان طے ہوجائے وہی معتبر ہے۔ بیع نامہ یا ثالث کی تجویز کردہ قیمت کا کوئی اعتبار نہیں (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۹۶)

حق شفعہ کے دعوے میں خرچہ عدالت کا حکم

سوال: ایک شخص نے ایک مکان بیچ لیا اس مکان کے پڑوسی نے عدالت دیوان میں شفعہ دائر کردیا اور مدعا علیہ کی تحریک پر فیصلہ ثالث شخص پر رکھا گیا اس میں سوال یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ مشتری نے کوئی کسی قسم کی لاگت مکان مبیعہ میں لگائی ہوتو اس کو کون برداشت کرے گا؟

۱............فریقین میں عدالت کا خرچہ کس طرح ڈالا جائے؟

جواب: شفیع کو حق شفعہ دلایا جائے۔

۲............جو لاگت مشتری نے لگائی ہے دیکھنا چاہئے اس کی کیا صورت ہے؟ اگر کوئی عمارت بڑھائی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے توڑنے پھوڑنے میں زمین کا کچھ نقصان ہے تب تو شفیع سے اصل قیمت اور ملبہ کی قیمت دونوں چیزیں دلائی جائیں گی مگر ملبے کی وہ قیمت دلائی جائے گی جو انہدام کے بعد قرار دی جائے اور اگر زمین کا کوئی نقصان نہیں تو شفیع کو اختیار ہے کہ خواہ مشتری سے کہہ دے کہ اپنی تعمیر جدا کرلے اور خواہ اصل زرثمن اور ملبے کی قیمت بقید مذکور دے کر مکان لے لے اور اگر کوئی تعمیر نہیں بنائی، بلکہ کچھ لیپ پوت کیا ہے تو شفیع کو دو اختیار ہیں۔ خواہ حق شفعہ چھوڑ دے اور خواہ لاگت دے کر مکان لے لے۔

اور خرچہ عدالت آیا مشتری کی جواب دہی کے سبب ہوا یا ابتدائی درخواست میں شفیع کا صرف ہوا (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۳)

شفعہ کوروکنے کے لئے بائع نے مقدمہ بازی پر جو رقم خرچی وہ مشتری کے ذمہ لازم ہے یا نہیں

سوال......زید نے بکر سے مکان کے لئے زمین خریدی بکر نے بھی چند ماہ پہلے وہی زمین خریدی تھی اسی میں بکر نے زید کو کچھ حصہ زمین کا دیا بکر نے یہ شرط رکھی کہ جو میں نے رجسٹری زمین کرائی تھی رجسٹری والی رقم جتنی ہوگی وہ بھی ادا کرنی پڑے گی زید نے شرط منظور کر کے ساری رقم ادا کر دی ابھی زید نے بکر سے رجسٹری زمین اپنے نام نہیں کرائی تھی کہ سابقہ مالکان زمین جن سے بکر نے خریدی تھی نے عدالت میں شفعہ دائر کر دیا اور زمین کے کچھ حصے پر بھی قابض ہو کر تعمیر شروع کر دی مگر بکر نے سابقہ مالکان زمین پر کیس مقدمہ کر دیا رشوت وغیرہ خرچ کر کے پولیس کے ذریعہ تعمیر گروادی اور خود قابض ہو گیا مگر ابھی تک ایک مرلہ زمین ان کے قبضہ میں ہے پھر زید نے عدالت میں وکیل وغیرہ کے اخراجات برداشت کر کے مقدمہ کی پیروی شروع کر دی اب جو کہ شفعہ کی میعاد ختم ہو چکی ہے سابقہ مالکان نے تقریباً پانچ ہزار روپیہ مزید پگڑی مانگ کر شفعہ بکر کے حق میں چھوڑ کر ۵۰۰۰ روپیہ لے کر فیصلہ کر دیا بکر نے مندرجہ بالا رقم ادا کر کے زمین شفعہ والی واپس لے لی ان سے تو معاملہ قطع ہو گیا مگر اب بکر زید کو کہتا ہے کہ اب مزید پولیس والی رقم یعنی رشوت اور وکیل کو جو رقم دی وہ برابر حصہ کی خرید ادا کرنی پڑے گی جبکہ زمین کی پہلے والی طے شدہ رقم زید ساری ادا کر چکا ہے بینوا توجروا۔

جواب......اگر زید نے بکر سے عہد کر لیا تھا کہ آپ مقدمہ کی پیروی کر کے جو خرچہ کرو گے میں حصہ رسدی ادا کروں گا تو زید پولیس اور وکیل والی رقم کا حصہ ادا کرے اور اگر یہ عہد نہیں ہوا تھا تو زید کے ذمہ کچھ نہیں آتا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۴۷۵)

حق شفعہ سن بلوغ تک موقوف ہوگا

سوال......جناب مفتی صاحب! میری صغرسنی میں میری زمین کے قریب کچھ زمین فروخت ہوئی تھی اس زمانے میں میرا کوئی ولی نہیں تھا اور اب میں بالغ ہو چکا ہوں تو کیا اس زمین پر مجھے شرعاً حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک صاحب نے مجھے کہا ہے کہ مدت طویلہ گزر جانے کی وجہ سے آپ کا حق شفعہ باطل ہو چکا ہے مہربانی فرما کر شریعت کے مطابق میری رہنمائی فرمائیں؟

جواب......شریعت اسلامی میں یہ ہے کہ جب شفیع نابالغ ہو تو اس کے باپ دادا کو شفیع کے لئے حق شفعہ کا مطالبہ کرنا چاہئے لیکن جس کا کوئی بھی ولی نہ ہو تو یہ حق اس کے سن بلوغ تک باقی

رہے گا اسی طرح اگر حقیقتاً اس وقت آپ کا کوئی ولی نہیں تھا اور آپ اب بالغ ہوئے ہیں تو آپ کو شفعہ کا حق حاصل ہے ایسی صورت میں مدت طویلہ کا گزرنا آپ کے حق شفعہ کو باطل نہیں کرتا۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: الجواب نعم وفي الاصل الوصي يطلب الشفعة للصغيرويقوم مقامه في لوازمها كلاب والجد...... فان لم يكن له احد من هو لأ فهوعلى شفعته اذاادرک فاذاادرک وقد ثبت له خيار البلوغ والشفعة اه (تنقيح الحامدية ج۲ ص۱۸۴ كتاب الشفعة جامع الفتاویٰ ج ۴ لما قال العلامة على بن محمد الجماعيؒ: ذكر في الخانية ان الخصم هوا الصغار في طلب الشفعة لهم وعليهم الا باء والاجداد على الترتيب السالف في فصل البيع وفي الاصل الوصي يطلب الشفعة لليتيم ويقوم بلوازمها كالا ب والجدوان لم يكن واحد منهم فهو على شفعته اذاادرک وقال محمد لا تبطل الشفعة ويقدر على الاخذ بعد البلوغ فاذابلغ .وقد ثبت له خيارالبلوغ (آداب الاوصياء على هامش جامع الفصولين ج ۲ ص ۲۴۱) (فتاویٰ حقانيه ج۶ ص ۲۹۲)

بوقت بیع موت شفیع میں اختلاف کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے اپنے والد کی وفات کے بعد بالغ ہوتے ہی بکر پر شفعہ کا دعویٰ دائر کر دیا جبکہ تمام لوازمات شفعہ پہلے مکمل کئے جا چکے تھے۔ بکر نے کہا کہ چونکہ بوقت بیع تمہارے والد زندہ تھے اور انہوں نے اس وقت کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ لہٰذا اب تمہارا دعویٰ لا حاصل ہے۔ زید نے بوقت بیع اپنے والد کی وفات پر بینے قائم کئے اور بکر نے اسکی زندگی میں بینے قائم کئے اب کس کے گواہوں کو ترجیح ہوگی۔

جواب: مندرجہ ذیل جزئیات سے بظاہر اس مسئلے پر استشہاد کیا جا سکتا ہے۔ چار جزئیات نقل کرنے کے بعد جزائیہ اولی وثانیہ سے بینہ شفیع کی اولویت معلوم ہو رہی ہے۔ مگر ان سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ صورت مسئلہ میں شفیع کے والد کی موت وحیات میں تنازع نہیں۔ اس کی موت پر جانبین متفق ہیں۔ تنازع امرین حادثین (الموت والشراء) کے تقدم وتاخیر میں ہے۔

جزئیہ ثالثہ ورابعہ سے بظاہر بینہ مشتری کو ترجیح معلوم ہو رہی ہے۔ مگر بنظر غائر بینہ شفیع کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جزئیات مذکورہ میں مدعیہ نکاح کے بینہ کے قبول ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ مدعیہ حق ہے اور جانب آخر اس کے حق کی منکر ہے اور اصولاً مدعی حق کا بینہ راجح

ہوتا ہے۔صورت متنازعہ فیہا میں چونکہ شفیع مدعی حق ہے اور مشتری منکر لہذا شفیع کا بینہ راجح ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر بالفرض مشتری کے بینہ ہی کو ترجیح ہو تو بھی یہ مشتری کیلئے مفید نہیں اس لئے کہ خریدنے کے وقت والد زید کی محض حیات ثابت ہو جانے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کو شراء، مشتری اور مبلغ ثمن کا بھی علم ہو چکا تھا اور اس کے باوجود خاموش رہا

اور اگر بروئے قانون " اذا تعارضا تساقطا" دونوں کے بینہ کو ساقط کر کے حال کو قاضی بنایا جائے تو بھی شفیع کو حق پہنچتا ہے۔

غرض یہ کہ وجوہ ذیل کی بناء پر حق شفیع قائم ہے۔

۱............شفیع مدعی ہے اور مشتری منکر، پس مدعی کا بینہ راجح ہوگا۔

۲............مشتری نے شفیع کے والد کے خریدنے اور خریدنے والے اور مبلغ ثمن کے علم کو ثابت نہیں کیا۔ ۳............قضاء بالحال (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۴)

کسی کے حق شفعہ کو ختم کرنے کیلئے اصل رقم سے زائد لکھوانا

سوال......آج کل مکان یا زمین کی خرید و فروخت میں یہ بات عام ہے کہ مشتری مبیعہ پر کسی کے شفعہ کرنے کے خوف سے بائع سے اصل رقم سے کئی گنا زائد رقم مثلاً دو لاکھ کی بجائے چار لاکھ روپے لکھوا لیتا ہے اور بائع بھی اس پر راضی ہوتا ہے تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب......صورت مسئولہ میں مشتری کا ایسا کرنا شفیع کے حق شفعہ کو دھوکہ اور فریب سے ساقط کرنے کے مترادف ہے اس لئے اس کا یہ عمل موجب گناہ ہے۔ لما قال العلامۃ ظفر احمد العثمانی۔ اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ امداد الاحکام ج ۳ ص ۱۶۴۔

شفعہ سے بچنے کیلئے زیادہ رقم لکھوانا جائز نہیں

سوال: شفعہ سے بچنے کیلئے اگر رجسٹری میں زیادہ رقم لکھوائی جائے جب کہ نیت یہ ہو کہ اگر زمین واپس کرنا پڑے تو زائد رقم نہیں لوں گا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: رجسٹری میں خلاف واقعہ زیادہ رقم لکھوانا جائز نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶۲)

مشتری کے مرنے سے شفیع کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا

سوال......ایک آدمی مثلاً زید نے عمرو کے متصل کچھ زمین خریدی مگر عمرو کو اس کی خبر نہ ہوئی اور اس دوران میں زید کا انتقال ہو گیا ایک ہفتہ بعد عمر کو زمین خریدنے کی خبر ہوئی اب عمرو شفعہ کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ میت پر شفعہ کرے یا اس کے وارثوں پر؟

جواب......واضح رہے کہ مشتری (خریدنے والے) کے مرنے سے شفیع کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا بلکہ شفعہ کا دعویٰ کرنا بدستور باقی ہے البتہ مشتری کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء سے حق شفعہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

قال الامام القدوریؒ: واذامات المشتری لم تسقط الشفعة(مختصر القدوری ص۹۲ کتاب الشفعه. وفی الهندیة: ولاتبطل بموت المشتری وللشفیع ان یأ خذمن ورثه الخ (الفتاوىٰ الهندية ج۵ ص۱۸۲ الباب التاسع فيما يبطل به حق الشفعة بعد ثبوته ومالايبطل) ومثله فی الهداية ج۴ ص۴۰۴ کتاب الشفعة' باب ماتبطل به الشفعة(فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۳۰۲)

فیصلے میں تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوگا

سوال: اگر شفیع نے حق شفعہ دائر کر دیا فیصلے میں تاخیر ہوتی رہی، کئی سال گذر گئے تو کیا اس تاخیر فیصلے سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر ساقط ہو جاتا ہے تو کتنی مدت میں ساقط ہوتا ہے؟

جواب: دعویٰ دائر کرنیکے بعد حق شفعہ کا فیصلہ قاضی کے اختیار میں ہے۔ اگر قاضی نے تاخیر کی تو چونکہ اس میں شفیع کی طرف سے غفلت نہیں پائی گئی اسکا حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ ص۳۵۷)

قتل عمد کے عوض لی گئی زمین پر شفعہ کرنا

سوال......ایک شخص نے کسی آدمی کو قتل کر دیا علاقائی جرگہ نے راضی نامہ کرتے ہوئے قاتل کی طرف سے کچھ زمین اور ایک لاکھ روپے نقد مع سورہ مقتول کی اولاد کو دینے کا فیصلہ کیا اب اس زمین کے قریب ایک مالدار آدمی کی زمین ہے اور اس نے عدالت میں شفعہ کا دعویٰ کر دیا ہے اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اس زمین کی قیمت ۶۰ ہزار روپے ظاہر کی جبکہ حقیقت میں وہ زمین تین چار لاکھ روپے کی ہے تو کیا اس طرح قتل عمد پر صلح کے عوض لی گئی زمین پر کسی کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب......ثبوت شفعہ کے لئے چونکہ مشفوع زمین کے عوض معاوضہ کا ہونا ضروری ہے جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے اس بناء پر فقہاء کرام نے قتل عمد کی صلح میں دی ہوئی زمین پر حق شفعہ کو معدوم قرار دیا ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی اس زمین پر کسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں۔

لماقال العلامةعلی حیدررحمه الله: واصلح عن دم العمدفلاتثبت

الشفعة لانه لوتثبت الشفعة فيه للزم ان يأ خذه الشفيع أما بقيمته اومجاناً ولايمكن الاخذ بالقيمة لأن المالک لذلک العقارلم يملکه بقيمته حتى يستطيع الشفيع اخذه بالقيمة(دررالحكام شرح مجلة الاحكام ج۲ ص ۷۲) المادة ۱۰۲۱' الفصل الثانى فى بيان شرائط الشفعة) قال الشيخ وهبة الزحيلي: لكن اختلفوافى التملک بعوض غيرمالى فالمهرو بدل الخلع اواجرطبيب اومحام مثلاً اواجرة داراوعوض فى الصلح عن دم عمدفقال الحنفية والحنابلة يشترط ان يكون عقدالمعاوضة مال بمال فلا شفعة اذاكان العوض غيرمال كمافى هذه الاحوال لان الشئى فى المعاوضة غيرالمالية يشبه الموهوب والموروث(الفقه الاسلامى ودلته ج۵ ص ۸۲۰)المبحث الخامس شروط الشفعة) ومثله فى الهندية ج۵ ص۱۶۰ كتاب الشفعة الباب الاول (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۳۰۳)

شیعہ باپ کی زمین پر سنی لڑکے کا شفعہ کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص شیعہ نے اپنی زمین کسی دوسرے آدمی کو فروخت کردی اس بائع شیعہ کا لڑکا سنی ہے اور سنی لڑکے نے اپنے باپ کی فروخت کی ہوئی زمین پر شفعہ کردیا ہے اب یہ سنی لڑکا اپنے باپ شیعہ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہ۔ شرعی طور پر اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب......اگر لڑکا باپ کے ساتھ زمین مذکور میں شریک حصہ دار ہے یا اس کے رقبہ زمین کے ساتھ لڑکے کی زمین ملی ہوئی ہے اور اس نے بیع کی اطلاع پاتے ہی فوراً کہہ دیا ہے کہ میں شفعہ کرتا ہوں اور اس کے بعد بائع یا مشتری کے پاس جا کر انہیں یہی اطلاع کردی ہو اور گواہ قائم کردیئے ہوں تو وہ حکومت کے فیصلہ حاصل کرنے کے بعد اس زمین کا جائز مالک بن سکتا ہے ورنہ نہیں تمام شروط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۹ ص۴۶۴)

احکام الیمین

قسم اور اس کے بعض الفاظ

یمین کی تعریف

سوال: یمین کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یمین کے لغوی معنی مضبوط کرنے کے ہیں اور شرعاً یمین نام ہے ایسے عقد و معاملہ کا کہ جس کے ذریعہ قسم کھانیوالے کا ارادہ کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر قوی اور مضبوط ہو جائے۔

فی الهندیة فالیمین فی الشریعة عبارة عن عقد قوی به عزم الحالف علی الفعل اوالترک کذافی الکفایة هندیة ج ۲ ص ۵۱ وهکذافی التنویر وشرحه علی هامش الشامیة (ج ۳ ص ۴۶) منهاج الفتاوی غیر مطبوعه.

قسم اور نذر کے احکام و مسائل

یمین منعقدہ کا حکم

سوال......ایک لڑکی کے والد نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کے نکاح میں اپنی لڑکی نہیں دوں گا اب فریقین کی آپس میں صلح ہوگئی ہے البتہ قسم کا معاملہ باقی ہے اب اگر یہ آدمی (لڑکی کا والد) اس شخص کے نکاح میں اپنی لڑکی دے دے تو اس پر کیا لازم آئے گا؟

جواب......اگر لڑکی کے والد نے یوں قسم کھائی ہو کہ میں فلاں شخص کے نکاح میں اپنی لڑکی نہیں دوں گا تو عقد نکاح کر دینے سے حانث ہوگا جس کے بدلے میں کفارہ لازم آئے گا تاہم اگر لڑکی بالغ ہو تو وہ والد کے کسی دخل کے بغیر اس شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اس سے اسکا والد حانث نہیں ہوگا۔

قال العلامة الحصکفیؒ: (و) ثالثها(منعقدة وهی حلفه علی مستقبل(آت) الخ ......(و) هذاالقسم (فی الکفارة) الخ...... فقط

الخ...... ان حنث (الدرالمختار علی هامش ردالمختار ج۳ ص۵۲) کتاب الایمان . قال العلامة ابو البرکات النسفیؒ: وعلی آت منعقد وفیه الکفاره فقط (کنزالدقائق ص۱۶۴ کتاب الایمان) ومثله فی الهندیة ج۲ ص۵۲ کتاب الایمان' الباب الاول (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۳۲)

کلمہ پڑھ کر اقرار کرنا قسم ہے

سوال: ہمارے علاقہ میں عام دستور ہے کہ یقین دلانے کیلئے کلمہ پڑھ کر بات کرتے ہیں اوراس کو قسم سمجھتے ہیں۔ آیا اس سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: قسم کی نیت سے کلمہ پڑھنے سے قسم ہو جاتی ہے اور جہاں اس کا عرف ہو جیسا کہ آپ کے علاقہ میں ہے وہاں بدون نیت بھی قسم ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۹۸)

خدا شاہد ہے کہنا قسم ہے

سوال: اگر کسی نے کہا کہ خدا گواہ ہے، یا خدا شاہد ہے تو قسم ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ان الفاظ سے قسم متعارف ہے اس لئے قسم ہوگئی۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۹۹)

حاش للہ سے قسم کا حکم

سوال: حاش للہ قسم ہے یا نہیں؟

جواب: حاش للہ یعنی سبحان اللہ ہے۔ اس سے قسم کا عرف ہو تو بلا نیت بھی قسم ہو جائیگی۔ قسم متعارف نہ ہو، تو بنیت قسم کہنے سے قسم ہوگی، ورنہ نہیں اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا یہ ہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۸۸)

قسم کو صفات الٰہی سے مؤکد کرنا

سوال: اپنی قسم کو صفات مثلاً معذب الکاذبین، عالم الغیب والشہادہ کیساتھ موکد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، ہدایہ میں ہے۔ یوکدبذکر اوصافه وهو التغلیظ. فتاویٰ عبدالحیؒ ص۲۵۲۔

قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹ بولنے والے کو گناہ ہوگا نہ کہ فیصلہ کرنیوالے کو

سوال...... آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں ہمارے برادری کے لوگ زیادہ تر فیصلے قرآن پاک پر کرتے ہیں کچھ لوگ قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹ بول جاتے ہیں مگر فیصلے کرنے والے کو اس کا بالکل علم نہیں ہوتا؟ تو کیا اس کا گناہ فیصلے کرنے والے پر بھی ہوگا جبکہ اسے اس کا بالکل علم نہیں ہوتا کہ گواہ یا ملزم نے غلط قسم کھائی ہے۔

جواب...... فیصلہ کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹ بولنے والوں پر گناہ ہے مگر برادری کے لوگوں کو چاہئے کہ قرآن کریم کی بے حرمتی نہ کرائیں اگر کسی شخص کے بارے میں خیال ہو کہ وہ قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بھی جھوٹ بول دیگا اس سے ہاتھ نہ رکھوائیں۔

لفظ ''بخدا'' یا ''واللہ'' کے ساتھ قسم ہو جائے گی

سوال...... میں نے ایک کاروبار شروع کیا اور میں نے اپنے ایک دوست سے باتوں باتوں میں بے اختیاری طور پر یہ کہہ دیا کہ بخدا اگر مجھے اس کاروبار میں نقصان ہوا تو میں یہ کاروبار بند کردوں گا میرا قسم کھانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن غلطی سے میرے منہ سے بخدا کا لفظ نکل گیا مجھے کاروبار میں نقصان ہوا ہے لیکن میں نے یہ کاروبار بند نہیں کیا ہے کیا میں نے قسم توڑ دی ہے؟ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ نیز کیا ''واللہ'' کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب...... لفظ ''بخدا'' کہنے سے قسم ہو گئی اور چونکہ آپ نے قسم توڑ دی اس لئے قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے اور وہ ہے دس محتاجوں کو دو مرتبہ کھانا کھلانا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ لفظ ''واللہ'' کہنے سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا جائز نہیں

سوال...... گزارش ہے کہ میری والدہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں سینما کی چوکھٹ پر قدم رکھوں تو مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم' اب وہ یہ قسم توڑنا چاہتی ہے اسکا کفارہ کیا ادا کیا جائیگا؟

جواب...... اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں اور ایسی قسم کے توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ اس سے توبہ کرنا لازم ہے (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۷۲)

غیر اللہ کی قسم کھانا

سوال: غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں، ہدایہ میں ہے۔ فالیمین باللہ دون غیرہ انتھی (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۵۵)

قسم میں اعتبار عرف کی تحقیق

سوال: ہمارے ملک میں یہ عرف ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ غیر کے گھر میں نہیں جائے گا اور اس کے ہاں کھانا وغیرہ نہیں کھائے گا تو بطور قسم کہتا ہے کہ مجھ پر اس کے گھر کا پانی حرام

ہے۔آیا یہ قسم صرف مسمیٰ یعنی پانی کے ساتھ خاص ہوگی، یا کہ عرف کے مطابق ہر قسم کے طعام کو شامل ہوگی۔بندہ کے خیال ناقص میں یہ قسم صرف پانی کے ساتھ خاص ہوگی۔حضرت فقہ فرماتے ہیں۔

الایمان مبنیة علی الالفاظ اور فرماتے ہیں: الایمان مبنیة علی العرف، نیز فرماتے ہیں۔ بالعرف یخص ولایزاد ودلالة العرف لا تاثیر لهافی جعل غر الملفوظ ملفوظاً ولایحنث بالغرض بلا مسمی لان الغرض یصلح مخصصالا مزیدا (ردالمحتار ج ۳ ص ۷۴)

صورت سوال میں جملہ ''مجھ پر اس کے گھر کا پانی حرام ہے'' میں اگر چہ عرفاً پانی کا لفظ ہر قسم کے طعام کو عام ہے۔مگر چوں کہ یہ لفظ مسمیٰ معین ومخصوص ہے اور مستعمل ہے مہجور نہیں، فقط اتنی بات ہے کہ عرف میں ہر دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ایک اصل پانی اور دوسرے معنی مطابق طعام، معنی ثانی میں مجاز ہے اور معنیٰ اول متروک نہیں، لہذا بندہ کے ناقص خیال میں یہ پانی کے معنیٰ میں ازدیاد ہے، اس کی تخصیص نہیں، کیونکہ یہاں عموم نہیں اور یہ غیر ملفوظ کو ملفوظ بنانا ہے۔اگر حالف کی غرض بھی عام ہوتا ہم غرض مخصص ہوتی ہے۔ نہ کہ مزید یہاں چوں کہ پانی کے لفظ میں عموم نہیں اس لئے تخصیص نہیں ہوسکتی بلکہ مزید ہے اور وہ صحیح نہیں، بندہ کے ناقص خیال میں اس کی نظیر یہ جزئیہ ہے۔لا یشتری لا نسان شیئاً بفلس برائے کرم اپنی رائے شافی سے تشفی فرمائیں۔

جواب: آپ کی رائے ہے جب حقیقت غیر مہجورہ اور مجاز متعارف جمع ہو جائیں تو عندالامام رحمہ اللہ تعالیٰ حقیقت پر عمل کیا جائے گا اور صاحبین رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عموم مجاز پر فتویٰ امام رحمہ اللہ کے قول پر ہے (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۲)

ہزار روزے رکھنے کی قسم کھانے کا حکم

سوال......ایک شخص نے کہا کہ میں کسی کی غیبت نہیں کروں گا اور اگر کی تو قسم ہے میں ایک ہزار روزے رکھوں گا بعدازاں اس شخص نے کسی کی غیبت کی تو اب اس پر پورے ہزار روزے رکھنا لازم ہیں یا کفارہ قسم؟

جواب......یہ شخص کفارہ یمین (یعنی تین روزے رکھنے) سے فارغ الذمہ ہوسکتا ہے

لمافی الهندية: وان علق بشرط لایرید کد خول الدار او نحوه یتخیر بین الکفارة وبین عین ماالتزمه وروی ان اباحنیفةؒ الی التخییر ایضاً وبهذا یفتی اسماعیل الزاهد قال رضی الله عنه هواختیاری ایضاً کذافی المبسوط.

(الفتاویٰ الهندیه ج ۲ ص ۶۵ کتاب الایمان' الفصل الثانی فی الکفاره

قال العلامة ابن نجیم المصری رحمه الله :ان فعلت کذافعلی حجة اوصوم سنة اوصدقة ما املکه اجزاه من ذلک کفارة یمین وهوقول محمدؒ و یخرج عن العهدة بالوفاء بماسمی ایضاً اذاکان شرطاً لایرید کونه لان فیه معنی الیمین وهوالمنع وهوبظاهره نذر فیتخیرویمیل الی ای الجهتین شاء (البحر الرائق ج ۴ ص ۲۹۵ کتاب الایمان)

ومثلہ فی الهدایۃ ج ۲ ص ۵۲ کتاب الایمان' الفصل الثانی (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۳۵)

دو تین کاموں کی قسم کھانے سے کتنی قسمیں ہوں گی

سوال: اگر کسی نے دو تین کاموں کے نام لے کر قسم کھائی یوں کہا کہ خدا کی قسم میں فلاں، فلاں کام نہ کروں گا تو یہ ایک قسم ہوگی یا جتنے کاموں کے نام لئے اتنی قسمیں ہوں گی۔ اگر ایک قسم ہوگی تو پھر ان کاموں میں سے اگر ایک کام کرے گا تو قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟

جواب: اگر حرف نفی کو مکرر ذکر کیا ہے، اس طرح سے کہ میں نہ فلاں کام کروں گا نہ فلاں کام تو یہ دو قسمیں ہوں گی اور اگر حرف نفی کو مکرر نہیں کیا اس طرح سے کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں گا تو ایک قسم ہوگی، پھر اگر اس میں سے ایک بھی کر لیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور دوسرا کام کرنے سے دوبارہ نہ ٹوٹے گی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۶)

کلما کی قسم کھانے کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: زید نے بکر و عمر کو کسی بات پر جبراً کہا کہ دونوں کو آپس میں تا قیام مدرسہ گفتگو کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اگر ایک کہیں چلا گیا اتفاقیہ دوسرے کے پاس اگر مہمان ہو گیا تو گفتگو کر سکتے ہیں اور اگر دونوں میں سے کوئی بیمار ہو گیا اور حالفین نے تیمارداری کی اجازت دی تو بول سکتے ہیں اور دونوں سے کہا کہ کُلما کے ساتھ حلف کھالو اور یوں کہو کہ میں نے فلاں کے ساتھ تا قیام مدرسہ قولاً وتحریراً گفتگو کی تو جتنی عورتوں سے نکاح کروں گا مطلقہ ہو جائیں گی، بکر و عمر نے مجبوراً تسلیم کر لیا، اگر محلوفین کے درمیان قرض ہو تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ اور شریک ہو کر کھانا پکائیں اور ایک ساتھ بیٹھ کھائیں اور ایک پیالہ سے تو حانث ہوں گے یا نہیں۔

نیز اس طرح حلف دلانے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسؤلہ میں تا قیام مدرسہ بکر و عمر کسی قسم کی بھی گفتگو کریں گے تو حانث ہو جائیں گے خواہ قولاً گفتگو کریں یا تحریراً حتیٰ کہ اگر ایک مجمع میں موجود تھا اور دوسرے نے آ کر سلام کیا تب بھی حانث ہو جائیں گے اسی طرح اگر چھینک وغیرہ کا جواب دیا جو کچھ قرض کا معاملہ آپس میں ہے اس کے متعلق جبر کرنے والوں سے کہیں کہ وہ کوئی انتظام کریں یا کوئی اور شخص وصول کر کے دے دے شریک ہو کر بغیر گفتگو کے کھانا کھانے پکانے اور ساتھ کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ (لان الیمین وقعت علی الکلام لا علی المؤاکلة)

اگر گفتگو کریں گے حانث ہو جائیں گے اور جو نکاح کریں گے طلاق ہو جائے گی، البتہ نکاح فضولی درست ہوگا، اگر گفتگو کرنے کے بعد نکاح کیا تب طلاق نہ ہوگی اور اس صورت میں خواہ خود نکاح کرے، خواہ وکیل کرے یا فضولی۔

اور اس قسم کا حلف دینا اکثر مشائخ کے نزدیک ناجائز ہے، اگر مدعا علیہ انکار کرے تو قاضی جبر نہیں کر سکتا اور نہ سکوت کی وجہ سے فیصلہ جائز ہے، اگر فیصلہ کر دے گا تو نافذ نہ ہوگا اور بعض علماء کے نزدیک جائز ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۰۴)

ارتداد کے بعد کلما کی قسم کا حکم

سوال: کسی شخص نے کلما کے لفظ سے قسم کھالی اور یہ گمان کیا کہ اسکا کفارہ کسی چیز سے نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ مرتد ہو گیا، پھر آدھ گھنٹہ بعد اسلام لے آیا تو ارتداد سے اسکے اعمال باطل اور کفارہ ساقط ہوا یا نہیں۔

جواب: یہ غلط ہے کہ کلما کی قسم کھا لینے کے بعد کوئی صورت جواز کی ممکن نہیں مرتد ہونے سے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر حج کر چکا تھا اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے۔ موت کا وقت معلوم نہیں کیا خبر آدھ گھنٹہ گذرنے سے پہلے ہی موت آ جائے اور پھر نہ ختم ہونے والی زندگی دردناک عذاب میں جہنم میں گذرے، مرتد ہونے سے صاحبین کے نزدیک تعلیق باطل نہیں ہوتی پس اگر اسلام لانے کے بعد شرط پائی جائے گی تو اس پر جزا کا ترتب ہوگا ہاں امام اعظمؒ کے نزدیک مرتد ہونے سے بشرطیکہ دارالحرب میں جا کر لاحق ہو جائے تعلیق باطل ہو جاتی ہے اور اس صورت میں جب کہ دارالحرب میں جا کر کوئی لاحق ہو جائے تو اس پر مرتد کے جمیع احکام جاری ہوں گے۔ کلما کے ساتھ قسم کھا کر جواز کی صورت (نکاح فضولی ہے) (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۰۷)

قسم کھانے کے بعد استثناء صحیح نہیں

سوال: زید عمر میں قسم ہوئی کہ ایک دوسرے کا کہنا مانا کرینگے چند یوم کے بعد زید نے عمر سے کہا

کہ تم مجھے اس بات کی اجازت دیدو کہ اگر تم نے قسم توڑ دی اور میرا کہنا نہ مانا تو پھر میں بھی تمہارا کہنا نہ مانوں گا، عمر نے اسکی اجازت دیدی اب عمر نے قسم توڑ دی اگر زید عمر کا کہنا نہ مانے تو زید بھی حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید حانث ہوگا کیونکہ اول جو حلف لیا بعد میں اس میں کچھ استثناء نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۷۶)

قسم کھائی کہ جائیداد سے کچھ نہیں لوں گا

سوال: ایک شخص نے اپنے والد کے ساتھ جھگڑا فساد کر کے یہ حلف کیا کہ اگر میں تمہاری جائیداد سے کچھ کھاؤں تو میں نبی کے دین سے خارج ہوں گا۔ اب اس کے والد کا انتقال ہوگیا ہے تو حلف سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب: ان الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اس جائیداد میں سے کچھ لے اور کھائے تو کفارہ قسم کا دے اور بصورت حنث اس کے کفر میں اختلاف ہے لہٰذا احوط یہ ہے کہ وہ شخص تجدید اسلام کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۳۹)

اگر صحیح یاد نہ ہو کہ صرف زبانی وعدہ کیا یا قسم اٹھائی تھی تو اب کیا حکم ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے جن کی عمر تقریباً ۶۰ برس ہے تقریباً ۴۰ برس گزرے ایک عہد اپنے دل میں کیا تھا (یا قسم اٹھائی تھی اچھی طرح یاد نہیں) کہ ہر روز سواپارہ قرآن پاک کی تلاوت کروں گی تاکہ قرآن پاک پر خوب روانی حاصل ہو جائے آج تک ان کا معمول یہی ہے اگرچہ اب عمر بڑھ جانے کی وجہ سے نہ صرف ان کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اتنا بڑا وظیفہ روزانہ ضروری سمجھنے کی وجہ سے پوری توجہ قرآن پاک کے مضمون کو دی جانی مشکل ہو جاتی ہے آپ کی رائے اس بارہ میں قابل قدر ہوگی کہ وہ آئندہ کے لئے بہرحال روزانہ وظیفہ سواپارہ کا جاری رکھیں یا احتیاط کفارہ وغیرہ (جو آپ بتلائیں) ادا کر کے وظیفہ حسب توفیق کم کر دیں۔

جواب.....اگر اس نے حلف نہیں اٹھایا صرف وعدہ ہے تو معذوری کی صورت میں اس کی خلاف ورزی کرنے سے کوئی گناہ یا کفارہ لازم نہیں آتا اور اگر حلف اٹھایا ہے اور وہ اب معذور ہے تو ایک روز تلاوت سواپارے کی چھوڑ دے اور اس کے بعد کفارہ ادا کرے کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو صبح شام کھانا کھلا دے یا دس مساکین کو پورے کپڑے بنا دے۔ اگر دس مساکین کو بقدر صدقہ فطر مثلاً پونے دو سیر یا دو سیر انگریزی گندم ہر ایک کو صدقہ کر دے تو یہ صبح و شام دو وقتہ کھانے کی جگہ کفایت کر جاتا ہے واللہ (اعلم فتاویٰ مفتی محمود یہ ج ۸ ص ۲۱۳)

قسم کھائی کہ عمر کی چیز نہیں کھاؤں گا

سوال: زید نے یہ قسم کھائی کہ میں عمر کی چیز نہیں کھاؤں گا۔ اب اگر عمر نے زید کو اپنی چیز ہبہ کردی یا عمر سے بطور قرض یا خرید کر کوئی چیز کھائی تو کیا زید اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا؟

جواب: ایمان کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ عرف میں جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی کوئی چیز نہیں کھاؤں گا تو اسکا مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ اگر وہ ہبہ کر کے اور اپنی ملک ختم کر کے دیگا تب بھی نہیں کھاؤں گا۔ بغیر اسکی اجازت کے بھی اس کی چیز نہیں کھاؤں گا لیکن اگر اس سے قرض لے لے یا خرید لے تو عرفاً یہ نہیں کہا جاتا کہ اسکی چیز کھائی ہے۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا ہبہ والی صورت میں حانث ہو جائیگا جہاں کا یہ عرف نہ ہو وہاں کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۸)

اللہ کی قسم تم کو یہ کام کرنا ہے

سوال: رشید نے حمید کو کہا کہ اللہ کی قسم تم کو یہ کام کرنا ہوگا۔ اب اگر حمید وہ کام نہ کرے تو رشید حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: رشید حانث ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۰)

تزئین کلام کیلئے غیر اللہ کی قسم

سوال: ابن عباسؓ حالت اعتکاف میں تھے کہ ایک شخص کو غمگین بیٹھے ہوئے دیکھا تو اعتکاف چھوڑ کر اس کے ساتھ اس کے کام کے لئے چل دیئے اس قصہ میں فرماتے ہیں کہ (بعزة صاحب هذا القبر) تو کیا یہ قسم جائز ہے۔ ایسا ہی حضرت عمرؓ کے زمانے میں قحط پڑا ایک شخص نے بکری کاٹی تو سوائے کھال اور ہڈی کے کچھ نہ تھا تو اس نے بے ساختہ کہا (وامحمداه) تو اس پر بعض لوگ اشکال کرتے ہیں کہ یہ کہنا جائز نہیں۔

جواب: یہ قول حضرت ابن عباسؓ کا نہیں بلکہ اس شخص کا ہے جو محزون بیٹھا تھا بسا اوقات الفاظ قسم صرف تزئین کلام کیلئے لائے جاتے ہیں۔ حقیقت قسم مراد نہیں ہوتی۔ اس صورت میں غیر اللہ کی قسم کے الفاظ کہنا جائز ہے۔ کماقالوا فی قولهم ولعمری (یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے) ای ورب عزة صاحب هذا القبر

نداء غائب اگر بعقیدہ سماع نہ ہو اور سنانا مقصود نہ ہو بلکہ بطور لذت و شوق، یا بطور حسرت و غم وغیرہ ہو تو جائز ہے، جیسا کہ شعراء وادیوں، نہروں، پہاڑوں اور درختوں کو پکارتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۳)

فلاں چیز گھر میں نہ رکھی تو ماروں گا قسم نہیں

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو نے فلاں چیز گھر میں نہ رکھی تو تجھ کو بہت ماروں گا اور پھر درمیان سال میں وہ چیز نہ ملی تو یہ قسم ہوئی اور خاوند پر نہ مارنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب یہ قسم نہیں ہوئی اور کفارہ اس میں واجب نہیں ہے اور زوجہ کو بھی نہ مارے اور آئندہ ایسا کلام نہ کرنا چاہئے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۱)

کھانے کی قسم میں دودھ شامل نہیں ہے

سوال: ایک شخص نے کہا کہ آج خدا کی قسم کھانا نہ کھاؤں گا۔ بعد اس کے مخاطب ایک گلاس دودھ کا بھرا ہوا لایا اور کہا کہ اگر کھانے کے لئے قسم کھائی ہے خیر یہ دودھ پی جاؤ اس شخص کے کہنے کی وجہ سے دودھ پی لیا آیا دودھ پینے والا حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں دودھ پینے سے شخص مذکور حانث نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۴)

واللہ عمر کبھی عالم نہ ہو سکے گا، یہ قسم ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے قسم کھائی کہ واللہ عمر کبھی عالم نہ ہو سکے گا یہ فی الواقع قسم ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو عمر کے کتنا بڑا عالم ہونے سے زید حانث ہو جائے گا۔

جواب: قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے، عرف میں اس شخص کو عالم کہنے لگتے ہیں جس کی دینیات درسیہ کل یا اکثر ہو جائیں اس مرتبہ میں زید حانث ہو جائیگا۔ (امدادالفتاویٰ ج ۲ص ۵۴۹)

ایک شخص نے مرغے کو کہا کہ اگر صبح میں تجھے ذبح نہ کروں تو بیوی کو طلاق، مرغا رات کو مر گیا کیا حکم ہے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا مرغا تھا جس نے عشاء کے وقت اذان دی اس نے کہا کہ اگر میں نے صبح اٹھ کر تجھے ذبح کر کے نہ کھایا تو میری بیوی میرے اوپر حرام ہے تو اچانک وہ مرغا اسی رات مر گیا ہے صبح اٹھے تو مرغا مرا ہوا تھا تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب..... وفی العالمگیریة ص ۹۴ ج ۲ ولو حلف لیا کلن ھذاالطعام (الی) وان وقتہ بوقت فقال لیاکلن ھذاالطعام الیوم فمات الحالف قبل مضی

الیوم لایحنث بالاجماع وان ھلک ذلک الطعام قبل مضی الیوم لایحنث قبل مضی الیوم بالاجماع حتی لاتلزمہ الکفارۃ) روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۲۹)

چوری کے شبہ کی وجہ سے قسم طلاق دینا

سوال: زید کے روپے چوری ہوگئے گمان ہے کہ بکر لے گیا۔ بکر صاف منکر ہے، زید کی خواہش ہے کہ بکر دو چار آدمیوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ اگر میں نے یہ روپیہ چرایا ہو تو میری بیوی پر تین طلاق، کسی حاکم یا زید کو ایسی قسم لینا جائز ہے؟ بکر قسم کھانے کو تیار ہے۔ ایسی حالت میں حاکم اور زید پر اس کا یقین کر لینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں دو مقام پر اختلاف ہے کہ ایک یہ کہ طلاق کی قسم لینے کا مدعی کو حق ہے یا نہیں؟ ایک قول اکثر کا یہ ہے کہ یہ حق نہیں اور اصل مذہب یہی ہے دوسرا یہ ہے کہ اس زمانے میں اس کا حق ہے۔ بعض نے دونوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ حاکم کی رائے پر ہے۔ اگر وہ ضرورت سمجھے تو ایسا حلف لے لے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا حلف لیا جائے۔ مگر مدعا علیہ انکار کرے تو آیا حکم مدعی کا دعویٰ ثابت کر دے گا۔ جیسا کہ قسم سے انکار کرنے کا حکم یہی ہے۔ یا یہ کہ پھر خدا کی قسم لی جائے؟ اس میں بھی دو قول ہیں احقر کی رائے یہ ہے کہ اختلاف اول میں دوسرا قول لیا جائے کہ مدعی کو اس کا حق ہو اور اختلاف ثانی میں بھی دوسرا قول لیا جائے کہ اس انکار سے مدعی کا دعویٰ ثابت نہ کیا جائے بلکہ صرف خدا کی قسم لے لی جائے پھر فائدہ اس حلف لینے کا یہ ہوگا کہ شاید کاذب ہونے کی صورت میں ڈر کر حق کا اقرار کر لے۔

تتمہ جواب بالا

بعد تحریر جواب بالا ایک دوست کے متوجہ کرنے سے تین امر اور ذہن میں آئے۔ ایک یہ کہ یہ جواب اس وقت ہے جب کہ زید کے قول کو دعویٰ کہا جائے لیکن واقعہ میں وہ شرعاً دعویٰ نہیں کیونکہ دعویٰ کا صیغہ وہ ہے جس میں جزم و تحقیق ہو اور یہاں محض گمان کی خبر ہے اس لئے صورت مسؤلہ میں زید کو بکر سے کسی قسم کے حلف لینے کا حق نہیں۔

امر دوم یہ ہے کہ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ دعویٰ جازمہ کے بعد بھی حلف لینے کا حق نہیں۔

امر سوم ایک شبہ کا جواب ہے کہ نکول (یعنی قسم سے باز رہنے سے) سرقہ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر حلف سے کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ قطع کے حق میں نکول حجت نہیں، ضمان کے حق میں حجت ہے (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۷)

قسم اتروانے سے قرض سے بری نہ ہوگا

سوال: ایک آدمی نے کہا کہ تم کچھ پیسے دیدو میں دغانہیں کروں گا اس پر حلف اٹھایا قسم کھائی پھر اس نے کہا کہ اچھا تو قسم اتاردے اس نے کہا کہ اتاردی تو اس نے کہا اب کچھ نہیں دیتا ایسے آدمی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص کسی کا حق ادا کرنے پر قادر ہو کر بھی ادا نہ کرے وہ ظالم اور غاصب ہے، سخت گنہگار ہے، قسم نہ کھاتا تب بھی ادا کرنا لازم تھا۔ قسم اتارنے سے بھی وہ بری نہ ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۰۲)

گھر میں قدم نہ رکھنے کی قسم کھانا

سوال: اگر کسی نے قسم کھائی کہ زید کے گھر میں قدم نہ رکھوں گا، اب وہ لیٹ کر اس کے گھر میں قدم رکھتا ہے تو حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر داخل ہو جائے گا تو حانث ہوگا، محض قدم رکھنے سے حانث نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو مطلقاً داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا۔ خواہ ننگے قدم داخل ہو یا سوار ہو کر کیوں کہ یہ اصل ہے کہ جب حقیقت متعذر ہو یا مہجور تو مجاز مراد لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر لیٹ کر قدم رکھے تو حانث نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۲۵۵)

شہادت کے بعد مدعا علیہ سے حلف طلب کرنا

سوال: اگر مدعی نے گواہ پیش کر دیئے مگر کسی وجہ سے دعویٰ ثابت نہ ہوسکا اور دوسرے گواہ پیش کرنے سے بھی عاجز ہے۔ اب مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے۔ کیا اسکو حلف لینے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: حق ہے، ہدایہ میں ہے (ان عجزعن ذالک و طلب یمین خصمه استحلفه علیها انتهی) (فتاویٰ عبدالحی ص ۲۵۵)

فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں۔ پھر اس نے وہ کام کرلیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ اس کلام کے بعد فلاں کام کرنے سے واقعتہً کافر ہو جائے گا اس کے باوجود وہ کام کرلیا تو یہ شخص کافر ہو گیا اور اگر یہ عقیدہ نہیں تھا بلکہ وہ اسے قسم سمجھتا تھا تو کافر نہیں ہوا۔ اس صورت میں اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۹)

باپ کیساتھ عدم شرکت کی قسم کھائی تو بیٹے کی شرکت سے حانث نہ ہوگا

سوال: زید وعمر دونوں بھائی عقد مزارعت میں شریک تھے۔ زید نے کسی بات پر کہا اگر میں تیری زندگی میں تیرے ساتھ شرکت کروں تو میری عورت پر تین طلاق پھر عمر نے اپنے برادر زادہ بکر کو اپنا شریک بنالیا اور زید کا بیٹا بکر جوان ہے مگر تابع باپ کے رہتا ہے۔

جواب: بالغ بیٹا مثل اجنبی کے ہے تو بیٹے کو شریک بنانا باپ کو شریک بنانا نہیں ہے۔ لہذا بیٹے کو شریک کرنے سے حانث نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۴۸)

بھائی کے ساتھ تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھانا

سوال......ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں آج کے بعد اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ تعلقات نہیں رکھوں گا اب وہ والدہ کے ناراض ہونے کی صورت میں بھائی سے تعلقات بحال کرنا چاہتا ہے اور اگر وہ قسم توڑ دے تو شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب......ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے یہ شخص بھی قسم توڑ کر کفارہ دیدے ورنہ گنہگار ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ومن حلف على معصية كعدم الكلام مع ابويه اوقتل فلان اليوم وجب الحنث والتكفير (الدرالمختارعلى هامش رد المحتار ج۳ ص ٦٢ مطلب كفارة اليمن) قال العلامة عبيدالله بن مسعودبن تاج الشريعة:ومن حلف على معصية كعدم الكلام مع ابويه حنث و كفر(شرح الوقاية ج۲ ص ۱۳۹ كتاب الايمان ومثله في مختصر القدورى ص ۲۰۲ كتاب الايمان (فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص ۳۷)

گھر نہ آنے کی قسم کھائی، پھر سامان بھیجا تو کیا حکم ہے؟

جواب: زید نے جھگڑے میں اپنی ساس کو کہا اگر میں تمہارے گھر آؤں یا کام کروں تو میری عورت مجھ پر حرام، حرام، حرام، جب زید کی عورت اپنی ماں کے گھر بیمار ہوئی تو زید نے تعویذ اور تربوز کسی شخص کو دیئے کہ میری ساس کو دیدینا زید حانث ہوا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید حانث نہیں ہوا کیونکہ زید اپنی ساس کے گھر نہیں آیا اور نہ اس کے کہنے سے اس کا کوئی کام کیا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۴۲)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی نہ ہونے کی قسم کھانا

سوال......ایک شخص نے یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کپڑے پہن لئے تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں ہوں گا بعد میں اس شخص نے وہ کپڑے پہن لئے اب اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب......یہ الفاظ یمین میں سے ہیں لہٰذا حنث کی صورت میں یہ شخص کفارہ ادا کرے گا تاہم حانث ہونے سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال العلامة الحصكفیؒ: تعليق الكفر بالشرط يمين وسيجی بانه ان اعتقد الكفر به يكفر والايكفر رای تلزمه الكفارة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۳ ص۵۲ مطلب فی القرآن اماالخلق بكلام الله قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاریؒ: وفی قوله هويهودی ان فصل كذاوحنث لزمته الكفارة وهل اختلف المشائخ فيه قال الشيخ الامام شمس الائمة ان اعتقده يمينا يكون يمينا واعتقده كفرايكون كفر اعلیٰ مايأتی فی الفاظ الكفر'(خلاصة الفتاویٰ ج۴' ۱۴ كتاب الايمان ومثله فی الهندية ج۲ ص۵۴ الباب الاول' الفصل الثانی (فتاویٰ حقانيه ج۵ ص۳۷)

قسم میں حرام کا استعمال

کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے

سوال: ایک شخص نے یوں کہا اگر میرا بھائی اپنی بیٹی کا رشتہ فلاں شخص کو دے تو مجھ پر اس جگہ رہنا حرام ہے، اگر رشتہ ہو گیا اور وہ اسی جگہ رہتا ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ یہ الفاظ قسم کے ہیں اس لئے اس شخص پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ احسن الفتاویٰ جلد۵ ص۴۹۵۔

حرام چیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے

سوال۔ ایک شخص نے یوں کہا کہ آئندہ مجھ پر سینما دیکھنا حرام ہے۔ اگر اس نے آئندہ کبھی سینما دیکھا تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے خواہ وہ چیز پہلے ہی حرام ہو جیسے شراب، خنزیر وغیرہ اسی طرح سینما دیکھنا اگرچہ ویسے ہی حرام ہے۔ معھذا اس کو اپنے اوپر حرام کرنے سے قسم ہو گئی۔ اگر خدانخواستہ اس نے آئندہ کبھی سینما دیکھا تو سخت گناہ کے علاوہ قسم کا کفارہ بھی واجب ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۹۵)

حلال اشیاء کو اپنے اوپر حرام کرنے کا حکم

سوال......اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں کام نہ کیا تو تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہوں گی؟ تو اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے قسم منعقد ہوگی یا نہیں؟ اگر منعقد ہوگی تو اس کا کفارہ کس وقت ادا کیا جائے گا؟

جواب......صورت مذکورہ میں یہ شخص موت سے قبل وہ جائز کام کرے تو حنث سے بچ جائے گا تاہم اگر پوری زندگی معہودہ جائز کام کرنے سے یہ شخص قاصر رہے تو زندگی کی آخری گھڑیوں میں حانث متصور ہوگا جس کی وجہ سے اس کے ورثاء پر کفارہ ادا کرنا ہوگا تمام حلال چیزوں کے عموم کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ بیوی بھی اس وقت طلاق بائن سے جدا ہوگی۔

قال العلامة الحصكفیؒ: (كل حل)اوحلال الله اوحلال المسلمين (على حرام) زادالكمال اوالحرام يلزمنی ونحوه فهوعلى الطعام والشراب)ولكن (الفتوىٰ فی زماننا على انه تبين امرأته الخ (الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار ج۳ ص۶۵ كتاب الايمان قال العلامة ابوالبركات عبدالله ابن احمدابن محمود النسفیؒ: كل حل على حرام على الطعام والشراب والفتوىٰ على انه تبين امرأته بلانية (كنزالدقائق ص۱۶۶ كتاب الايمان) ومثله فی الهندية ج۲ ص۵۵'۵۶ كتاب الايمان' الباب الثانی' الفصل الاول (فتاویٰ حقانيه ج۵ ص۳۲)

جنت حرام ہونے کی قسم کھانا

سوال: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو خدا مجھ پر جنت حرام کردے یا دوزخ کا عذاب دے، اس کا یہ قول یمین ہوگا یا نہیں؟

جواب: نہیں (مبسوط) (فتاویٰ عبدالحیٔ ص۲۵۴)

کسی معصیت پر قسم کھانا

سوال: اگر کسی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ فلاں کو سبق نہیں دوں گا اور اچھی بات کی تعلیم نہیں کروں گا تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنی قسم توڑے اور اس کے خلاف کرے یعنی اچھی بات کی تعلیم دے۔ اور کفارہ ادا کردے۔ حدیث میں ہے کہ جب تو کوئی قسم کھالے، پھر اس کے علاوہ میں خیر دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس بھلائی کو اختیار کر۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۵۴)

فعل غیر پر قسم کھانا

سوال: اگر کسی معاملہ میں زید پر قسم آئے لیکن فیصلے میں یہ بات طے ہو کہ چونکہ زید پر اطمینان نہیں۔ لہٰذا زید کی طرف سے اس کا والد یا بھائی قسم اٹھائے، سوال یہ ہے کہ اس طرح فعل غیر پر قسم اٹھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: فعل غیر پر قسم جائز نہیں البتہ اپنے عدم علم پر جائز ہے یعنی اس طرح قسم اٹھانا جائز نہیں کہ فلاں نے یہ کام نہیں کیا اور یوں جائز ہے کہ مجھے اس بارے میں علم نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۴)

جھوٹی قسم اور اس کے ذریعہ حاصل کئے ہوئے مال کا حکم

سوال: اگر ایک شخص دیدہ دانستہ جھوٹا حلف اٹھاتا ہے اور قرآن شریف سر پر اٹھا کر کہتا ہے کہ اس کیلئے کیا حکم ہے؟ آیا اس شخص کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا چاہئے؟

جواب: جس شخص نے جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی وہ سخت گنہگار ہے اور جو مال اس نے قسم کے ذریعے وصول کیا ہے وہ حرام ہے۔ لیکن اب اس پر کوئی کفارہ شرعاً نہیں بلکہ صرف یہ واجب ہے کہ جو مال اس قسم کے ذریعے وصول کیا ہے وہ مالک کو لوٹا دے اور آئندہ کیلئے ندامت کے ساتھ توبہ کرے اور جب وہ شخص یہ مال واپس کردے اور توبہ کرے تو مسلمانوں کو اس کیساتھ برتاؤ اور معاشرت جائز ہوگی۔ ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب تک توبہ نہ کرے اور مال واپس نہ کرے اس وقت تک اس سے خصوصی تعلقات منقطع کرلیں۔ (امداد المفتیین ص ۷۳۲)

قرآن کی قسم

قرآن کی قسم سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں

سوال: قرآن ہاتھ میں اٹھانے سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کو توڑنے پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ قرآن ہاتھ میں اٹھانے کو بعض جگہ قسم ہی سمجھتے ہوں؟

جواب: اگر قرآن مجید ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی یا یوں کہا کہ اس قرآن کی قسم تو قسم نہیں ہوئی البتہ اگر قرآن کی طرف اشارہ کئے بغیر کہا قرآن کی قسم یا کلام اللہ کی قسم یا قرآن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں جو کلام اللہ ہے اس کی قسم تو قسم ہو جائے گی۔ توڑنے پر کفارہ واجب ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۸۸)

قرآن مجید کی قسم کھانے کا حکم

سوال...... قرآن پاک کی قسم کھانا کیسا ہے؟ کیا اس سے قسم ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب...... چونکہ قسم کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اس لئے متاخرین ارباب فتویٰ نے عرف کی بناء پر قرآن کریم کی قسم کھانے کو الفاظ یمین سے شمار کیا ہے۔

قال العلامة الحصكفيؒ: قال الكمالؒ ولايخفىٰ ان الحلف بالقران الآن متعارف فيكون يميناً واما الحلف بكلام الله فيدور مع العرف، وقال العينيؒ وعندى ان المصحف يمين لاسيمافى زماننا وعندالثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين (الدرالمختاراعلى هامش ردالمختار ج۲ ص ۵۱،۵۲ كتاب الايمان. قال العلامة زين الدين ابن نجيم المصرىؒ: وفى فتح القدير ثم لايخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً كما هوقول الائمة الثلاثة (البحر الرائق ج۴ ص۲۸۶ كتاب الايمان) ومثله فى الهندية ج۲ ص۵۳ كتاب الايمان، الباب الثانى، الفصل الاول (فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص۳۴)

قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے

سوال: زید واور عمر ایک برہمن کی طرفدار بن کر خالد پر جھوٹ بول کر اس کو مجرم ٹھہرانا چاہتے

ہیں، خالد کو یہ توقع ہے کہ عدالت میں تحقیقات کے وقت زید وعمرو کے ہاتھ میں قرآن شریف دے کر اس کی قسم کے ساتھ ان سے کیفیت وتحقیق کرائی جائے گی۔ کیا شریعت میں اس طرح سے کیفیت تحقیق کرانے کی اجازت ہے؟

جواب: قرآن شریف کے ساتھ قسم جائز ہے، جیسا کہ ردالمختار میں عینی سے نقل کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص۲۴۳)

قرآن غیر اللہ میں سے ہے یا نہیں؟ اور اس کی قسم کیسی ہے؟

سوال: قسم غیر اللہ کی کھانا جائز نہیں۔ آیا غیر اللہ میں قرآن داخل ہے یا نہیں، اگر قرآن شریف کی صفات اللہ میں سے مانا جائے جیسا کہ صاحب فتح القدیر کی عبارت سے پتہ چلتا ہے تب تو قرآن شریف کے ساتھ قسم کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر صاحب وقایہ لکھ رہے ہیں۔

لالغیر الله کالنبی والقرآن والکعبة انتهی

پھر اس عبارت کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب: شامی نے قول صاحب ہدایہ

ومن حلف لغير الله تعالىٰ لم يكن حالفاً كالنبى والكعبة لقوله عليه السلام من كان حالفاً فليحلف بالله اوليذر وكذااذا حلف بالقرآن لانه غير متعارف الخ (نقل کرنے کے بعد فرمایا) فقوله وكذا يفيدانه ليس قسم الحلف لغير الله تعالىٰ بل هومن قسم الصفات ولذا عليه بانه غير متعارف:

پس معلوم ہوا کہ تحقیق یہ ہے کہ قرآن کو غیر اللہ میں داخل نہ کیا جائے کیونکہ جب قرآن بمعنی کلام اللہ تعالیٰ ہے تو صفت ہونا اس کا ظاہر ہے اور صفات لا ہو ولا غیر ہیں اور صاحب شرح وقایہ اور اسی طرح دیگر فقہا کا غیر اللہ کی مثال میں قرآن کو بیان کرنا مبنی علی غیر التحقیق ہے یا مبنی ہے۔ قرآن کو بمعنی مصحف لینے پر کیوں کہ مراد مصحف سے ورق اور جلد ہے، یا اس بناء پر کہ قرآن حروف ہیں اور حروف مخلوق ہیں اور ہر مخلوق غیر خالق ہے۔ مگر تحقیق وہی ہے جو پہلے کی گئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۶۰)

قرآن مجید کی قسم کھانا شرعاً معتبر نہیں

سوال: قرآن مجید کی قسم کھانا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کی قسم اگر چہ بعض کے نزدیک معتبر ہے جیسا کہ درمختار میں ہے لیکن اصحاب متون نے اس قسم کو شرعاً معتبر نہیں مانا۔ وقایہ میں ہے۔

لابغیر اللہ کالنبی والقرآن والکعبة انتھی وقال محمد فی الاصل لوقال والقرآن لایکون یمینا ذکرہ مطلقا کذافی العالمگیریة فتاویٰ عبدالحئ ص ۲۵۴ (اور شامی کی ترجیح بھی آچکی (ایوب)

قرآن کی قسم کھانے والے کو سچا نہ ماننا

سوال: زید کہتا ہے کہ جو شخص قرآن شریف یا کعبہ شریف کی قسم کھائے اس کا ضرور اعتبار کرنا چاہئے جو نہیں کرے گا وہ کافر ہے لیکن بکر کہتا ہے کہ سوائے خداوند قدوس کے اور کسی کی قسم کھانا ہی جائز نہیں۔ تو اس کا کیسے اعتبار کیا جائے گا کیا وہ جھوٹا سمجھا جائے گا؟

جواب: اتنی بات بکر کی صحیح ہے کہ خداوند قدوس کی ذاتی صفات کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں لیکن فقہا نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کی قسم کھانے سے بھی قسم صحیح ہو جاتی ہے لیکن بلاوجہ کسی کو جھوٹا کہنا درست نہیں۔ بلاضرورت بات بات پر قسم کھانا بھی شرعاً مذموم ہے۔ زید کا یہ کہنا کہ ایسی قسم کھانے والے کا جو اعتبار نہ کرے وہ کافر ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ اگر چہ قرائن سے اس کا جھوٹ ہونا معلوم ہو۔ یا مشاہدہ کے خلاف کوئی قسم کھائے چاہے اللہ ہی کی قسم ہو اس کا اعتبار نہ کرنے سے بھی آدمی کافر نہیں ہوتا۔ منافقین کی قسموں کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے جن کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۷)

قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یا بلا رکھے قسم اٹھانا

سوال...... الف نے قرآن پاک کی موجودگی میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا۔ ب۔ نے قرآن پاک کی غیر موجودگی میں قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا کیا ان دونوں قسموں میں کوئی فرق ہے؟

جواب...... کوئی فرق نہیں' قرآن پاک کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۴ ص ۲۷۵)

قرآن پاک گود میں لے کر وعدہ کا حکم

سوال: میں قرآن پڑھ رہا ہوں گود میں قرآن ہے اور کسی سے کچھ وعدہ کر لیتا ہوں کہ فلاں کام کرلوں گا اور احساس یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے وعدہ کر رہا ہوں اگر بعد میں اس سے یہ کہوں کہ میں وہ کام نہیں کر سکتا، مناسب ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن پاک پڑھنے کیلئے گود میں لئے ہوئے وعدہ کرنے سے قسم نہیں ہوئی جو وعدہ خالی گود کیا گیا ہو اس کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے، کوئی عذر پیش آجائے تو دوسری بات ہے، وعدہ کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ پورا نہیں کروں گا۔ نفاق کی علامت ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۶۰)

قرآن میں مخلوق کی قسم کیوں ہے

سوال: مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بار بار اپنی مخلوق کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً (والعادیات ضبحاً الآیه) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کی مختلف توجیہات ہیں۔

۱............ احکام شرع مکلفین کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ احکام کے مکلف نہیں (لا یسئل عما یفعل وهم یسلون)

۲............ ایسے موضع میں مضاف لفظ رب ہے والعدیت اصل میں ورب العدایت ہے۔

۳............ کبھی قسم سے مقسم ''یعنی جس چیز کی قسم کھائی جارہی ہے اسکی تعظیم مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کی کسی عجیب حالت کا بیان اور اس سے استشہاد مقصود ہوتا ہے۔ مخلوق کی قسم اس صورت میں ناجائز ہے۔ جب کہ اس کی تعظیم مقصود ہو۔

۴............ کبھی قسم سے صرف تزئین کلام مقصود ہوتی ہے۔ قسم مقصود نہیں ہوتی۔ کما قالوافی قولهم ولعمری. احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۴.

اگر عمر سے بات کروں تو ماں سے زنا کروں قسم نہیں

سوال...... زید نے کہا کہ اگر میں نے عمر سے بات کی تو یہ ایسا ہے کہ میں نے اپنی ماں سے زنا کیا اب زید کو عمر سے باتیں کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے تو باتیں کرنے کی صورت میں زید پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟

جواب...... صورت مذکورہ میں زید عمر سے باتیں کرسکتا ہے اور اس میں کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ یہ قسم نہیں، مزید برآں یہ الفاظ موجب ظہار بھی نہیں لعدم التشبہ اور نہ موجب ایلا ہے لعدم ارادة زوجة

لمافی الهندية: لوقال ان فعلت كذافان زان اوسارق اوشارب خمر اواكل ربوافليس بحالف كذافي الكافي (الفتاوىٰ الهندية ج۲ ص۵۵' الباب الثاني فيما يكون يميناً ومالايكون يميناً(الفصل الاول) قال العلامة

الحصکفی رحمه الله: (والاان) فعله غضبه الخ اوهوزان اوسارق اوشارب خمر اواکل ربالا) یکون قسماً لعدم التعارف فلوتعورف هل یکون یمینا ظاهر کلامهم نعم وظاهر کلام الکمال لاوتمام فی (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۳ ص ۶۲ کتاب الایمان ومثله فی کنز الدقائق ص ۱۵۵ کتاب الایمان (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۳۶)

ایسا کروں تو اپنی ماں کو دفن کروں

سوال: کسی کام کے لئے اگر کوئی شخص سزا مقرر کرے، مثلاً یہ کہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو ایسا ہو جیسے اپنی ماں کو زندہ دفن کروں، پھر اگر اس نے وہ کام کر لیا تو کچھ کفارہ اس کا ہے یا نہیں؟

ایسا کروں تو کلام اللہ کی مار پڑے

سوال: اب اس نے ان باتوں پر قرآن شریف اٹھایا کہ اگر ہم نماز ترک کریں، جھوٹ بولیں وغیرہ تو ہم کو کلام اللہ کی مار پڑے اور ہم دین دنیا کہیں کے نہ رہیں اور ہم عہد کرتے ہیں اور قرآن شریف اٹھاتے ہیں کہ یہ امور آئندہ سے نہ کریں گے۔ اب کوئی کام خلاف ہو گیا تو کفارہ ہے یا نہیں؟

جواب: پہلی صورت میں کچھ کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہے مگر دوسری صورت میں اگر وہ ان افعال میں سے کسی کو کرے کفارہ قسم کر دے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۵۰)

قسم کے وقت تورات وانجیل کی طرف اشارہ کرنا

سوال: قسم کو پختہ کرانے کے وقت تورات خاص یہود کے ہاتھ میں دے کر اور انجیل خاص نصاریٰ کے ہاتھ میں دے کر اس کی طرف اشارہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: نہیں عالمگیریہ میں ہے کہ مصحف معین کی جانب اشارہ کر کے قسم نہ کھائے بائیں طور کہ اس اللہ کی قسم نے اس انجیل کو یا اس تورات کو اتارا اس لئے کہ ان کتابوں میں تحریف کا ہونا ثابت ہے تو اشارہ کتاب محرف کی جانب ہوگا اور ایسی چیز کے ساتھ قسم کھانا لازم آئے گا جو اللہ کا کلام نہیں ہے۔ (هکذا فی البدائع) (فتاویٰ عبدالحی ص ۲۵۵)

جانبین کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے قرآن پر ہاتھ رکھ کر رقم اٹھالینا

سوال...... جانبین میں اختلاف کے بعد الزام اتارنے کے لئے رواج ہے کہ قرآن پاک پر اتنی رقم رکھ دیتا ہوں تو اٹھالے دوسرا فوراً اٹھالیتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ ایسا معاملہ از روئے شرع

جائز ہے یا نہیں؟ اگر چہ جھوٹا ہو؟ رکھنے والا بری ہو جاتا ہے اور اٹھانے والا خدانخواستہ جھوٹا ہو تو شریعت میں یہ کس سزا کا مستحق ہے؟

جواب...... قرآن کریم پر رقم رکھنا خلاف ادب ہے البتہ اگر رفع نزاع کی یہ صورت ہو سکتی ہو کہ جس شخص پر الزام ہے کہ وہ رقم قرآن مجید کے پاس رکھ دے اور مدعی سے کہا جائے کہ اگر واقعی یہ تمہارا حق ہے تو قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یہ رقم اٹھا لو رقم اٹھانے والا اگر جھوٹا ہوگا تو اس پر وبال پڑے گا۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۷۵)

قسم اور اس کا کفارہ

کفارہ قسم ادا کرنے کا طریقہ

سوال...... اگر کوئی شخص قسم توڑ دے تو اس پر کتنا کفارہ لازم ہوگا؟

جواب...... قسم کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو پوشاک دینا جو بدن کے اکثر حصہ کو ڈھانپ لے البتہ اگر کوئی مالی کفارہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو پھر تین روزے رکھنے سے وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو سکے گا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم اوتحریر رقبة فمن لم یجدفصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم (سورة المائدة) قال ابوالبرکات النسفیؒ: وکفارته تحریررقبة اواطعام عشرة مساکین کهما فی الظها او کسوتهم بمایستر عامة البدن فان عجزعن احداهما صام ثلثة ایام متشابهات (کنزالدقائق ص١٦٥، ١٦٦ کتاب الایمان) ومثله فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج٣ ص ٦٠ کتاب الایمان (فتاویٰ حقانیه ج٥ ص ۴)

قسم کا کفارہ کیا ہے؟

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہے۔

جواب: ایک غلام کو آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس میں سے ایک مسکین کو اتنا کپڑا دینا کہ وہ اکثر بدن کو چھپا سکے اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ممکن ہوں تو پھر مسلسل تین دن کے روزے رکھنا، کذا فی النقایہ۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ۲۵۶)

بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ

سوال: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں چائے نہیں پیوں گا، اگر وہ اپنی قسم بھول گیا اور چائے پی لی بعد میں اس کو یاد آیا تو اس قسم کا کفارہ دینا پڑے گا؟ یا جس طرح روزہ بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا کیا قسم بھی نہیں ٹوٹے گی؟

جواب: بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ کفارہ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۳۲۳)

قسم کے کفارہ کا کھانا دس مسکینوں کو وقفہ وقفہ سے دے سکتے ہیں

سوال..... قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقتہ کھانا کھلانا ہے اب مشکل یہ ہے کہ دس مسکین بیک وقت ملتے نہیں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں کہ دو چار دن کے وقفے سے چند مسکین کو آج کھلا دیا اور چند کو کچھ دن بعد؟ اس طرح دس مسکینوں کا دو وقتہ میزان وقفوں کیساتھ پورا کر دیں تو یہ جائز ہوگا کہ نہیں؟

جواب..... اس طرح بھی درست ہے مگر یہ ضروری ہے کہ ایک ہی مسکین کو دو وقتہ کھلائیں مثلاً اگر دس محتاجوں کو ایک وقت کا کھلایا اور دوسرے دس محتاجوں کو دوسرے وقت کا کھلایا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا (الجوہرۃ النیرہ ص ۲۵۲ ج ۲) (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۸۲)

کفارہ کے کھانے میں نابالغ کا ہونا

سوال: قسم کا کفارہ دس مسکینوں کا غلہ پونے دو سیر کے حساب سے دینا چاہئے یا بیس مسکینوں کو غلہ دیں کیوں کہ بہشتی زیور نمبر ۳ میں ارشاد ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے، اب حضور ارشاد فرمائیں کہ دس مسکینوں کو دیں یا بیس کو اور ان مسکینوں میں نابالغ مسکین ہو تو دیا جائے یا نہیں؟

جواب: دس مساکین میں سے ہر مسکین کو مثل صدقہ فطر کے دیں یہی قائم مقام دو وقت کے کھانے کے ہے۔ بیس مساکین کو نہیں دیا جاتا اور ان مساکین کو اگر دو وقت کھانا کھلایا جائے تب تو کسی مسکین کا نابالغ ہونا درست نہیں۔ البتہ جو بلوغ کے قریب ہو کہ خوراک اسکی مثل بالغ کے ہو وہ حکم بالغ میں ہے اور اگر ہر مسکین کو غلہ صدقہ فطر کے برابر دیا جائے تو نابالغ کو دینا بھی کافی ہے (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۷)

قسم کے کفارے کا کھانا بیس تیس مسکینوں کو اکٹھے کھلا دینا

سوال..... آپ نے قسم توڑنے کا کفارہ بتایا ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلایا جائے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک دیگ پکا کر ایک ہی وقت بیس تیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا جائے؟

جواب...... جی نہیں! اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا کیونکہ دس محتاجوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا شرط ہے اگر بیس آدمیوں کو ایک ہی وقت کھلا دیا یا دس محتاجوں کو ایک وقت اور دوسرے دس کو دوسرے وقت کھلایا تو کفارہ ادا نہیں ہوا بلکہ جن دس محتاجوں کو ایک وقت کھلایا انہی کو دوسرے وقت کھلانا لازم ہے ہاں! یہ جائز ہے کہ دس محتاجوں کو دو دن صبح کا یا دو دن شام کا کھانا کھلا دے (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۸۳)

کفارہ میں دو دن کھانا کھلانا

سوال: اگر کسی نے قسم کے کفارہ کی نیت سے دس مساکین کو ایک دن میں ایک وقت کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائیگا یا دس مساکین کو ایک ہی دن میں صبح و شام کھلانا ضروری ہے۔

جواب: ایک روایت کے مطابق ایک ہی دن میں صبح و شام کھلانا شرط ہے مگر راجح یہ ہے کہ شرط نہیں، اگر ایک کھانا ایک دن اور دوسرا کھانا دوسرے دن کھلا دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ دوسرے دن انہی مساکین کو کھلائے جن کو پہلے دن کھلایا تھا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۶)

اگر میں شادی کروں تو ماں سے کروں

سوال: ایک شخص کی نسبت عورت سے ہوگئی نکاح نہیں ہوا ایک موقعہ پر اس شخص نے قسم کھائی کہ اگر ایک عرصہ معینہ کے اندر شادی نہ ہوئی تو اگر میں شادی کروں تو اپنی ماں سے کروں اس معیاد کو گذرے ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔ شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شادی کرے اور پھر کفارہ قسم ادا کرے۔ (امداد المفتیین ص ۷۳۴)

قسم کھائی کہ فلاں کی منکوحہ سے نکاح کروں گا

سوال: سلمہ بکر کی منکوحہ ہے، خالد نے قسم کھائی کہ میں سلمہ سے نکاح کروں گا تو یہ قسم لغو ہوگی یا نہیں؟ اور دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: (اگر سلمہ سے شادی نہ کی تو) قسم کا کفارہ دینا لازم ہے اور دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۹۶)

خلاف قسم کالج میں پڑھنے سے کفارہ دینا ہوگا

سوال: علماء دین کے فتویٰ کے بموجب بندہ نے کالج کی تعلیم چھوڑ دی تھی اور جامعہ ملیہ علی گڑھ میں داخل ہو گیا تھا اور میں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ جب تک ہر ایک مسلمان پر عدم تعاون فرض ہے اس پر کار بند رہوں گا۔ اب والدین مجبور کرتے ہیں کہ اسلامیہ کالج لاہور میں جو کہ

گورنمنٹ کی امداد لیتا ہے داخل ہو جاؤں کیا حکم ہے؟

جواب: امداد لینا مدارس میں گورنمنٹ سے اگرچہ درست نہیں ہے لیکن ایسے مدارس اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنا اگرچہ اچھا نہیں ہے مگر درست ہے، پس اگر والدین مجبور کریں کہ کالج اسلامیہ لاہور میں داخل ہو کر پڑھو تو یہ درست ہے لیکن اگر حلف کے خلاف کام کیا اور قسم توڑی تو کفارہ قسم کا لازم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/ص ۹۱)

چند قسموں کے کفارے کا حکم

سوال: اگر کسی نے آئندہ کوئی کام کرنے یا نہ کرنے پر ایک ہی مجلس میں بلکہ ایک ہی کلام میں کئی بار قسم اٹھائی تو اس کے توڑنے پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یا کہ جتنی بار قسم اٹھائی ہر ایک پر مستقل کفارہ واجب ہے؟

جواب: چند قسموں پر کفاروں کا تعدد و توحد دونوں قول ہیں، ثانی اوسع اور ایسر اور اول راجح واشہر ہونے کے علاوہ احوط بھی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۵)

مورثوں کے حلف کا وارثوں پر اثر پڑتا ہے یا نہیں

سوال: باہم مختلف دو فریقوں نے یہ تجویز کی کہ سب فریق ایک ہو جائیں اور شادی غمی میں شریک رہیں، اس عہد کی پابندی کیلئے سب کے ہاتھ میں قرآن شریف دے کر یہ حلف لیا گیا کہ مراسم برادرانہ ترک کئے جائیں گے حلف لینے والوں میں سے چند اشخاص ہیں باقی فوت ہو گئے، ایک شخص نے یہ مخالفت کی کہ وہ اپنے گروہ کے خلاف دوسرے گروہ کی جانب سے مقدمات کی پیروی کرنے لگا اور کہا کہ گو اب تک ہم اپنے مورثوں کے حلف کے پابند ہیں مگر اس حلف کی پابندی ہم پر عائد نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ اور جو لوگ حلف کرنے والوں میں سے بقید حیات ہیں ان پر پابندی حلف لازم ہے یا نہیں؟

جواب: مورثوں کے حلف کا وارثوں پر کچھ اثر عائد نہیں ہوتا۔ البتہ جو لوگ ان حلف کرنیوالوں میں کے بقید حیات ہیں وہ اپنے حلف اور قسم کو توڑیں تو ان پر کفارہ لازم آئیگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲/ص ۳۸)

جب تک قرض ادا نہ ہوگا روزہ رکھوں گا

سوال: میری ۷۲ سالہ دادی نے قرض سے متفکر ہو کر عہد کر لیا ہے کہ تا ادائیگی قرض روزہ رکھوں گی چنانچہ ایک سال سے برابر روزہ رکھتی ہیں یہ صورت نذر کی ہے یا نہیں؟ کسی طرح دادی صاحبہ کا روزہ موقوف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت نذر کی نہیں ہے۔اس لئے ان کو قرض ادا ہونے تک روزہ رکھنا لازم نہیں ہے۔ اس دادی صاحبہ سے کہہ دیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور قسم کا کفارہ دیدیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۹۱)

درزی سے کپڑے نہ سلوانے کی قسم کا کیا کروں

سوال......ایک دن میں نے ایک جوڑا کپڑا اور ایک واسکٹ درزی کو سلائی کے لئے دیا وہ ہمارا رشتہ دار ہے اس نے کپڑے اور واسکٹ دونوں اتنے خراب سی کر دیئے کہ میں نے سخت غصے میں قسم کھائی کہ اس درزی سے عمر بھر میں کوئی چیز نہیں سلواؤں گا وہ درزی ہماری دکان میں ہے اس لئے اس سے سلوانے پر مجبور ہوں۔

جواب......درزی سے کپڑے سلوا لیجئے اس طرح قسم ٹوٹ جائے گی پھر کفارہ ادا کر دیجئے (آپ کے مسائل ج ۴ص ۲۹۳)

ولایتی کپڑے استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا

سوال: زید نے حلف کیا کہ میں آج سے ولایتی کپڑے کا استعمال حرام سمجھتا ہوں نہ استعمال کروں گا نہ خود خریدوں گا۔پس جو کپڑے اس حلف سے پیشتر زید کے پاس موجود ہیں اسکا استعمال جائز ہے یا حرام؟

جواب: وہ کپڑے جو پہلے سے خریدے ہوئے ہیں ان کا استعمال شرعاً درست ہے لیکن اگر حلف عام الفاظ میں کیا تھا کہ آج سے ولایتی کپڑا حرام سمجھتا ہوں اور ان کا استعمال اپنے اوپر حرام کر لیا تو کفارہ قسم کا دینا پڑے گا۔اگر چہ وہ پہلے خریدے ہوئے بھی استعمال کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۵)

امر حرام میں قسم توڑ کر کفارہ دے

سوال: چالیس آدمیوں نے طے کیا کہ ہر شخص آپس میں ایک دوسرے کی غمی وشادی میں شریک حال رہیں اور اس بات پر ہر شخص نے قسم کھائی کہ جو اس پنچایت سے الگ ہو جائے وہ امت محمدیہ سے خارج ہے۔اب اس پنچایت میں جہاں کہیں شادی ہوتی ہے تو گانا، بجانا اور ناچ وغیرہ رسوم شرک مثلاً کنگنا وغیرہ بھی ہوتی ہے ایسی حالت میں پنچایت میں شامل حال رہنا کیسا ہے؟ اور اس سے علیحدہ رہنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: اس صورت میں جس غمی وشادی میں گانا بجانا اور یہ رسوم خلاف شریعت ہوں اس میں شریک ہونا درست نہیں اور اس حالت میں قسم کو پورا کرنا جائز نہیں اور کفارہ قسم کا دیدیا جائے اور یہ کہنا لغو ہے کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو وہ امت سے خارج ہے بلکہ شریک ہونا کنگنا کی جگہ حرام ہے۔اور نہ شریک ہونا ضروری ہے اور ایسی قسم کا توڑنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۴)

نماز روزہ نہ چھوڑنے کی قسم کھائی

سوال: چند لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم نماز، روزہ قضا نہ کرینگے۔ پھر انہوں نے انکے خلاف کیا۔ حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: جن لوگوں نے قسم کھا کر اسکے خلاف کیا اور قسم توڑی ان پر کفارہ قسم کالازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۹۰)

دوسرے کو کام نہ سکھانے کی قسم کھانا

سوال: ہم لوگ شیشی بناتے ہیں اور ہماری پنچایت میں قرآن شریف اٹھایا گیا ہے کہ کوئی شخص باہر کے رہنے والوں کو کام نہ سکھائے یہ حلف شرع ہے یا نہیں؟ ایک شخص نے حلف توڑ دیا اسکے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا حلف کرنا بے شک خلاف شریعت ہے لیکن جو شخص اس حلف کو توڑ دے اس پر کفارہ یمین کالازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۶)

گھر ویران کرنے کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے

سوال: ایک عورت نے خاوند سے کہا کہ خدا کی قسم تیرے گھر کو ویران کروں گی۔ اگر ویران نہ کیا تو قسم کا کفارہ لازم آئے گا، یا وہ کافر ہو جائے گی؟

جواب: کفارہ قسم کا دینا لازم ہوگا اور وہ کافر نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۷۶)

آج رات بیوی سے نہیں ملوں گا

سوال: ایک شخص نے کلام مجید کی قسم کھائی کہ آج رات اپنی بیوی سے نہیں ملوں گا۔ پھر اپنی بیوی سے اسی رات میں ملاقات کی اس صورت میں وہ حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں حانث ہوگا اور کفارہ قسم کالازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۷۹)

عمر بھر نکاح نہ کرنے کی قسم کھانا

سوال: ایک بیوہ عورت سے اس کے دیور نے نکاح کے لئے کہا اس نے قرآن شریف کی قسم کھا کر یہ کہا کہ میں عمر بھر دوسرا نکاح نہ کروں گی۔ اب وہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا حکم ہے؟

جواب: اب اگر وہ نکاح کرے گی تو اس کو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ (فتاوی دارالعلوم ج ۱۲ص ۸۰)

شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تو شادی کر کے کفارہ ادا کرے

سوال..... مسئلہ یہ ہے کہ زید نے قرآن شریف پر غصہ کی حالت میں ہاتھ رکھ کر بلکہ قرآن

شریف اٹھا کر قسم کھائی کہ میں اس لڑکی سے شادی نہیں کروں گا مگر بعد میں اس غلطی پر پشیمانی ہوئی کیا اس کا کفارہ ہے؟

جواب...... نکاح کر لے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے یعنی دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ص ۲۸۹)

قسم کھائی کہ دوسری شادی نہیں کروں گا

سوال: میں نے قسم کھائی تھی کہ دوسری شادی نہیں کروں گا، اب اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اگر آپ دوسرا نکاح کریں گے تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۵۸)

قسم کھائی کہ طلاق نہ دوں گا، پھر عورت اپاہج نکلی

سوال: میں نے ایک عورت سے نکاح کیا، عورت کے بھائی نے قبل از نکاح سوائے تعریف کے اور کچھ ظاہر نہ کیا۔ رخصتی کے بعد معلوم ہوا کہ عورت بالکل اپاہج و مجبور ہے، ۵۰۰ روپے مہر مقرر ہوا تھا اور بوقت نکاح میں نے قسم کھائی تھی کہ طلاق نہ دوں گا۔ اب اگر طلاق دی جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں نکاح ہو گیا اور بلا وطی طلاق دینے کی صورت میں نصف مہر بذمہ شوہر لازم ہے اور طلاق نہ دینے کی جو قسم کھائی تھی بوجہ ضرورت مذکورہ بحالت مذکورہ اس قسم کو توڑنا جائز ہے۔ مگر کفارہ قسم کا لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۳۵)

قسم توڑنے سے نہ منافق ہوتا ہے نہ بیوی مطلقہ

سوال: ایک شاگرد نے کسی معاملہ دنیوی میں اپنے استاذ سے قسم کھائی پھر کسی وجہ سے قسم توڑ دی خلاف حکم استاذ کے کیا، اب استاذ صاحب شاگرد پر منافق ہونے کا ان کے پیچھے نماز نہ ہونے کا اور بیوی کے مطلقہ ہونے کا حکم لگاتے ہیں، آیا یہ تینوں امر ان پر عائد ہوتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ان تینوں امور میں کوئی امر بھی قسم توڑنے والے پر عائد نہیں ہوتا یہ استاد صاحب کا افترا اور جہالت ہے کہ حکم کفر و نفاق کا لگاتے ہیں۔ قسم توڑنے سے کفارہ قسم کا دینا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۵۶)

مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا

سوال: زید نے کہا کہ میں رات میں قرآن شریف کے ایک صفحہ کو حفظ کروں گا ورنہ جتنی

دفعہ جتنا کھانا کھاؤں گا سب میرے لئے حرام ہے اب زید نے حفظ پڑھنا چھوڑ دیا اور چند دن کے بعد اس نے یہ خیال کر کے کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اس کا شاید کفارہ نہیں، مرتد ہوگیا، العیاذ باللہ پھر اسلام لے آیا تو زید اسلام لانے کے بعد وہ قسم کے کفارہ سے سبکدوش ہوگیا، یا نہیں؟

جواب: حالت اسلام میں جو کفارہ لازم ہے، ارتداد سے اسکے ساقط ہونے میں اختلاف ہے محققین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا پس تجدید اسلام کے بعد کفارہ کی ادائیگی لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۰۶)

ہزار روزے کی قسم کھائی تو کیا کرے؟

سوال زید نے کچھ مال بکر کا چرایا بکر اس کو قسم کھلاتا ہے کہ اگر میں نے چرایا تو مجھ پر ہزار روزے فرض ہوں۔ کیا اس پر ہزار روزے فرض ہوں گے، ایسے ہی اگر آئندہ کی بابت قسم کھالے کہ اگر میں تیرا مال چراؤں تو مجھ پر ہزار واجب ہوں؟

جواب: دونوں صورتوں میں روزے فرض ہوں گے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۲)

ایسا کروں گا خدا اور رسول سے بے زار ہوں

سوال: ایک شخص نے نذر کی کہ فلاں چیز لوں گا تو خدا اور رسول سے بیزار ہوں گا اور وہ شخص اس چیز پر قائم ہوگیا تو اس کے واسطے کیا حکم شریعت میں ہے؟

جواب: اگر اس شخص نے اس کام کو کر لیا جس کے چھوڑنے کی قسم کھائی ہے تو اس پر کفارہ قسم کا واجب ہے اور قسم کا کفارہ ماقبل میں گذر چکا ہے اور آئندہ ایسی قسم نہ کھائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۳)

بخدا کل مطالبہ بے باق کروں گا

سوال: زید نے عمرو پر ڈگری کا اجراء کیا عمر نے زید کو کچھ روپیہ دے کر ماتحی کے واسطے مزید مہلت چاہی۔ مزید خدا کی قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ میں کل مطالبہ کو بے باق کروں گا، مگر بعض اصرار اور مجبوری کی وجہ سے اپنی قسم کے خلاف عمر کو مہلت دینا منظور کیا اس صورت میں زید پر کفارہ قسم کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں کفارہ قسم کا زید کے ذمہ لازم ہے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۷)

یہ قسم کھانا کہ فلاں مسجد میں آئے گا تو میں نہ آؤں گا

سوال: چند اشخاص نے بطور حلف کے یہ کہا کہ اگر یہی نشہ نوش مسجد میں آئے گا تو ہم نماز پڑھنے مسجد میں نہ آویں گے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا حلف کرنا گناہ ہے، اس حلف کو توڑ کر کفارہ قسم کا دینا چاہئے۔ اور مسجد میں آنا چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۷۵)

نہ کہنے کی قسم کھائی تھی اور کہہ دیا تو حانث ہوگا

سوال: زید نے عمر سے ایک بات کہی اس کے بعد زبردستی قسم کھلائی بایں طور کہ اقرار کرو کہ اگر میں اس بات کو کسی سے کہوں تو واللہ قیامت کے روز حضرت صاحب کی امت میں نہ اٹھایا جاؤں، حالانکہ زید قسم نہیں کھاتا تھا کسی وجہ سے مجبور تھا، اب اگر زید اس بات کو کسی سے کہہ دے تو حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید حانث ہو جائیگا، کفارہ قسم کا اسکو ادا کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۵۸)

غصہ میں بھی قسم ہو جاتی ہے

سوال: ایک شخص نے غصہ میں قسم کھائی کہ اگر تم نے مجھ سے مذاق کیا تو میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا، خلاف کرنے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اگر وہ شخص اپنی قسم کے خلاف کرے گا تو کفارہ قسم کا اس کے ذمے لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۶۰)

اگر فلاں چیز کھاؤں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں

سوال: زید نے ان الفاظ میں قسم کھائی کہ اگر زندگی بھر سویاں کھاؤں، یا پیوں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں نعوذ باللہ، تو ایسی قسم کھانا اور اس پر جمے رہنا کیسا ہے؟

جواب: ایسی قسم کھانا انتہائی جہالت اور قساوت کی نشانی ہے۔ اس کو چاہئے کہ اپنی قسم کے خلاف کرے، یعنی سویاں کھا پی لے اور اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے اور آئندہ کبھی بھی ایسی جرأت نہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۹)

"تمہاری چیز کھاؤں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں" کہنے سے قسم

سوال...... میں ایک کارپوریشن میں کام کرتا ہوں جہاں میں کام کرتا ہوں وہاں ایک سیکشن میں دو کمرے ہیں ہم لوگ دو کمروں میں بیٹھے ہوئے کام کرتے ہیں ہم لوگوں میں کسی کے ہاں کوئی خوشی ہو تو مٹھائیاں وغیرہ تقسیم کرتے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دوسرے کمرے والوں نے روپے جمع کر کے مٹھائی تقسیم کی انہوں نے اپنے لئے چم چم مٹھائی منگوائی اور ہمارے لئے گلاب جامن کے ڈبے بھیجے' جب ہمیں پتہ چلا کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو میں نے اس سے جو کہ بڑا بنا ہوا تھا کہا مسلمان تو وہ ہوتا ہے جو چیز اپنے لئے پسند کرے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی چیز ہونی چاہئے اس میں بات بڑھ گئی تو میں نے غصہ میں اس کی قسم کھائی کہ تمہارے کمرے کے کسی بھی آدمی

کی تقسیم کردہ کوئی چیز کھاؤں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں اس بات کو تقریباً تین سال گزر چکے ہیں اس دن سے وہ لوگ کوئی چیز ہمیں کھانے کے لئے دیتے ہیں میں نہیں کھاتا اس بات پر وہ لوگ سب ناراض ہوتے ہیں اور مجھے بھی افسوس ہوتا ہے کہ اس وقت یہ قسم نہ کھاتا برائے مہربانی اس قسم کا شرعی طور پر حل بتائیں اس کا توڑ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو پھر کس طرح سے ٹوٹ سکتی ہے کفارہ کیا ہے؟

جواب...... آپ نے بڑی غلط قسم کھائی اس قسم کو توڑ دیجئے اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دیجئے قسم کا کفارہ ہے دس محتاجوں کو دو وقت کھانا کھلانا اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۹۲)

کسی کے نکلوانے کی قسم کھانا

سوال: کسی شخص نے کسی کے نکلوانے کی قسم کھائی، لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: قسم کا کفارہ دے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۸۹)

نذر ذبح میں قیمت کا تصدق جائز ہے

سوال: بندہ نے نذر مانی یہ بکرا اگر میرا فلاں کام ہو گیا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء کو تقسیم کروں گا اب کام ہونے پر بندہ نے اس کی قیمت فقراء کو تقسیم کر دی تو نذر ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: اضحیہ کے سوا نذر ذبح سے گوشت کے صدقہ کرنے کی نذر مقصود ہے ورنہ نفس ذبح کی نذر صحیح نہیں۔ اس لئے اضحیہ کے سوا ذبح حیوان عبادت مقصودہ نہیں۔ بلکہ گوشت کا صدقہ مقصود ہے، تو اس سے ثابت ہوا کہ ذبح حیوان واجب نہیں بلکہ اختیار ہے کہ چاہے یہ بکرا ذبح کر کے گوشت صدقہ کرے یا بکرا زندہ صدقہ کر دے یا اس کی قیمت صدقہ کرے یا قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز۔

فائدہ: بنص فقہا نذر میں زمان، مکان اور درہم وفقیر وغیرہ کی تعین سے نذر ان قیود سے مختص نہیں ہوتی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو بحکم نذر ہونے کی وجہ سے بعینہ اسی جانور کو اس پر واجب ہے۔ تبدیل کرنا جائز نہیں اس صورت میں اختصاص نذر کیوں ہوا؟ وجہ الفرق یہ معلوم ہوتی ہے کہ نذر قربانی میں فعل منذور یعنی ذبح کا اثر حسی حیوان میں پایا جاتا ہے۔ اور نذر تصدق میں مسمیٰ میں فعل منذور یعنی تصدق کا کوئی اثر حسی نہیں پایا جاتا (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۲)

آسمانی کتابوں سے بری ہونے کی قسم کھانا

سوال...... زید نے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں چاروں آسمانی کتابوں سے

بری ہوں گا اس کے بعد اس نے وہ کام کرلیا تو اب اس صورت میں وہ حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب...... یہ الفاظ قسم کے ہیں اس لئے حنث کی صورت میں اس شخص پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

قال العلامة ابوالليث السمرقندیؒ: ولوقال ان افعل كذافانا برى من الكتب الاربعة فان حنث فعليه كفارة واحدة (الفتاویٰ النوازل ص ۱۶۳)

وفی الهندية: ولوقال ان فعلت كذافانابرى من الكتب الاربعة فهويمين واحدة (الفتاویٰ الهندية ج ۲ ص ۵۷ الباب الثانی' الفصل الاول)

ومثلہ فی البحر الرائق ج ۴ ص ۲۸۵ کتاب الایمان (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۳۸)

گناہ ہوتا ہے کفارہ نہیں

"تمہیں میری قسم" کہنے سے قسم نہیں ہوتی

سوال...... محترم میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ماں اپنے بیٹے کو یہ کہے کہ تمہیں میری قسم ہے اگر تم فلاں کام کرو' یا یہ کہے کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور بیٹا اس قسم کو توڑ دیتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب...... "تمہیں میری قسم" کہنے سے قسم نہیں ہوتی اسی طرح "دودھ نہیں بخشوں گی" کے لفظ سے بھی قسم نہیں ہوتی اس لئے اگر اس شخص نے اپنی والدہ کے حکم کے خلاف کیا تو قسم نہیں ٹوٹی نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے البتہ اس کو اپنی والدہ کی نافرمانی کا گناہ ہوگا بشرطیکہ والدہ نے جائز بات کہی ہو (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۹۵)

فلاں کام کروں تو خدا کے دیدار سے محروم رہوں

سوال: ایک شخص نے یہ عہد کیا کہ اگر اب سے میں برے کام کو کروں تو خدا کا دیدار اور شفاعت نبویؐ مجھے نصیب نہ ہو، والعیاذ باللہ اور دونوں جہان میں میرا روسیاہ ہو، کچھ عرصہ بعد وہی کام اس نے کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: الفاظ مذکورہ فی السوال سے قسم منعقد نہیں ہوتی، لہٰذا اس کام کے کرنے سے کفارہ واجب نہ ہوگا۔ آئندہ اس قسم کے الفاظ کہنے سے اجتناب کرنا چاہئے اور صدق دل سے اس برے فعل سے توبہ نصوح کرنی چاہئے اور اس فعل بد سے بچنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۱)

فلاں دن قرض ادا کردوں گا، پہلے ہی ادا کردیا تو حانث نہ ہوگا

سوال: اگر کسی نے حلف کیا کہ میں فلاں دن قرض ادا کردوں گا اب اس نے پہلے ہی ادا کردیا تو حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں حانث نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۷۰)

شطرنج کے سلسلہ میں حلف اٹھانا

سوال: زید نے شطرنج کھیلنے سے حلف اٹھایا ہے۔ اگر کفارہ دینا چاہئے تو کیا مقدار ہے؟

جواب: شطرنج کھیلنے کا حلف اٹھانے سے معلوم نہیں سائل کا کیا مطلب ہے؟ آیا یہ حلف کیا ہے کہ نہ کھیلوں گا یا یہ کھیلوں گا، پس اگر اس نے نہ کھیلنے کا حلف کیا ہے تو یہ اچھا کیا ہے اور اس قسم کو نہ توڑے اور اگر یہ حلف کیا ہے کہ شطرنج کھیلا کروں گا تو اس قسم کو توڑنا چاہئے اور اس کھیل کو ترک کرنا چاہئے۔ کیونکہ شطرنج کھیلنا حرام ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۹۴)

دودھ کے حلف سے گھی کھانا سبب حلف نہ ہوگا

سوال: زید نے کہا میں اس بھینس کا دودھ نہ پیوں گا اور کوئی شرط نہیں کی، آیا زید کو اس بھینس کا گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور صرف اس بھینس کا جائز نہیں یا ہمیشہ کیلئے نیز بھینس مذکور کی کڑی کا دودھ بشرط زندگی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گھی کھانا درست ہے اور اس کی کڑی کا دودھ بھی جائز ہے، صرف اس کا دودھ پینے سے کفارہ لازم آئے گا، پھر جائز ہو جائے گا۔ (جب کوئی شرط نہیں کی تو یمین نہیں ہوئی اور اس کی وجہ سے کھانے سے حانث نہ ہوگا ظفیر (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۴)

فلاں کو فلاں چیز نہیں لینے دوں گا

سوال: زید کی ماں نے اس کی بیوی ہندہ کو ۳ عدد سونے کے زیور دیئے تھے اس کی ماں بیٹے میں کچھ کشیدگی ہوئی تو زید نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو مذکورہ زیورات نہیں لینے دوں گا اور جو زیورات ہندہ کے پاس تھے اتار کر پھینک دیئے، زید کی ماں نے دوبارہ وہ زیورات ہندہ کو دیئے اور زید کو کہنے سے واپس نہیں کرتی تو اس صورت میں زید کی قسم ٹوٹی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید کی قسم نہیں ٹوٹی اور زید پر کفارہ قسم کا لازم نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۷۷)

''میں اپنے باپ سے نہیں ہوں گا'' کہنے کی شرعی حیثیت

سوال...... پختون معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بات پر کسی کو پختہ یقین دلانا چاہتا ہے تو یوں کہتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام اس طرح نہ کیا تو میں اپنے باپ کے نطفہ سے نہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قسم کے الفاظ سے یمین (قسم) منعقد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اپنی اس قسم کو پورا نہ کرسکے تو کیا اس کے ذمہ کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب...... قسم کے انعقاد کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اٹھائی جائے بدون اس کے یمین منعقد نہیں ہوگی صورت مسئولہ کے الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور نہ مخالفت کرنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔

لماقال العلامة المفتی عزیز الرحمن رحمه الله: (سوال) اگر یہ کہہ دے کہ اگر میں آپکے گھر جاؤں تو اپنے باپ سے نہیں بلکہ کسی خاکروب سے ہوں، پھر اگر چلا جاوے تو کفارہ لازم ہے یا نہ؟

جواب...... اس میں کچھ کفارہ نہیں جانا درست ہے (عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۷۲ کتاب الایمان) فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۹۔

پیغمبر بھی آئے تو یہ کام نہ کروں

سوال: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر کوئی پیغمبر بھی میں آجائے تو بھی میں یہ کام نہ کروں گا۔ بعد ازاں پشیمان ہوکر توبہ کرے اور وہ کام کرلے تو کیا کفارہ آئے گا؟

جواب: ایسا کہنے سے قسم نہیں ہوتی، اور اس کام کے کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہے لیکن اس قسم کے الفاظ نہ کہنے چاہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲ص ۷۲)

''تجھے قسم ہے'' سے قسم نہیں ہوتی

سوال: اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ فلاں کام کرو، یا قسم دے کر کہا کہ فلاں کام مت کرو، یا یوں کہا کہ واللہ فلاں کام کرو، یا نہ کرو تو کیا اس شخص پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب اور اس کے خلاف کرنے سے کفارہ واجب ہوگا؟

جواب: ان صورتوں میں متکلم ومخاطب دونوں میں سے کسی پر قسم واقع نہیں ہوتی، مخاطب پر اسکے مطابق عمل کرنا واجب نہیں اور نہ ہی اسکے خلاف کرنے سے متکلم ومخاطب میں سے کسی پر کفارہ ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کیلئے مخاطب اسکی تعمیل کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۸)

بیٹے کی قسم کھانا جائز نہیں

سوال..... الف نے اپنی ماں کے جبراً کہنے پر اپنے بیٹے ب کی قسم کھائی کہ وہ الف اپنے چچا سے کبھی نہیں ملے گا حالانکہ الف کا اپنے چچا اور ان کے اہل وعیال سے کوئی تنازع نہیں بلکہ محبت ہے کیا الف کی اپنے چچا سے میل جول کرنے پر قسم ٹوٹ گئی؟ اگر ایسا ہے تو اس کا کیا کفارہ ہوگا؟ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ب (الف کے بیٹے) کی صحت زندگی اور عافیت پر کوئی زک آنے کا اندیشہ تو نہیں؟ کیونکہ الف نے بیٹے کی قسم کھائی اور پھر توڑ دی ہے جس کی وجہ سے اللہ کے غیظ وغضب سے خوفزدہ ہے۔

جواب..... بیٹے کی قسم کھانا ہی جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور چچا سے قطع تعلق بھی حرام ہے الف والدہ کے کہنے سے دونا جائز باتوں کا مرتکب ہوا اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور چچا کے ساتھ قطع تعلق ختم کردے الف کے بیٹے پر انشاء اللہ کوئی زد نہیں آئیگی۔ (آپکے مسائل ج۴ص۲۹۵)

فلاں کام کروں تو لڑکی سے زنا کروں کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں فلاں جگہ آؤں تو اپنی لڑکی کے ساتھ فعل بد کا مرتکب ہوں، تو کیا ایسا کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: اس سے قسم نہ ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص۵۴۷)

فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں، یہ قسم ہے یا نہیں؟

سوال۔ اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں، اب کبھی نہ کروں گا یہ قسم ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ قسم نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص۵۴۹)

کسی گناہ سے توبہ کرنا قسم نہیں

سوال..... ایک شخص نے بھرے مجمع میں کہا میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ چوری نہیں کروں گا کچھ عرصہ تو وہ اس توبہ پر قائم رہا لیکن پھر اس سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا اب اس شخص پر شرعاً کیا حکم لاگو ہوگا؟ یعنی توبہ کے مذکورہ الفاظ قسم شمار ہو کر اس شخص پر کفارہ قسم لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب..... اس قسم کے الفاظ اگرچہ کسی بات کی توثیق کے لئے مفید ہوتے ہیں مگر یہ یمین کیلئے مثبت نہیں اس لئے اس شخص پر کوئی کفارہ نہیں البتہ چوری جیسے قبیح فعل کے دوبارہ ارتکاب پر مال اصل مالک کو واپس کردے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو انشاء اللہ گناہ معاف ہو جائے گا۔

لماقال العلامة اشرف علی التهانوی رحمه الله: (سوال) اگر کسی نے یہ کہا کہ

میں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں اب کبھی نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی یا نہیں؟

جواب..... یہ قسم نہیں ہے

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۴۹ کتاب الایمان) فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۹)

ان شاء اللہ کے ساتھ قسم کھانے کا حکم

سوال: میرے والد نے مجھ سے مرغ نہ کھانے کا عہد کرایا میں نے ان الفاظ سے عہد کیا کہ ان شاء اللہ میں مرغ نہیں کھاؤں گا، مجھے مرغ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ ان شاء اللہ کہنے سے قسم نہیں رہتی، یہ بہت اچھا کیا ان شاء اللہ کہہ لیا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۶)

شریعت کے کسی کام پر اہل برادری سے قسم لینا

سوال: اہل برادری نے پنچایت سے یہ کہا کہ کلمہ پڑھو اس کے بعد کہا گیا کہ اگر اس ہمارے حکم کو کوئی توڑے تو وہ خدا اور رسول سے پھرے، اس قسم کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شریعت کے کام پر ایسا عہد لیا جائے کہ جو کوئی اس حکم شریعت کو توڑے گا وہ گویا خدا اور رسول کا مخالف ہے تو یہ جائز ہے لیکن برادری کے حکم پر مطلقاً ایسا عہد لینا درست نہیں ہے۔ چاہے وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا نہ ہو اس کی تعمیل کریں اور جو کوئی اس حکم کو توڑے وہ خدا اور رسول کا مخالف ہے تو ایسا عہد لینا درست نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۷)

ایسا کروں گا اپنے باپ کا نہیں

سوال: اگر یہ کہہ دے کہ اگر میں آپ کے گھر جاؤں تو اپنے باپ سے نہیں بلکہ کسی خاک روب سے ہوں۔ اگر چلا جائے تو کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں کچھ کفارہ نہیں ہے، جانا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۲)

یہ کام کروں تو میری ماں پر طلاق کہنے سے قسم کا حکم

سوال: پنجاب میں اکثر قسم کھاتے وقت یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر میں فلاں بات یا کام کروں تو میری ماں پر طلاق کیا یہ قسم ہے؟ اور کیا اس کے خلاف کرنے میں کفارہ ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے اور اس کا کفارہ کچھ نہیں ہے اور ایسا کہنا جائز نہیں ہے توبہ کرے، یعنی اگر صرف یہ جملہ کہا کہ فلاں کام کروں تو میری ماں پر طلاق لیکن اس کے ساتھ قسم کھائی ہے تو کفارہ

دینا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۶۴)

اگر میں جاؤں تو خنزیر کھاؤں

سوال: ایک شخص اپنے چچا سے ناراض ہے، چچا نے منانا چاہا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر میں جاؤں تو خنزیر کھاؤں، اب اگر وہ چچا کا کہا مان لے تو قسم کے بارے میں کیا کرے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہوئی، مگر اس بات کے کہنے سے گنہگار ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۱)

اللہ کی دہائی دینے سے قسم نہیں ہوتی

سوال: اکثر مستورات ذرا ذرا سی بات میں کہہ دیا کرتی ہیں، اللہ کی دہائی ہم تم سے نہ بولیں گے، اگر کریں تو دس روز نہ پائیں، یہ جملہ قسم میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کلمات قسم میں داخل نہیں کفارہ وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۵۲)

باپ نے قسم کھائی تو بیٹے کے فعل سے قسم نہ ٹوٹے گی

سوال: زید نے قسم کھائی کہ میں بکر سے زمین کے کاروبار میں شرکت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق، اب زید کا جوان لڑکا بغیر اجازت والد بکر کے ساتھ شریک ہوگیا۔ تو باپ حانث ہوگا یا نہیں؟

جواب: بیٹے کی شرکت سے باپ کی قسم نہ ٹوٹے گی اور وہ حانث نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج (۱۲ ص ۴۸)

بکر کی کوئی چیز کھاؤں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں

سوال: زید نے کہا کہ اگر میں بکر کی کوئی چیز کھاؤں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں یا اپنی اولاد کو کھلاؤں، اب زید بکر کو کوئی چیز کھلانا چاہے تو بکر کیلئے کس طریقے پر جائز ہوگا؟

جواب: حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا یمین ہے اس میں حنث کے بعد کفارہ لازم ہوتا ہے لیکن جو صورت سوال میں ہے اس سے بکر کا کھانا حرام نہیں ہوا اور اگر کھالے تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔

لو قال ان اکلت ھذا الطعام فھو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۷۵)

اگر وظائف کی پابندی نہ کروں تو؟

سوال: اگر کسی نے مثلاً یوں لکھا کہ عہد کرتا ہوں کہ فجر کی نماز کے بعد تین پارہ تلاوت اور وظیفہ معمولہ دلائل الخیرات، بوقت ظہر اور شب میں بوقت عشاء، خواہ ایک بجے شب سے تہجد اور

دوازدہ تسبیح نہ پڑھوں تو خارج از بیعت اور فیضان مرشد سے ہمیشہ محروم رہوں، چند یوم تک پابندی کے بعد ترک ہو گئے تو کفارہ دینا چاہئے؟

جواب۔مبنی یمین کا عرف پر ہے اور یہ عبارت عرف میں یمین نہیں، اس لئے یمین نہ ہوگی اور کفارہ بھی نہ ہوگا۔(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۹)

یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ نہیں

سوال: اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میرے جیسا برا کوئی شخص دنیا میں موجود نہیں تو قسم کھانے والے پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب اس قسم کے ذمہ کفارہ واجب نہیں، لیکن اگر وہ اپنی اس قسم میں جھوٹا ہے یعنی وہ اپنے دل میں جانتا ہے کہ بعض لوگ مجھ سے بھی بُرے موجود ہیں اور باوجود اس کے جاننے کے ایسی قسم کھائی ہے تو یمین غموس ہوئی جو سخت کبیرہ گناہ ہے جس کے متعلق صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے . من حلف علیٰ یمین الخ کہ جس نے کوئی قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دیں گے۔اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔لیکن اس یمین میں کفارہ واجب نہیں۔بلکہ صرف توبہ استغفار واجب ہے۔اور اگر فی الواقع اسکا گمان قسم کھانے کے وقت کسی غلبہ حال وغیرہ کی وجہ سے یہی تھا کہ مجھ سے برا کوئی دنیا میں موجود نہیں تو یہ یمین لغو ہے جس میں گناہ بھی نہیں۔الغرض ہر دو صورت میں کفارہ واجب نہیں (امداد المفتیین ص ۷۳۲)

ایصال ثواب کے لئے مانی گئی نذر کی شرعی حیثیت

سوال......ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں اپنے مرحوم والد کے ایصال ثواب کے لئے ہر روز چار رکعت نفل نماز پڑھوں گا اور ہر ماہ ایک بکرا اللہ کے نام پر ذبح کروں گا کئی ماہ تک تو اس شخص نے اس پر عمل کیا مگر کچھ حادثات کی وجہ سے اب وہ مالی مشکلات سے دوچار ہے اور نفل نماز تو پڑھ لیتا ہے مگر ہر ماہ بکرا ذبح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس شخص کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ شخص ہر ماہ بکرا ذبح نہ کرے تو کیا وہ عنداللہ مجرم ہوگا یا نہیں؟

جواب......نذر کے انعقاد کے لئے ضروری ہے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب یا فرض عمل موجود ہو چونکہ ایصال ثواب ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی جنس میں کوئی واجب عمل موجود نہیں اس لئے صورت مسئولہ میں بھی ایصال ثواب کے لئے مانی گئی نذر منعقد نہیں ہوئی ہے اور اب یہ شخص چونکہ نادار غریب ہے اور ہر ماہ بکرا ذبح نہیں کر سکتا تو اس عمل کے ترک کرنے سے وہ عنداللہ مجرم نہ ہوگا۔

لماقال العلامة ظفر احمد العثمانیؒ: (الجواب) ایصال ثواب کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مالیس من جنسہ واجب لاینعقدالنذر بہ اور گو تصدق کی جنس سے واجب ہے مگر یہاں اصل مقصود ایصال ثواب بروح میت ہے تصدق کی نذر تبعاً ہے اور نذر صحیح میں بھی صحت نذر کی تعیین مکان وزمان وتعین فقیر نہیں بلکہ اس میں تغیر کا اختیار رہتا ہے۔(امداد الاحکام ج ۳ کتاب الایمان والنذر)

قال العلامة ابن العربیؒ: حقیقة النذر التزام الفعل بالقول ممایکون طاعة الله عزوجل ومن الاعمال قربة ولایلزم نذرالمباح' بدلیل ماروی فی الصحیح ان النبی صلی الله علیه وسلم رای اباااسرائیل قائماً فسال عنه فقالو انذر ان یقوم ولایقعدولایستظل ویصوم فقال النبی صلی الله علیه وسلم مروه فلیصم ولیقعد ولیستظل فاخبره باتمام العبادة ونهاه عن فعل المباح (احکام القرآن ج ۱ ص ۳۵۲ سورة آل عمران) ومثله فی احکام القرآن للشیخ ظفر احمدالعثمانی رحمه الله ج ۲ ص ۱۸ سورة آل عمران (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۵۲)

باب الایمان والنذور

(قسم کھانے اور نذر کرنے کے مسائل کا بیان)

جھوٹی قسم کا کفارہ کیا ہے؟

سوال: ایک شخص نے کورٹ میں جھوٹی قسم کھا کر گواہی دی ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ کیا اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: جھوٹی قسم کھانے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔اس کے لیے کفارہ بھی نہیں۔ ہمیشہ بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کرتا رہے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے۔اس کو امام بنانا جائز نہیں۔اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

(فالغموس هو الحلف علی امر مامن یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یاثم صاحبا لقوله علیه السلام من حلف کاذبا ادخله الله النار ولا کفارة فیها الا التوبة

والاستغفار. هدایه کتاب الایمان ج ۲ ص ۴۷۸) (فتاوی رحیمیه ج ۹ ص ۲۳.

قرآن پر حلف لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یا اس کو ہاتھ میں لے کر کسی امر یا نہی کے فعل یا ترک مثلاً نماز روزے کی پابندی کرنے' نشہ کرنے اور جوا کھیلنے سے باز آنے پر قسم وعہد کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نفس کلام اللہ مخلوق نہیں مگر قرآن ان حروف اور آواز کے ساتھ مخلوق ہے اس لیے یہ غیر اللہ ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ اگرچہ قسم ہو جاتی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ نہ شرک ہے نہ بدعت اور نہ حکم ہے نہ منع بلکہ یہ ترغیب الی الامر اور نہی عن المنکر ہے اس لیے اس پر قرآن سے عہد لینا جائز ہے؟

جواب: شامی میں اور ہندیہ میں مضمرات کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ ہمارے زمانے میں قسم ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔ محمد بن مقاتل رازی نے بھی کہا ہے کہ یہ قسم ہے اور اسی کو ہمارے جمہور مشائخ نے لیا ہے۔ یہی قول اس لیے مؤید ہے کہ قرآن صفت الٰہی ہے جس پر قسم کھانا درست ہے جیسے اللہ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم کھانا۔ الخ

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن پر حلف کرنا متعارف ہے اور ایسا ہی ہے جیسے "بعزة الله وجلاله" کہہ کر قسم کھانا۔ اس لیے اس کو شرک و بدعت کہنا درست نہیں ہے اور کسی سے گناہ چھوڑنے پر عہد کرانا عمدہ کام ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۵ ج ۱۲)

قسم "اللہ تعالیٰ" کی کھانی چاہیے

سوال: قسم کس طرح کھانی چاہیے' مثلاً آئندہ زمانے میں کوئی کام نہیں کرنا تو اس پر قسم کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ضروری ہے یا غیر اللہ کی قسم سے بھی منعقد ہو جاتی ہے؟ بیان فرمائیں

جواب: قسم صرف اللہ تعالیٰ کی کھانی چاہیے غیر اللہ کی قسم کھانا حرام اور گناہ ہے اور اس سے قسم نہیں ہوتی لیکن بعض شرطیہ الفاظ ہیں جن سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

ایمان کی "قسم" کھانا کیسا ہے؟

سوال: مسلمان کو ایمان کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قسم اللہ تعالیٰ کی کھانی چاہیے اللہ کے سوا ایمان وغیرہ کی قسم نہ کھانی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۶ ج ۱۲)

"انشاء اللہ" کے ساتھ قسم کھانا

سوال: میرے والد نے مجھ سے مرغ نہ کھانے کا عہد کیا کہ میں انشاء اللہ آئندہ مرغ نہیں

کھاؤں گا' اب مجھے مرغ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کے لیے مرغ کھانا جائز ہے کیونکہ انشاء اللہ کہنے سے قسم نہیں رہتی۔ یہ بہت اچھا کیا کہ انشاء اللہ اس کے ساتھ کہہ لیا (جیسا کہ کتب فقہ الدرالمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لیا تو قسم باطل ہو جاتی ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۳۲ ج ۱۲)

نابالغ بچے کا قرآن پر حلف کرنا غیر معتبر ہے

سوال: ایک نابالغ بچے یا بچی نے قرآن پر حلف کیا کہ آئندہ وہ فلاں گناہ کا کام نہیں کرے گا' پھر اس نے وہ کام کر لیا تو گنہگار ہو گا یا نہیں؟ اور قرآن اٹھانے پر گناہ ہو گا یا نہیں یا جس نے اس سے قرآن اٹھوایا وہ گنہگار ہو گا؟

جواب: بچے کا قرآن اٹھانا اس کی قسم کھانا غیر معتبر ہے۔ قرآن اُٹھانے یا اٹھوانے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' وہ بچہ یا بچی اگر وہ کام پھر کر لے تو کفارہ وغیرہ نہیں لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۲)

کلمہ پڑھ کر عہد کرنے سے قسم ہو گی یا نہیں؟

سوال: کسی نے اس طور سے قسم کھائی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" خدا گواہ ہے "اگر میں یہ کام کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامید ہو جاؤں" پھر وہ اس کام کی مرتکب ہو گئی تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوتا مگر اس میں گناہ ہے۔ لہٰذا توبہ و استغفار کرے۔

(درمختار کتاب الایمان میں شفاعت سے بری ہونے کی قسم کے لیے لکھا ہے کہ یہ قسم نہیں اور اس کے خلاف کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا کو گواہ کر کے قسم کھانے کے بعد خلاف کرنے سے استغفار ہے کفارہ نہیں) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۱۲)

دوسرے کو قسم دی کہ اللہ کی قسم "تمہیں یہ کام کرنا ہے" کا کیا حکم ہے؟

سوال: (الف) نے (ب) کو کہا کہ اللہ کی قسم! تمہیں یہ کام کرنا ہے اور پھر (ب) نے یہ کام نہیں کیا تو اب (الف) حانث ہو گی یا نہیں؟

جواب: (الف) حانث ہو گی۔ (کیونکہ اس نے قسم کھائی ہے اور جب بات پوری نہیں ہوئی تو حنث (قسم کو توڑنا) لازم آئے گا اور درمختار میں لکھا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے پر حانث ہونے سے کفارہ لازم آئے گا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۸ ج ۱۲)

شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو فلاں سے بات کرے تو تجھے طلاق کی قسم

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا "اگر تو میری بہن کے گھر گئی یا بہن سے بات چیت کی اسی طرح میری بھاوج سے بات چیت کی تو تجھے طلاق کی قسم" تاہم ہندہ باز نہ آئی اور زید نے جن جن لوگوں سے بات کرنے سے منع کیا تھا ان سب سے بات کر لی اور زید کی بہن کے گھر بھی گئی تو ہندہ زید کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ اور اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ دلائل سے آراستہ فرما کر ممنون فرمائیں؟ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۵ ج نمبر ۵) پر "طلاق کی قسم" اس لفظ سے طلاق رجعی کے وقوع کا فیصلہ فرمایا ہے صورت مسئولہ کا کیا حکم ہوگا؟ وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: صورت مسئولہ میں اور (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۵ ج ۵) کے جس سوال و جواب کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں فرق ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ کے سوال کی نوعیت یہ ہے "بیوی نے کہا آپ جوا چھوڑ دیجئے اور میری طلاق کی قسم کھایئے اس پر شوہر نے کہا مجھے طلاق کی قسم منظور ہے" شوہر کے جواب کی وجہ سے یمین کے انعقاد کا اور اس کے خلاف کرنے (یعنی جوا کھیلنے) پر ایک طلاق رجعی کے وقوع کا حکم لگایا گیا ہے مگر صورت مسئولہ میں صرف شوہر کا یہ قول مذکور ہے "اگر تو میری بہن کے گھر گئی یا میری بہن یا میری بھاوج سے بات کی تو تجھے طلاق کی قسم" اس میں یمین کی نسبت بیوی کی طرف ہے اور سوال میں بیوی کا جواب مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نہ شوہر کے حق میں یمین کا انعقاد ہوا نہ بیوی کے حق میں (البتہ اگر بیوی نے جواب میں یہ کہا ہوتا "ہاں مجھے یہ منظور ہے" تو بیوی کے حق میں یمین منعقد ہو جاتی۔ درمختار میں ہے:

ولو قال علیک عهد الله ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب.

شامی میں ہے:

(قوله فالحالف المجیب) ولایمین علی المبتدی وان نوی الیمین خانیة و فتح ای لا سناده الحلف الی المخاطب فلایمکن ان یکون الحالف غیره (درمختار و شامی ج۳ص ۱۹۱ کتاب الایمان قبیل کتاب الحدود) فقط واللہ اعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیه ج ۹ ص ۲۷)

"اگر میں نے فلاں چیز چرائی ہو تو مجھ پر ہزار روزے فرض ہوں"

سوال: ایک شخص نے دوسرے کا کچھ مال چرا لیا اور پوچھ گچھ پر اس کو قسم دلائی گئی کہ کہہ "اگر

میں نے چرایا ہے تو مجھ پر ہزار روزے فرض ہوں یا واجب ہوں" اس نے یہ قسم کھالی۔ شریعت کے مطابق روزے واجب ہوں گے یا نہیں؟ ایسا ہی اگر وہ یہ کہے کہ آئندہ میں اگر چراؤں تو مجھ پر ہزار روزے واجب ہوں؟

جواب: دونوں صورتوں میں روزے فرض ہو جائیں گے۔ (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور الدرالمختار کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۱۲)

"اگر ایسا کروں تو اپنے باپ کی نہیں" کہنا قسم نہیں

سوال: اگر کوئی یہ کہہ دے کہ اگر میں آپ کے (شوہر کے) گھر جاؤں تو اپنے باپ کی بلکہ کسی بھنگی سے ہوں اس کے بعد اگر چلی جائے تو کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس میں کچھ کفارہ نہیں ہے۔ جانا درست ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۱۲)

یہ کہنا "ایسا کروں تو خدا اور رسول سے بیزار ہوں" قسم ہے

سوال: کسی نے یہ نذر کی کہ اگر فلاں چیز لوں تو خدا اور رسولؐ سے بیزار ہوں اور اب وہ اس پر قائم ہے کہ وہ چیز لے لے تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے اس کام کو کر لیا جس کے چھوڑنے کی قسم کھائی تھی تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا دے اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن مسلسل روزے رکھے۔ (کما جاء فی القرآن) اور آئندہ ایسی قسم نہ کھائے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۰ ج ۱۲)

ناجائز بات پر حلف لینا درست نہیں مگر قسم توڑنے سے کفارہ لازم آئیگا

سوال: چالیس پچاس آدمیوں نے قسم کھائی کہ ہفتہ کو اناج جمع کریں گے اور اسے فروخت کر کے روپیہ جمع کیا جائے گا اور جب کوئی عزیز مرے گا تو اس کی تجہیز و تکفین کریں گے اور سال بھر میں جس قدر روپیہ جمع ہو تو گیارہویں کے موسم میں بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کی جائے اس بات پر قسم کھانا اور اصرار کرنا کیسا ہے؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس بات پر قسم دینا اور قسم کھانا حرام ہے اور ایسی قسم کھانا بھی حرام ہے۔ ایسی قسم کو توڑ دینا ضروری ہے۔ ایسی قسم پر اصرار کرنا جائز نہیں ہے اور کفارہ دینا لازم ہوگا۔ (تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۴۰ ج ۱۲)

ہر جمعہ کے روزہ کی نذر مانی تو کیا خاص جمعہ ہی کا روزہ ضروری ہے؟ اور کسی وجہ سے نہ رکھ سکا تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید بیمار تھا اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ہر جمعہ کو روزہ رکھا کروں گا' اللہ نے صحت دے دی تو کیا زید کو خاص جمعہ ہی کا روزہ ضروری ہے؟ یا ہفتہ میں کسی دن روزہ رکھنے سے نذر ادا ہو جائیگی؟ اور کیا زندگی بھر کے ہر جمعہ کو روزہ رکھنا پڑے گا؟ جبکہ نیت میں پوری زندگی کا ہر جمعہ شامل ہے' پھر کسی عذر سے جمعہ کا روزہ نہ رکھ پائے تو قضاء رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ صورت مسئولہ میں جب زید نے جمعہ کے دن کی تخصیص کر کے نذر مانی ہے اور اس کی نیت جمعہ ہی کے دن روزہ رکھنے کی ہے تو شرط پوری ہونے پر صرف ہر جمعہ کا روزہ رکھنا لازم ہوگا' ہفتہ میں کسی اور دن روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اور اگر کسی مجبوری یا عذر سے جمعہ کا روزہ نہ رکھ سکے تو دوسرے دن اسکی قضا کرے اور چونکہ زید نے ''ہر جمعہ'' کہا ہے اور زندگی بھر روزہ رکھنے کی نیت تھی تو پوری زندگی ہر جمعہ کا روزہ لازم ہے۔ آئندہ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے یا ذریعہ معیشت کے سخت اور مشقت طلب ہونے کیوجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو روزہ کا فدیہ ادا کرے اور اگر غربت کی وجہ سے فدیہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو استغفار کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واذا نذر بصوم کل خمیس یاتی علیه فافطر خمیسا واحدا فعلیه قضاء ه' کذافی المحیط ولو اخر القضاء حتی صار شیخاً فانیاً و کان النذر بصیام الا بدفعجز لذلک او باشتغا لیه بالمعیشة لکن صناعته شاقة له ان یفطر ویطعم لکل یوم مسکیناً علی ماتقدم وان لم یقدر علی ذلک لعسرته یستغفر اللّٰه انه هو الغفور الرحیم. ولو لم یقدر لشدة الزمان کالحر له ان یفطر وینتظر الشتاء فیقضی' کذا فی فتح القدیر. (فتاویٰ عالمگیری ص۱۳۵ ج۱' الباب السادس فی النذر) وان جعل علی نفسه ان یصوم الیوم الذی یقدم فیه فلان وجعل علی نفسه ان یصوم الیوم الذی یعافی فیه فلان ابدا فعوفی فلان فی الیوم الذی قدم فیه فلان فعلیه صوم ذلک الیوم وحده ابداً ولا شئی علیه غیر ذلک' کذافی المحیط (عالمگیری ص۱۳۴ ج۱ باب نمبر۶ فی النذر) فقط واللّٰه

اعلم بالصواب: ۲۱ ذی الحجه ۱۴۰۵ھ (فتاویٰ رحیمیه ص ۲۷)

کسی بھی وجہ سے قسم کے خلاف کیا تو کفارہ ہوگا

سوال: کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے گھر نہ جاؤں گی اور نہ وہاں کھانا کھاؤں گی لیکن اس کی والدہ اسے مجبور کر کے لے گئی اور وہاں کھانا بھی کھلایا' اب آئندہ عمر میں وہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ لازم ہوگیا۔ اب آئندہ وہاں جانا درست ہے اور بغیر کسی کفارہ کے جا سکتی ہے۔ اس صورت میں گناہ کچھ نہ ہوا۔ کسی وجہ سے یا کسی مجبوری سے قسم توڑی جائے تو کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ (ملخص مولانا اشرف علی تھانویؒ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

کفارہ قسم کتنا ہے؟ اور کیا تھوڑا تھوڑا ادا کرنا صحیح ہے؟

سوال: کفارہ قسم کیا ہے؟ اور اگر کوئی شخص کفارہ اس طرح ادا کرے کہ آج کچھ دیا اور تھوڑا ہفتہ دو ہفتہ کے بعد مساکین کو دیا تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: قرآن کریم میں قسم کا کفارہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاً غلام آزاد کرے۔ اگر میسر نہ ہو تو دو وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو یا تین روزے رکھے۔ کھانا ایک مسکین کو بھی دس دن تک دونوں وقت کھلایا جا سکتا ہے یا نقد دے دے اور تھوڑا تھوڑا کر کے دینا بھی درست ہے۔ بشرط یہ کہ دس مسکینوں کو پہنچ جائے یا یہ کہ ایک مسکین کو دس دن کھلا دیا جائے یا نقد دیدیا جائے۔ (ملخص دارالعلوم دیوبند)

دوسرے کو قسم دینے کا حکم

فرمایا: کسی کو قسم دینے سے اس پر قسم کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۶۱)

ایک حرام قسم کا حکم

فرمایا: ایسی قسم (کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو) خود حرام ہے۔
(حسن العزیز ج ۱ ص ۴۰)

قسم کے ساتھ فوراً انشاء اللہ کہنے کا حکم

فرمایا: ہمارے امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ اگر قسم کے متصل ہی انشاء اللہ کہہ لیا جائے' قسم نہیں ہوئی اور اگر بیچ میں فصل ہو جائے' تو قسم ہو جائیگی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۶۰) (اشرف الاحکام ص ۱۶۹)

مالدار کا کفارہ میں روزے رکھنا کافی نہیں

سوال: قسم کے کفارے میں مالدار شخص روزے رکھ لے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: کفارہ اس کا ادا نہ ہوگا کیونکہ روزے رکھنے کے لیے دس مسکینوں کو کھلانے کی استطاعت مفقود (موجود نہ ہونا) ہونا ضروری ہے اور مالدار میں یہ استطاعت موجود ہے۔ لہٰذا مساکین کو کھانا کھلانا ہی ضروری ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۶ ج ۱۲)

ماں کے کہنے سے قسم توڑنا

سوال: کسی نے غصہ میں قسم کھائی کہ کپڑے کی اچکن نہیں پہنوں گا' اب وہ نہ پہنے تو ماں کو رنج ہوگا' وہ کہتی ہیں کہ اچکن پہن لو' کیا کریں؟

جواب: اس شخص کو اچکن پہن لینی چاہیے اور والدہ کو ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی چھوٹی موٹی باتوں کی قسم والدہ کے کہنے پر توڑ دینی چاہیے کیونکہ ان کی اچھے کاموں میں اطاعت ضروری ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۶ ج ۱۲)

''ایسا کروں تو دین وایمان سے خارج ہوجاؤں'' کہنے کا حکم

سوال: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کام نہ کروں گی اگر کیا تو دین وایمان سے خارج ہوجاؤں اور اگر اب وہ کام کرے گی تو مسلمان رہے گی یا نہیں؟

جواب: اس کام کو کرنے سے کافر نہ ہوگی۔ البتہ قسم کا کفارہ لازم ہے۔ (اور ایسا کرنے سے آئندہ گریز کرے اور ایسا کہنا گناہ ہے اس لیے توبہ واستغفار بھی کرے۔ مرتب) اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہوجاتی ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۰ ج ۱۲)

غصہ میں بھی قسم منعقد ہوجاتی ہے

سوال: ایک خاتون نے غصہ کی حالت میں قسم کھائی کہ اگر تم نے مجھ سے مذاق کیا تو میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ اگر بات کرے گی تو کیا ہوگا؟ کیونکہ قسم اس نے غصہ میں کھائی تھی؟

جواب: قسم غصہ میں کھائی جائے یا بغیر غصہ کے' دونوں صورتوں میں منعقد ہوجائے گی اور قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوجائے گا اس لیے اگر اس سے بات کرلی تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۰ ج ۱۲)

مسلمان سے قطع تعلق کی قسم توڑ دینی چاہیے

سوال: بہن بھائی' یا ماں بیٹے یا دو دوستوں یا سہیلیوں یا رشتہ داروں میں کسی قسم کا تنازع ہو جائے اور شدت اتنی بڑھی کہ کوئی ایک آپس میں نہ ملنے اور بات نہ کرنے کی قسم کھالے اور بعد میں دوسرا فریق نادم ہو کر ملنا چاہے یا بات کرنا چاہے تو قسم کھانے والے پر کیا لازم ہے؟ کیونکہ پہلا فریق اپنی غلطی پر اللہ کے سامنے بھی نادم ہے اور توبہ کرتا ہے؟

جواب: جب دوسرا فریق اپنی غلطی پر نادم ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ کے نزدیک اسکا قصور معاف ہو گیا۔ "کما جاء فی الحدیث" گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ (الحدیث) تو اب فریق اول کو چاہیے کہ وہ اپنی خطا فریق ثانی سے معاف کرائے اور قسم کھانے والے فریق کو چاہیے کہ جب وہ توبہ کرے تو اس کا قصور معاف کردیں کیونکہ جب حق تعالیٰ بندہ کے ہر قسم کے گناہ معاف فرماتا ہے تو بندوں کو بھی چاہیے کہ اگر کسی شخص سے کچھ قصور ہو جائے اور وہ نادم ہو کر قصور معاف کرائے تو اسکا قصور معاف کردیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (درگزر کو لازم پکڑ اور اچھائی کا حکم کر اور جاہلوں سے اعراض کر) (الآیۃ) لہٰذا قسم کھانے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا لحاظ نہ کریں قسم کو توڑ دیں اور اسکا کفارہ دیدیں اور اپنے رشتہ داروں' اولادوں' بہن بھائیوں اور دوستوں سے شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بات چیت اور تعلقات کو پھر سے قائم کرلیں۔ (دارالعلوم دیوبند ص۵۲ ج۱۲)

"یہ کام کروں تو میری ماں کو طلاق ہے" قسم نہیں ہے

سوال: پنجاب کے بعض علاقوں میں رواج ہے کہ بعض لوگ قسم کھاتے وقت اکثر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر میں فلاں بات کروں یا کام کروں تو میری ماں پر طلاق ہے حالانکہ ماں کو طلاق دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا یہ قسم ہے؟ اور اس کے خلاف کرنے پر شریعت میں کوئی مواخذہ یا کفارہ وغیرہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور نہ کچھ کفارہ لازم آتا ہے اور ایسا کہنا جائز نہیں ہے ایسا کہنے والے کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے (کیونکہ یہ بیہودہ اور گناہ والے الفاظ ہیں جن سے والدہ کی گستاخی ہوتی ہے) اور اگر صرف یہ ہی جملہ کہا ہے تو قسم نہیں ہوئی لیکن اگر اس کے ساتھ صحیح قسم بھی کھائی ہو تو خلاف کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا۔ (دارالعلوم دیوبند ص۵۳ ج۱۲)

مسجد میں کون سے افعال مباح بھی جائز نہیں

فرمایا: کہ مسجد میں وہ فعل مباح بھی جائز نہیں جس کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی گم

شدہ چیز کے لیے اعلان کرنا، خرید وفروخت کرنا، دنیا کی باتیں کرنا، ان کے لیے جمع ہو کر بیٹھنا، بدبو دار چیز کھانا جائز نہیں جس کی علت ملائکہ کی تاذی (یعنی فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچنا) فرمائی گئی اور ملائکہ کو معاصی سے جو ایذا ہوتی ہے وہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بدرجہا زیادہ ہے اس لیے مسجد میں کوئی معصیت کرنا بھی جائز نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۲) (اشرف الاحکام ص ۱۶۸)

دل میں قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی

سوال: ایک عورت نے دل میں قسم کھائی کہ فلاں عورت سے بات نہیں کرے گی لیکن بعد میں اس نے بات کرلی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک زبان سے قسم کے الفاظ کہہ کر قسم نہ توڑے اس پر کفارہ نہیں آتا۔ جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ قسم کا رکن الفاظ کا استعمال ہے۔ الخ (دار العلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۲)

ستر ہزار ۷۰۰۰۰ رکعت نفل پڑھنے کی منت مانی ہو تو کیا کرے

سوال: میرے نوجوان لڑکے کے قمر حسین نے میری خطرناک بیماری سے گھبرا کر منت مان لی ہے کہ میری صحت کے بعد ستر ہزار ۷۰۰۰۰ رکعت نماز نفل ادا کرے گا وہ چونکہ جسمانی لحاظ سے کمزور ہے اور سارا دن مصروفیت سے کاروبار سنبھالتا ہے اس لیے اب وہ ان نفلوں کو آٹھ آٹھ رکعت کرکے ۲۴ رکعت تک ادا کرتا ہے اس صورت میں ان کے ادا ہونے میں تقریباً آٹھ نو سال کا عرصہ لگ جائے گا۔ کیا ایسی صورت میں کوئی کفارہ وغیرہ ہوسکتا ہے کہ جس کے ادا کرنے کے بعد یہ سب نفلیں ساقط اور معاف ہو جائیں یا یہ نوافل گھر کے دوسرے افراد بھی تقسیم کرکے ادا کرسکتے ہیں؟ بہرحال اس کی کوئی صورت آپ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: نفل نماز کی منت میں رکعتوں کی تعداد کے مطابق روزانہ رات دن میں جتنی رکعتیں کھڑے کھڑے ادا کرسکے ادا کرسکتا ہے۔ مدت کی تعیین نہیں ہے لیکن جلد سبکدوش ہو جانے کی کوشش جاری رہے۔ اس کے لیے کوئی کفارہ وغیرہ بدل نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب ...... وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء وتکفين الميت ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى كصوم و صلاة و صدقة ووقف واعتکاف درمختار مع الشامی مطلب فی احکام النذر ج ۳ ص ۷۳۵) (فتاویٰ رحیمیه ج ۹ ص ۲۳)

غیر اللہ کی قسم کھانے کا حکم

سوال: غیر اللہ کی قسم کھانا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ دلیل سے بیان کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پس جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ چپ رہے۔ (متفق علیہ) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی عظمت ملحوظ ہوتی ہے اور عظمت کاملہ حقیقتاً صرف اللہ کو ہی ہے کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہیں۔ بالکل یہی بات مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمائی ہے۔

اور اصل بات اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرما دینا ہی ممانعت کی کافی دلیل ہے۔ فقط (دار العلوم دیو بند ص ۳۷ ج ۱۲)

کون سی قسم میں کفارہ لازم آتا ہے اور کس میں نہیں آتا

سوال: سنا ہے کہ قسم کی کئی قسمیں ہیں، کفارہ کون سی قسم میں لازم آتا ہے؟

جواب: قسم تین طرح کی ہوتی ہے:

اول: یہ کہ گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے مثلاً قسم کھا کر یوں کہے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا حالانکہ اس نے کیا تھا، محض الزام کو ٹالنے کیلئے جھوٹی قسم کھالی یا مثلاً قسم کھا کر یوں کہے کہ فلاں آدمی نے یہ جرم کیا ہے حالانکہ اس بے چارے نے نہیں کیا تھا محض اس پر الزام دھرنے کیلئے جھوٹی قسم کھالی، ایسی جھوٹی قسم "یمین غموس" کہلاتی ہے اور یہ سخت گناہ کبیرہ ہے اسکا وبال بڑا سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دن رات توبہ واستغفار کرے اور معافی مانگے، یہی اسکا کفارہ ہے اسکے سوا کوئی کفارہ نہیں۔

دوم: یہ کہ گزشتہ واقعہ پر بے علمی کی وجہ سے جھوٹی قسم کھالے مثلاً قسم کھا کر کہا کہ زید آ گیا ہے حالانکہ زید نہیں آیا تھا مگر اس کو دھوکہ ہوا اور اس نے یہ سمجھ کر کہ واقعی زید آ گیا ہے جھوٹی قسم کھائی اس پر بھی کفارہ نہیں اور اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔

سوم: یہ کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالے اور پھر قسم کو توڑ ڈالے اسکو "یمین منعقدہ" کہتے ہیں ایسی قسم توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۲۷ ج ۴)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا جائز نہیں

سوال: گزارش ہے کہ میری والدہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں سینما کی چوکھٹ پر قدم رکھوں تو

مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم۔ اب وہ یہ قسم توڑنا چاہتی ہے اس کا کفارہ کیا ادا کیا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں اور ایسی قسم کے توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۴ص ۲۷۷۔

قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یا بلا رکھے قسم اُٹھانا

سوال: (الف) نے قرآن پاک کی موجودگی میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا۔ (ب) نے قرآن پاک کی موجودگی میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا۔ کیا ان دونوں قسموں میں کوئی فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں' قرآن پاک کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے۔ (ایضاً)

لفظ ''بخدا'' یا ''واللہ'' کے ساتھ قسم ہو جائے گی

سوال: میں نے ایک کاروبار شروع کیا اور میں نے اپنے ایک دوست سے باتوں' باتوں میں بے اختیاری طور پر یہ کہہ دیا کہ بخدا اگر مجھے اس کاروبار میں نقصان ہوا تو میں یہ کاروبار بند کر دوں گا' میرا قسم کھانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن غلطی سے میرے منہ سے بخدا کا لفظ نکل گیا مجھے کاروبار میں نقصان ہوا ہے لیکن میں نے یہ کاروبار بند نہیں کیا ہے لیکن میں نے قسم توڑ دی ہے؟ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ نیز کیا ''واللہ'' کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: لفظ ''بخدا'' کہنے سے قسم ہو گئی اور چونکہ آپ نے قسم توڑ دی اس لیے قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے اور وہ ہے دس محتاجوں کو دو مرتبہ کھانا کھلانا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھنا ''واللہ'' کہنے سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۴ ج ۴)

جھوٹی قسم اُٹھانا سخت گناہ ہے' کفارہ اس کا توبہ ہے

سوال: آج سے تقریباً ۱۷ سال پہلے میں نویں یا دسویں جماعت کا امتحان دے رہی تھی' امتحان کے سلسلے میں مجھے سٹی کورٹ جانا پڑا اور وہاں پر حلف نامہ بھرا تھا' امتحان دینے کے سلسلے میں اور مجھے یاد نہیں کہ اس حلف نامہ میں کیا لکھا تھا آیا کہ حلف نامہ میں صحیح باتیں لکھوائی تھیں یا غلط یاد نہیں؟

ابھی تقریباً دو ماہ ہوئے میں نے نیا شناختی کارڈ بنوایا ہے' شناختی کارڈ کے فارم میں ایک جگہ حلف نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ پہلے پاسپورٹ بنوایا ہے یا نہیں؟ میں نے لکھ دیا کہ نہیں بنوایا ہے حالانکہ پہلے پاسپورٹ بنوایا ہے اس لحاظ سے حلف نامہ میں غلط بیانی سے کام لیا۔ اس لحاظ سے جو

غلط میں نے کی اس کا بعد میں خیال آیا اب مجھے یہ بتایئے کہ میں اپنی غلطی کس طرح سے دور کروں چونکہ مجھے حلف نامہ کی اہمیت کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا؟

جواب: جھوٹی قسم اُٹھانا بہت سخت گناہ ہے اس سے خوب ندامت کیساتھ توبہ کرنا چاہیے' یہی اسکا کفارہ ہے۔

جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے

سوال: اگر کوئی شخص جذباتی ہو کر غصے میں یا جان بوجھ کر قرآن کی قسم کھالے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس کی صفائی کی کیا صورت ہے؟

جواب: جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے اس کا کفارہ توبہ و استغفار ہے اور اگر یوں قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور پھر قسم توڑ دی تو دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے اگر نہیں کھلا سکتا ہے تو تین دن کے روزے رکھے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

ماموں زاد بھائی سے بہن رہنے کی قسم کھائی تو اب اس سے شادی کیسے کریں؟

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے نہایت مجبوری کے تحت اپنے ماموں زاد بھائی کے سامنے یہ قسم کھائی تھی کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں تمہاری بہن ہوں اور بہن بن کر رہوں گی اور بہن کے تمام حقوق پورے کروں گی۔" یہ بات کئی سال پہلے کی ہے اب میں ڈاکٹر بن چکی ہوں اور وہ بھی ڈاکٹر ہے میرے ماں باپ میری شادی اس سے کرنا چاہتے ہیں' میں سخت پریشان ہوں کیونکہ میں قسم توڑنا چاہتی ہوں آپ یہ بتائیں کہ قسم توڑنے کی صورت میں مجھے کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟ اور آپ یہ بھی بتادیں کہ قسم توڑنے کی صورت میں مجھے کیا بہت سخت گناہ ہوگا؟ مجھ پر قیامت کے دن عذاب ہوگا؟

جواب: آپ پر قسم توڑنے کا کوئی گناہ نہیں آپ ماموں زاد سے شادی کر کے قسم توڑ دیں اس کے بعد کفارہ ادا کریں۔

شریعت کے کسی کام پر اہل برادری سے عہد لینا

سوال: اور اہل برادری نے پنچایت سے یہ کہا کہ کلمہ پڑھو اس کے بعد کہا گیا کہ اگر اس ہمارے حکم کو کوئی توڑے تو وہ خدا اور رسول سے پھرے' اس قسم کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شریعت کے کام پر ایسا عہد لیا جاوے کہ جو کوئی اس حکم شریعت کو توڑے وہ گویا خدا تعالیٰ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے تو یہ جائز ہے لیکن برادری کے حکم پر مطلقاً ایسا عہد لینا درست نہیں ہے چاہے وہ حکم موافق شریعت کے ہو یا نہ ہو اسکی تعمیل کریں اور جو کوئی اس حکم کو توڑے وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔ تو ایسا عہد لینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۷)

کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی

تمہیں خدا کی قسم کہنے سے قسم لازم نہیں ہوتی

سوال: ایک شخص نے مجھ سے اپنا کام کرانے کے لیے بہت زور ڈالا اور اللہ کی قسم دی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہے لیکن میں نے اس شخص کا کام نہیں کیا' اب میں پریشان ہوں کہ میں نے باوجود اس کے قسم دلانے کے اس کا کام نہیں کیا' کیا مجھے اس شخص نے جو اللہ کی قسم دلائی تھی اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا جب کہ میں نے اپنی زبان سے اللہ کی قسم نہیں کھائی؟

جواب: صرف دوسرے کے کہنے سے کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے' قسم لازم نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے کہنے پر خود قسم نہ کھائے۔ پس اگر آپ نے خود قسم نہیں کھائی تھی تو آپ کے ذمہ کفارہ نہیں اور اگر آپ نے قسم کھائی تھی تو کفارہ لازم ہے۔

بچوں کی قسم گناہ ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے

سوال: میری بیوی اور سالی میں ایک بہت ہی معمولی بات پر جھگڑا ہو گیا اس دوران غصہ کی حالت میں میری بیوی نے میرے بچوں کی قسم کھائی کہ آئندہ میں اپنے میکے نہیں جاؤں گی (جبکہ میرے دو ہی بچے ہیں) اب وہ اپنی قسم پر پشیمان ہے اور اپنے میکے جانا چاہتی ہے' آپ بتائیں اس قسم کا کتاب وسنت کی رو سے کیا کفارہ ہوگا اور وہ کس طرح ادا کیا جائے؟ تاکہ یہ قسم ختم ہو جائے اور وہ دوبارہ اپنے میکے جانا شروع کر دے؟

جواب: بچوں کی قسم کھانا گناہ ہے اس سے توبہ کی جائے اور یہ قسم لازم نہیں ہوتی اور نہ اس کے کفارے کی ضرورت ہے۔

تمہیں میری قسم "یا دودھ نہیں بخشوں گی" کہنے سے قسم نہیں ہوتی

سوال: محترم میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ماں اپنے بیٹے کو یہ کہے کہ تمہیں میری قسم ہے اگر تم فلاں کام کرو یا یہ کہے کہ اگر تم نے یہ کام کیا میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور بیٹا اس قسم کو توڑ دیتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ”تمہیں میری قسم“ کہنے سے قسم نہیں ہوتی اسی طرح ”دودھ نہیں بخشوں گی“ کے لفظ سے بھی قسم نہیں ہوتی اس لیے اگر اس شخص نے اپنی والدہ کے حکم کیخلاف کیا تو قسم نہیں ٹوٹی نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے البتہ اس کو اپنی والدہ کی نافرمانی کا گناہ ہوگا۔ بشرطیکہ والدہ نے جائز بات کہی ہو۔

قرآن مجید کی طرف اشارہ کرنے سے قسم نہیں ہوئی

سوال: میں اپنی بیوی کو کچھ رقم دیتا ہوں، رقم دینے میں کچھ تاخیر ہوگئی، میری بیوی نے غصہ میں آ کر کہا آئندہ میں آپ سے پیسے نہیں مانگوں گی، سامنے قرآن پڑا ہے (اشارہ کرکے) اور قرآن شریف سامنے موجود تھا آیا یہ قسم ہوگئی اور اگر اس قسم کو میری بیوی توڑ دے تو کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

جواب: قرآن کریم کی طرف اشارہ کرنے سے قسم نہیں ہوتی۔

متفرقات

زبردستی قرآن اٹھوانے والے بھائی سے قطع تعلق کرنا

سوال...... بچوں کی شادی کی بات کے سلسلے میں میرے بڑے بھائی نے مجھ سے زبردستی قرآن شریف اٹھوایا ہے جب کہ میں نے انہیں ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ یہ بات میں نے نہیں کی ہے تو وہ اپنی پر اڑے رہے کہ نہیں تم نے ہزار لوگوں کے سامنے یہ کہا ہے کہ میں اپنے بچے کی شادی تمہارے گھر میں یعنی تمہاری بچی سے نہیں کروں گا حالانکہ یہ بات میں نے بخدا کسی سے بھی نہیں کہی ہے لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے پھر میں نے انہیں کہا کہ اگر مان بھی لیا کہ میں نے یہ بات ہزار لوگوں میں کہی ہے تو کوئی ایک بھی گواہ لے کر آؤ اور اس کے سامنے مجھے جھوٹا کرواؤ، لیکن وہ ایک بھی گواہ نہیں لائے اور مجھے کہا کہ میں گواہ نہیں لاتا اگر تم قرآن شریف اٹھا کر قسم نہیں کھاؤ گے تو میں یہ سمجھوں گا کہ تم جھوٹے ہو اور ایسی باتیں کہیں کہ مجھے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہا کہ قرآن شریف اٹھا کر اپنی سچائی کو ثابت کرسکوں لہٰذا مجبوراً قرآن شریف اٹھا کر اپنی سچائی ثابت کردی پھر میں نے یہ کہا کہ اب تو میں نے سچائی ثابت کردی اب رشتہ ہوگا یا نہیں؟ تو وہ اس پر بھی راضی نہیں ہوئے اور کہا کہ رشتہ نہیں ہوگا اور مجھ سے قطع تعلق کرلیا میں ہر عید پر اور کبھی کبھی ان کے گھر چلا جاتا ہوں لیکن وہ ہم سے ملنا گوارہ نہیں کرتے قرآن وحدیث کی رو سے یہ بتائیں کہ کیا میں نے انتہائی مجبوری میں قرآن شریف اٹھا کر کوئی غلطی کی ہے جو کہ میں نے صرف اور صرف اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے

اٹھایا تھا اور کیا یہ ان کا اقدام درست تھا جب کہ یہ معاملہ گفت وشنید کے ذریعے بھی حل ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے کسی بات کو بھی سننا گوارا نہ کیا تو اس کے بارے میں بھی لکھیں کہ ذرا ذرا سی بات پر قرآن شریف اٹھوانا کیسا ہے اور اسکی سزا کیا ہے تا کہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔

جواب...... انہوں نے آپ کو قرآن مجید اٹھانے پر جو مجبور کیا یہ ان کی غلطی تھی لیکن اگر آپ نے سچائی پر قرآن مجید اٹھایا ہے تو آپ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ان کا آپ سے قطع تعلق کر لینا بھی انکی غلطی ہے کیونکہ رنجش کی وجہ سے اپنے عزیزوں سے قطع تعلق کر لینا بڑا سنگین گناہ ہے جس کا وبال دنیا اور آخرت دونوں میں بھگتنا ہوگا بہرحال اگر وہ آپ سے قطع تعلق رکھیں تب بھی آپ ان سے قطع تعلق نہ کریں اور انکی برائی بھی نہ کریں وہ خود اپنے کیئے کا پھل پائیں گے (آپکے مسائل ج ۴ص ۲۸۰)

جان کے خوف سے غلط حلف لینا کیسا ہے؟

سوال: اگر زید کو کسی وجہ سے اپنی جان کا خوف ہو تو اس کو غلط حلف اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جان و مال و آبرو کی حفاظت کے خوف سے جھوٹ کی اجازت ہے۔ لیکن صریح جھوٹ نہ بولے تو تعریضاً درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۹۰)

نوٹ: یہ فتویٰ وقتی ترک موالات کے زمانے میں دیا جاتا تھا، جب انگریزوں کی ہندوستان پر حکومت تھی اور علماء کرام نے آزادی حاصل کرنے کیلئے گورنمنٹ انگلشیہ سے ترک موالات کا فتویٰ دیا تھا اب یہ حکم باقی نہیں رہا۔ (ظفیر)

کیا قسم کھانا جھوٹا ہونے کی علامت ہے

سوال: کسی مسلمان کے قسم کھانے پر کسی مسلمان کو یقین کر لینا چاہئے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص بظاہر دیندار نیک حافظ قرآن نے ایک مولوی صاحب کے سامنے کسی بات پر خدا کی قسم کھائی، اس پر مولوی صاحب نے کہا جو قسم کھاتا ہے اس حدیث کی رو سے جھوٹا ہے۔ اگر کسی حدیث کی رو سے بظاہر ایک دیندار آدمی قسم کھانے پر جھوٹا ہوگا تو کسی مسلمان کے جھوٹا سچا ہونے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: بات بات پر قسم کھانا جھوٹے آدمی کی عادت ہوتی ہے، سچے آدمی کا یہ کام نہیں جیسا کہ شب وروز تجربہ اور مشاہدہ ہے لیکن وہ حدیث جسکی رو سے مولوی صاحب قسم کھانے والے کو جھوٹا قرار دیتے ہیں آپ نے نہیں لکھی، بہتر ہوتا لکھ دیتے تا کہ اسکے متعلق تحقیق ہو جاتی، جب مسلمان کا ظاہر حال بتاتا ہے کہ وہ صالح دیندار ہے تو بغیر دلیل شرعی کے اسکی قسم کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، جن مواقع میں قسم پر معیار ہوتا ہے وہاں ایسی قسم پر شرعاً فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ص ۲۱۱)

ملازم کو حلف دلا کر ملازم رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ملازم کو حلف اور عہد کر کے کسی قسم کی نافرمانی وقصور نہ کروں گا اور سستی وغیرہ نہ کروں گا اور تازیست آپ کی طاعت وملازمت کروں گا، وغیرہ اس قسم کا حلف کر کے ملازمت کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر خادم اور ملازم کو اس عہد پر جس کی بابت حلف لیا جارہا ہے پابندی کا ارادہ اور نیت ہے اور اس کا آقا اور مخدوم بلا حلف ادا کرائے اس کو نہیں رکھ سکتا تب تو ایسی صورت میں حلف کرنے اور حلفیہ عہد نامہ تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسے عہد و پیمان میں ان شاء اللہ کہہ دینا ضروری ہے تا کہ بصورت وقوع خلاف گناہ گار نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۵۲)

سودا بیچنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا

سوال...... یہ جو ہمارے اکثر گھرانوں میں بات بے بات قسم خدا' قسم قرآن کی کھاتے ہیں چاہے وہ بات سچی ہو یا جھوٹی لیکن عادت سے مجبور ہوتے ہیں اس کے بارے میں کچھ فرمایئے تو مہربانی ہوگی کہ ان سچی جھوٹی قسموں کی سزا کیا ہے ہمارے اکثر تاجر حضرات جن سے ہمارا روزانہ واسطہ پڑتا ہے مثلاً کپڑے کے تاجر وغیرہ وہ بھی اپنا مال بیچنے کے لئے پانچ منٹ میں تقریباً کتنی ہی قسمیں کھاتے اور کہتے ہیں کہ یہ بھاؤ ایمانداری کا بھاؤ ہے چاہے وہ بھاؤ سچا ہو یا جھوٹا اور اکثر اسی بھاؤ میں کمی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کی خاطر تھوڑا نقصان اٹھا رہے ہیں خدا کی قسم ہم اپنا نقصان کر رہے ہیں اور قرآن کی قسم ہم نے آپ سے ایک پائی بھی منافع نہیں لیا حالانکہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ تاجر حضرات ہمارے لئے نقصان اٹھائیں اور کاروں میں گھومیں جواب ضرور دیں۔

جواب...... جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے اگر کسی کو اس کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنی اصلاح کرنی چاہئے سودا بیچنے کے لئے قسم کھانا اور بھی برا ہے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تاجر لوگ بدکاروں کی حیثیت میں اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو خدا سے ڈرے' اور غلط بیانی سے باز رہے (آپ کے مسائل ج۴ص ۲۸۵)

زیادتی کے ساتھ حلف کرنا جائز نہیں

سوال: عدالت میں بھی حلف ہوتا ہے، عدالت کہتی ہے کہ حلف سے کہو کہ تمہارا دعویٰ ٹھیک ہے، تو اگر روپیہ دو روپیہ بڑھا کر دعویٰ کیا گیا تو یہ حلف سچ ہوگا یا جھوٹ؟

جواب: وہ حلف جھوٹ ہوگا، زیادتی کا دعویٰ نہ کرنا چاہئے۔ البتہ بصورت سرکشی مدیون جو

خرچہ عدالت سے ملے وہ لینا درست ہے کہ سبب اس خرچہ کا مدیون سرکش ہوا ہے اور اسکی سرکشی اور قرضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے نالش کی گئی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۵)

حلف سے انکار کی ایک صورت کا حکم

سوال: بندہ نے اپنے داماد پر زناء کا دعویٰ کیا، مگر گواہ معتبر نہ دے سکا، قاضی نے حلف مدعا علیہ پر یہ فیصلہ کیا کہ فلاں فقیر کے مزار پر حلف کرے کہ میں نے اپنی ساس سے زنا نہیں کیا۔ مدعا علیہ نے انکار کیا کہ میں فقیر کے مزار پر نہیں جاؤں گا۔ یہ انکار حلف سے ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ انکار حلف سے نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قسم کھانے کو وہ تیار ہے اور مزار فقیر پر لے جانا لغو ہے اس سے انکار کرنا حلف سے انکار کرنا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۴)

جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ سوائے توبہ استغفار کے کچھ نہیں

سوال...... قرآن شریف کے سامنے میں نے جھوٹی قسم کھائی تھی کیونکہ میری زندگی کا مسئلہ تھا اس کے لئے مجھے کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے معاف فرما دیں؟

جواب...... قسم کھا کر اگر آدمی قسم توڑ ڈالے تو اس کا تو کفارہ ہوتا ہے لیکن اگر جھوٹی قسم کھا لے کہ میں نے یہ کام کیا' حالانکہ نہیں کیا تھا۔ یا یہ کہ میں نے یہ نہیں کیا حالانکہ کیا تھا تو اس کا کفارہ سوائے توبہ و استغفار کے کچھ نہیں (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۷۸)

احکام النذور

نذر کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال: نذر اللہ کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: نذر کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ مثلاً اگر میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں بیمار کو شفاء ہو گئی تو میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اس قدر روپیہ وغیرہ صدقہ کروں گا یا گائے یا بکری اللہ کے نام پر ذبح کر کے محتاجوں کو تقسیم کراؤں گا، یا اس قدر روزہ رکھوں گا یا اتنی رکعتیں نماز پڑھوں گا وغیرہ وغیرہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۶۷)

صحت نذر کیلئے پانچ شرطیں ہیں

سوال: صحت نذر اور لزوم وفا کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: عالمگیریہ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ شرطیں ہیں۔
ا۔نذر کردہ فعل کی کوئی نظیر فرض (یا واجب) ہونے کی حیثیت سے شریعت میں موجود ہو۔
۲۔نذر کردہ فعل عبارت مقصودہ ہو، وسیلہ اور ذریعہ نہ ہو، جیسا کہ وضو کی نذر جائز نہیں۔
۳۔وہ فعل ایسا ہو کہ نذر کے بغیر واجب نہ ہو، مثلاً نماز ظہر کے بغیر نذر کے واجب ہے اس لئے اس کی نذر جائز نہ ہوگی۔
۴۔کسی معصیت کی نذر نہ کی جائے۔
۵۔وہ فعل محال نہ ہو، مثلاً گذشتہ دن کے روزہ کی نذر کرنا جائز نہیں۔(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۳۳)

نذر کے صیغے، اور نذر کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک شخص نے یہ جملے کہے، میں اپنی آمدنی کا چالیسواں حصہ غرباء ومساکین کو اور بیسواں حصہ مساجد وعیدگاہ کو دیا کروں گا اب وہ شخص کہتا ہے کہ آمدنی کا حساب کرنا، پھر چالیسواں اور بیسواں حصہ نکالنا مجھے سخت دشوار ہے اب میں کیا کروں؟

جواب: اگر الفاظ وہی استعمال کئے تھے جو سوال میں مذکور ہیں ان کے ساتھ کوئی لفظ ایسا نہیں کہا کہ میری ملازمت ہوگئی یا آمدنی ہوگئی تو میں ایسا کروں گا۔ نیز کوئی لفظ لزوم ووجوب کا مثلاً اللہ کے لئے ایسا کروں گا یا میرے ذمے ہے، ایسا کروں گا اس قسم کا کوئی لفظ الفاظ مذکورہ کے ساتھ نہیں کہا تو یہ الفاظ مذکورہ نہ یمین کے الفاظ ہیں نہ نذر کے ان سے اس شخص کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں ہوئی، اسے اختیار ہے کہ جس وقت جتنا آسان سمجھے صدقہ وخیرات کرے، علامہ ابن نجیم نے اپنے رسالہ النذر بالتصدق میں نذر کے صیغے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اما الصیغة فللہ وعلی و نذرت للہ و انا افعل ان کان معلقا کانا احج ان دخلت الدار بخلاف انا احج منجرا۔

آخر الاشباہ والنظائر اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ کہنے والے کی نیت اگرچہ نذر کی ہو مگر جب تک الفاظ لزوم وغیرہ نہ کہے محض نیت سے نذر منعقد نہیں ہوتی۔(امداد المفتیین ص ۷۳۱)

اردو میں نذر کے صیغے

سوال: صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی نے کہا کہ ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کرادیں اور صدقہ کردیں اور شاید اس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے یا یوں کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کو کھلا دیا کریں گے تو اس سے نذر ہوگی یا نہیں؟

جواب: نذر حکم یمین میں ہے، چنانچہ علی نذر کو صیغہ ایمان سے در مختار میں لکھا ہے کہ اس بناء پر جو صیغے عرفاً اس میں مستعمل نہیں ہیں ان سے نذر نہ ہوگی، اس لئے صیغہ اول کہ ہمارا ارادہ ہے۔ الخ، نذر نہیں ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہر مہینے الخ یہ نذر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۲)

نذر کس طرح منعقد ہوتی ہے؟

سوال: کسی نے نیت کر لی یا زبان سے کہہ دیا کہ اس جانور کو ذبح کر کے کچھ حصہ مسجد میں دوں گا اور باقی اہل محلہ اور گھر والوں کو کھلاؤں گا اور اس کے کھانے میں صاحب نصاب اور خود بھی پرہیز نہیں کرتے کیا یہ نذر ہو جائے گی؟

جواب: نذر کیلئے صیغہ التزام ضروری ہے، نیت مذکورہ اور الفاظ مذکورہ سے لزوم نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۹۶)

عمرہ کی نذر صحیح ہے

سوال: اگر کوئی عمرہ کرنے کی نذر مانے تو نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: عمرہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے اور اس کا ایفاء واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۴)

نذر مطلق کی وفا علی الفور لازم نہیں

سوال: سوال و جواب متعلق نذر اور تکفیر وغیرہ برائے تصدیق آیا تھا، مفتی صاحب نے اس پر تحریر ذیل لکھی۔

جواب: نذر مطلق میں وفاء نذر کو علی الفور واجب لکھا گیا ہے، اگر علی الفور سے مراد یہ ہے کہ کوئی وقت اس کیلئے معین نہیں ہے تو صحیح ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ بلا تاخیر اس کا ادا کرنا واجب ہے تو یہ صحیح نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۷۲۷)

نذر معلق میں صیغہ التزام ضروری نہیں

سوال: زید کی بھینس کا پاؤں ٹرک میں پھنس گیا، نہ نکل سکا، زید نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری بھینس کا پاؤں صحیح سلامت نکل جائے تو دس روپے اللہ واسطے دوں گا، صرف اللہ واسطے کا لفظ کہا، نیت یا نذر وغیرہ کچھ نہیں کہا تو یہ نذر کے حکم میں ہے یا نفلی صدقات کے حکم میں ہوگا؟

جواب: ایسے الفاظ عرفاً نذر کے معنی کیلئے مستعمل ہیں، اس لئے یہ نذر لازم اور واجب التصدق ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۴)

نذر میں زمان ومکان کی تعیین صحیح نہیں

سوال: اگر کسی نے نذر کی کہ فلاں چیز فقراء مکہ کو دے گا پھر اس نے یہ چیز فقراء مدینہ یا دوسرے شہر کے فقراء کو دیدی تو نذر ادا ہوگئی یا نہیں؟

جواب: نذر میں کسی زمان یا مکان یا فقیر کی تعیین کی، تو یہ تعیین ناذر پر لازم نہیں کسی دوسرے وقت میں یا دوسرے مکان میں، یا دوسرے فقیر کو دینے سے بھی نذر ادا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر نذر میں کوئی چیز تعیین کردی کہ فلاں چیز دوں گا تو بعینہ یہی چیز دینا لازم نہیں بلکہ اس کی قیمت کے برابر نقدی یا کوئی دوسری چیز بھی دے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۰)

تبلیغ میں جانے کی نذر صحیح نہیں

سوال: زید نے نذر مانی کہ میرا ہاتھ صحیح ہوگیا تو چالیس دن تبلیغ یعنی جماعت میں جاؤں گا تو یہ نذر صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب نہیں تو جائز بھی ہے یا نہیں؟

جواب: صحت نذر کیلئے یہ شرط ہے کہ منذور عبادت مقصودہ ہو تبلیغ عبادت مقصودہ نہیں اس لئے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی اس کا ایفاء واجب نہیں، جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۱)

جھوٹے مقدمے میں نذر ماننے کا حکم

سوال: زید نے ایک مقدمہ بکر پر بالکل جھوٹا عدالت میں دائر کیا اور یہ منت مانی کہ اگر مقدمہ میرے حسب مرضی فیصل ہوا تو مسجد میں شیرینی بھیجوں گا، چنانچہ زید کامیاب ہوا اور شیرینی مسجد میں بھیجی آیا یہ منت جائز ہوئی یا نہیں؟ اور زید اس منت سے گنہگار ہوا یا نہیں؟

جواب: اس منت سے گو وہ اس لئے گنہگار ہوا کہ معصیت کی رغبت ظاہر ہوتی ہے مگر چوں کہ صدقہ عبادت ہے اس لئے نذر منعقد ہوگئی اور مساکین اس کا مصرف ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۹)

حصول مقصود سے پہلے نذر پورا کرنا

سوال: اگر کسی شخص نے نذر کی تو منذور کے حاصل ہونے سے پہلے نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: مراد حاصل ہونے سے پہلے نذر کا پورا کرنا درست ہے مگر واجب نہیں ہوتا، وجوب بعد حصول ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۷)

نذر معلق کی پیشگی ادائیگی کرنا

سوال: کسی شخص نے نذر کی کہ فلاں کام ہو جائے تو تین روزے رکھوں گا اس نے قبل کام ہونے کے نذر پوری کر لی اس کے بعد کام بھی حاصل ہو گیا تو کیا اس کو دوبارہ نذر پوری کرنی چاہئے یا پہلے روزے کافی ہیں؟ اور مسئلہ یمین بعینہ اسی طریق پر ہے یا فرق ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں وہ روزے کافی نہیں کیوں کہ روزوں کو معلق کیا تھا کام پورا ہونے پر اور جب تک کام پورا نہیں ہوا تھا تو ان کا وجوب بھی نہیں ہوا۔ لہذا وہ نفل ہو گئے، اب مستقل روزے شرط کے موافق رکھنے ضروری ہیں۔ مسئلہ یمین میں بھی حانث ہونے سے پہلے کفارہ واجب اور کافی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۶۲)

نذر کی رقم کسی مجرم کی برأت کیلئے خرچ کرنا

سوال: میرے دو سو روپے چوری ہو گئے میں نے کہا کہ اگر یہ واپس مل جائیں تو دسواں حصہ اس کو نکال کر مساکین کو کھانا پکا کر کھلاؤں وہ روپیہ مجھ کو واپس مل گئے لیکن چور کو پولیس والوں نے سزا کرنی چاہی مگر میں نے چور کی برأت میں پچیس روپے صرف کئے اب میرا سوال یہ ہے کہ آیا میری نذر پوری ہو گئی جو میں نے چور کی برأت میں روپیہ صرف کئے یا نہیں؟

جواب: اگر آپ نے وہ پچیس روپے اپنے ہاتھ سے چور کی رہائی میں خرچ کئے ہیں تو نذر ادا نہیں ہوئی، اب پچیس روپے فقراء اور مساکین کو تقسیم کیجئے، خواہ نقد دیں یا کھانا پکوا کر کھلائیں یا کپڑا دیں سب برابر ہے۔ تب نذر ادا ہو گی۔ (امداد المفتیین ص ۷۲۸)

بھولی ہوئی نذر کا حکم

سوال: زید کے ذمہ بہت سی نذریں تھیں زید کو ان میں شبہ ہو گیا کہ میرے ذمے کتنی نذریں ہیں تو ان کو کس طرح ادا کیا جائے اور زید نے پچیس روزے نذر مانی تو ان کو لگاتار رکھنے سے نذر ادا ہو گی یا آہستہ آہستہ رکھ دینے سے بھی ادا ہو جائے گی؟

جواب: ظن غالب پر عمل کیا جائے، ظن غالب کے موافق قدر روزے اور نماز کی رکعت وغیرہ اس کے خیال میں ہوں، ان کو پورا کرے، پچیس روزے رکھنے سے جس طرح بھی ہوں نذر پوری ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۶۸)

گیہوں تقسیم کرنے کی نذر ماننا

سوال: زید نے نیت کی کہ اگر میری بیوی کو شفاء ہو جائے تو اتنے من گیہوں اور روپے اس

کے ہاتھ سے غریبوں کو تقسیم کراؤں گا۔ وہ شفایاب ہوگئی، اب زید کا ارادہ ہے کہ مذکورہ گیہوں کی قیمت اور روپے کسی مدرسہ میں دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ص ۱۵۹)

نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے

سوال: کسی شخص نے منت کی تھی کہ اگر مجھ کو اللہ تعالیٰ ایک پسر عنایت فرمادے تو بارہ برس کے بعد کعبہ شریف میں بھیجوں گا لیکن بوقت منت وہ تونگر تھا اب حالت غریبی میں مبتلا ہوگیا اس وقت کعبہ شریف میں بھیجنا میسر نہیں اب کیا کیا جائے؟

جواب: نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی۔ لہذا یہ نذر بھی منعقد نہ ہوئی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۵۶۱)

بتاشہ کی نذر کیسی ہے؟

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اچھا کردے تو مسجد میں ایک سیر بتاشہ یا بورا دوں گا، یہ نذر منعقد ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر غرض زید کی صدقہ کرنے کی ہے، اہل مسجد پر تو نذر صحیح ہے اور تعین بتاشہ و بورے کی لازم نہیں نذر نہ ہوئی ہو جب بھی ادا کردینا احوط ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۱۶۶)

کتاب وقف کرنے کی نذر کرنا

سوال: اگر کسی نے مصحف یا کتابوں کے وقف کی نیت کی تو پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۳۳)

ذبح ولد کی نذر کو پورا کرنا

سوال: اگر کسی نے اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر کی تو اس کو کس طرح پورا کرے؟

جواب: ایک لڑکے کے عوض ایک بکری ذبح کردے، ایفاء ہوجائے گا جیسا کہ حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے عوض کیا گیا۔ کذا مروی من مسروق (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۳۵)

سہولت ولادت کی نذر

سوال: زید نے بیوی کے حاملہ ہونے پر یہ نذر مانی کہ اگر ولادت خیر وخوبی کے ساتھ ہوگئی تو اس خوشی میں ایک ہنسلی دوں گا بعینہ یہی نذر زید کی ساس نے بھی مان لی، زید کی بیوی کو تولد بغیر کسی

خطرہ کے ہوگیا، نذر زید پوری کرے یا زید کی ساس، یا دونوں؟

جواب: دونوں کو نذر پوری کرنا لازم ہے۔ لقولہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۳۱۷)

نذر اور منت کی ایک صورت

سوال: زید نے یہ کہا کہ ہماری گاڑی چکر لگا کر آئیگی تو ہم سو روپے یا پچیس روپے اللہ کے نام کے نکالیں گے، یہ نذر و منت ہوئی یا کیا؟ یہ روپے مدرسہ یا مسجد یا رفاہ عام میں لگا سکتے ہیں۔ یا نہیں۔

جواب: یہ نذر ہوگئی جس کا مصرف فقراء و مساکین و غریب طلباء ہیں، مسجد مدرسہ یا رفاہ عام میں صرف نہیں کیا جاسکتا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

زبان سے کہے بغیر نذر نہیں ہوتی

سوال: اگر کسی نے دل ہی دل میں نذر مانی، زبان سے کچھ نہیں کہا تو یہ نذر واجب ہوجائیگی یا نہیں؟

جواب: انعقاد نذر کے لئے زبان سے کہنا شرط ہے۔ صرف دل میں نیت کرنے سے نذر نہیں ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ص ۴۹۹)

شیرینی تقسیم کرنے کی نذر

سوال: ہندہ نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو بچوں کو شیرینی تقسیم کروں گی، تو کام ہونے پر ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور یہ نذر صحیح ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عبادت غیر مقصودہ ہے، اس نذر کا پورا کرنا واجب نہیں، آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: الفاظ نذر میں بچوں میں سے اغنیاء کی تخصیص نہیں اس لئے یہ اغنیاء و فقراء سب کو شامل ہے۔ تصدق علی الفقیر عبادت مقصودہ ہے۔ لہٰذا یہ نذر صحیح ہے اور واجب الاداء ہے اور الفاظ نذر میں نہ تو شیرینی کی کوئی مقدار یا قیمت متعین کی گئی ہے اور نہ ہی بچوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ اس صورت میں اطعام عشرہ مساکین واجب ہے، یعنی مقدار صدقۃ الفطر سے دس گنا زیادہ گیہوں یا اس کی قیمت کے برابر نقدی یا کوئی دوسری چیز صدقہ کرنا واجب ہے۔ خواہ ایک مسکین کو دے یا متعدد کو بہر صورت نذر ادا ہوجائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ص ۴۸۳)

روزہ کی نذر کی صورت میں فدیہ ادا کرنا

سوال: زید نے نذر مانی کہ اگر میرے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہوگئی تو میں تیس روزے رکھوں

گا۔ زید کے بھائی کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوگئی ہے اور اب وہ اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہے۔ لیکن زید تاجر ہے اس کو روزہ رکھنا مشکل ہوگیا اور پابندی نہ ہوسکے گی تو وہ ان روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا روزہ ہی رکھنا ضروری ہے؟

جواب: صورت مسؤلہ میں برادر زید کی طبیعت ٹھیک ہوجانے پر زید پر ایک ماہ کے روزے رکھنا ضروری ہیں، مسلسل رکھنا ضروری نہیں، متفرق بھی رکھ سکتا ہے، امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر نذر ایسی شرط کے ساتھ معلق کی جس کے پورا ہونے کی اسے تمنا ہے جیسے یوں کہا اگر اللہ تعالیٰ میرے بیمار کو شفاء عطاء کرے یا میرے گمشدہ کو واپس لوٹا دے تو میں یہ کام کروں گا تو کفارہ کافی نہ ہوگا اور جس کی نذر مانی ہے وہ پورا کرنا لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۷۰)

استحساناً انعقاد نذر کی ایک صورت

سوال: ایک شخص کی بکری بیماری ہوگئی اس نے کہا اگر یہ بکری اچھی ہوجائیگی تو قربانی کردوں گا، پھر وہ اچھی ہوگئی تو اسکی قربانی کرنا ضروری ہے؟ اور اگر نذر ہوا اور اسکو بیچ ڈالے تو اب اسکی قیمت کو کیا کرے؟

جواب: قیاس کا حکم یہ ہے کہ بدوں لفظ علیّ یا مایفید معناہ نذر نہ ہوگی، بلکہ وعدہ ہے اور استحسان کا حکم یہ ہے کہ تب بھی نذر ہوجائے گی پس صورت مسئولہ میں بحکم استحسان نذر ہوجائے گی ۔ وھوا حوط ایک بحث تو یہ تھی، دوسری بحث یہ ہے کہ قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تب تو کسی زمانہ کی قید نہ ہوگی اور قربانی مراد ہے تو ایام نحر کی قید ہوگی اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار ہے، خواہ ذبح کر کے صدقہ کرے یا بکری کی قیمت کا صدقہ کرے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں، خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح وصدقہ کرے، خواہ وہ قیمت صدقہ کرے اور اگر قربانی مراد لی ہے اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو ایام نحر میں اس قیمت کی بکری خرید کر قربانی کرے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۸)

تہائی آمدنی خیرات کرنے کا وعدہ

سوال: میری بیوی نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی آمدنی کا تیسرا حصہ خیرات کیا کروں گی، اس صورت میں تہائی آمدنی خیرات کرنا ضروری ہے یا کیا؟ اور اس خیرات سے شوہر کا قرض ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور میری وہ اولاد جو دوسری زوجہ کے بطن سے ہے انکو اس خیرات کا دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ وعدہ نذر بصیغہ نذر تھا تو جو آمدنی اس کی ہو اس کی تہائی کا صدقہ کرنا لازم ہے، شوہر کی آمدنی اس میں داخل نہیں، بلکہ شوہر جو کچھ اس کی ملک کرے گا اس میں تہائی کا صدقہ کرنا

لازم ہوگا اور نذر کے پورا نہ کرنے سے گنہگار ہوگی اور اس خیرات میں شوہر کا قرض ادا کرنا درست نہیں، دوسری بیوی کی اولاد اگر وہ بالغ اور محتاج ہے تو ان کو دینا درست ہے اور چھوٹی اولاد میں باپ کے غنا کا اعتبار ہے اور اگر وہ بصیغہ نذر نہ ہو تو اس وعدہ کا پورا کرنا لازم نہیں۔ صدقہ کرے تو بہتر ہے اور جب طاقت نہ ہو تو نہ کرنے میں گناہ نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۶۸)

کامیاب ہوگیا تو ہر جمعہ کو روزہ رکھوں گا

سوال: بندہ نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم اگر میں اس امتحان میں کامیاب ہوگیا تو ہمیشہ ہر جمعہ کو روزہ رکھا کروں گا، امتحان میں کامیاب ہوگیا، قسم کا کفارہ میرے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ اور روزہ ہی رکھنا واجب ہے تو گذشتہ ایام کی قضا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: یہ لفظ کہ خدا کی قسم الخ نذر ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے اور چونکہ یہاں تعلیق نذر ایسی شرط کے ساتھ کی گئی ہے جس کے ہونیکا ارادہ تھا، یعنی اس کا وجود مقصود تھا اس لئے صاحب ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کے موافق اس میں سوائے نذر کے دوسرا کوئی احتمال نہیں، پس آئندہ ہر جمعہ کو روزہ سے رہنا واجب ہے اور اگر اب تک کوئی جمعہ چھوٹ گیا ہے اسکی قضا بھی واجب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۵۶)

صحت کیلئے فدیہ دینا

سوال: عوام وخواص میں دستور ہے کہ بیمار کی صحت کیلئے بکرا ذبح کرتے ہیں اور بظاہر ان کی نیت فدیہ کی ہوتی ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۱۸)

ڈیڑھ روٹی سے زیادہ کھاؤں تو؟

سوال: ایک شخص نے اس طرح نذر کی کہ اوقات طعام میں یعنی غذا اور اشیاء میں فی وقت میں اگر ڈیڑھ روٹی سے زیادہ کھاؤں تو ایک روزہ نذر کا رکھوں گا لیکن یہ کہنا یاد نہیں رہا کہ فلاں تاریخ تک نذر کرتا رہوں گا کچھ دیر بعد کہہ دیا کہ فلاں روز تک نذر کرتا رہوں گا تو نذر کب تک مقرر ہوئی؟

جواب: اول نذر میں چونکہ کوئی لفظ دوام اور ہمیشگی کا اس نے نہیں کہا اس لئے ایک دن کے لئے نذر منعقد ہوئی پھر جب یہ کہا کہ فلاں روز تک یہ نذر کرتا ہوں تو اسی روز تک یہ نذر رہے گی، اس کے بعد نذر لازم نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۹۹)

نذر کے متعلق ایک سوال و جواب اور اس پر اشکال

یہاں دارالعلوم میں نذر معلق کی ایک صورت کے بارے میں استفتاء آیا تھا میں نے اس کو جواب لکھا ہے مگر مولانا تقی صاحب کو اس پر چند اشکالات ہیں، جواب مع اشکالات حاضر ہے، اگر جواب صحیح ہے تو اشکالات کا حل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

استفتاء میں نے اللہ پاک سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اگر کراچی میں کامیاب تجارت ہاتھ آ گئی تو ہر سال نفلی حج کیلئے جاؤں گا یہ وعدہ تھا، جذبہ تھا، نذر نہیں تھی، اب مجھے کامیاب دکان مل گئی ہے، اب نفلی حج پر تقریباً بیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اگر میں اس رقم سے مفتیوں کیلئے اسلامی فتاویٰ خریدلوں جس سے وہ فتویٰ بتائیں گے، میرا صدقہ جاریہ ہوگا، میرے لئے اس میں ثواب زیادہ ہے یا نفلی حج میں؟

جواب: از دارالعلوم کراچی صورت مسئولہ میں سائل نے جو یہ کہا کہ اگر کراچی میں کامیاب تجارت الخ یہ صیغہ نذر ہے یہ نذر معلق ہے اور استحساناً صحیح ہے سائل کا یہ کہنا کہ اس سے میری نیت نذر کی نہیں تھی صرف جذبہ اور وعدہ تھا معتبر نہ ہوگا۔ لہٰذا سائل پر ہر سال نفلی حج کرنا واجب ہے، حج نفلی کے بجائے اتنی رقم کسی اور کار خیر میں لگانا جائز نہیں۔

اشکالات مولانا محمد تقی صاحب

۱۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ حج واجب نہ ہو استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ حج واجب ہو تو اس قیاس اور استحسان کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے؟ اگر مابہ الامتیاز یہی ہو کہ یہ نذر معلق ہے جو کہ بزازیہ کی تشریح کے مطابق ہے تو اس قسم کے کلمات عرف میں عام طور پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر حکومت اجازت دے گی یا میرا لڑکا سفر سے آ گیا، یا میری لڑکی کی شادی ہوگئی تو حج کو جاؤں گا۔ وغیرہ۔

۲۔ اور اگر نذر معلق کو الفاظ نذر میں داخل کرلیا جائے، جیسے اشباہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے تو نذر کرنے والا جب اس بات کی تصریح کردے کہ میری نیت اس سے نذر کی نہیں تھی فقط ایک وعدہ تھا تو کیا اس کی نیت معتبر نہ ہوگی؟

جواب: از حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انعقاد نذر کیلئے لفظ نذر یا کوئی دوسرا صیغہ التزام ضروری ہے مگر نذر معلق میں استحساناً صیغہ التزام ضروری نہیں کیونکہ عرف عام میں اسے بہر حال نذر ہی سمجھا جاتا ہے، اس عرف کی بناء پر یہ معلوم ہوتی ہے کہ تعلیق میں دلالۃ التزام موجود ہے۔

جواب اشکالات: اگر حکومت دے گی اور اس کے ساتھ مذکورہ دوسری مثالوں میں نذر اس لئے نہیں ہوتی کہ عرفاً ہر تعلیق سے نذر مقصود نہیں ہوتی، بلکہ شفاء امراض، و دفع بلیات و حصول مقاصد

وغیرہ کے ساتھ تعلیق ہے اور شکرانہ کے طور پر کوئی عبادت متعین کرے تو اس سے نذر مراد ہوتی ہے۔

۲۔نذر کی نیت نہ کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک عدم نیت نذر دوسری نیت عدم نذر، پہلی صورت میں نذر منعقد ہو جائے گی، اس لئے کہ الفاظ سے انکے عرفی معنیٰ کا ثبوت نیت پر موقوف نہیں۔ اس لئے عبارات فقہ میں انعقاد نذر کیلئے نیت کی قید نہیں اور دوسری صورت یعنی نیت عدم نذر میں عدم انعقاد کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ لانه حقیقة کلامه وهو الوعد (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۸۵)

نذر اور حیوانات

نذر کا دارومدار الفاظ پر ہے

سوال......ایک شخص نے کہا کہ اگر مجھے فلاں چیز مل گئی تو اتنی رقم خیرات کروں گا جبکہ دل میں ارادہ یہ تھا کہ اگر وہ چیز صحیح ہو لیکن زبان پر یہ تعین نہیں ہوا اب متعلقہ چیز ملنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو خراب ہے تو کیا اس شخص پر اتنی ہی رقم خیرات کرنا واجب ہے یا مطلوبہ چیز میں نقص کی وجہ سے خیرات کی رقم میں کمی بیشی ہو سکتی ہے؟

جواب......نذر کی تکمیل کا تمام تر دارومدار الفاظ پر ہوتا ہے نیت کا زیادہ دخل نہیں رہتا اس لئے جب الفاظ مطلق ہوں تو اس چیز کے ملنے پر مقررہ رقم خیرات کرنا واجب ہے اگر وہ چیز درست حالت میں نہ ہو۔

قال العلامة التمرتاشیؒ: ومن نذرنذراً مطلقاً اومعلقاً بشرط وکان من جنسه (واجب) فرض وهوعبادة مقصودة وجدالشرط المعلق به لزم الناذر کصوم وصلوة وصدقة (تنویرالابصارعلی هامش ردالمحتارج۳ ص۶۶، ۶۷ کتاب الایمان قال العلامة برهان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانیؒ: وان علق النذر بشرط فوجدالشرط فعلیه الوفاء بنفس النذر (الهدایة ج۲ ص۴۶۳ کتاب الایمان 'فصل فی الکفارة)ومثله فی شرح الوقایة ج۲ ص۲۴۰ کتاب الایمان) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۴۵

نذر کے جانور کو بدلنا

سوال:ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اپنے دو بکروں میں سے ایک کو صدقہ کر دوں گا اور ابھی کام ہوا نہیں ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ وہ کام ہو جائے تو کیا ابھی

اس بکرے کی قربانی کرسکتا ہے؟ اس کا خیال یہ ہے کہ بکرے کی قیمت لگا کر قیمت محفوظ رکھ لے اور جب کام پورا ہوجائے تو اس قیمت کا بکرا خرید کر صدقہ کردے اور جو بکرا موجود ہے اس کی قربانی کردیگا۔ شرعاً اس کی اجازت ہوگی؟

جواب: صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ دو بکروں میں سے جو اچھا ہو اسے رکھ لیا جائے دوسرے کو فروخت کردیا جائے یا قربانی کردی جائے اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں کو فروخت کردیا جائے یا قربانی کردی جائے اور جب کام پورا ہوجائے تو ایک بکرے کی قیمت صدقہ کردی جائے، یا اس کا بکرا خرید کر صدقہ کردیا جائے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۶۹)

نذر کے جانور کو قربانی میں استعمال کرلیا

سوال: ایک شخص نے بقرہ معینہ ذبح کرنے کی نذر مانی اور ایک دوسرا جانور قربانی کیلئے خرید تو اس نے قربانی کے جانور کو نذر کی نیت سے اور نذر کے جانور کو قربانی کی نیت سے بھول سے ذبح کردیا اور قربانی کا جو جانور نذر کی جگہ ذبح کیا گیا ہے۔ اس کا گوشت بھی لحم نذر کی طرح تقسیم کردیا یا ناذر اپنی اولاد کو ذبح کا وکیل بنا کر چلا گیا اور اولاد سے ایسے غلطی ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب نذر کے جانور کو واجب قربانی کی نیت سے ذبح کردیا تو نذر ادا نہ ہوئی اب اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور قیمت جس طرح نقد کے ذریعے ادا کی جاتی ہے اسی طرح سامان اور دوسرے اموال کے ذریعے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ پھر جب دوسرے جانور کو نذر کی نیت سے ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کردیا تو جو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوا تھا وہ ساقط ہوگیا۔ بشرطیکہ یہ جانور قیمت میں اس دوسرے جانور سے کم نہ ہو اور واجب قربانی بھی اس سے ساقط ہوجائے گی، کیونکہ ذبح محل میں واقع ہوا ہے اور اہل سے صادر ہوا ہے کہ کیونکہ جانور کو نذر کے لئے متعین کردینے سے وہ قربانی کی صلاحیت سے خارج نہیں ہوتا۔ اب اس پر کوئی ضمان بھی واجب نہ ہوگا۔ البتہ اس بھول اور خطاء کی وجہ سے استغفار کرے، خطا اور نسیان اگرچہ امت سے مرفوع ہے لیکن چونکہ نسیان اسباب غفلت سے عموماً خالی نہیں ہوتا اس وجہ سے استغفار واجب ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۳۱)

بکری کی نذر میں بکری کا بچہ صدقہ کرنا

سوال: زید نے منت کی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو ایک بکری صدقہ کروں گا اس نے بکری کا بچہ صدقہ کردیا، نذر ہوگئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں پوری بکری یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے لہٰذا جب کہ نذر کرنے والے نے بکری کے بچہ کا صدقہ کیا ہے تو وہ کس قیمت کا تھا بکری کی قیمت سے اس بچہ کی قیمت جس قدر کم ہے اسی قدر قیمت اور صدقہ کردے تاکہ پوری بکری کی قیمت صدقہ ہوجائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۶۷)

منذور چیز نہ ملنے پراس کے قائم مقام کا حکم

سوال......ایک شخص نے اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی لیکن اس کے علاقے میں اونٹ ملنا مشکل ہے اور اگر ملتا بھی ہے تو اتنا مہنگا کہ اس کی قوت خرید سے باہر ہے اب اس شخص کے لئے اونٹ ہی ذبح کرنا ضروری ہے یا کوئی اور جانور اس کے بدلہ میں ذبح کرسکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب......اگر یہ شخص واقعی کسی ایسے علاقہ میں رہتا ہے جہاں اونٹ ملنا مشکل ہے تو اب اس کو اختیار ہے کہ یا تو سات بکریاں ذبح کرکے اپنی نذر پوری کرے یا پھر درمیانی قسم کے اونٹ کی قیمت صدقہ کردے اس سے اس کی نذر پوری ہوجائے گی۔

لماقال العلامة الحصکفیؒ: ولوقال الله علی ان اذبح جذوراً اوتصدق للحمه فذبح مکانه سبع شاة جاز(الدرالمختار بحواله امدادالفتاویٰ ج۲ ص ۵۵۲ کتاب النذر)

لما قال العلامۃ اشرف علی التھانویؒ: اس صورت میں اختیار ہے خواہ سات بکریاں ذبح کرکے مساکین کو خیرات کردیجئے یا متوسط درجہ کے اونٹ کی قیمت مساکین کو تقسیم کردیجئے
(امدادالفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۲ کتاب النذر) فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۷)

قربانی کی نذر قربانی ہی سے پوری ہوگی

سوال: میری ہمشیرہ جہاز میں سخت بیمار ہوئی میں نے منت مانی کہ اگر خیریت سے جائے قیام پر پہنچی تو قربانی کروں گا۔ الحمدللہ کہ خیریت سے پہنچی آیا منت جو مانی ہے وہ قربانی ہی کرنے کی صورت میں پوری ہوسکتی ہے یا وہی قیمت کسی یتیم خانے وغیرہ میں دی جاسکتی ہے؟

جواب: منت جو قربانی کی کی تھی تو قربانی ہی کرنی چاہئے۔ قربانی سے منت پوری ہوگی۔ اور یہ ایام قربانی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۵۰)

نذر کے جانور میں قربانی کے شرائط ہیں یا نہیں؟

سوال: نذر مطلق کی گائے اور بکری مثل قربانی کے دوسالہ اور ان عیوب سے پاک اور بری ہونا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: گائے و بکری وغیرہ کی نذر اسی وجہ سے صحیح ہے کہ ان جانوروں کی قربانی ہوتی ہے۔ لہٰذا شرائط قربانی کا پایا جانا نذر مطلق میں ضروری ہے، البتہ نذر معین جس کی کرے وہی متعین ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۰۴)

نذر کی قربانی سے واجب قربانی ادا نہ ہوگی

سوال: ایک شخص نے اس طرح نذر کی کہ اگر میرا بیل بیماری سے ٹھیک ہوگیا تو اللہ کی قسم قربانی کے وقت اس کی قربانی کردوں گا، شخص مذکورہ مالدار ہے اس صورت میں اس کی نذر درست ہے یا نہیں؟ اور اس پر دوسری قربانی واجب ہے یا نہیں؟ یا وہی بیل کی قربانی کافی ہوجائے گی؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر نذر مذکورہ ایام نحر سے پہلے واقع ہوئی ہے تو علاوہ اس بیل کی قربانی کے اس پر دوسری قربانی بھی واجب ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۰۰)

اونٹ کی قربانی کی نذر میں گائے ذبح کرنا

سوال: زید نے منت مانی کہ اگر خدا میرا فلاں کام پورا فرمادیں تو میں خدا کے درگارہ میں ایک شتر قربانی کردوں تو مقصد پورا ہونے کے بعد شتر پائے جانے کے باوجود گائے دینا بایں مصلحت کہ اونٹ پچاس روپے میں ملتا ہے اور کھال ایک روپے میں بھی نہیں جاتی جائز ہے یا نہیں؟

بجائے اونٹ کے سات بکریاں ایک ساتھ ذبح کرے یا متفرق؟

سوال: شتر کے نہ پائے جانے کی صورت میں آپ نے فتاویٰ اشرفیہ میں سات بکریاں دینا فرمائی ہیں۔ آیا ساتوں ایک ہی وقت میں دینا چاہیں یا ایک ایک دو دو کرکے برس دو برس میں کرنے سے ہوگا؟

بقرعید سے پہلے یا بعد میں منذور قربانی کرنا

سوال: بقرعید کے چاند میں عید کے قبل یا بعد میں دوسری قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

منت کی قربانی کیا ایام نحر میں ہی ضروری ہے؟

سوال: اگر قربانی کرنے کی منت کرے تو قربانی کے دن یعنی بقرعید کے ۱۰، ۱۱، ۱۲ کو ذبح کرنا ہوگا یا اور دن بھی کرسکتا ہے؟

جواب: (چاروں سوالوں کا جواب) قربانی سے مراد ناقد نے صرف ذبح لیا ہے یا قربانی بقرعید کے زمانے میں اگر اول مراد لیا ہے تو جب چاہے نذر ادا کرے اور اگر ثانی ہے تو خاص ایام نحر میں ادا کرنا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ذبح مقصود ہے اور تصدق اس کے تابع، اول صورت گائے بھی شتر کے قائم مقام ہو جائے گی۔ اور دوسری صورت میں قیمت کی برابری شرط ہے۔ خواہ ایک گائے اتنی قیمتی مل جائے یا چند گائے مل کر ہوں اگر قربانی کی نذر کی ہے تب تو چونکہ شتر کے ذبح میں تفریق نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس کے بدل میں بھی ایک ہی وقت سب کا ذبح ضروری ہے۔ اور اگر ذبح کی نذر کی ہے تو اس میں تفریق بھی جائز ہے۔ اس تفریق سے سب سوالوں کا جواب ہوگیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۰)

دوسرے کے جانور کی قربانی کی نذر ماننا

سوال: خالد کے دو بیل بیمار ہوگئے، اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ بیل اچھے ہوگئے تو ایک بیل قربانی کردوں گی جب بیل اچھے ہوگئے تو خالد اپنی ماں کو نذر پورا کرنے سے منع کرتا ہے، تو نذر پوری کس طرح ہو؟

جواب: خالد کے مملوکہ بیلوں میں بدون اجازت خالد اس کی والدہ کسی بیل کو ذبح نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کو اور بیل خرید کر ذبح کر کے نذر پوری کرنی چاہئے کیونکہ دوسرے کی ملک میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ پس اگر اس کی والدہ کی غرض نذر سے یہ تھی کہ انہیں دو بیلوں مملوکہ خالد میں سے ایک کو ذبح کروں گی تو وہ نذر منعقد نہیں ہوئی اور اگر مطلق بیل کا ذبح کرنا نذر کیا تھا تو نذر صحیح ہوگئی۔ دوسرا بیل خرید کر نذر پوری کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۰۷)

عقیقہ کا گوشت نذر میں استعمال کرنا

سوال: ایک شخص نے کچھ مساکین کو کھلانے کی نذر کی تھی کہ اگر میرا لڑکا ہوا تو مثلاً بیس مساکین کو کھانا کھلاؤں گا۔ آیا وہ شخص عقیقہ کا گوشت اس نذر میں استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور عقیقہ نفس ذبح سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: عقیقہ تو نفس ذبح سے ادا ہوگیا، لیکن اس گوشت کا اس نذر میں صرف کرنا راجح قول کے مطابق جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۶۰)

اگر یہ بچہ اچھا ہوگیا تو ذبح کر کے لوگوں کو کھلاؤں گا

سوال: زید کی گائے کا بچہ بیمار ہوا اس وقت اس نے کہا اگر یہ بچہ اچھا ہو جائے تو میں اس کو

ذبح کر کے لوگوں کو کھلاؤں گا۔ اس نے بچہ کو ذبح کر کے خود بھی کھایا، لوگوں کو بھی کھلایا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں یہ نذر نہیں ہوئی اس لئے کہ اسکا یہ کہنا ذبح کر کے لوگوں کو کھلاؤں گا کا وعدہ ہے، نذر نہیں، پس اسکا گوشت خود کھانا اور دوسرے کو کھلانا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۳۸)

مرغ، کیلا وغیرہ کی نذر برائے فقراء صحیح ہے

سوال: مرغ، کیلا، آم، ناریل، ترکاری، بتاشہ، شیرینی وغیرہ کی نذر صحیح اور لازم الاداء ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ نذر کے واسطے ایک شرط یہ ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے جس کا ہم جنس کوئی فرض یا واجب ہو اور اشیاء مذکورہ ان چیزوں میں سے ہیں یا نہیں؟

جواب: اشیاء مذکورہ کے صدقہ کرنے کی نذر صحیح ہے، کیونکہ تصدق کی جنس فرض ہے۔ کالزکوۃ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۳۴)

نذر کے جانور سے فائدہ حاصل کرنا

سوال: نذر مانے ہوئے جانور سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا کیا؟ اور اسکا بچہ بحکم ماں کے ہے یا نہیں؟

جواب: منذور جانور سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور بچہ ماں کے حکم میں ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۱۶)

جس جانور کی نذر کی تھی وہ مر جائے تو کیا کرے؟

سوال: ایک مفلس شخص نے ایک معین جانور کی نذر مانی، چندروز کے بعد وہ ہلاک ہو گیا، آیا دوسرا جانور اس کیلئے قربان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس کا ضمان ساقط ہے اور دوسرے جانور کا صدقہ کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۹۸)

جس نے جانور قربان کرنے کی نذر مانی ہو جانور ذبح کرنا ضروری ہے یا قیمت کافی ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں

(۱) زید نے منت مانی کہ اگر اسکے بچے کو صحت ہوگی تو وہ ایک بکرا قربانی دے گا کیا زید کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بکرا ہی قربانی میں دے یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ کسی مستحق کو دے سکتا ہے

(۲) زید کے پاس ایک گھڑی ہے سونے کی جو رغبت کے ساتھ بنائی گئی یعنی اس کے پرزوں کا خول سے یہ تناسب ہے کہ مثلاً ایک روپیہ بھروزن ہرآنے سونا بھر ہو کیا اس کا استعمال جائز ہے۔

جواب......(۱) زید کو اختیار ہے کہ بکرا ذبح کرے یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ کسی مستحق کو دے دے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کی نیت میں یہ ہو کہ صحت ہونے میں بکرا خیرات کروں گا اور اگر یہ نیت کی تھی کہ عید قربانی کے موقع پر ایک بکرے کی قربانی کروں گا تو پھر قربانی کرنا لازم ہے ''قربانی دوں گا'' سے مقصود بظاہر کلام میں تصدق ہے اس لئے نذر ہے۔

(۲) جس گھڑی میں سونا غالب ہو اس کا پہننا اور باندھنا مردوں کے لئے حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمودیہ ج ۸ ص ۴۴۲)

نذر کی گائے کے بچہ پیدا ہوا

سوال: نذر مانی ہوئی گائے سے بچہ پیدا ہوا اس بچہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ بچہ بھی اس گائے کے حکم میں ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۹۹ (یعنی بچہ کو بھی گائے کے ساتھ ذبح کر دیا جائے)

کمافی الدرالمختار ولدت الاضحیة ولداً قبل الذبح یذبح الولد معها ، کتاب الاضحیة .

بکری کے معین بچے کی نذر ماننے کا حکم

سوال: ایک شخص نے نذر مانی تھی یا اللہ اگر بکری کا بچہ اچھا ہو جائے تو اسی بکرے کی قربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام دوں گا ابھی بکری کا بچہ کم عمر ہے ایک برس کا نہیں ہوا، قربانی نہ دے تو کیا گنہگار ہوگا، یا بکری کا بچہ ذبح کر کے خیرات کر دے کہ یا اللہ ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پہنچے؟

جواب: مشہور روایت ہے کہ نذر اطاعت کی ہوتی ہے جس کی جنس سے کوئی فرض ہو، لیکن علامہ شامی نے معتبرات فقہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ خواہ فرض ہو یا واجب پس چونکہ قربانی کے افراد میں سے واجب پایا جاتا ہے۔ لہذا یہ نذر منعقد ہوگئی۔ اب نذر کرنے والا اپنی نیت کو دیکھے کہ قربانی سے مراد مطلق ذبح لیا تھا یا اصطلاحی قربانی؟ اول صورت میں تو انتظار ایک برس کے ہونے کا نہ کرے اور دوسری صورت میں جب وہ برس کا ہو جائے اور ایام قربانی بھی آجائیں اس وقت ذبح کرے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۵۸)

کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کرنے کی منت ماننا شرک ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین مفتیان شرع دریں صورت مسئولہ میں کہ

(۱) ایک شخص نذر غیر اللہ کی مانتا ہے فلاں پیر بزرگ کی جگہ داستان پر بکرا ذبح کروں گا حالانکہ اس کے ہمسائے زیادہ محتاج اور غریب ہیں اس کو کہا گیا ہے کہ اگر بزرگ کی جگہ پر جانا ہے تو بکرا کو ذبح کر کے ہمسائیگان کو کھلا دیا جائے اور بعد بزرگ کی جگہ پر بلا کسی روک ٹوک کے جا سکتے ہو کیونکہ ہمسائیگان بھی ایسے مفلس اور نادار ہیں کہ ایک وقت کا کھانا ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں بھوک ہڑتال تو بکرا غیر اللہ کی جگہ پر جا کر ذبح کرنا کیسا ہے؟ بمع حوالہ کتب صفحہ اور عورتوں کو بھی ساتھ لے جا کر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے کیا یہ حلال ہے یا حرام ہے۔

نوٹ: ساتھ یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ ہم نے بزرگ کی جگہ بکرا ذبح نہ کیا تو ہمارے بال بچوں کو تکلیف ونقصان پہنچے گا دفع مضرت کے لئے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔

(۲) دو بہنیں باپ اور بیٹے سے نکاح کر سکتی ہیں یا نہ (ایک بہن لڑکے کے باپ سے اور دوسری بہن لڑکے سے نکاح کرے) کیا یہ جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

جواب...... (۱) نذر غیر اللہ حرام ہے جس میں خوف کفر ہے **لان النذر عبادۃ والعبادۃ لاتکون الا للّٰہ** لہذا ناذر پر توبہ لازم ہے اور اس نذر کا ایفاء واجب تو نہیں بلکہ حرام ہے بکرا اس کا بوجہ توبہ کرنے کے اور نذر کو توڑنے کے جیسا چاہے استعمال کرے البتہ غریبوں کو کھلانا موجب ثواب ہے عقیدہ بالا غلط عقیدہ ہے شرک کے اثرات سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(۲) یہ نکاح جائز ہے کہ کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں **احل لکم ماوراء ذلک الآیۃ**

(فتاویٰ مفتی محمود ج۸ ص ۴۳۵)

ذبح کی نذر میں گوشت کا صدقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں

سوال: ذبح حیوان کی نذر ماننے میں اختلاف ہے بعض نے ماجنسہ واجب کو عام رکھ کر کہا ہے کہ نذر منعقد ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ واجب ہے مراد فرض ہے تو نذر منعقد نہ ہوگی۔ صاحب درمختار نے قول ثانی کی اور شامی نے قول اول کی تصحیح کی ہے تصحیح شامی کی بناء پر آیا صرف ذبح سے ایفاء ہو جائے گا، مثل قربانی کے یا کہ گوشت اور چرم کا صدقہ کرنا ضروری ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ ضرور ہو مگر تصریح نہیں ملتی۔

جواب: تصریح میں نے بھی دیکھی لیکن فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا ایام ضحیہ کے علاوہ میں قربت مقصود نہیں اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا چاہئے پس اگر ذبح کی نذر صرف ذبح سے پوری ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربت مقصودہ ہو وھو باطل اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائے گا تا کہ اس کے انضمام سے وہ قربت مقصود ہو جائے۔ اس قاعدہ سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا۔ نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے پس عرفاً نذر بالذبح کا لفظ ذبح اور تصدق کے مجموعہ میں مستعمل ہوگا اور اس مجموعہ کی نذر میں فقہا نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۲ص ۵۵۶)

نذر اور قربت

درود شریف پڑھنے کی نذر ماننے کا حکم

سوال...... میں نے ایک کارخانے میں نوکری کے لئے درخواست دی تھی اس کی منظوری کے لئے میں نے نذر مانی کہ نوکری ملنے کے بعد چالیس دن تک روزانہ سو بار درود شریف پڑھوں گا اب جبکہ میری درخواست منظور ہوگئی ہے اور اسی جگہ مجھے نوکری مل گئی ہے تو کیا مجھ پر چالیس دن تک روزانہ درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

جواب...... نذر کے انعقاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمل کسی مقام پر فرض یا واجب ہو درود شریف پڑھنا بھی بعض مواقع میں واجب ہے اس لئے درود شریف پڑھنے کی نذر ماننا صحیح ہے اگرچہ بعض علماء کرام کا اس میں کلام ہے مگر صحیح اور راجح قول صحت کا ہے لہٰذا اب آپ پر چالیس دن تک روزانہ سو بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

لماقال العلامة الحصکفیؒ: ولو نذر ان یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم کل یوم کذالزمة وقیل لا' قال ابن عابدینؒ: تحته قوله لزمه لان من جنسه فرضاً...... منه یعم انه لایشترط کون الفرض قطعیاً وقوله قیل لالعل وجهه اشتراط کون الفرض قطعیاً...... قلت والاحوط الاول (ردالمحتار ج۳ ص۵۰۱ بحواله امدادالفتاویٰ ج۲ ص ۵۹۲ کتاب النذور

(فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص ۴۸)

ہر نماز کے بعد دو رکعت نفل کی نذر مانی کیا کرے؟

سوال: زید نے نذر کی تھی کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا تو ہر نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھوں گا، کام پورا ہو گیا زید کئی دن تک نذر کا دوگانہ ادا کرتا رہا پھر کبھی کبھی قضا ہونے لگا، رفتہ رفتہ بالکل چھوٹ گیا اب یاد بھی نہیں رہا کتنے دوگانے قضا ہوئے اور کتنے پڑھے گذری ہوئی نمازوں کے متعلق کیا کیا جائے؟ اور آئندہ بھی دوگانہ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس قسم کی نذر لازم ہو جاتی ہے اور پورا کرنا اس کا لازم ہے، جو دوگانہ وقت پر ادا نہیں ہوا اس کی قضا لازم ہے اور زندگی میں فدیہ دینا ان نمازوں کا درست نہیں ہے، فدیہ کی وصیت بوقت موت لازم ہوتی ہے کہ اس قدر دوگانے میرے ذمہ لازم رہے ان کا فدیہ مثل صدقۃ الفطر کے میرے مال سے دیا جائے۔ زندگی میں سوائے ادا کرنے کے اور کوئی صورت خلاصی کی نہیں۔ پس اب ہر نماز کے ساتھ دوگانہ منذورہ ادا کرے مگر جن نمازوں کے بعد اس قسم کی نماز درست نہیں ہے۔ جیسے فجر اور عصر اس میں یہ کرے کہ عصر سے پہلے پڑھ لے اور فجر کے بعد کا دوگانہ آفتاب نکلنے کے بعد یا صبح صادق سے پہلے پڑھ لیا کرے اور باقی نمازوں کے بعد اس دوگانہ کو ادا کیا کرے۔ اور گذشتہ فوت شدہ دوگانوں کا تخمینہ کرے کہ کب سے نہیں پڑھی، ہر ایک شب و روز کے پانچ دوگانہ واجب ہیں ان کو جس طرح سہل ہو قضا کرتا رہے اور پھر اس کے اندازے میں جس قدر باقی رہ جاویں ان کیلئے وصیت کردے کہ اس قدر فدیہ دوگانوں کا مرنے کے بعد ادا کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۰۸)

اگر مقدمہ قتل سے بری ہو گیا تو ہزار رکعت پڑھوں گا

سوال: ایک شخص خون کی علت میں گرفتار ہو کر قید ہوا اس شخص نے نذر مانی کہ اگر قید فرنگ سے بری ہو جائے اور جان اس کی سلامت رہے تو میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کروں گا وہ شخص جان سے تو سلامت رہا مگر سات برس کی قید اس کو ہو گئی اب نذر کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اس سے پوچھا جائے کہ رہائی سے کیا مراد ہے؟ آیا سزائے موت سے رہائی یا مطلق سزا سے رہائی شق اول میں شرط نذر پائی گئی، لہذا ایفاء نذر واجب ہے اور شق ثانی میں شرط نہیں پائی گئی اس لئے ایفاء واجب نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۶)

نمازیوں کو کھلانے کی نذر

سوال: زید نے منت مانی کہ فلاں کام ہو گیا تو بیس مصلی کو کھانا کھلاؤں گا اب کام ہونے پر

بیس مصلی کو کھانا کھلانا خواہ مصلی امیر ہو یا غریب درست ہے یا نہیں؟ اور نذر کا کھانا امیروں کو جائز ہے یا نہیں؟ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ نذر کا کھانا امیروں کو جائز ہے اگرچہ جتنی مقدار امیروں نے کھائی ہے نذر صحیح نہ ہوگی اور فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ نذر کا کھانا اغنیاء کو حرام ہے دونوں فتوؤں کی عبارت میں اختلاف ہے۔ بندہ کے خلجان کو رفع فرمائیں؟

جواب: بقدر حصہ اغنیاء نذر منعقد ہی نہیں ہوئی اس لئے اس کا ایفاء واجب نہیں اور اغنیاء کو کھلایا تو یہ اس لئے جائز ہے کہ ان کے حق میں یہ طعام نذر کا نہیں، بقدر حصہ فقراء نذر صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے اغنیاء کو کھانا جائز نہیں، صورت سوال میں اغنیاء وفقراء کا مجموعہ بیس ہے ان میں سے عدد فقراء مجہول ہے، فتاویٰ رشیدیہ اور امداد الفتاویٰ کے جواب میں تعارض نہیں اس لئے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس نذر کا حکم ہے جو فقراء کیلئے مختص ہو اس سے اغنیاء کو کھانا جائز نہیں اور امداد الفتاویٰ میں ایسی نذر کا بیان ہے جس میں ناذر نے اغنیاء وفقراء دونوں کی نیت کی ہو۔ اس میں بقدر حصہ اغنیاء نذر منعقد ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے اس کا ایفاء واجب نہیں۔ معہذا اگر اغنیاء کو کھلائے گا تو چونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں بلکہ تطوع ہے اس لئے اغنیاء کے لئے حلال ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۹)

نذر کی نفل نماز کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر

سوال: جو شخص نذر کرے اگر اللہ تعالیٰ میرا فلاں کام کردے تو دس نفل پڑھوں گا تو ان نفلوں کو کھڑے ہو کر ادا کرنا واجب ہے یا بیٹھ کر بھی ادا کرسکتا ہے؟

جواب: اگر طاقت ہے تو کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۰۵)

نذر تسبیحات بعد نماز صحیح ہے

سوال۔ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز کے بعد جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اگر کسی نے یہ تسبیحات پڑھنے کی نذر کی تو اسکا پورا کرنا واجب نہیں' اور اگر درود شریف کی نذر کی تو واجب ہو جاتی ہے حوالہ شامی کا دیتے ہیں' کیا انکا یہ قول صحیح ہے اگر صحیح ہے تو تسبیحات اور درود شریف میں فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ تسبیحات اور درود شریف میں یہ فرق شامیہ میں نہیں، درمختار میں ہے علامہ شامی نے نذر تسبیحات کو بھی واجب الادا قرار دیا ہے۔ صحت نذر کیلئے منذور کا عبادۃ مقصودہ ہونا ہے اور اس کی جنس سے کسی فرد کا فرض یا واجب ہونا شرط ہے۔ نماز کے بعد والی تسبیحات عبادہ مقصودہ ہیں اور یہاں لفظ تسبیحات تغلیباً تحمید وتکبیر کو بھی شامل ہے اور تحمید نماز میں سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں فرض ہے اور تکبیر ابتداء نماز میں فرض ہے اور تکبیرات عیدین وتکبیرات تشریق واجب ہیں۔ اس لئے ان

تسبیحات کی نذر صحیح ہے۔ اسی طرح درود شریف عبادہ مقصودہ ہے اور عمر بھر میں ایک بار فرض ہے اس لئے اس کی نذر صحیح ہے البتہ نذر تسبیحات میں اگر نماز کے بعد کی قید نہیں لگائی تو یہ نذر واجب نہیں اس لئے کہ اس موقعہ پر لفظ تسبیحات تحمید و تکبیر کو شامل نہیں، بلکہ صرف تسبیح ہی مراد ہے اور جنس تسبیح میں کوئی فرد فرض یا واجب نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۱)

جس شخص نے مکہ اور مدینہ کے مدارس وفقراء پر خرچ کرنے کی منت مانی اور وہاں نہ جاسکا تو کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عہد کیا ہوا ہے کہ ۲ آنہ فی روپیہ اپنے کاروبار اور آمدنی سے فی سبیل اللہ خرچ کیا کروں گا ایک آنہ فی روپیہ پاکستان کے غریبوں اور اداروں پر خرچ کروں گا اور ایک آنہ فی روپیہ مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مدارس عربیہ اور غرباء پر خرچ کیا کروں گا تین چار سال سے عرب نہیں جاسکا اس کے پاس تقریباً پندرہ سولہ ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے کہ وہ عرب فنڈ پاکستانی غرباء اور مدارس پر خرچ کر سکتا ہے یا نہیں یا وہاں ہی اس روپیہ کو بھیجا جائے۔

جواب...... صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے عہد کیا ہے نذر نہیں مانی تب اس پر یہ بھی واجب نہیں کہ وہ رقم ضرور خیرات کرے البتہ ایفاء عہد کی حد تک اسے صرف کرنا چاہئے اور اگر وہ باقاعدہ نذر کر چکا ہے تو بھی ان مخصوص غرباء وفقراء پر صرف آنہ نذر میں ضروری نہیں ہوتا جن کی تفصیل نذر مانتے وقت کی جائے۔ بلکہ ایک خاص مقام کے فقراء کی تخصیص کی صورت میں بھی نذر ماننے والا دوسرے مقام کے فقراء پر خرچ کر سکتا ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰ ج ۲ میں تحریر کیا ہے اس نذر سے یہ تخصیص لازم نہیں ہو جاتی دوسرے مقام کے فقراء پر صرف کرنا بھی جائز ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار ص ۱۴۷ ج ۳ میں لکھا ہے۔ ولا یخفی ان له الصرف الی غیر لهم انتهی واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۳۷)

نذر تسبیحات، تلاوت، طواف

سوال: کسی شخص نے قرآن کریم ختم کرنے کی منت مانی ایک یا زائد یا پانچ چھ سورت، یا دس بیس آیتیں پڑھنے کے بعد چندے وہ وفات پا گیا اور وفاء نذر کی وصیت کر گیا ثلث مال میں وصیت کی گنجائش ہے۔ قرآن شریف کی کل آیات ۶۶۶۶ ہیں تو کیا ہر آیت کا کفارہ الگ واجب ہے؟ جیسا کہ سجدہ تلاوت میں، یا کہ کل قرآن کریم کا ایک ہی کفارہ ہے؟

جواب: تلاوت قرآن کی نذر صحیح نہیں لہٰذا یہ وصیت واجب الادا نہیں (نقل عبارت کے بعد) ان عبارات میں تین چیزوں کی نذر سے بحث ہے، تسبیحات، طواف، تلاوت ان میں سے ہر ایک کی تفصیل الگ الگ لکھی جارہی ہے۔

تسبیحات: ان کی نذر صحیح نہیں

طواف: اس کی نظر صحیح ہے اس لئے کہ یہ عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے۔ علامہ ابن عابدین نے خانیہ سے اس کی نذر کا عدم لزوم نقل فرما کر اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ یہ عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے اس کی نذر صحیح ہونا چاہئے اس کے بعد باب المناسک سے لزوم نذر نقل فرمایا ہے علامہ رافعی نے عدم لزوم کی یہ توجیہ کی ہے کہ طواف خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ اس سے تعظیم کعبہ مقصود ہے یہ توجیہ بھی غیر وجیہ ہے۔

تلاوت: اس کی جنس سے اگرچہ واجب موجود ہے مگر یہ عبادت غیر مقصودہ ہے۔ اس لئے اس کی نذر لازم نہیں۔

علامہ ابن عابدینؒ نے خانیہ میں اور علامہ طحطاوی نے مراقی میں اس کا عدم لزوم نقل فرما کر اس پر اشکال وارد فرمایا ہے کہ قرأت، عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے۔ ان دونوں حضرات نے قہستانی سے عدم لزوم کی یہ تعلیل نقل فرمائی ہے کہ قرأت کا وجوب بعینہ نہیں بلکہ صحت نماز کیلئے ہے۔ مگر یہ تعلیل بھی علیل ہے اور اس لئے کہ وجوب بعینہ کی قید کہیں منقول نہیں، غالباً اسی لئے علامہ طحاوی وشامیؒ دونوں نے اس تعلیل کو پسند نہیں فرمایا، اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو تکبیرہ احرام وتحمید الصلوٰۃ وتکبیرات العیدین کا وجوب بھی غیر معتبر ہونا چاہئے۔

علامہ رافعیؒ نے شرح الاشباہ سے عدم لزوم کی یہ تعلیل نقل فرمائی ہے کہ قرأت عبادۃ مقصودہ نہیں اور عبادت مقصودہ نہ ہونے کی توجیہ خود یوں فرمائی کہ قرأت سے تدبر فی المعانی مقصود ہے۔ بندہ کے خیال میں بھی یہ تعلیل صحیح ہے۔ اس لئے کہ تنزیل قرآن سے مقصد تصحیح اعتقاد واعمال ہے۔ قرآن کریم کے مضامین چار قسم کے ہیں۔ اعتقادات، دلائل، اعمال، فکر پیدا کرنے اور ہمت بلند کرنے کے نسخے۔ قرأت قرآن سے یہ چاروں مقاصد حاصل ہوتے ہیں اور بار بار تکرار سے ان مقاصد میں مزید ترقی ورسوخ حاصل ہوتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۰۰)

معمولاً جو روزے رکھتا ہے ان میں نذر کی نیت کرنا

سوال: اگر کوئی شخص روزوں کی نذر کرے اور اس کا معمول بھی روزوں کا ہے مثلاً ایام بیض یا

پنجشنبہ، جمعہ وغیرہ اگر صیام معمولہ میں نیت نذر کے روزوں کی کرے تو نذر سے سبکدوش ہو جائیگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نذر مطلق ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۵۷)

نذر معین کے روزے سے عاجز ہو جائے تو قضا واجب ہے

سوال: ایک عورت نے ایک معین مدت کے روزوں کی نذر کی پھر اسی معین وقت میں بیمار ہوگئی تو کیا ان فوت شدہ روزوں کی قضا کرے گی یا فدیہ دے گی؟

جواب: بعد میں قضا کرے خواہ مسلسل اتنے روزے رکھے یا متفرق اختیار ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۹۶)

اولاد ہوئی تو اتنے دن کا روزہ رکھوں گی

سوال: ایک عورت نے نذر کی کہ اگر میرے اولاد ہو تو نو ماہ کے روزے رکھوں گی اب اس کے اولاد ہونے لگی اور نذر کے روزے رکھ نہیں سکتی جب روزہ رکھتی ہے بیمار ہو جاتی ہے۔ وہ فدیہ دے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں ان روزوں کا رکھنا لازم ہے، جس وقت ممکن ہو رکھے اور جب رکھنے سے بالکل ناامید ہو جائے اس وقت فدیہ کی وصیت کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۴۴)

دائمی روزہ کی صورت میں بوقت عجز فدیہ ہے

سوال: ایک شخص نے نذر کی کہ میں مرتے دم تک ہمیشہ روزہ رکھوں گا اب یہ شخص مرض اور کبر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: فدیہ دیتا رہے، فدیہ کی بھی طاقت نہ ہو تو استغفار کرتا رہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۷۷)

نذر مانی کہ فلاں چیز کی قیمت حج میں خرچ کروں گا

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اس چیز کی قیمت حج پر صرف کروں گا اور اس کی استطاعت میں حج کی رقم نہیں اور قیمت بھی بہت حصہ کم ہے۔ حج کی رقم سے کیا اس پر اس نذر سے حج فرض ہو جائے گا۔ یا نہ اگر فرض نہ ہو وہ منذور قیمت فی سبیل اللہ دینی پڑے گی یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں اس شخص پر حج تو واجب نہیں لیکن اس چیز کی جو قیمت حاصل ہو اس کو حج کے مصارف میں خرچ کرنا واجب ہو گیا، جس کی صورت یہ ہے کہ یا تو مکہ معظمہ میں کسی شخص کو دیدی جائے، وہاں کے کوئی شخص اس رقم سے حج کرلیں اور یا کسی ایسے شخص کو دے دی جائے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کی رقم میں کمی ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۲۹)

نذر میں مجاہدین یا طلباء دین کو کھلانے کی نیت کرنا

سوال: نذر اللہ مستطیع شخص کیلئے کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: نذر اللہ کی مختلف صورتیں ہیں اگر اس طرح نذر کی کہ اس قدر مال اللہ کیلئے صدقہ کروں گا تو اسکے مستحق صرف فقراء ہیں، اغنیاء کا کھانا حرام ہے اور اگر اسکی نذر کی ہے کہ مجاہدین یا طلباء دین کے اوپر خرچ کروں گا تو اس میں مجاہدین اور طلباء اغنیاء کو بھی کھلانا درست وصحیح ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۲۷)

جس شخص نے چند غریبوں کو کھانا دینے کی نذر مانی ہو کیا رقم دے سکتا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا اچھا ہو گیا تو میں پانچ غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا لیکن لڑکا اچھا ہونے کے بعد اس نے بجائے پانچ غریبوں کے صرف ایک غریب کو پانچ غریبوں کے کھانے کے پیسے دے دیئے تو نذر پوری ہو گئی یا نہیں اور کیا ان پیسوں کو کھانے میں استعمال لانا ضروری ہے یا دیگر اشیاء میں بھی خرچ کر سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب...... صورت مسئولہ میں اگر ایک غریب کو دے دیا تو تب بھی جائز ہے اگر کھانے کے بجائے پیسے دیئے تو بھی جائز ہے لیکن پیسے صدقۃ الفطر کی تعداد سے ایک وقت کے کم نہ ہوں درمختار میں ہے ص ۱۴۱ ج ۳ **نذر ان یتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز ان ساوى العشرة الخ قلت وكمالا يتعين عدده ففى الخانية ان زوجت بنتى فالف درهم من مالى صدقة لكل مسكين درهم فزوج ودفع الالف الى مسكين جملة جاز الخ والله اعلم.** (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۴۱)

گناہ کیا تو اتنا روپیہ راہ خدا میں دوں گا

سوال: زید نے اپنے اوپر یہ عہد قائم کیا کہ اگر فلاں گناہ صادر ہوا تو ایک مرتبہ صادر ہونے پر 4 روپے راہ خدا میں خرچ کروں گا۔ پھر وہ گناہ سات مرتبہ سرزد ہوا کل سزا کے ۲۸ روپے ہوئے اب طالب علمی کے زمانے میں ادا کرنے کی وسعت نہیں۔ بعد طالب علمی کے ادا کر سکتا ہے یا نہیں ؟ درود شریف اور استغفار سے بھی ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر لفظ نذر کا کہا ہے کہ ادا کرنا رقم مذکورہ کا ضروری ہے جس وقت وسعت ہو ادا کرے اور اگر نذر کا لفظ نہیں کہا تو ادا کرنا رقم مذکور کا واجب نہیں، توبہ واستغفار کرنا اور درود شریف پڑھنا بہرحال اچھا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۵۵)

فلاں کام ہوگیا تو فلاں مدرسہ کو اتنی رقم دوں گا

سوال: اگر کوئی شخص اس طرح نذر مانے کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو فلاں مدرسہ کو اتنی رقم دوں گا، مساکین کی نیت نہ کرے تو نذر ہوگی یا نہیں بصورت ثانی اگر وہ دیدے اس کا مصرف نذر والا ہی ہوگا یا اس کو عطیہ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ یا نہیں؟ اسی طرح اگر کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ فلاں کام ہوگیا تو میں گائے ذبح کروں گا یا خدا کے واسطے دوں گا اور اس کا مطلب حسب عرف یہ ہے کہ بلاتمیز امیر وغریب گوشت گاؤں میں تقسیم کروں گا۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا ایسی گائے کا گوشت امیر صاحب نصاب کھا سکتا ہے؟ اور اگر بغیر نذر مانے کسی بیماری کی شدت کے پیش نظر دفع بلا کا صدقہ کیا جائے تو وہ غنی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مدرسہ کو دینے کے عرفاً دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مدرسہ میں وقف کردوں گا۔ دوسرے یہ کہ مساکین، طلباء، مدرسہ کے صرف کیلئے دوں گا۔ بہر دو صورت نذر منعقد اور واجب الادا ہے۔ کیونکہ وقف بھی جنس واجبات سے ہے۔ لہٰذا یہ نذر منعقد ہوگئی۔ اگرچہ مساکین کی نیت اور تصریح نہ کرے، اسی طرح اگر یہ نذر کی کہ فلاں کام ہو جائے تو یہ گائے ذبح کر کے اللہ واسطے دوں گا تو یہ نذر بھی صحیح ہے اور منعقد ہے۔ کیونکہ یہ نذر صراحۃً گوشت کے صدقے کی ہوئی اور صریح میں نیت شرط نہیں، البتہ محض ان لفظوں سے کہ یہ کام ہوگیا تو گائے ذبح کروں گا، نذر کا انعقاد اس وقت تک احقر کے خیال میں نہیں ہوگا جب تک کہ ان الفاظ سے اس کی نیت گوشت کے صدقہ کی نہ ہو۔

رہا یہ معاملہ کہ صدقہ میں نیت عام لوگوں کو کھلانے کی ہو بلا امتیاز فقیر وغنی کے اس سے انعقاد نذر میں خلل نہیں آتا۔ غنی کو تبعاً للفقیر شامل کیا جاسکتا ہے۔ اور پہلی سب صورتوں میں یہ گوشت اغنیاء کیلئے جائز نہیں ہے کیونکہ صدقہ واجبہ ہے صرف آخری صورت میں کہ اغنیاء کو فقیر کے تابع کر کے شامل کرلیا حسب قواعد جائز معلوم ہوتا ہے۔ کوئی صریح جزئیہ اس وقت پیش نظر نہیں اور بغیر نذر مانے ہوئے دفع بلا کیلئے جو قربانی یا صدقہ کیا جائے وہ صدقہ نافلہ ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ اغنیاء کے لئے اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۲۹)

فلاں جگہ ملازم ہوگیا تو صدقہ کروں گا

سوال: زید نے یہ نذر کی کہ اگر میں اس جگہ ملازم ہو جاؤں گا تو فی روپیہ ایک پیسہ خدا کی راہ میں دوں گا، اس جگہ زید ملازم ہوگیا مگر تنخواہ بجائے ساٹھ کے تیس روپے ہوئی۔ زید موافق نذر کے ایک پیسہ فی روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتا رہا۔ دو چار سال کے بعد دس روپیہ اور زید کی ترقی ہوگئی دریافت طلب یہ ہے کہ یہ جو دس روپیہ ترقی کے ہیں ان میں سے ایک پیسہ دینا پڑے گا یا فقط پہلی

تنخواہ سے رقم منذورہ دینا پڑے گی؟

جواب: یہ نذر فقط اس تنخواہ کے متعلق منعقد ہوئی ہے جو ابتداء ملازمت کے وقت مقرر ہوئی ۔لہذا یہ تیس پیسے منجملہ تیس روپے کے دیدینا کافی ہے۔آئندہ ترقیاتی پر ایک پیسہ فی روپیہ نکالنا ضروری نہیں اور تبرع کیا جائے تو بہتر ہے۔الفاظ جو نذر کے وقت کہے گئے ہیں ان سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے۔(امداد المفتیین ۷۳۰)

مسجد میں نذر کا کھانا بھیجنا

سوال: کوئی شخص کھانا پکا کر واسطے نمازیوں کے مسجد میں بھیجے اس کھانے کو مؤذن، مسجد اپنا حق جان کر اوروں کو نہ دے یہ کیسا ہے؟ کہ بعض نمازی مؤذن کو دینا چاہیں، بعض خود لینا بخیال نذر ناذر کے، پس ثواب کس صورت میں زیادہ ہے ایک کے کھانے میں یا تقسیم میں؟

جواب: اس کا مدار دینے والے کی نیت پر ہے جس کو دینے کی نیت ہو اور اگر وہ کھانا نذر کا ہے تو فقراء کو جائز اغنیاء کو حرام۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۸)

کیا مزار کی آمدن کو دینی مدرسہ یا فقراء پر خرچ کیا جاسکتا ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک بزرگ کا مزار ہے جہاں کہ ہر سال میلہ لگتا ہے جس پر لوگ غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں اور بکرے آ کر ذبح کرتے ہیں اور دوسری قسم کے چڑھاوے بھی چڑھاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے اور اس مزار کا متولی کوئی نہیں اس لئے اسکی آمدنی ڈسٹرکٹ بورڈ ہی وصول کرتا ہے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ ایک ممبر نے عربی مدرسہ کیلئے بھی اس آمدنی سے کچھ منظور کرالیا ہے کیا اس قسم کی رقم استعمال میں لانا یا وصول کرنا جائز ہے یا ناجائز' کیا کسی صرف پر اس کو لایا جاسکتا ہے یا نہ۔ بحوالہ کتب جواب فرمائیں۔

جواب......اگرچہ اس قسم کے چڑھاوے اور نذر و نیاز کرنے جائز نہیں ہیں لیکن جب ان لوگوں نے ایسا فعل کیا تو اگرچہ وہ گنہگار ہیں اور ان کا یہ مال خبیث ہے تو اس مال خبیث کو فقراء پر تصدق کرلیا جائے لیکن ثواب کی نیت اس میں نہ ہو مدرسہ عربیہ کے فقراء طالب العلموں پر یہ مال صرف ہوسکتا ہے البتہ اگر مالک کی اجازت ہو جائے خواہ ان کی اجازت صریحہ ہو یا دلالتہ تو اسکا صرف کرنا فقراء طلبہ پر بالکل جائز ہوگا زیلعی شرح کنز میں ہے۔وان کان مرسلافھو مال ایفر فلایجوز تناولہ الا باذن صاحبہ۔درالمختار پر ہے وکذافی الابتہ کما ستبھا کی بسطر الشر نبلالی (فتاویٰ مفتی محمود ج۸ ص ۴۳۸)

کیا منت کی رقم شریک بھائی کو دی جاسکتی ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ میں جو کمائی کروں گا اس میں سے دسواں حصہ اللہ کے واسطے دوں گا کیا وہ اس نذر کو اس بھائی کو بھی دے سکتا ہے جو اس کے ساتھ شریک ہو اور خرچ وخوراک ایک جگہ ہو جدا نہ ہوا ہو یا صرف اس بھائی کو دے سکتا ہے جو اس سے جدا ہو اور الگ رہتا ہو اور اگر جدا نہ ہو اور طالب علم اور مسافری میں رہتا ہو تو اس کو بھی دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب......واضح رہے کہ یہ نذر صحیح ہے کیونکہ عبادت مقصودہ من جنسہ واجب کی نذر ہے اور اضافت سبب ملک کی طرف اس میں موجود ہے لہٰذا یہ نذر واجب الایفاء ہے **کماقال فی البدائع ص ۹۰ ج۵ (ومنها) ان یکون المنذور به اذاکان مالا مملوک الناذروقت النذر اوکان النذر مضافاً الی الملک اوالی سبب الملک الخ** اور اس نذر کو وہ اپنے ان تمام بھائیوں کو دے سکتا ہے جو فقراء ہوں خواہ اس کے ساتھ شریک ہوں یا اس سے جدا مقیم ہوں یا مسافر۔ **کماقال فی البحر ص ۲۴۲ ج۲ وفیه اشارة الی ان هذاالحکم لایخص الزکاة بل کل صدقة واجبة لایجوز دفعهالهم کاحد الزوجین کالکفارات وصدقة الفطر والنذور وقید باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهواولی لمافیه من الصلة مع الصدقة کالا خوة والا خوات والاعمام والعمات والاخوال زالخالات الفقراء فقط** (فتاویٰ مفتی محمود ج۸ ص۴۳۰)

بناء مسجد کی نذر صحیح

سوال: ایک شخص نے نذر کی کہ اگر میرا مریض تندرست ہو جائے تو میں مسجد تعمیر کراؤں گا اب مریض تندرست ہو گیا ہے تو اس پر مسجد تعمیر کرانا ہی لازم ہے یا کہ مساکین پر بھی صرف کر سکتا ہے۔؟

جواب: لزوم نذر کے لئے یہ شرط ہے کہ منذور جس کی نذر مانی گئی ہے عبادت مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے کوئی فرد فرض یا واجب ہو، تعمیر مسجد اگرچہ واجب ہے مگر عبادت مقصودہ نہیں۔ لہٰذا یہ نذر واجب الادا نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۴۷۷)

سوال متعلق بالا

سوال: آپ نے فرمایا کہ بناء مسجد کی نذر واجب الادا نہیں مگر میں نے مفتی شفیع صاحب

مدظلہ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی یہ نذر کرے کہ مسجد میں تیل دوں گا یا لوٹے یا صف یا جھاڑ وڈالوں گا تو کام پورا ہونے پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور نذر عبادت مقصود ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے جواب دیا تھا کہ بعض فقہاء نے بناء مسجد کو قربت مقصود میں داخل کیا ہے۔ بندہ کو دونوں حضرات کی عبارت سے خلجان ہوگیا۔ لہٰذا حل فرما کر بندہ کے خلجان کو دور کیا جائے اور تیل، جھاڑو، صف، لوٹے وغیرہ یہ بھی بنا میں داخل ہیں یا نہیں؟

جواب: درمختار کی پوری عبارت یوں ہے۔ **من نذراً مطلقاً او معلقاً بشرط و کان من جنسه واجب وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء رتكفين الميت وجد الشرط المعلق به لزم لنا ذرو الحديث من نذروسمى فعليه الوفاء بماسمى كصوم وصلوٰة و صدقة ووقف واعتكاف و اعتاق رقبة وحج ولوماشياً فامنها عبادات مقصودة ومن جنسها واجب لوجوب العتق فى الكفارة والمشى للحج على القادر من اهل مكة والقعدة الاخيرة فى الصلوة وهى لبث كالاعتكاف وقف مسجد للمسلمين واجب على الامام من بيت المال والا فعلى المسلمين (در المحتار ج ۳ ص ۶۹)**

اس میں قربت مقصودہ کی مثالیں صوم سے شروع ہو کر حج پر ختم ہوگئی ہیں، چنانچہ اس کے بعد فرمایا: فانھا عبادات مقصودۃ، اس کے بعد ومن جنسھا واجب سے صحت نذر کی دوشرط کا بیان شروع ہوا پھر لوجوب العتق فی الکفارۃ سے اس کی مثالیں بیان فرمائیں، جو وقف مسجد للمسلمین پر ختم ہوئیں، غرض یہ کہ وقف مسجد قربت مقصودہ کی مثال نہیں، بلکہ جنس منذور سے واجب کی مثال ہے، وقف مسجد واجب تو ہے مگر قربت مقصودہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدينؒ (قوله وهو عبادة مقصودة الىٰ قوله وقد علمت ان بناء المسجد غير مقصود بحرج ۴ص ۲۹۶)

حاصل یہ کہ وقف للفقراء قربت مقصودہ ہے مگر واجب نہیں اور وقف مسجد واجب ہے مگر قربت مقصودہ نہیں اور صحت نذر کے لئے یہ شرط ہے کہ منذور خود عبادت مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے کوئی فرد واجب ہو، یہ شرط وقف للفقراء میں موجود ہے اس لئے کہ خود عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے وقف مسجد واجب ہے اس لئے اس وقف کی نذر صحیح ہے مگر وقف مسجد میں یہ شرط مقصود ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ واجب ہے مگر عبادت مقصود نہیں، لہٰذا اس کی نذر صحیح نہیں۔

چٹائیاں، لوٹے اور جھاڑو وغیرہ بناء مسجد میں داخل نہیں یہ اشیاء متعلقات مسجد ہیں جن کو آلات مسجد کہا جاتا ہے ان کی نذر بھی صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ص ۴۷۸)

قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں

سوال: زید نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو قرآن خوانی کروں گا۔ اب کام ہونے پر قرآن خوانی کرانا واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: قرآن خوانی کی مروج رسم بدعت اور ناجائز ہے، اسلئے اس کی نذر جائز نہیں اور حرام لغیرہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے مگر اس کا جائز طریقے سے پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ معھذا قرآن خوانی خواہ بطریق مباح ہی کیوں نہ ہو اس کی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کی جنس سے کوئی فرد فرض یا واجب نہیں، البتہ خود قرآن کی جنس سے نماز میں تلاوت فرض ہے مگر قرآن عبادۃ مقصودہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۰)

ختم قرآن کی نذر ماننا

سوال: بیوی کو دردزہ میں مبتلا دیکھ کر کہا کہ اللہ میاں اس مصیبت سے نجات دے تو ختم قرآن کراؤں گا یا یوں کہا کہ اس مصیبت میں کچھ کرنا چاہئے کسی نے کہا ختم یونس پڑھا لو اس پر سب راضی ہوگئے اب ان دونوں صورتوں میں پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اجرت لے کر پڑھنے والے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نذر ایسی چیز کی صحیح ہوتی ہے جو عبادت مقصودہ اور جنس واجب سے ہو، چنانچہ قرآن کریم بھی ایسی ہی عبادت ہے، نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے فقہاء نے اعتکاف کی نذر کو صحیح تسلیم کیا ہے جس کی حقیقت مسجد میں عبادت کیلئے ٹھہرنا ہے اور اس کا ماخذ یہ تجویز کیا ہے کہ نماز میں قعدہ ضروری ہے جو کہ لبث ''ٹھہرنا'' ہے اسی طرح اگر کہا جائے کہ نماز میں قرآۃ فرض ہے۔ **لقولہ تعالیٰ فاقراء واما تیسر من القرآن** تو قرآۃ قرآن کی نذر بھی صحیح ہوگی۔

جتنا قرآن نذر ماننے والا خود پڑھ سکے خود ہی پڑھے کسی سے اجرت دے کر نہ پڑھوائے جیسے کوئی شخص بڑی رقم صدقہ کرنے کی نذر مان لے جو کہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ دوسرے سے رقم لے کر صدقہ کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ بلکہ جتنی رقم اس کے پاس ہو اسی کو صدقہ کر دے اگر دوسرے کے مال کو صدقہ کرنے کی نذر کرتا ہے تو نذر منعقد نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ مال غیر کو بلا اس کی اجازت کے صدقہ کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ معصیت ہے اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی ہے۔ غیر سے اجرت پر قرآن ختم کرانا بھی معصیت ہے اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۹)

قرض دار کو معاف کر دینے سے نذر ادا نہ ہوگی

سوال: قرض خواہ مفلس سے کہتا ہے کہ میرے بائیس روپے جو تمہارے ذمہ قرض ہیں ان میں سے ساڑھے بارہ روپے بعوض نذر معین میں نے ساقط کئے، کیا نذر معین ادا ہو سکتی ہے؟

جواب: نذر معین اور نذر مطلق کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، جیسا کہ شامی باب المصرف میں ہے، پس جیسا کہ بطریق مذکور زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی نذر بھی ادا نہ ہوگی۔ فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۱۲۔

نذر کا کھانا غریب سید پر حرام ہے

سوال: نذر کا کھانا غریب سید کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۸۹)

کیا منت کی رقم دایہ کی محتاج بیٹی کو دی جاسکتی ہے

سوال...... میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ جب میری جائیداد سے آمد آئے گی تو اس میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام پر دوں گی اب میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے گھر میں دودھ پلانے والی دایہ رہتی ہے اس کی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے اور وہ لڑکی کے لئے امداد مانگنا چاہتی ہے کیا مجھ پر جائز ہے کہ جو رقم میں نے خدا کے نام پر دینی تھی میں اس رقم سے اس دائی کی امداد کر سکتی ہوں جبکہ وہ میرے ہی گھر نوکری کر رہی ہے۔

جواب...... اگر یہ دائی مسکین ہے تو اس کی امداد کر سکتے ہیں لیکن یہ امداد کام کے عوض نہ دیوے اور نہ اس امداد کا اس پر احسان و منت کرے بلکہ لوجہ اللہ ان کی اعانت کریں (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۳۰)

نذر کا کھانا نذر کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: یہ کہا کہ اگر میرا فلاں عزیز اچھا ہو جائے تو کھانا یا جانور ذبح کر کے طعام دوں گا اب یہ نذر ماننے والا خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے نذر و منت کی اور جو شے ہو اس میں سے کھانا حرام ہے اور کسی غنی کو نہ دینا چاہیے نہ نذر کنندہ کے ماں باپ اور بیٹا بیٹی کو اس میں سے کھانا درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۵۴۸)

نذر کا روپیہ انگورہ فنڈ میں دینا

سوال: زید نے نذر مانی کہ میری تجارت میں اتنی ترقی ہوئی تو میں ایک لاکھ فقراء کو کھانا

کھلاؤں گا۔ خدا نے اس کا کورم پورا کر دیا تو اس کی قیمت انگورہ فنڈ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور شخص مذکور کچھ غلہ خشک دے چکا ہے وہ ادا ہوا یا نہیں؟

جواب: نذر کی رقم کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اور ان میں تملیک فقراء شرط ہے، پس جیسا کہ زکوٰۃ کی رقم بعد تملیک کسی فقیر کے انگورہ فنڈ میں دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نذر کی رقم بھی بعد حیلہ تملیک انگورہ میں دی جا سکتی ہے۔

اور ایک لاکھ فقیروں کو کھلانا یا غلہ نقد دینا وغیرہ ضروری نہیں بلکہ ایک فقیر کو بھی دے سکتے ہیں، لہٰذا انگورہ فنڈ میں بھیجنے کیلئے ایک فقیر کی ملک کر کے وہ رقم انگورہ فنڈ میں بھیجی جا سکتی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۱۵۱)

سوتیلی ماں کو نذر کے روپے دینا

سوال: زید اپنی نذر کے پیسے اگر اپنی ماں کو جو بیوہ اور ضرورت مند ہے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ درانحالیکہ وہ سیدانی ہے۔

جواب: سوتیلی ماں ہونے کی وجہ سے تو اس کو دینا نذر کے روپیہ کا منع نہ تھا۔ مگر سیدانی ہونے کی وجہ سے اس کو دینا ممنوع ہے کیونکہ کہ نذر کے روپے کا حکم زکوٰۃ کا سا ہے اور زکوٰۃ و نذر کے روپیہ کا مصرف ایک ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۱۱۱)

نذر اللہ کا کھانا کون کھا سکتے ہیں

سوال: ایک غریب نہایت مایوس ہے ایک مالدار نے کہا کہ چند روپیہ واسطے نذر کے مقرر کر کے ہم کو دو ہم نذر اللہ کریں گے، شخص حاجت مند نے حسب فرمائش عمل کیا اور حاجت پوری ہوگئی، روپیہ مذکور حق مساکین ہے یا دوستوں کا؟ مذکور مالدار اور کھانے والے مالدار مواخذہ دار ہوئے یا نہیں؟

جواب: نذر کا مال فقراء کو دینا واجب ہے اگر دوست آشنا مالداروں کو دے گا تو ان کو اس کا کھانا حرام ہے، ورنہ نذر کرنے والے کے ذمہ سے ادا نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۷)

کفارات کا مصرف دینی مدارس کے طلباء ہیں یا نہیں کفارہ میں صرف روٹی کی قیمت دی جائے گی یا سالن کی بھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) آیا کفارات ظہار و حلف و صیام کا مدارس عربیہ کے ذریعہ بایں طور ادا کرنا جائز ہے یا نہیں

کہ مکفر دس یا ساٹھ مساکین کے دووقتہ کھانے کی قیمت لگا کر رقم کفارہ مدرسہ میں داخل کرادے۔

(۲) بصورت جواز اہل مدرسہ کو مد کی تصریح ضروری ہے یا نہیں۔

(۳) نیز اس صورت میں فقط روٹی کی قیمت لگائی جائے یا ترکاری وسالن کی بھی' جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ گیہوں کی روٹی تو روکھی بھی کافی ہے اور دوسری چیزوں کی روٹی کیساتھ ترکاری بھی ضروری ہے۔

جواب......(۱) مدرسہ میں اگر طلبہ کے کھلانے میں لگا دیوے تو درست ہے بشرطیکہ کفارہ میں دس طلبہ کو یا روزہ کے کفار میں ساٹھ طلبہ کو بہ نیت کفارہ دونوں وقت کھلائے یا بقدر فطرہ ہر ایک کو نصف صاع (پونے دوسیر) گندم یا اس کی قیمت دیوے یا کفارے کے پورے روپے کا کپڑا خرید کر محتاج طلبہ کی ملک کردے۔ یہ بھی درست ہے لیکن اگر اس مصرف کے علاوہ مدرسین کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ کے کاموں میں جس میں تملیک محتاج بلا عوض نہیں ہوتی کفارے کی قیمت کو صرف کیا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا اس طرح آٹھ دس برس کے بچوں کو جو کہ قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا البتہ اگر ان کو مقدار کفارہ دیدے تو درست ہوگا۔

(۲) مد کی تصریح ضروری ہے اسلئے کہ اپنے مصرف کے بغیر خرچ کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔

گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی بھی درست ہے اور جو' باجرہ وغیرہ کے ساتھ کچھ سالن دینا بھی ضروری ہے فقط گندم کی روٹی کی قیمت دے دے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۲۳)

مسجد میں سونے کا چراغ جلانے کی منت

سوال: عمرو نے منت مانی کہ اگر میری فلاں مراد برآئی تو اپنے پیر کی مسجد میں سونے کا چراغ جلاؤں گا اس نذر کے پوری کرنے کے بعد وہ چراغ مسجد کے کام میں صرف کیا جائے یا کون مستحق ہے۔؟

جواب: وہ چراغ مسجد کے صرف میں لایا جائے، وہ مسجد کا ہوگیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۱۲)

حاضری روضہ کی منت ماننا

سوال: ایک شخص نے مرض میں نذر مانی یارسول اللہ اگر مجھے شفاء ہوگئی تو تیرے روضہ پر آؤں گا اور حج بیت اللہ کروں گا، اب وہ تندرست ہوگیا لیکن وہ مفلس عیالدار ہے اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: روضہ انور پر جانے کی نذر تو صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی جنس سے کوئی چیز واجب نہیں اور حج کی نذر صحیح ہوگئی، جس وقت طاقت ہو حج کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۵۴)

ناجائز نذریں

غیراللہ کی نذرحرام ہےاوراللہ کی نذرکسی کےایصال ثواب کیلئے جائز ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نذر غیراللہ جائز ہے یا کہ نہ۔

جواب...... واضح رہے کہ نذر کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ نذر بزرگوں کے نام کی ہو یعنی ان سے بزرگوں کا تقرب مقصود ہو تو اس کا کرنا اور کھانا حرام اور سخت گناہ ہے بلکہ تقرب الی غیراللہ میں خوف کفر ہے کیونکہ یہ نذر غیراللہ ہے جس کی صریح مخالفت احادیث صریح میں وارد ہے سنن ابی داؤد میں حدیث ہے۔ لانذر الافیما ابتغی بوجه الله درمختار میں ہے واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذمن الدراهم والشمع والزیت ونحو ها الی ضرائع الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهوبالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفهاالفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیمافی هذاالاعصار (الی قوله)لان حرام بل سحت الخ ردالمختار میں ہے قوله باطل وحرام لوجوه منهاانه نذر لمخلوق والنذرللمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق (الی قوله)ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر اللهم الاان قال یاالله انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة النفیسة الی قوله ممایکون فیه نفع للفقراء والنذرلله عزوجل وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر المستحقیه القاطنین الخ ص ۴۳۹ ج ۲ (من البحرملخصا)

دوسری صورت یہ ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا وتقرب کے لئے ہو صرف اتنا کیا جائے کہ ایصال ثواب کسی بزرگ کی روح کو کردیا جائے تو یہ جائز ہے۔

کمافی الشامیة قوله مالم یقصدواالخ ای بان تکون صیغة النذر لله تعالیٰ للتقرب الیه ویکون ذکرالشیخ مرادابه فقراء ه کمامرولا یخفی ان له الصرف الی غیر هم کمامر سابقا(ایضاً) فقط والله اعلم فتاویٰ مفتی محمود ج۸ ص ۴۳۴)

اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا

سوال: کسی بزرگ اور ولی کی زیارت کو جانا اور مدد وحاجت روائی چاہنا اور نذر کرنی کہ اگر یہ

کار وحاجت میری برآوے گی تو دس روپیہ مثلاً خیرات وصدقہ کروں گا روا ہے یا نہیں؟

جواب زیارت بزرگوں کی درست ہے مگر بطریق سنت جاوے اور مدد مانگنا اولیاء سے حرام ہے، مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے۔ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، سو اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانگنا خواہ ولی ہو یا نبی شرک ہے، اور یہ نذر کرنا کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کردے تو دس روپے حق تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا درست ہے اور جو یوں کہے گا کہ اگر میرا کام ہو گیا تو ولی کے نام دس روپے دوں گا تو یہ نذر حرام اور ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہوتی ہے اور عبادت سوائے حق تعالیٰ کے کسی کی درست نہیں، ہاں اگر یوں کہے کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کردے تو دس روپے کا ثواب حق تعالیٰ کے واسطے فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو مضائقہ نہیں ہے اس میں نذر غیر اللہ تعالیٰ نہیں ہے، ثواب پہنچانا ہے نذر حق تعالیٰ کی ہی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۹)

ناجائز اشیاء بیچ کر نذر و نیاز کرنا

سوال: ایک شخص تعزیہ بناتا تھا پھر اس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے اس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے اللہ کے نام کی نذر کی تو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جس شے سے گناہ کرتے ہوں اس کا بیع حرام ہے اور ڈھول تماشا معصیت کا آلہ ہے۔ اس کی بیع حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے اس سے نذر و نیاز کرنا بھی حرام اور اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور توقع ثواب بھی ایسے کھلانے کا گناہ اور اندیشہ کفر ہے مگر کفر نہیں کہہ سکتے۔ واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۹)

میت کی نذر ماننا اور قبر کو چادر سے چھپانا

سوال: میت کی نذر ماننا اور قبر کو چادر سے چھپانا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اموات کیلئے جو نذر کی جاتی ہے اس میں تفصیل ہے چنانچہ عالمگیری کتاب الصوم میں ہے کہ اکثر عوام جو نذر مانتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ بعضے بزرگوں کی قبر کے پاس جاتے اور قبر کا پردہ اٹھا کر مثلاً یہ کہتے ہیں کہ اے سید فلاں، اگر میری حاجت روائی ہو جائے تو آپ کیلئے اس قدر روپیہ اپنی طرف سے مانتا ہوں، ایسی نذر بالاجماع باطل ہے، البتہ اگر کہا جاوے کہ اے خدا میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے کہ اگر تو فلاں مریض کو شفاء بخشے یا ایسی ہی کوئی دوسری مراد

پوری ہونے کیلئے کہے تو کھانا ان فقیراء کو دوں گا جو سید نفیس کے دروازے پر ہیں۔ یا بجائے سید نفیس کے کسی دوسرے شخص کا نام لیوے یا یہ کہے کہ اے خدا اگر تو میری فلاں مراد پوری کردے تو مسجد کیلئے چٹائی خرید کر دوں گا۔ یا اس مسجد کی روشنی کیلئے روغن زیتون خرید کر دوں گا یا جو شخص مسجد کی خدمت کرتا ہے اس کو روپیہ دوں گا یا اور کوئی ایسا امر کہے جس میں فقراء کا فائدہ ہو جائے۔ تو ان صورتوں میں نذر جائز ہے اور جو نذر خدا کیلئے مانی جاتی ہے اور شیخ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے یہی مطلب ہوتا ہے کہ نذر شیخ کے بارے میں صرف کی جائے گی۔ تو وہ نذر مستحقان نذر کیلئے جائز ہے۔ یعنی فقراء میں صرف ہونا چاہئے اور صاحب علم کو وہ نذر دینا اس وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا کہ اس کو علم ہے۔ البتہ اگر وہ غنی نہ ہو تو جائز ہے اور جو لوگ شیخ کے حضور میں رہا کرتے ہوں تو اگر وہ فقیر ہوں تو ان کو دینا چاہئے اور اگر وہ غنی ہوں تو ان کو بھی نہ دینا چاہئے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس جو کوئی چیز خاص میت کی نذر منت سے لے جاتے ہیں وہ بالا جماع حرام ہے۔ البتہ جب یہ نذر ہو کہ وہ چیز زندہ فقیروں کے مصرف میں آئے یعنی میت کیلئے صرف ثواب رسانی مقصود ہے تو یہ جائز ہے لیکن عوام نذر ممنوع میں مبتلا ہیں۔ یہ مضمون فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا ہے اور چادر سے قبر چھپانا لغو حرکت ہے نہ کرنا چاہئے اور ایسا ہی قبر کے گرد چاردیواری بنانا اور قبر پر چھت بنانا ہے بلکہ دیوار سے تو فائدہ ہوتا ہے کہ حیوانات موذی کے کھودنے سے قبر محفوظ رہتی ہے اور ایسا ہی چھت سے فائدہ ہوتا ہے کہ چڑیوں کی بیٹ وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے اور قبر کو چادر سے چھپانے سے صرف زینت وخوشنمائی بے جا منظور ہوتی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ کپڑا پہناوے پتھر اور مٹی کو۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۲۹)

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی منت ماننا بزرگ کے نام نذر کیا ہوا جانور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حلال ہوسکتا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ

(۱) منت، نذر، نیاز سوائے اللہ کے کسی اور کی ماننا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر ایک بکرا منت برائے مراد کسی بزرگ کی خانقاہ پر جا کر ذبح کرنا اور تکبیر بھی بسم اللہ پڑھنے پر جو منت بزرگ کی مانی گئی ہے کھانا گوشت کا جائز ہے یا نہیں

جواب...... (۱) نذر حقیقت میں عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں اس لئے نذر بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے نام کی جائز نہیں کرنے والے پر توبہ لازم ہے درمختار میں ہے۔

واعلم ان النذرالذی یقع للاموات من اکثرالعوام ومایوخذمن الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھوبالاجماع باطل وحرام الخ کتاب الصوم ص۴۳۹ ج ۲۔

(۲) جب نذر غیر اللہ بوجہ تقرب الی غیر اللہ حرام ہو گیا تو یہ بھی واضح رہے کہ تقرب بغیر اللہ کی صورت میں اگرچہ ذبح کے وقت تسمیہ اور تکبیر کہی بھی جائے تب بھی ذبیحہ حرام ہوتا ہے ذبح لقدوم الامیرونحوہ لواحدمن العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیراللہ ولوذکراسم اللہ تعالیٰ ولوذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل الخ (درمختار کتاب الذبائح ص ۳۰۹ ج ۶ واللہ اعلم) (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۳۸)

منذور غیر اللہ سے استفادہ حرام ہے

سوال: اگر کسی نے قرآن کریم یا کوئی کتاب نذر غیر اللہ کے طور پر دی اس کی خرید وفروخت اور مطالعہ ودرس وغیرہ کا استفادہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی کتاب سے کسی قسم کا استفادہ جائز نہیں، غیر اللہ کے لئے نذر مانی ہوئی غیر حیوان بھی تقرب الی غیر اللہ کی علت سے مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے، یعنی حرمت حیوان بلا واسطہ مدلول نص ہے اور حرمت غیر حیوان مدلول نص بواسطہ قیاس ہے، علامہ ابن نجیم نے اس کی حرمت پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ ونصہ قبیل باب الاعتکاف (البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲) اگر ناذر اس عقیدہ شرکیہ سے تائب ہو جائے تو غیر اللہ کیلئے نذر مانی ہوئی چیز حلال ہو جاتی ہے اور اس سے استفادہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۹۱)

منذور غیر اللہ کو خریدنا

سوال: نذر غیر اللہ یعنی جو کسی تھان، یا نشانی اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اور چڑھانے والے ہندو ہیں، اگر کوئی مسلمان اس کو خریدنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس غیر اللہ کے نام پر چڑھانے سے اس میں مردار کی طرح حرمت آ گئی پس جس طرح مردار کا خریدنا ہنود سے جائز نہیں اسی طرح اس کا بھی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۹۱)

کسی کے لئے جانور کی نذر ماننا

سوال: اگر کوئی شخص کوئی جانور کسی کی منت مانے تو وہ جانور حرام ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور

بزرگوں کی منت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو کھانا کہ اولیاء و متوفی کی نیت سے پکا کر بھیجتے ہیں وہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جانور اس صورت میں حرام ہو جاتا ہے اور دوسری بے جان چیز جو بطور منت کے ہو وہ بھی کھانا قریب حرام کے ہیں۔ بشرطیکہ نذر غیر اللہ کی منت ہو جیسا کہ گلگلا شیخ سدو کا اور سہ منی بوعلی قلندر کی اور اس طرح کا اور کھانا بھی ہوتا ہے اور روٹی اور حلوا اس غرض سے پکاتے ہیں کہ خیرات کرتے ہیں اور مردوں کو ثواب رسانی کرتے ہیں اور دوسرے کھانے کی مانند اس کو تبرک نہیں جانتے تو اگر محتاجوں کو دیویں اور ان پر احسان نہ رکھیں اور برادری میں وہ بطور بھاجی کے تقسیم نہ کریں تو اس میں ثواب کی امید ہے اور اہل میت کے گھر تین دن تک کھانا بھیجنا چاہئے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۳۳)

نذر معصیت کا پورا کرنا جائز نہیں

سوال: نذر مانی اے بزرگ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں آپ کے نام کا بکرا ذبح کروں گا آپ کے مزار پر الٹا لٹکوں گا، پھر اس کا کام ہو گیا تو اس نے مزار پر بکرا ذبح کیا اور خود کو کئی گھنٹے الٹے لٹکایا، ایسا آدمی مسلمان رہا یا نہیں؟ اور اس طرح کی نذر کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں نذر صحیح نہیں کہ یہ امور معصیت ہیں اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی ،اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس طرح بکرا ذبح کرنے اور الٹا لٹکنے کی نذر ماننا سخت گناہ اور حرام ہے اور مشرکانہ فعل ہے اور یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی۔ یہ چیز جہالت سے سرزد ہوئی ہے اس لئے توبہ و استغفار لازم ہے اور ایسی صورت میں احتیاطاً وزجراً تجدید نکاح کا حکم کیا جائیگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۶۵)

دیوی کے نام چھوڑے ہوئے جانور کی قربانی

سوال: ایک شخص نے ایک جانور ماتا دیوی کے نام پر سید سالار وغیرہ کے نام پر چھوڑ دیا اب اس کو خرید کر قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۶۰)

جانور چھوڑنے کی نذر صحیح نہیں

سوال: ایک شخص بیمار ہوا والد نے نذر مانی کہ اگر میرے لڑکے کو خداوند کریم صحت کلی عطاء فرمادے تو ایک جانور خدا کے نام پر چھوڑوں گا، بعد صحت والد نے ایک جانور اہل محلہ کے حوالہ کر کے اور مالک بنا کر چھوڑ دیا، وہ جانور چار سال تک ہر گاؤں کی کھیتی چرتا رہا اب گاؤں والے

اس جانور کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: یہ نذر صحیح نہیں ہوئی اور وہ جانور چھوڑنے والے کی ہی ملک میں ہے اور وہ خود یا جس کو وہ اجازت دے اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں اور اس کے چمڑے کی قیمت جہاں چاہیں صرف کریں۔ (فتاوی دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۲۰)

نیاز بنام حضرت حسین کا حکم

سوال: ایک شخص نے واسطے اللہ کے اس طرح نذر کی کہ اگر میرا بیٹا ہو تو میں اللہ کے واسطے نیاز کروں اور ثواب حضرت امام حسین کی روح کو پہنچاؤں اب میرے بیٹا ہوا اور میں نے ہر سال ایک ہنسلی بنوا کر رکھی اب وہ پوری ہو گئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ واسطے اللہ ثواب امام حسین کی روح کو پہنچا دوں۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی نذر جس میں اموات کا تقرب ہو بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔ پس امام حسین کے ایصال وثواب کی نذر کرنا شرعاً صحیح نہیں ہوئی اور آئندہ ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے جو نذر اللہ واسطے کی جاوے وہ خالص اللہ کیلئے ہونی چاہئے اس میں کسی کے ایصال وثواب کا ارادہ اور نیت نہ کرنی چاہئے پس یہ نذر جو سائل نے کی ہے اس میں تقرب لغیر اللہ کا شائبہ معلوم ہوتا ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسی نذر نہ کرنی چاہئے۔ خالص اللہ کے لئے ہونی چاہئے۔ اگر خالص اللہ کیلئے نذر مانی جائے تو لازم ہوتی ہے اور مصرف اس کا فقراء و مساکین ہیں یہ طریق جو سائل نے نذر کا خیال کیا ہے خلاف شرع ہے اور ہنسلی وغیرہ بنوانا اور بچہ کو پہنانا حرام ہے۔ یہ جاہلوں کی رسوم ہیں، اللہ تعالیٰ بچائے۔ (فتاوی دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۲۱)

اگر پیر کے نام نذر شدہ مزار پر ذبح ہوا اور کوئی مفتی اسے جائز قرار دے دے تو کیا حکم ہے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ہماری قوم بلوچستان کی یہ مروجہ رسم ہے کہ جس وقت وبائی مرض پھیل جائے تو سنت بنام فلاں پیروں کے اس بکرے یا گائے بیل کو بعد از چند سال یا چند ایام اس پیر کے درگاہ یا خانقاہ پر لے کر وہاں بنام خدا ذبح کرتے ہیں کیا یہ مذبوح حرام ہے یا حلال اور قائل بالحرمت پر کفر کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہ اگر فتویٰ دیا جائے تو ایسے مفتی کے متعلق شرعی کیا فیصلہ ہے۔ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

جواب......صورت مسئولہ میں یہ نذر لغیر اللہ ہے لہٰذا یہ مذبوح حرام ہوگا شامی ص ۴۳۹ ج ۲ تحت قولہ (باطل وحرام) لوجوہ منھاانہ نذرلمخلوق والنذرللمخلوق لایجوز' لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق ومنھا ان المنذورمیت والمیت لایملک ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفرا الخ اگرچہ بحالت ذبح نام خداکاذکر کیا جائے شامی ج ۶ ص ۳۰۱ میں ہے وینبغی ان یزدفی الشروط ان لایقصدمعھاتعظیم مخلوق لماسیاتی انہ ذبح لقدوم امیر ونحوہ یحرم ولوسمی انتھی قائل بالحرمت پر کفر کافتویٰ دینا ناجائز ہے اگر کسی نے دیا تو ایسے مفتی کو توبہ کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ محمود ج ۸ ص ۴۳۹)

چرس کی نذر صحیح نہیں

سوال: میری پھوپھی بیمار تھی لوگوں نے کہا کہ سائیں سہیلی بابا کی زیارت پر جانا اور چرس نذر کرنا خدا کے فضل سے میری پھوپھی صحت یاب ہوگئی اب وہ زیارت کیلئے بطور سیاحت جانا چاہتی ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: چرس کی نذر صحیح نہیں ہے اور چرس چڑھانا گناہ ہے ایسی نذر صحیح نہیں ہوتی، پس نہ چرس دینا لازم ہے نہ نقد نہ کچھ اور کوئی چیز تبرعاً اگر ان بزرگ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کسی محتاج کو نقد یا کھانا وغیرہ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر چرس نہ دے اور پھوپھی کو اگر بطریق سیر وسیاحت اپنے ہمراہ لے جاؤ اور کوئی امر خلاف شریعت واقع نہ ہو تو درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۱۷)

مجلس مولود، تقسیم شیرینی اور چادر پوشی کی نذر

سوال: زید نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ میرا فلاں مطلب ہو جائے تو میں میلاد شریف یا شیرینی پر فلاں بزرگ کا فاتحہ کروں گا اس کی قبر پر چادر ڈالوں گا، حصول مطلب کے بعد ایسے شخص پر نذر ادا نہ کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہیں اس لئے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہیں بلکہ مکروہ ہے اسلئے یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی ہاں فلاں بزرگ کی روح کو ایصال وثواب کیلئے شیرینی بانٹنا سو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عبادت مقصودہ میں سے نہیں اور اگر تقسیم مقصود ہے اس میں دو صورتیں ہیں اگر خاص فقراء کو تقسیم کرنے کی نیت نہیں ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہیں اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنے کی نیت ہے

تو نذر صحیح ولازم ہوگی مگر اختیار رہوگا، خواہ شیرینی دے، خواہ طعام، خواہ نقد اور جن صورتوں میں نذر منعقد ہو جاتی ہے۔ ایفاواجب ہے اگر ایفانہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۵۵۲)

اگر یہ نذر مانی ہو کہ لڑکا بیماری سے ٹھیک ہوا تو اسے عالم دین بناؤں گا تو نذر نہیں ہوئی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کا بیٹا بکر بیمار ہو گیا تھا حالت بیماری میں زید نے اپنے بیمار بیٹے بکر کیلئے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بکر کو شفا کاملہ بخشی تو اس سے دنیاوی کام نہیں لوں گا بلکہ حصول علم کیلئے پیش کروں گا الانتہاء بکر کو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمائی۔

تو پھر بکر کو حصول علم کے لئے مدرسہ میں داخل کیا گیا دریں اثناء بکر نے قرآن مجید وہاں ختم کیا کچھ فارسی وغیرہ بھی پڑھی آگے بکر کا دل نہ لگنے کی وجہ سے اس کو مدرسہ سے نکال کر دنیاوی کام میں مشغول کر دیا گیا بکر کے استاد سے مشورہ کیا کہ اس کو دنیاوی کام میں لگائیں یہ پڑھ نہیں سکتا واضح رہے کہ زید کے چار لڑکے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے گھر کا کام وغیرہ کرنے والا اور کوئی نہیں تھا بنا بریں بکر کو دنیاوی کام میں اور باقی تین کو دنیوی کام میں مشغول کرادیا زید نے اپنے بیٹے بکر کو اس لئے تاکہ کام میں کچھ سہارا بنے جواب میں کیا فرماتے ہیں کہ بکر کو دوبارہ دنیوی کام میں مشغول کرے یا کوئی کفارہ وغیرہ دے۔

جواب...... نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی لہٰذا یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی۔ اگرچہ نذر نہیں ہے لیکن ایک قسم کا عہد ہے لہٰذا جب موقع ملے پھر دینی تعلیم میں لگایا جائے۔

(فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ص ۴۴۱)

متفرقات

نیاز کا طریقہ اور اس کے مستحقین

سوال: دسویں محرم کو ایک نیاز اللہ کے نام کی بغرض ایصال وثواب شہداء عام مسلمانوں کے چندہ سے کی گئی اس کا صرف کرنا مساکین کے حق میں اولیٰ ہے یا عام مسلمین اس کو کھا سکتے ہیں نیاز مذکورہ صرف امراء ہی کو کھلا دیا جائے اور کسی مسکین کو اس میں شریک نہ کیا جائے تو اس میں کامل ثواب ہوسکتا ہے یا صرف مساکین کے کھلانے میں؟

جواب: اول تو یہ طریق نیاز کا اچھا نہ تھا چندہ کی صورت نہ ہونا چاہئے تھا جس کو جو کچھ توفیق ہوتی خفیہ مساکین کو کھلا دیتا یہ افضل تھا اب بحالت موجودہ وہ کھانا مساکین کو کھلانا چاہئے، اغنیاء کے لئے صدقہ کا کھانا اچھا نہیں ہے۔ اس میں کامل ثواب نہیں ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۳۹

حضرت سیدہ کی کہانی سننے کی نذر ماننا

سوال: جناب سیدہ کی کہانی جو صاحب لے کر پہنچے انہوں نے اس کتاب کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر کسی کی کوئی حاجت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ یہ نذر کرے کہ جب میری فلاں حاجت پوری ہوگی تو جناب سیدہ کی کہانی سنوں گی اس سے اس کی وہ مراد پوری ہو جائے گی۔ عورتوں میں اس کی ترغیب دی گئی اور پھر اس کتاب میں کہانی ایسی ہے کہ عورتوں پر ایک خاص اثر ہوا اور سب نے نذر ماننا شروع کر دیا، اگر کسی کی نذر پوری ہوگئی تو نذر کو کتاب میں مذکور طریقے پر پورا کیا تو اس قسم کی نذر ماننے اور پوری کرنے سے نکاح پر تو اثر نہیں پڑا؟ نیز اس قسم کی نذر ماننا کیسا ہے؟ اس کتاب کی روایت کہیں منقول ہے یا نہیں؟

جواب: کتاب سیدہ کی کہانی بے اصل باتوں پر مشتمل ہے۔ اہل سنت کے کسی مخالف نے مسلمان مردوں کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً گمراہ کرنے کیلئے یہ لکھی ہے اور اس کے سننے کی نذر ماننا لغو اور اس کا سننا اضاعت وقت ہونے کے ساتھ غلط باتوں کا ذہن نشین کرنا ہے عورتوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہ اس کی باتوں پر یقین نہ کریں۔ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے صحیح فضائل اور حالات معتبر کتابوں میں موجود ہیں، ان کو پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اس کی کہانی کا حکم یہ ہے جو بھی اس کو سننے کی نذر مانے اس کو توبہ لازم ہے، نہ نذر مانے نہ سنیں، نکاح کسی کا نہیں ٹوٹا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۵)

فلاں نوکر ہو گیا تو اس کی تنخواہ مسافروں پر خرچ کروں گا

سوال: ایک شخص کی والدہ نے نذر مانی کہ میرا بیٹا نوکر ہو گیا تو اس کی تنخواہ سے چالیسواں حصہ مسافروں اور موذنوں کو دوں گی، یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ اگر لڑکا اپنی تنخواہ ماں کو نہ دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: لڑکے کی تنخواہ کی نذر (کہ ناذر اس کا مالک نہیں ہے) صحیح نہیں ہے۔ پس والدین پر اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر لڑکا اپنی تنخواہ میں اس طرح نہ کرے جس طرح کہ باپ یا ماں کہتا ہے تو لڑکا نافرمان نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۴ ص ۱۴۲)

پورا پلاٹ ملنے پر نذر مانی مگر ملا تہائی

سوال: ایک شخص نے منت مانی کہ مجھ کو فلاں زمین کا مربع مل گیا تو سو روپے مدرسہ میں

دوں گا اب اس کا تہائی ملا تو تہائی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نذر کا پورا کرنا واجب نہیں کہ شرط نہیں پائی گئی۔ شرط پورا مربع ملنا تھا وہ نہ ملا، لہٰذا نہ کل نذر کا ادا کرنا واجب ہوا اور نہ بعض کا (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۳۲)

مدت ختم ہونے کے بعد کام ہو تو نذر کا حکم

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا ادھار اتنے دنوں میں وصول ہو جائے تو میں کچھ اللہ کے نام پر دوں گا؟ اس کا ادھار بعد میعاد کے حاصل ہوا تو اس صورت میں نذر کا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں جب کہ وقت معین سے بعد میں روپیہ وصول ہوا تو نذر کا پورا کرنا اس کیلئے لازم نہیں ہے اور کچھ دینا ضروری نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۳۱)

ہم کفو لڑکا ملنے پر نذر ماننا

سوال۔ زید نے یہ منت مانی تھی کہ اگر لڑکا مولوی میرے کفو کا مل جائے گا تو میں منت مانتا ہوں کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو علم دین پڑھاؤں گا' وعظ و پند کے واسطے چھوڑ دوں گا' اور لڑکی پیدا ہوئی تو عالم سے اپنے کفو کے نکاح کروں گا' میری قوم میں لڑکا مولوی نہیں ملتا' اب کیا کروں؟

جواب۔ یہ منت شرعاً صحیح نہیں ہوئی' پس اپنی دختر کا نکاح جہاں مناسب سمجھے اور جس لڑکے کو لائق دیکھے کر دے' منت کا کچھ خیال نہ کرے۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۰۲

نذر پورا کرنے سے قبل فوت ہو گیا

سوال: ایک لڑکے نے پاس ہونے پر بتیس ہزار نفلیں پڑھنے کی نذر مانی تھی بعد پاس ہونے کے اس نے نوافل شروع کر دیئے لیکن وہ صرف ایک ماہ زندہ رہا آیا اس کی نذر ساقط ہو گئی یا نہیں؟

جواب: اگر متوفی وصیت کرتا فدیہ کی اور مال چھوڑتا تو اس کے ورثاء پر فدیہ دینا ان نمازوں کا اس کے مال سے واجب ہوتا لیکن جب کہ اس نے وصیت نہیں کی تو وارثوں پر فدیہ دینا لازم نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۵۲)

نذر کا غریب کیلئے بھیک مانگ کر پورا کرنا

سوال: ایک شخص نے نذر کی تھی کہ جب میں قرآن شریف یاد کر لوں گا تو دس دیگ اللہ کے واسطے مساکین کو کھلاؤں گا اور وہ بالکل غریب ہے۔ کوئی وسیلہ نذر کے پورا کرنے کا نہیں ہے اور وہ نابینا ہے کہتا ہے بھیک مانگ کر ادا کروں گا تو کیا حکم ہے؟

جواب۔ ایسی نذر صحیح نہیں ہوئی، پس اس نابینا کو لازم نہیں کہ بھیک مانگ کر نذر پوری کرے اور سوال حرام ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۳۷)

نابالغ کی نذر کا حکم

سوال: نابالغ جو عقل رکھتا ہے اس نے نذر معین یا غیر معین مانی بعد حصول مقصود اس پر ادا کرنا اس نذر کا واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: واجب نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ نذر مالی ہے تو ادا کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۵۵۷)

نذر پوری نہ ہوئی تو نذر کے روپے کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص کی والدہ بیمار تھی اس نے نیت کی کہ میں اللہ واسطے مسجد میں چالیس روپے دوں گا، جبکہ اسکی والدہ بغیر تندرست ہوئے فوت ہوگئی تو وہ روپیہ مسجد میں دے یا برادری کو روٹی کھلائے؟

جواب: اس شخص کو چالیس روپے اللہ واسطے دینا بہتر ہے، خواہ مسجد میں دے یا محتاجوں کو دے اس میں ثواب ہے، مگر برادری کی روٹی میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۰۲)

نفع میں اتنا خیرات کروں گا

سوال: ایک تاجر نے یہ کہا کہ میں ہمیشہ جو نفع ہوگا آدھ آنہ فی روپیہ اللہ کے واسطے خیرات کرتا رہوں گا اور تاجر پہلے بھی مال تجارت پر خاص رقم خیرات کر دیا کرتا تھا اور مساکین وافطاری صائمین وغیرہ میں صرف کر دیتا تھا۔ لہٰذا یہ صورت نذر کی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت نذر کی نہیں ہے جن مصارف میں پہلے صرف کرتا تھا ان میں اب بھی صرف کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۴۳)

لڑکا پیدا ہوا تو اسماء نبی میں سے نام رکھوں گا

سوال: ایک شخص نے یہ نذر کی کہ اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی سے رکھوں گا اب وہ اپنے لڑکے کا نام احمد اللہ، محمد اللہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نذر منعقد نہیں ہوئی لہٰذا اس کو اختیار ہے کہ جو نام چاہے رکھے مگر ایسا نام نہ ہو جس کی ممانعت وارد ہو، (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۶۵) ممانعت خواہ صراحتاً ہو یا معنی وحکماً۔

لڑکے کو حافظ بنانے کی منت ماننا

سوال: والدین نے یہ منت کی تھی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو ہم اس کو حافظ بنائیں گے۔ آخر کار

مدرسہ میں داخل ہونے کے بعد مولوی کورس میں تعلیم پا رہا ہے فارغ ہونے کے بعد حفظ کرنے کا موقع نہیں، وہ لڑکا پریشان ہے کہ نصاب مولوی پڑھوں یا شعبہ حفظ میں داخل ہو جاؤں؟

جواب: لڑکے کو حافظ بنانے کی منت اور نذر کرنے سے شرعاً یہ نذر نہیں ہوئی پس پریشانی کی بھی کوئی وجہ نہیں، حسب موقوعہ و مصلحت دینی تعلیم اختیار کی جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بسم اللہ ختم کرانے کی نذر ماننا

سوال: ہم نے نذر مانی تھی کہ سات قرآن مجید بسم اللہ کے ختم کراؤں گی اور شکرانے کی نفلیں اور دو روزے بھی رکھوں گی، نفلیں تو ادا کر چکی ہوں جو میری مراد تھی وہ پوری ہو چکی، ہمیں اب یہ معلوم ہوا کہ یہ بسم اللہ کا ختم کروانا منع ہے اب اس پر کس طرح عمل کریں۔

جواب: بسم اللہ کی نذر نہیں ہوئی، اسکا پورا کرنا واجب نہیں ہوا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

باب النذر

(نذر اور منت کا بیان)

منت اور نذر کسے کہتے ہیں؟

سوال: نذر کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: نذر اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے ذمے کوئی عبادت کا کام واجب کرنے کو کہتے ہیں' چاہے مطلق ہو یا کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے۔ حکم یہ ہے کہ اسکا پورا کرنا واجب ہے۔ نذر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: مثلاً اگر میرا فلاں کام ہو گیا یا بیمار کو شفاء ہو گئی تو میں اللہ کے واسطے اس قدر روپیہ وغیرہ صدقہ کروں گی یا گائے یا بکری وغیرہ اللہ کے نام پر ذبح کروں گی اور محتاجوں کو کھلاؤں گی یا اس قدر روزے رکھوں گی یا کہے اتنی نفلیں پڑھوں گی وغیرہ۔ (جیسا کہ درمختار وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے) نذر صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے جائز ہے۔

نذر کی شرائط اور اس کا حکم

سوال: کیا نذر ماننے کی شرائط بھی ہیں یا ہر قسم کی نذر ماننا جائز ہے؟ مثلاً تبلیغ کے لیے تعزیہ نکالنے' یا تعزیہ پر رقم چڑھانے' چادر چڑھانے یا میلاد کرانے کی نذر کرنا وغیرہ؟

جواب: نذر کے واجب الایفاء ہونے (نذر پوری کرنے کے) کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب مقصود (یعنی جس چیز کی نذر مانی جارہی ہے اس کی جنس شریعت میں موجود ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ جنس بذات خود شریعت میں عبادت مقصود (فرض و واجب) بھی ہو۔ جیسا کہ نماز و روزہ۔ تب جا کر نذر کرنے والے پر نذر لازم ہوگی۔ مرتب) بالذات ہونا چاہیے جیسے کہ روزہ یا نماز کی نذر۔ تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کوئی شخص شرط سے معلق یا مطلق نذر کرے اور اس نذر کی جس سے کوئی واجب ہو اور عبادت مقصودہ ہو تو اگر شرط پائی جائے گی تو نذر کرنے والے پر لازم ہوگی جیسا کہ روزہ وغیرہ اور وہ نذر لازم نہیں ہوگی جس کی جنس سے (اس جیسا) کوئی فرض اسلامی عبادت نہ ہو جیسے مریض کی عیادت، جنازے کے ساتھ جانے یا مسجد میں داخل ہونے کی نذر پوری کرنا لازم نہیں ہے (کیونکہ یہ خود عبادت مقصودہ نہیں ہیں)۔ الخ

اس لئے اگر ایسی چیز کی منت مانی گئی جس کی جنس سے کوئی واجب عبادت نہیں تو نذر کا ایفاء (نذر کو پورا کرنا) واجب نہ ہوگا۔

اور تعزیہ وغیرہ یہ سب بدعت امور ہیں جس کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ہماری دین میں کوئی عمل ایجاد کرے جو دین سے نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔ (مشکوٰۃ) اس قسم کے افعال سے تبلیغ کا ہونا ہی پہلے غلط ہے اور اگر اس ایسا ہوتا بھی ہو تو اسلام ایسی چیزوں سے بے نیاز ہے کیونکہ حق بلند اور غالب ہوتا ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہوسکتی۔ البتہ مسلمان کو یہ لازم ہے کہ تعزیہ داری اور اس کی رسموں کی تردید و تقبیح (رد اور قباحت بیان کریں) اور اس کی احداث فی الدین (دین میں نئی بات یعنی بدعت) اور بدعت ثابت کرے تاکہ یہ بدعت گل ہوجائے یہ نہیں کہ ایک بدعت کرکے دوسری بدعت کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ (اسلام کی تبلیغ کے لیے بدعت نہیں بلکہ سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ضروری ہے اور اسی سے تبلیغ اسلام ہوسکتی ہے۔) (دارالعلوم دیوبند)

شیرینی بانٹنے کی نذر اور اس کا حکم

سوال: کسی خاتون نے نذر کی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو اس قدر شیرینی تقسیم کروں گی، کام پورا ہونے کے بعد اب وہ شیرینی ہی تقسیم کرے یا اس کے بدلے تیل یا اور کچھ مسجد میں بھی دے سکتی ہے؟

جواب: شیرینی بانٹنا ہی ضروری نہیں ہے (کیونکہ مقصود رقم کا اللہ کے لیے اخراج وصدقہ ہے) اس لیے فقراء و مساکین کو وہ رقم صدقہ کرسکتا ہے۔ البتہ مسجد میں اس رقم سے خرید کر کوئی چیز نہ

دے کیونکہ نذر واجب التصدیق (صدقہ کرنا واجب) ہے اور یہ فقراء کا حق ہے مسجد پر خرچ کرنا درست نہ ہوگا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۶۷ ج ۱۲)

نذر پوری نہ ہوئی تو نذر میں کہی ہوئی رقم کا کیا کریں؟

سوال: ایک شخص کی والدہ بیمار تھی اس نے نذر مانی کہ میں اللہ کے واسطے مسجد میں اتنی رقم دوں گا جبکہ اسکی والدہ تندرست ہوئے بغیر انتقال کر گئی اب وہ یہ روپیہ مسجد میں دے یا برادری کو کھلا دے؟

جواب: یہ رقم اللہ واسطے دینا بہتر ہے خواہ مسجد میں دے یا محتاجوں کو دے اس میں ثواب ملتا ہے مگر برادری کی روٹی میں صرف کرنا درست نہیں ہے اور اس کا ثواب بھی نہیں ہے۔ (کیونکہ ردالمحتار وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صورت میں رقم خرچ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن ایصال ثواب کی نیت سے غریبوں کو دے دینا یا مسجد میں لگا دینا بہتر ہے۔ (ملخص) (دارالعلوم دیوبند)

نذر کی قربانی سے نفس واجب قربانی ادا نہیں ہوگی

سوال: شخصے بدیں طور نذر کرد کہ اگر ثورے بمسمی وشیق عندالعوام والجہال از بیمارش بہ شود۔ واللہ بوقت قربانی آنرا قربانی کنم حالانکہ آں شخص مذکور تونگراست دریں صورت نذرش درست است یانہ وبرو قربانی دیگر واجب است یا آں ثور مذکور کفایت کند۔

جواب: قال فی ردالمحتار قال فی البدائع ولو نذران یضحی شاۃ وذلک فی ایام النحر وھو موسر فعلیہ ان یضحی بشاتین عندنا شاۃ بالنذر و شاۃ بایجاب الشرع ابتداءً الا اذا عنی بہ الاخبار عن الواجب علیہ فلا یلزمہ الا واحدۃ ولو قبل ایام النحر لزمہ شاتان بلا خلاف الخ ج۵ ص ۲۰۳ کتاب الاضحیۃ.

پس بصورت مسئولہ اگر نذر مذکور قبل ایام نحر واقع شدہ علاوہ قربانی ثور مذکور قربانی دیگر برو واجب شود نفاہ۔ (ردالمحتار کتاب الاضحیۃ ج۵ ص ۲۷۹' ط.س. ج۶ ص ۳۰۲) ظفیر. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۲ ص ۷۳)

سوال کی مزید تفصیل

سوال: مکرر متعلق نمبر ۸۳۸ مندرجہ رجسٹر ندایاد پڑتا ہے کہ الفاظ نذر کے شروع میں یہ الفاظ بھی کہا تھا کہ اگر آج سے لے کر فی وقت ڈیڑھ روٹی سے زیادہ کھاؤں الخ یہ لفظ دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے یا نہیں اور اس کا کہنا بھی یقینی نہیں۔

www.islamiurdubook.blogspot.com

(۲) اس شخص نے جو پانچ سات منٹ کے بعد یہ لفظ کہے کہ فلاں روز تک نذر کرتا ہوں تو یہ الفاظ نذر سابق کے ساتھ ملحق ہوں گے یا جدید نذر ان الفاظ سے منعقد ہوگی؟

جواب: اگر بالفرض یہ لفظ بھی نذر کے شروع میں ہو کہ اگر آج سے لے کر الخ تب بھی چونکہ کوئی لفظ دوام ہمیشگی کی نذر کا نہیں کہا اس لیے وہ نذر اسی دن کے متعلق ہوئی کیونکہ انتہاء کچھ بیان نہیں کی گئی اور یہ بصورت یقین کے ہے اور شک سے کچھ حکم ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) اور دوسرا جز نذر جدید ہے ملحق بالنذر الاول نہیں ہے اس لیے وہ نذر اس قدر ایام کی ہوگی جو اس نے ذکر کیا۔

منت کا گوشت وغیرہ صدقہ ہوگا خود کھانا درست نہیں

سوال: کسی نے مصیبت میں نذر مانی کہ "اے اللہ اگر اس مصیبت سے مجھ کو نجات دے تو تیرے نام کا ایک بکرا ذبح کروں گا یا کچھ روپیہ کی شیرینی تقسیم کروں گا" کام پورا ہوگیا اب بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت مسکینوں کو تقسیم کر دیں یا خود بھی کھا سکتے ہیں؟ جبکہ مالدار بھی ہیں؟

جواب: یہ گوشت وغیرہ محتاجوں کو دینا ضروری ہے کیونکہ نذر (واجب التصدق) صدقہ کرنا واجب ہوتی ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۷۵ ج ۱۲)

تاریخ سے پہلے بھی نذر کرنا جائز ہے

سوال: کسی نے اگر یہ نذر مانی کہ میں اتنا دودھ (یا کوئی اور چیز) فلاں تاریخ کو ہر ماہ خیرات کر دیا کروں گی تو کیا اس تاریخ سے پہلے اگر ادا کر دیا تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: مقررہ تاریخ سے پہلے بھی خیرات کر دینا درست ہے۔ (جیسا کہ کتاب الایمان شامی میں لکھا ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۷۸ ج ۱۲)

ماں نے بیٹے کے بیل کی قربانی نذر مانی' بیٹا راضی نہیں کیا کرے؟

سوال: خالد کے دو بیل بیمار ہوگئے اسکی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ بیل اچھے ہوگئے تو ایک بیل قربانی کروں گی جب بیل اچھے ہوگئے تو خالد اپنی ماں کو نذر پورا کرنے سے منع کرتا ہے ایفاء نذر کیوں کر ہو؟

جواب: اس بکری میں شرائط قربانی کا لحاظ رکھنا چاہیے البتہ اگر کسی بکری کو متعین کر دیا ہے تو اسکو ہر حال نذر کے پورا کرنے کیلئے ذبح کر کے صدقہ کر سکتا ہے خواہ شرائط قربانی اس میں پائی جاویں یا نہ پائی جاویں۔

(۲) خالد کے مملوکہ بیلوں میں بدون اجازت خالد کے اس کی والدہ کسی بیل کو ذبح نہیں

کرسکتی بلکہ اس کو اور بیل خرید کر ذبح کر کے نذر پوری کرنی چاہیے کیونکہ دوسرے کے ملک میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ پس اگر اس کی والدہ کی غرض نذر سے یہ تھی کہ انہیں دو بیلوں مملوکہ خالد میں سے ایک کو ذبح کروں گی تو وہ نذر منعقد نہیں ہوئی۔

لقوله عليه السلام ولا نذر لابن ادم فيما لايملك الحديث اوكمال قال صلى الله عليه وسلم اور اگر مطلق بیل کا ذبح کرنا نذر کیا تھا تو نذر صحیح ہوگئی۔ پس اس صورت میں دوسرا بیل خرید کر نذر پوری کرے۔

(۱)ولوقال لله علي ان ذبح جزوراً واتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جازووجهه لايخفى (درمختار) وهو ان السبع تقوم مقامه فى الضحايا والهدايا (ردالمحتار مطلب احكام النذرج ۳ ص ۹۲ ط س ج ۳ ص ۷۴۰) ظفير(۲) نذر ان يتصدق بالف من ماله و هو يملك دونها لزمه مايملك منها فقط هوالمختار لانه فيما لم يملك لم يوجد النذرالخ قال مالى فى المساكين صدقة ولا مال لم يصح اتفاقاً (درمختار) و شرط صحة النذر ان يكون المنذور ملكا للناذر ردالمحتار مطلب فى احكام النذرج ۳ ص ۷۹ ط س ج ۳ ص ۷۴۱) ظفير (۳) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من الله ان يطع الله فليطعه (مشكوة باب فى النذور ج ۸ ص ۲۹۷ فيه دليل على من نذر طاعة يلزم الوفاء به (حاشيه مشكوة) فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند ج ۱۲ ص ۷۷

نذر معین میں گوشت کے بجائے زندہ جانور دینا

سوال: شخصے نذر معین کردہ است کہ فلاں روز یا ہر ماہ گوسفندے خواہم داد ہنوز گوسفند را ذبح کردہ مساکین را تقسیم کند یا زندہ یکے محتاج را بدہد ایں ہم جائز است یا نہ یا عوض آں...... گوسفند قیمت نقد یا اناج بدہد روا باشد یا نہ؟

جواب: خواہ ذبح کردہ صدقہ کند یا زندہ قیمتش را صدقہ کند ہمہ جائز است۔

(ولو تركت الاضحية ومضت ايامها تصدق بها حية ناذر فاعلى تصدق لمعينة ولو فقيراً ولو ذبحها تصدق بلحمها تصدق بقيمة النقصان ايضاً ولا ياكل الناذر منها فان اكل تصدق بقيمة ما اكل (الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب الاضحية ج۵ص۲۸۹ و ج۵ص۲۸۰ ط.س.ج۶ص ۳۲۰) (دارالعلوم ديوبند ج ۱۲ ص ۷۹).

احکام الحدود

زنا اور اس کی سزا

زنا کی تعریف

سوال: زنا کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔

جواب: زنا کی تعریف صاحب تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

(الزنی) الموجب للحد (وطوع) وهوا دخال قدر حشفة من ذكر (مكلف) ناطق طائع فى قبل مشتهاة خال عن ملكه و شبهته فى دارالاسلام اوتمكينه من ذالك اوتمكينها (ج ۲ ص ۱۴۱)

جس زنا کرنے سے حد جاری ہوتی ہے وہ.......... ہے کہ مکلف چاہنے والا اپنے عضو مخصوص کو حشفہ کے برابر ایسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کردے جو قابل شہوت ہو جماع کرنے والے کی ملک اور شبہ ملک سے خالی ہو اور ایسا دارالاسلام میں ہوا ہو یا مرد اپنی آمادگی ظاہر کرے اور عورت اس پر قادر ہو جائے یا عورت اپنی آمادگی اور مرد کو اپنے پر قابو دے دیوے۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

زنا بالرضاء اور زنا بالجبر میں تفریق کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زنا جو حرام قطعی ہے اس کی قطعی حرمت کے پیش نظر صوبائی اسمبلی میں بعض اسلام پسند ممبروں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ چونکہ ہمارا یہ ملک ایک اسلامی ملک ہے اس لئے شادی شدہ مرد اور عورت دونوں کو قرآنی ہدایت کے مطابق زنا کی پاداش میں سنگسار کرنا چاہئے اور غیر شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سو سو دُروں کی سزا دینی چاہئے اور دونوں قسم کے مجرمین کو سزا دینے میں نرمی یا رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے مگر بجائے اس کے کہ یہ جائز اور اسلامی مطالبہ منظور کیا جاتا حکومت کی اکثریتی پارٹی نے زنا کو دو حصوں (زنا بالرضاء اور زنا بالجبر) میں تقسیم کر کے زنا بالرضا کو جائز قرار دیا اب غور طلب بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حکومتی سطح پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کی صریح خلاف ورزی کر کے ایک حرام فعل کو قانون کی مدد سے جائز قرار دیا گیا اور دوسری طرف اسلام کے عمومی حکم حرمت سے زنا

بالرضاء کو مستثنیٰ کر کے زنا بالا اختیار اور زنا بالجبر کے درمیان حکم کے لحاظ سے تفریق کر دی گئی ہے تو کیا شرعی طور پر طے شدہ ایک حرام فعل کو جائز کرنے کا اختیار کسی شخص یا ادارہ کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو اسلامی شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا زنا کے بارے میں قرآن کریم کی مقرر کردہ سزاؤں سے زنا بالرضاء مستثنیٰ ہو سکتا ہے اس مسئلہ کو قرآن وحدیث اور فقہاء امت کے فیصلوں کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب......سوال کے مضمون پر غور کرنے سے حسب ذیل تین امور پر روشنی پڑتی ہے

(۱) قانونی سزا کے بارے میں اسلامی شریعت زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے درمیان تفریق کی قائل ہے۔

(۲) اگر قائل نہیں تو پھر کیا کسی با اختیار ادارہ اور برسر اقتدار جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شریعت کی قانونی سزاؤں سے زنا بالاختیار کو مستثنیٰ کر سکے؟

(۳) حرام قطعی کو جائز کرنے اور حلال سمجھنے والا آدمی مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟

ذیل کی سطور میں تینوں اجزاء کے احکام کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہاء اسلام کے قطعی فیصلوں کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں۔

جواب......جز (۱) زنا کے لئے اسلامی شریعت میں جو سزا مقرر کی گئی ہے اس میں شریعت نے زنا کی دونوں قسموں کے مابین فرق اور امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا ہے نہ وہ اس طرح کی کسی تفریق کی قائل ہے اسی طرح کتاب وسنت کے واضح احکام کی روشنی میں فقہاء اسلام بھی اس بات پر متفق ہیں کہ زنا کی دونوں قسموں میں زنا کرنے والے مرد پر قانونی سزا نافذ کی جائے گی۔ البتہ عورت زنا بالجبر کی صورت میں قانونی سزا سے مستثنیٰ ہوگی اگرچہ اختیاری زنا کی صورت میں وہ بھی مرد کی طرح سزا کی مستحق رہے گی اور مرد کی طرح اس پر بھی حد شرعی قائم ہوگی ذیل میں مذکورہ دعویٰ کا تفصیلی ثبوت قرآن وحدیث اور فقہاء اسلام کے فیصلوں کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

زنا قرآن کی نظر میں

قرآن کریم نے زنا کے لئے جو قانونی سزائیں تجویز کی ہیں ان میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ سزائیں جبری زنا کے لئے ہیں اور اختیاری زنا ان کا نفاذ نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن کریم میں جہاں بھی یہ سزائیں بیان کی گئی ہیں وہاں مطلق زنا کا ذکر کیا گیا ہے اور زنا بالجبر کا نام تک نہیں لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا قرآنی قانون کی نظر میں یکساں طور پر جرم ہیں اور دونوں

قسم کے زنا میں یہ قانونی سزائیں نافذ کی جائیں گی اختیاری اور جبری زنا کا یہ فرق اگر مغربی اور عیسائی شریعت میں ہو تو ہو مگر اسلامی شریعت اس فرق سے قطعی طور پر نا آشنا اور یقینی طور پر نابلد ہے اب ذیل میں وہ قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں جس میں زنا کے لئے قانونی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

زنا ایک قبیح فعل ہے

ولاتقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا (بنی اسرائیل) ''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کہ یہ ایک قبیح فعل اور برا راستہ ہے اس آیت میں مطلق زنا کا ذکر کیا گیا ہے خاص زنا بالرضا یا زنا بالجبر کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ مطلق زنا کو فاحشہ (قبیح فعل) کہہ کر مسلمانوں کو اس کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں مطلق زنا فاحشہ اور قبیح فعل ہے اور معاشرے کو اس سے پاک رکھنا انتہائی ضروری ہے اس بارے میں جو لوگ اس قسم کے قبیح افعال کو معاشرے میں فروغ دینے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ بے حیائی لوگوں میں پھیل جائے قرآن کریم نے صریح لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے کہ ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فی الذين امنوا لهم عذاب اليم فی الدنيا والآخر والله يعلم وانتم لاتعلمون (النور ۱۹) جو لوگ مسلمانوں اور مسلم معاشرے میں بے حیائی اور قبیح افعال کو فروغ دے کر پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ ہی خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ خود زنا جیسے قبیح فعل میں اپنے آپ کو ملوث کرے یا دوسرے مسلمانوں میں اس بے حیائی کے پھیلنے کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش ظاہر کرے۔

زنا کے چور دروازے

اسلام نے مسلم معاشرے میں زنا اور حرام کاری کے مکمل انسداد کے لئے یہاں تک انتظام کیا ہے کہ جو امور اس قبیح فعل کے لئے مبادی اور ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو اس کے لئے بمنزلہ چور دروازہ کے ہیں قرآن کریم نے قفل لگا کر ان کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے اور صریح طور پر انہیں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ سد اللباب اس نے مردوں اور عورتوں دونوں پر ایسی پابندیاں عائد کر دی ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے مسلم معاشرے میں زنا وقوع پذیر ہو ہی نہیں سکتا اس سلسلہ میں قرآن کریم نے سب سے پہلے عورتوں پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ اجنبی اور غیر محرم مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر نہ آئیں اور نہ ہی دور جاہلیت کے تبرج کی نقالی کرتی پھریں ارشاد قرآنی ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ واقمن الصلوة واتین الزکوة واطعن الله ورسوله (الاحزاب نمبر ۳۳) ''یعنی اپنے گھروں میں عزت اور وقار کیساتھ رہو اور دور جاہلیت کے تبرج کی نقالی نہ کرتی پھرو نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ ورسول کی فرمانبردار رہو''

لیکن بعض اوقات گھروں سے نکلنے کی بھی ضرورت پیش آتی رہتی ہے تو اس کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ بے پردہ ہو کر نہ نکلیں بلکہ بڑی بڑی چادریں وغیرہ اپنے اوپر ڈال کر رکھیں تا کہ ایک طرف آپ کی زینت اور حسن و جمال دوسروں کیلئے باعث فتنہ نہ بنے اور دوسری طرف آپ کے متعلق یہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ شریف اور باحیاء عورتیں ہیں جو شریف اور معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں تو بد طینت لوگ آپ سے چھیڑ چھاڑ کرنیکی جرأت نہ کر سکیں گے اور نہ کوئی بدقماش آپ کو اذیت پہنچا سکے گا ارشاد قرآنی ہے۔

یایھاالنبی قل لازواجک وبنتک ونسآء المومنین یدنین علیھن ان جلابیھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلایوذین (الاحزاب ۵۹) ''اے پیغمبر حکم دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی تمام عورتوں کو کہ (گھروں سے نکلتے وقت) اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں وغیرہ ڈال کر نکلیں اس سے بآسانی ان کی پہچان ہو سکے گی اور انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچائی جائیگی''

ایک دوسرے مقام پر پوری سوسائٹی کو جس میں مرد اور عورت سبھی شامل ہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حجاب شرعی کے بغیر ایک دوسرے سے آزادانہ اختلاف نہ کرو نہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے دیکھو بلکہ دونوں فریق ''غض بصر'' پر عمل کرتے رہو اس سے آپ کی عفت محفوظ رہ سکتی ہے اور زنا جیسے قبیح فعل میں ملوث ہونے سے بھی آپ بچ سکتے ہیں ارشاد قرآنی ہے۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم...... وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولایبدین زینتھن الالبعولتھن (سورة النور نمبر ۳۰، ۳۱) اور مومن مردوں کو بھی یہ حکم کیجئے اور عورتوں کو بھی کہ وہ اپنی اپنی نگاہوں کو نیچے رکھ کر شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور بجز اپنے شوہروں اور محارم کے عورتیں اپنی زینت کو دوسروں کے سامنے نہ کھولیں''۔

اس آیت مبارکہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کو یہ حکم کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں اور زنا سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں لیکن ''غض بصر'' پر حفاظت کو مقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا زنا جیسے قبیح فعل میں ملوث ہونے کا قوی ذریعہ ہے لہٰذا ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہ جائے تا کہ زنا میں ملوث ہونے کی نوبت ہی پیش نہ آئے اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تمام کارروائیاں انسداد زنا کے لئے تدابیر کی حیثیت رکھتی ہیں

اب اگر اسلام کی نظر میں صرف زنا بالجبر ہی ممنوع ہوتا اور اختیاری زنا ممنوع نہ ہوتا تو "غض بصر" کا حکم صرف مردوں ہی کو دیا جاتا تا کہ ان کے دلوں میں نظر شہوت سے اجنبی عورتوں کی طرف ناجائز میلان پیدا ہو کر کسی وقت ان سے جبراً زنا کے مرتکب نہ ہوں عورتیں ہرگز اس حکم کے تحت نہ آ جاتیں۔ کیونکہ ان کی طرف سے جبر بالزنا کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آیت ہذا میں فریقین یعنی مرد وعورت دونوں کو یکساں طور پر "غض بصر" کا حکم دیا گیا ہے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی نظر میں زنا بالاختیار بھی اسی طرح ایک سنگین جرم ہے جس طرح زنا بالجبر سنگین جرم ہے اور چونکہ وہ مرد وعورت دونوں کی باہمی نظر بازی سے پیدا ہوتا ہے اس لئے دونوں کو "غض بصر" کا حکم دے کر زنا بالاختیار کے اس چور دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

قانونی سزائیں

قرآن کریم میں زنا کے لئے جو قانونی سزائیں بیان کی گئی ہیں ان میں بھی زنا بالاختیار اور زنا بالجبر کے درمیان کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا بلکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزائیں دونوں قسم کے زنا کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور زنا بالاختیار ان سے مستثنیٰ نہیں ہے ارشاد ربانی ہے۔

الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مأته جلدة ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر ولیشهد عذابهما طائفة من المومنین (النور ۲) "بدکاری کرنے والی عورت اور مرد دونوں میں سے ہر ایک کو مارو سو دُرے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم کے نافذ کرنے میں اگر تم یقین رکھتے ہو خدا پر اور پچھلے دن پر اور دیکھیں ان کی یہ سزا کچھ لوگ مسلمانوں میں سے"

اس آیت میں کوڑوں کی جو سزا بیان کی گئی ہے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کے لئے بیان کی گئی ہے بلکہ زانیہ عورت کو زانی مرد پر مقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت اس سزا کی زیادہ مستحق ہے حالانکہ زنا بالجبر کی صورت میں پوری ملت اس پر متفق ہے کہ عورت نہ سزا کی مستحق ہے اور نہ اس پر کسی قسم کی حد جاری کی جاسکتی ہے بلکہ اس میں سزا کا مستحق صرف (زانی) مرد ہوگا اور اسی پر کوڑوں یا رجم کی سزا نافذ کی جائے گی پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو سزا بیان کی گئی ہے وہ اختیاری زنا کی سزا ہے نہ کہ جبری زنا کی لیکن الفاظ کے عموم میں چونکہ دونوں قسم کے زنا داخل ہیں اس لئے مرد کی سزا تو دونوں قسم کے زنا میں بحال رہے گی اور عورت جبری زنا میں چونکہ مجرم نہیں ہوتی اس لئے وہ اس صورت میں سزا کی بھی مستحق نہ ہوگی چنانچہ روایات میں

آگے اس کی تصریح آتی ہے اب قرآن کریم کی اس تصریح اور واضح فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یا ادارہ اس حکم سے زنا بالاختیار کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے اور اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کریم کے صریح فیصلے میں تحریف کرنا چاہتا ہے۔

عہد نبوت میں یہ قانونی سزائیں

زنا کے بارے میں قرآن کریم کے بعد جب ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی صاف طور پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صریح فیصلے ملتے ہیں جن میں زنا بالاختیار کی صورت میں مرد اور عورت دونوں پر یہ قانونی سزائیں جاری کی گئی ہیں اور اس بات کے لئے عہد نبوی میں کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کبھی زنا بالاختیار کی صورت میں ثبوت جرم کے بعد مرد یا عورت پر قانونی سزا نافذ نہ کی گئی ہو بلکہ عہد نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ زنا بالاختیار میں زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں پر کوڑوں کی سزا بھی اعلانیہ طور پر جاری کی گئی ہے اور سنگساری کی سزا بھی۔

رجم کی سزا

چنانچہ مشہور صحابی حضرت ماعزؓ کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا گیا حالانکہ وہ زنا اختیاری تھا نہ کہ جبری' حضرت ماعزؓ کی سنگساری کے ہولناک واقعہ کے بعد حضرت غامدیہؓ کو بھی حضرت ماعزؓ کی طرح سنگسار کیا گیا تھا حالانکہ حضرت غامدیہؓ کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ساتھ کسی نے جبراً زنا کیا تھا ورنہ انہیں ہرگز سنگسار نہ کیا جاتا بلکہ اس شخص کو سنگسار کیا جاتا جس نے ان سے زنا بالجبر کیا تھا کیونکہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے نہ وہ سزا کی مستحق ہے۔

کوڑوں کی سزا

اس کے علاوہ کوڑوں کی سزائیں بھی عہد نبوت میں مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر دی گئی ہیں حالانکہ عورت پر جبری زنا کی صورت میں کوڑوں کی سزا بھی جاری نہیں کی جا سکتی ذیل میں ایک دو واقعات ایسے ذکر کئے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اختیاری زنا میں مرد وعورت دونوں پر یہ قانونی سزائیں جاری کی گئی ہیں۔

زنا کا جرم قابل راضی نامہ نہیں ہے

عن ابی ہریرۃؓ ان رجلین اختصماالی النبی فقال احدھماان ابنی کان علی

هذافزنی بامراته فاخبرونی ان علی ابنی الرجم فافتد یت منه بمائة شأة وبجارية لی ثم انی سألت اهل العلم فاخبرونی ان علی ابنی جلدمأته وانما الجرم علی امراته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اماوالذی نفسی بیده لاقضین بینکمابکتاب الله تعالیٰ اماغنمک وجاریتک فردعلیک وجلد ابنه مأة وامرانیس الاسلمیؓ ان یاتی امراة الافان اعترفت فارجمها فاعترفت فرجمها (ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰ ۶) ''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمی اپنا ایک مقدمہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے پاس مزدوری کرتا تھا پس اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے بیٹے کی سزا سنگساری ہے' میں نے اس کے بدلے میں اس شخص کو سو بکریاں اور ایک جاریہ دے دی پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے ہے اور سنگساری اس شخص کی بیوی کی سزا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں آپ دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ تمہاری بکریاں اور جاریہ تمہیں واپس کی جائیں گی اور سزا کے طور پر تیرے بیٹے کو سو دُرے لگیں گے اور انیس اسلمیؓ کو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کی بیوی کے پاس اور معاملہ کی تحقیق کرو' اگر اس نے زنا کا اقرار کرلیا تو اس کو رجم کرو چنانچہ اس نے اعتراف جرم کرلیا اور رجم کی سزا اس پر جاری کی گئی۔

اس حدیث میں زنا کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جبری زنا کا واقعہ تھا کیونکہ یہ گھر کے ایک مزدور کا گھر کی مالکہ کے ساتھ زنا کا واقعہ ہے اور اس میں جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آخر اس مزدور کی کیا مجال تھی کہ وہ گھر کی مالکہ کے ساتھ جبراً زنا کرے اس کے علاوہ اگر یہ زنا جبری ہوتا تو عورت پر رجم اور سنگساری کی سزا جاری نہ کی جاتی کیونکہ جبری زنا میں عورت سرے سے مجرم ہی نہیں تو اس پر سزا جاری کرنے کے کیا معنی؟ اور سزا بھی وہ جو سخت ترین سزا ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ عورت باوجود مجبور ہونے کے سنگساری جیسی سنگین سزا جاری کی جائے اور مرد باوجود مجرم ہونے کے کوڑوں کی سزا کا مستحق گردانا جائے۔ حاشا وکلا

تو معلوم ہوا کہ یہ زنا اختیاری تھا نہ کہ جبری' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جرم زنا اسلامی شریعت میں قابل راضی نامہ نہیں ہے ورنہ اگر یہ جرم قابل راضی نامہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ میں متاثرہ فریقین میں ہونے والے راضی نامہ کو ناقابل اعتبار قرار دے کر فسخ نہ فرماتے اور اس کے ہوتے ہوئے زانیہ عورت اور زانی مرد پر سزا جاری نہ فرماتے۔

ایک اور واقعہ

عن ابن عمرؓ انه قال ان الیهود جاء والی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر واله ان رجلاً منهم وامرأة زنیا فقال لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ماتجدون فی الراة فی شان الزنافقالوانفضحهم ویجلدون فقال عبدالله بن سلامؓ کذبتم ان فیهاالرجم فاتو ابالتوراة فنشروهافجعل احدهم یده علی اية الرجم ثم جعل یقراماقبلها ومابعدها فقال له عبدالله ابن سلام ارفع یدک فرفعها فاذافیهااایة الرجم فقالواصدق یامحمدفیها اية الرجم فامر بهارسول الله صلی الله علیه وسلم فرجما قال عبدالله بن عمرؓ فرایت الرجل یحنی علی امراة یقیها الحجارة انتهی(سنن ابی داؤدجلد۲ ص ۲۱۰)

(ترجمہ)"حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ زنا کے بارے میں تمہاری تورات میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم زنا کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور ان پر کوڑے بھی لگائے جاتے ہیں عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو تورات میں تو زنا کی سزا رجم ہے انہوں نے تورات کو لا کر کھولا تو ان میں سے ہی ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنا شروع کر دیں تو عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ ہاتھ اٹھاؤ اس نے جب ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیت رجم موجود تھیں اس پر انہوں نے کہا کہ عبداللہ واقعی تم سچے ہو تورات میں آیت رجم موجود ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زانی اور مزنیہ) کے بارہ میں رجم کا حکم فرمایا اور وہ دونوں سنگسار کر دیئے گئے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ مرد عورت پر جھکتے ہوئے پتھروں سے اس کو بچا رہا تھا"

اس حدیث میں یہودیوں کے جس سنگسار شدہ مرد اور عورت کا ذکر کیا گیا ہے ان کی باہمی محبت کا یہ عالم تھا کہ عین سنگساری کے دوران بھی زانی مرد زانیہ عورت پر جھک کر آخر دم تک پتھروں سے اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے جیسا کوئی ذی ہوش انسان یہ خیال تک دل میں لا سکتا ہے کہ یہاں مرد نے عورت کے ساتھ جو زنا کیا تھا وہ اختیاری نہیں بلکہ زنا بالجبر تھا؟ حالانکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں اصلاً مجرم نہیں نہ وہ سزا کی مستحق ہے پھر اس پر سنگساری جیسی سنگین سزا جاری کر کے یہ دوہرا ظلم کیوں کیا گیا؟

زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے

ذیل میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے نہ اس پر زنا کی حد جاری کی جاسکتی ہے

عن وائل ابن حجرقال استکرھت امراۃ علی عھدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدراعنھاالحدواقامہ علی الذی اصابھا (جامع الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲)

(ترجمہ) "وائل ابن حجرؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت سے جبراً زنا کیا گیا تو آپ نے عورت سے حد ساقط کر کے اسے معاف فرمادیا اور زنا کرنیوالے مرد پر حد قائم کردی"

وعنہ ان امراۃ خرجت علی عھدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم تریدالصلوٰۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت وانطلق ومرت عصابۃ من المھاجرین فقالت ان ذلک رجل فعل بی کذاوکذا فاخذواالرجل فاتوابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھااذھبی فقدغفراللہ لک وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ.(جامع الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ج۲ ص ۳۱۱٬ ۳۱۲)

(ترجمہ) یہ بھی وائل ابن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت گھر سے نماز کے ارادہ سے نکلی، راستہ میں اسے ایک شخص ملا جس نے اسے پکڑ کر زبردستی اس سے زنا کیا اس پر عورت نے شور مچانا شروع کردیا جس سے گھبرا کر زنا کرنے والا شخص بھاگ گیا اتنے میں مہاجرین کی ایک جماعت پہنچ گئی عورت نے انہیں بتایا کہ فلاں آدمی نے مجھ سے جبراً زنا کیا ہے انہوں نے اس آدمی کو پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا اور عورت بھی اس کے ہمراہ تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا کہ جاؤ خدا نے تجھے معاف کیا ہے اور زانی مرد کے بارے میں رجم کا حکم فرمایا (چنانچہ وہ آپ کے حکم سے رجم کردیا گیا)"

اس حدیث کو اوپر والی روایتوں کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے مجموعہ روایات حدیثیہ اور نصوص قرآنیہ سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں (۱) یہ کہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت اسلامی قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے نہ اس پر قانونی سزا جاری کی جاسکتی ہے (۲) دوسری یہ کہ قرآن وحدیث میں زنا کے لئے جو قانونی سزائیں بیان کی گئی ہیں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا کے واقعات ہیں جن لوگوں پر یہ قانونی سزائیں جاری کی گئی ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر واقعات زنا

اختیاری سے متعلق تھے نہ کہ زنا بالجبر سے متعلق، ورنہ پھر عورت پر مرد کی طرح ہرگز یہ قانونی سزائیں جاری نہ کی جاتیں، بہر حال قرآن وحدیث کی رو سے اس حقیقت میں ذرہ برابر کوئی خفا نہیں ہے کہ اسلامی شریعت نے زنا کے لئے جو قانونی سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ (۱) ان میں زنا بالاختیار اور زنا بالجبر میں کوئی فرق تسلیم نہیں کیا گیا ہے نہ ہی اسلامی شریعت نے ان قانونی سزاؤں سے زنا بالاختیار کو مستثنیٰ کیا ہے بلکہ زنا کی یہ دونوں قسمیں اسلام کی نظر میں یکساں جرم ہیں اور مرتکب جرم سزا کا مستوجب ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ اسلام کی قانونی سزائیں دراصل زنا بالرضا ہی کے لئے مقرر کی گئی ہیں کیونکہ ان قانونی سزاؤں سے اصل مقصد یہ ہے کہ معاشرہ کثرت زنا سے محفوظ رہے اور ظاہرہ ہے کہ معاشرے میں جو زنا کثیر الوقوع ہے یا ہوسکتا ہے وہ زنا بالجبر نہیں وہ زنا بالرضاء ہے اور اسی کے انسداد کے لئے اسلام نے یہ سزائیں مقرر کی ہیں تو اگر اس (زنا بالرضا) کو ان سزاؤں سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو قانون کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آج کل کے مغرب سے متاثر بعض مسلم دانشور آخر کس معقول دلیل کی بناء پر زنا بالرضا کو اسلامی قانون سے مستثنیٰ کر رہے ہیں؟

''کیا اس میں یہ راز پوشیدہ تو نہیں ہے کہ یہ حضرات اپنے اس ملک میں زنا کاری کے کاروبار میں قانون کے ذریعہ سے توسیع کرنا چاہتے ہیں؟ اور اس ملک میں یورپین تہذیب کی جڑوں کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کر رہے ہیں؟ یا اس ملک میں پہلے سے جو عیاشی وفحاشی کا خطرناک رجحان پایا جاتا ہے اسے یہ حضرات مزید تقویت اور ترقی دینا چاہتے ہیں؟'' (اللهم اهدنا وایاهم صراطک المستقیم' آمین)

جواب جز ۲......اب دوسرے سوال کا جواب سن لیجئے یہ بات مسلمات شریعت میں سے ہے اور امت مسلمہ کے ہاں طے شدہ ہے کہ جو حکم قرآن وحدیث میں منصوص طریقہ سے بیان کیا گیا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں اس پر اسلامی معاشرے میں عملدرآمد بھی رہا ہو نیز کتاب وسنت سے اس حکم کا کسی مخصوص زمانے کے لئے ہونا یا کسی جزوی مصلحت پر مبنی ہونا بھی معلوم نہ ہو تو ایسے حکم میں تمام امت اور پوری ملت بھی مل کر قیامت تک ادنیٰ سے ادنیٰ ترمیم اور تغیر وتبدل نہیں کرسکتی ایسی کوئی بھی ترمیم ایک طرف آسمانی شریعت میں بندوں کی طرف سے ایک تحریف ہے اور دوسری طرف ان کی جانب سے ایک مکمل تشریع ہے اور آسمانی شریعتوں میں امتیں تحریف کی مجاز نہیں ہیں اور نہ مستقل تشریع کا حق رکھتی ہیں مشرکین مکہ نے اس قسم کی ترمیموں اور تبدیلیوں کا مطالبہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر کے یہ کہا کہ ائت بقران

غیر ھذا او بدلہ' ہمیں کوئی دوسرا قرآن لے آؤ یا اس میں ہماری منشاء کے مطابق کوئی تبدیلی کرو' اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مطالبہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تنبیہ ملی قل مایکون لی ان اُبدلہ من تلقا نفسی ان اتبع الا مایوحی الی (سورۃ یونس)" ان سے یہ کہہ دو کہ مجھے یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے خدا کے اس قانون میں کوئی ترمیم یا تبدیلی کرسکوں' میرا حق صرف اس قانون کی حرف بہ حرف پابندی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بذریعہ وحی بھیجا جارہا ہے" جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے قوانین اور احکام میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم یا تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں تو دوسرے لوگوں کو ایسی ترمیم اور تبدیلی کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ قرآن کریم نے اس حقیقت سے بھی پردہ کشائی کی ہے کہ جو لوگ اپنی خود ساختہ قانون سازی کے ذریعہ سے خدائی احکام میں تبدیلی کرتے ہیں پھر لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہمارا بنایا ہوا یہ قانون بھی اسلامی قانون کا حصہ اور مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہے ایسے لوگ خدا کی نظر میں بڑے مبغوض اور عذاب عظیم کے مستحق ہیں ارشاد ربانی ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذامن عنداللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم ممایکسبون (البقرہ)

(ترجمہ)" وہ لوگ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے جو اپنے ہاتھوں سے کوئی کتاب (قانون) لکھ لیتے ہیں پھر لوگوں سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بھی خدا کا قانون ہے (ایسا وہ اس لئے کرتے ہیں) کہ اس سے اپنے لئے دنیا کا قلیل منافع حاصل کریں یہ لوگ ایسی قانون سازی کی وجہ سے بھی مبتلائے عذاب ہوں گے اور جو منافع ان کو اس سے حاصل ہوگا کہ اسکی وجہ سے بھی ہلاکت نصیب ہوگی"

بہرحال قرآن کریم نے متعدد مقامات پر غیر مبہم الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ شرعی قوانین اور منصوصی احکام میں پوری نوع انسانی کے افراد مل کر بھی کوئی ترمیم یا تبدیلی کر نہیں کرسکتے کیونکہ اس کی نوعیت مستقل تشریع (شریعت سازی) کی ہے اور تشریع کا حق اللہ کے سوا کسی اور حاصل نہیں ہے البتہ غیر منصوصی مسائل اور معاملات میں ثبوت احکام کیلئے منصوصات شرعیہ سے اجتہاد کے ذریعہ سے احکام اخذ کر کے مستنبط کئے جاسکتے ہیں مگر تشریع کا مجاز کوئی بھی فرد بشر نہیں ہوسکتا اور جب یہ ثابت ہوا کہ کوئی بھی فرد بشر شرعی قوانین اور منصوصی احکام میں کوئی تغیر اور ترمیم نہیں کرسکتا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ زنا جیسے قبیح جرم کی اسلامی شریعت نے جو قانونی سزائیں مقرر کی ہے ان سے کوئی بھی با اقتدار جماعت یا ادارہ زنا بالاختیار کو مستثنیٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

جواب جز۳...... رہا تیسرا سوال کہ حرام قطعی کو جائز کرنے اور حلال سمجھنے والا آدمی مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ قرآن وحدیث نے اس کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے اسی کو پیش کر دوں' نیز فقہاء اسلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے لوگوں کے حق میں جو احکام صادر کئے ہیں انہیں کو بیان کر دوں۔

قرآن کریم اور تحلیل حرام

یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور پوری ملت اسلامیہ اس پر متفق ہے کہ کائنات عالم کا واحد مالک اور بلاشرکت غیرے حقیقی حاکم اور حکمران صرف اللہ رب العالمین ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی خاص ملکیت ہے اور سب کا اصل حاکم وہ ہے جب تمام کائنات کا خالق ومالک وہی ہے تو تمام کا حاکم بھی وہی رہے گا اور تمام کائنات میں حکم اور قانون بھی اسی کا چلے گا۔ **الاله الخلق والامر تبارک الله رب العالمین۔** ''یہ حقیقت ہے کہ پیدائش بھی خاص اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلے گا اللہ بڑا بابرکت اور تمام جہانوں کا مالک ہے'' **ان الحکم الاللہ امر ان لاتعبدواالا یاہ** ''حکم نہیں ہے مگر اللہ کے لئے اسی نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی دوسرے کی اطاعت وپرستش نہ کرو' **ولا یشرک فی حکمه احدا** ''وہ اپنے حکم اور فیصلے میں اپنے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا''

قانون کی اس بنیادی دفعہ کے تحت اشیاء کی تحریم اور تحلیل دونوں کا حق اور اختیار صرف خالق اشیاء کو حاصل ہے مخلوق کو قطعاً اس کا حق حاصل نہیں ہے اس بارہ میں قرآن کریم کا فیصلہ انتہائی صاف اور واضح ہے اس نے جس طرح تحریم حلال خدا کی حلال کردہ اشیاء کو حرام جاننے کی قطعی ممانعت ممانعت کر رکھی ہے اور فرمایا ہے: **لاتحرمو اطیبات مااحل الله لکم ولاتعتدو اان الله لایحب المعتدین** ''وہ پاکیزہ چیزیں حرام نہ سمجھو جو خدا نے تمہارے لئے حلال کر رکھی ہیں اور خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کرو خدا حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اور فرمایا ہے کہ: **لم تحرم مااحل الله لک** ''کیوں حرام کرتے ہو اپنے اوپر وہ چیزیں جو خدا نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں'' **قدخسر الذین قتلوااولادھم سفھابغیرعلم وحرمواماارزقھم الله افتراء علی الله** ''تحقیق بڑے خسارہ میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے علم کے بغیر حماقت اور نادانی سے اپنی اولاد کو قتل کیا ہے اور خدا نے ان کو جو حلال رزق دیا ہے اسے خدا پر جھوٹ باندھ کر حرام سمجھ رکھا ہے'' بعینہ اسی طرح قرآن کریم نے تحلیل حرام (خدا کی حرام کردہ اشیاء کو حلال جاننے) کی بھی قطعی طور پر ممانعت کر رکھی ہے ارشاد ربانی ہے: **ولاتقولو الماتصف السنتکم الکذب**

هذاحلال وهذاحرام لتفتروا على الله الكذب: ''یعنی مت کہوان چیزوں کو جنہیں تمہاری زبانیں جھوٹ کے طور پر بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہیں اور یہ حرام ہیں اس کا انجام خدا پر جھوٹ باندھنا ہے'' لاتحلوا شعائر الله ولاالشهر الحرام ولاالهدى شعائر الله ''اشہر حرام اور قربانی کے جانوروں کی ہتک وحرمت کو حلال نہ سمجھو'' ولایحرمون ماحرم الله ورسوله ولایدینون دین الحق ''یہ لوگ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں'' ان آیات میں صریح طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ تحریم اور تحلیل کا حق بجز اللہ تعالیٰ کے بالذات کسی کو بھی حاصل نہیں ہے یہ حقیقت بھی قرآن کریم سے واضح ہے کہ جو چیزیں آسمانی شریعتوں کی رو سے قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں انہیں جب بھی کسی نے حلال سمجھنا شروع کیا آسمانی شریعتوں سے اس کا تعلق بحال نہیں رہا ہے بلکہ منقطع ہو چکا ہے انسانی تاریخ کے ہر دور میں حضرات انبیاء علیہم السلام نے کفر اور عالم اسلام کے مابین حد فاصل مقرر کی ہے کہ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو دل سے حرام سمجھنے اور اس کی حلال کردہ اشیاء کو دل سے حلال جاننے کا مضبوط اعتقاد رکھا جائے اس اعتقاد کے بغیر کوئی شخص نہ مومن سمجھا گیا ہے نہ مسلم مثال کے طور پر شرک ہی کو لیجئے اس کو انسانی تاریخ کے ہر دور میں آسمانی شریعتوں کی رو سے حرمت قطعی کی حیثیت حاصل رہی ہے اور جب بھی کسی نے اس کو جائز اور حلال سمجھا ہے تمام آسمانی شریعتوں نے اسے اپنے اپنے دائرہ سے خارج تسلیم کیا ہے اور اسکا تعلق ہر آسمانی شریعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو چکا ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تحلیل وتحریم

قرآن کریم کے بعد جب ہم حدیث رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی تحلیل وتحریم کے بارے میں وہی فیصلہ ملتا ہے جو قرآن کریم نے اس بارے میں کیا ہے یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی یہ ہے کہ جس نے خدا کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھا یا اس کی حلال کردہ اشیاء کو حرام جانا اس کی اسلامی شریعت سے تعلق بحال نہیں رہے گا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع رہے گا۔

علماء اور مشائخ کے بارے میں اہل کتاب کا عقیدہ

قرآن مجید میں یہودی عوام اور عیسائیوں کے متعلق یہ آیا ہے کہ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو خدا کے سوا اپنے لئے معبود بنا رکھا تھا ارشاد ربانی ہے۔ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابامن دون الله (سورة توبه) جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اہل کتاب میں سے ایک یہودی عالم ''عدی ابن حاتم'' جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ

حضور! ہم نے تو کسی عالم یا درویش کو خدا نہیں کہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما کانوا اذا حلوالهم شیأ استحلوه واذا حرموا علیهم شیأ حرموه؟ قال نعم' قال هو ذاک او کماقال (ترمذی) ''کیا وہ ایسے نہیں تھے کہ جب ان کے علماء اور مشائخ ان کے لئے کوئی چیز حلال کرتے تو وہ اسے حلال سمجھتے اور جب کوئی چیز ان پر حرام کرتے تو وہ اسے حرام سمجھتے؟ عدی ابن حاتمؓ نے کہا کہ ایسے تو تھے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو ان کا شرک تھا''

حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی ابن حاتمؓ سے فرمایا کہ خدائی شریعت سے سند حاصل کئے بغیر جب یہود کے علماء اور مشائخ عوام پر کوئی چیز حرام کرتے تو کیا عوام اسے حرام نہیں سمجھتے تھے؟ اسی طرح اگر خدائی شریعت سے دلیل حاصل کئے بغیر کسی چیز کو ان کے لئے حلال کرتے تو یہودی عوام اسے حلال نہیں سمجھتے تھے؟ اس کے جواب میں عدی ابن حاتمؓ نے کہا کہ ایسا تو تھا ہی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو بے سند تحلیل وتحریم تھی جس کی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ جو بھی شخص یا ارادہ اور جماعت خدا کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھے گا یا اس کی حلال کردہ اشیاء کو حرام سمجھے گا اسلام کے ساتھ اس کا تعلق ختم ہو جائیگا۔

فقہاء اسلام کا فیصلہ

قرآن وحدیث کے ان واضح احکامات کی روشنی میں فقہاء اسلام نے بھی اس بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو قرآن وحدیث کے منشاء سے زیادہ قریب ہے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''شرح العقائد'' میں لکھا ہے: **استحلال المعصية كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي** ''گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے بشرطیکہ اس کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو'' آگے چل کر مزید فرماتے ہیں

وعلى هذا اتفرع ماذكر في الفتاوى من انه' اذا اعتقد الحرام حلالا فان كانت حرمته' لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره اوثبت بدليل ظني' وبعضه لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره وقال من استحل حراماً وقد علم في دين النبي صلى الله عليه وسلم تحريمه كنكاح المحارم كافر' (بحواله شامی ج ۲ ص ۳۱۵٬ ۳۱۶)

(ترجمہ) اسی قاعدے پر وہ مسئلہ مبنی ہے جو کتب فتاویٰ میں ذکر ہے کہ جب کوئی شخص حرام حلال جانے تو اگر وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو تو یہ شخص کافر ہوگا اور

اگر اس کی حرمت لغیرہ ہو یا وہ دلیل قطعی سے ثابت نہ ہوئی ہو تو کافر نہ ہوگا اور بعض علماء نے حرام لعینہ اور لغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا ہے بلکہ مطلقاً یہ کہا ہے کہ دونوں کا مستحل کافر ہوگا بشرطیکہ دین نبوی میں اس کی حرمت کا ثبوت معلوم ہو جیسے نکاح محارم''

علامہ ابن عابدینؒ نے مندرجہ بالا دونوں مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

وحاصله ان مشروط الكفر على القول الاول شيأن قطعية الدليل وكونه حراماً لعينه وعلى الثاني يشترط الشرط الاول فقط وقدعلمت ترجيحه اه

(ترجمہ) ''اس اختلاف کا حاصل یہ ہوا کہ کفر کی شرط بنا بر قول اول دو چیزیں ہیں ایک دلیل کا قطعی ہونا اور دوسرے اس کا حرام لعینہ ہونا اور بنا بر قول ثانی کفر کے لئے شرط صرف یہ ہے کہ حرمت کی دلیل قطعی ہو اور بس اس قول کا راجح ہونا معلوم ہے''

اسی کے قریب قریب وہ مضمون ہے جو ''تفتازانی'' نے ''شرح العقائد العضدیہ'' میں ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

واستحلال المحرمات كفرولابدمن التقيدبكون تحريمه مجمعاً عليه دون تكون حرمته من ضروريات الدين'وبدون القيد الثانى ان كان جماع مستنداً الى الظن لايثبت ايضاً وكذاان كان مستنداً الى دليل قطعي ولم يكن مشتهراً بحيث يكون من ضروريات الدين (شرح العقائد العضدية ص ١٠٥٠

(ترجمہ) ''محرمات کو حلال سمجھنا کفر ہے بشرطیکہ ان کی حرمت اتفاقی ہو' نیز ان کی حرمت ضروریات دین میں سے ہو اور اگر ان کی حرمت اتفاقی نہ ہو بلکہ اختلافی ہو تو کفر ثابت اصلاً نہ ہوگا اور اگر ان کی حرمت ضروریات دین میں سے نہ ہو مگر اتفاقی ہو تو اگر یہ اجماع مبنی بر ظن ہو تو پھر بھی کفر ثابت نہ ہوگا اسی طرح اگر وہ مبنی بر دلیل قطعی ہو مگر دین میں اس کی حرمت اس قدر مشہور نہ ہو چکی ہو کہ ضروریات دین میں شمار ہونے کے قابل ہو تو اس وقت بھی کفر ثابت نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا تصریحات کا ماحصل

فقہاء اسلام کی مذکورہ بالا تصریحات سے جو امور بطور ماحصل ثابت ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کسی چیز کی حرمت اگر قطعی ہو اور لذاتہ بھی ہو' نیز دین نبوی میں اس کی حرمت اس قدر مشہور ہوئی ہو کہ وہ ضروریات دین میں شمار ہوتی ہو' تو ایسی حرام چیز کو حلال سمجھنا بالا جماع کفر ہے اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

(۲) لیکن اگر اس کی حرمت قطعی ہو تو مگر لذاتہ نہ ہو یا لذاتہ بھی ہو مگر ضروریات دین میں سے نہ ہو تو ایسی چیز کو حلال سمجھنے والے آدمی کا کفر مختلف فیہ ہے جن لوگوں کے نزدیک کفر کے لئے حرمت کا قطعی ہونا فقط کافی ہے لذاتہ ہونا اور ضروریات دین میں سے ہونا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے ان کے نزدیک تو کافر ہے کیونکہ حرمت کی قطعیت دونوں صورتوں میں موجود ہے اور جن کے نزدیک کفر کے لئے حرمت کی قطعیت اور اس کا لذاتہ ہونا دونوں ضروری ہیں ان کے نزدیک پہلی صورت میں کفر نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف حرمت کی قطعیت ہے اور لذاتہ حرمت نہیں ہے' اور دوسری صورت میں کفر ہے کیونکہ اس میں حرمت قطعیہ کے ساتھ اس کا لذاتہ ہونا بھی موجود ہے اور جن لوگوں کے نزدیک کفر کے لئے یہ ضروری ہے کہ حرمت مشہور اور ضروریات دین میں سے ہو ان کے نزدیک نمبر۲ میں کفر اصلاً نہیں ہے کیونکہ یہ حرمت ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

فقہاء کی ان تصریحات کی روشنی میں جب ہم زنا کی حرمت پر غور کرتے ہیں تو وہ حرمت قطعی بھی ہے اور لذاتہ بھی اور اس قدر مشہور بھی ہو چکی ہے کہ ضروریات دین میں شمار ہو چکی ہے لہٰذا اسکو حلال سمجھنا بالاجماع موجب کفر ہوگا۔ اس اجماعی فیصلہ کے تحت آپ خود غور فرمائیں کہ جو لوگ محرمات شرعیہ کو حلال سمجھ رہے ہیں قرآن و حدیث اور فقہاء اسلام کے ان واضح فیصلوں کی روشنی میں انکا انجام کیا ہوگا؟

ہم اور تکفیر

لیکن ہم بذات خود کسی شخص یا ادارہ پر کفر کا فتویٰ دینے سے اس بناء پر معذور اور قاصر ہیں کہ فتویٰ تکفیر کے لئے ضروری ہے کہ مفتی کو اس بات کے متعلق یقینی علم حاصل ہو کہ جس شخص یا ادارہ پر وہ کفر کا فتویٰ دے رہا ہے اس کے دل میں قطعیات اور ضروریات دین سے قطعی طور پر انکار پایا جاتا ہے اور یہ علم ہم میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے اور نہ حاصل ہو سکتا ہے اس کے بغیر کفر کا فتویٰ دینا ہرگز جائز نہیں ہے لہٰذا ہم ان ممبران اسمبلی کے حق میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست اور راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے زنا بالاختیار کو شرعی سزاؤں سے مستثنیٰ قرار دینے کا غلط اقدام کیا ہے اور ان سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ خدارا اپنے اس فیصلہ پر جلد از جلد نظر ثانی فرما کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور دنیا و آخرت کی رسوائی کا خطرہ مول نہ لیں امید ہے جملہ ممبران اسمبلی ہماری اس اپیل کو صدا بصحرا ثابت نہ ہونے دیں گے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین (آمین) (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۱۷۷)

صرف عورت کے کہنے سے حدزنا کا حکم

سوال: ایک لڑکی نے ایک مرد سے کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو، مرد نے انکار کیا لڑکی نے دھمکی دی کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم پر زنا کی تہمت لگادوں گی، مرد کے پھر بھی نکاح نہ کرنے پر لڑکی نے تہمت لگائی کہ اس مرد نے میرے ساتھ زنا کیا ہے حالانکہ کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ اور مرد بھی اس فعل قبیح سے انکار کرتا ہے اور حلف اٹھانے کیلئے تیار ہے تو کیا صرف عورت کے اقرار سے زنا ثابت ہوگا یا نہیں؟

جواب: عورت کے کہنے سے زنا ثابت نہیں ہوا اس عورت پر لازم ہے کہ فعل زناء پر چار عینی شاہد پیش کرے اگر چار عینی شاہد پیش نہیں کرتی تو اس پر حد قذف (اسی کوڑے) واجب ہیں جس مد پر تہمت لگائی ہے وہ عدالت میں دعویٰ کرکے اس عورت کو اسی کوڑے لگوائے اس زمانہ کی کسی عدالت سے اس کی توقع نہیں اس لئے اس عورت کے والد پر اور وہ نہ ہو یا وہ غفلت کرے تو دوسرے رشتہ داروں پر واجب ہے کہ اس کو مناسب سزا دیں تاکہ آئندہ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۲۷)

صرف ایک عورت کی گواہی سے کسی پر جرم ثابت نہیں ہوسکتا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کی مسمات جنت بی بی کی لڑکی مسماۃ اللہ وسائی کو حیض ماہواری بند ہوگیا ہے پہلے بھی بوجہ بیماری بند ہوجاتا تھا لیکن بغیر علاج کے تندرست ہوجاتی تھی لیکن جو ماہواری بند ہوئی اور دائی کو دکھایا گیا تو دائی نے جواب دیا کہ حمل نہیں ہے یہ بوجہ بیماری ہے لیکن مسماۃ جنت بی بی اپنے خاوند لالوخان پر الزام لگاتی ہے کہ میرے خاوند مذکورہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حرام کاری کی ہے لیکن خاوند حلفاً انکار کرتا ہے اور مدعی جنت بی بی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور لڑکی حلفاً کہتی ہے کہ میرے والد نے حرام کاری نہیں کی اور لڑکی نابینی اور بیمار ہے از روئے شریعت کیا حکم ہے کہ آیا والد صاحب پر جرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور عورت جو اس افواہ کو پھیلانے والی ہے مسماۃ جنت بی بی اس کے لئے از روئے شرع کیا تعزیرات ہیں توبہ کرے یا نہیں بصورت عدم ثبوت۔ بینوا توجروا۔

جواب...... مسئلہ صورت میں بشرط صحت سوال والد کو شرعاً مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا مسماۃ جنت بی بی کے پاس جب ثبوت نہیں تو اس تہمت لگانے کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئی ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہوجائے (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۸۱)

جبراً زناء کی وجہ سے حد

سوال: زید کے گھر میں فوج کے لباس میں دو مرد داخل ہوئے اس سے زید سمجھا کہ فوج آ گئی اور گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ان دونوں شخصوں نے اس کی عورت سے زنا کیا تو کیا ایسی صورت میں عورت پر کوئی حد آئے گی یا نہیں؟

جواب: شریعت کی طرف سے اس عورت پر کوئی حد نہیں ہوگی۔ اس واسطے کہ وہ مکرہ تھی اور مکرہ پر حد نہیں آتی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۳۴)

غیر مسلم عورت سے زنا کرنا

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ غیر مسلم عورت سے زنا کرنا مسلم عورت سے زنا کرنے سے کم گناہ رکھتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: زنا کرنا گناہ کبیرہ اور حرام قطعی ہے اس میں سب عورتیں برابر ہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نابالغہ سے زبردستی زنا اور اس کی سزا

اگر کوئی شخص زبردستی عورت نابالغہ سے زنا کرے تو کیا دونوں زنا کی سزا کے مستحق ہوں گے، یا کیا؟ اور کیا سزا دی جائے گی؟ اگر کوئی شخص بالغہ عورت سے زبردستی زنا کرے، تو کیا دونوں سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور عورت پر کیا کفارہ آئے گا؟

جواب: (۱، ۲) ان دونوں صورتوں میں مرد و عورت توبہ واستغفار کریں اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا ہے اور کوئی حد اس زمانے میں اس ملک میں جاری نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۸۹)

منکوحہ سے زنا حق اللہ اور حق العباد دونوں ہے

سوال: منکوحہ سے زنا کرنا حقوق العباد ہے یا نہیں؟ اور عورت کے خاوند کا زانی سے کچھ مواخذہ ہے یا نہیں؟

جواب: منکوحہ سے زنا کرنا حق اللہ بھی ہے اور حق العباد بھی، حدیث شریف میں کبائر کے بیان میں ہے۔ قال ان تزنی حلیلة جارک: اس پر محشی لکھتے ہیں کہ اس لئے کہ یہ زنا ہے اور حق جوار کو باطل کرنا ہے اور پڑوسی کے ساتھ خیانت ہے تو یہ یعنی اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا زیادہ قبیح ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۷۸)

حرمت زنا حق اللہ ہے یا حق العبد

سوال۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

ا۔زنا حقوق اللہ میں سے ہے یا حقوق العباد میں سے ہے۔اس مسئلہ کی تسلی کی از حد ضرورت ہے۔تشریح فرما کر تسلی فرمادیں۔

2۔فرمادیں کہ کیا اگر کسی آدمی نے اپنی سالی اپنی زوجہ کی بہن کے ساتھ اگر زنا کیا ہے تو کیا اس زانی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا کہ باقی رہتا ہے۔عوام میں تو یہی مشہور ہے کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے تسلی صرف آپ ہی سے ہوگی۔

جواب۔حرمت زنا حقوق اللہ میں سے ہے۔صرف توبہ سے زانی کا گناہ معاف ہوجاتا ہے اپنی سالی سے زنا کرنا نکاح تو نہیں ٹوٹتا یعنی نکاح تو باقی ہے۔البتہ گناہ اس کا بہت ہے۔

واللہ اعلم فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ص ۱۳۴۔

محض توہمات سے زنا ثابت نہیں ہوتا

سوال:اگر زید کا گمان اپنی زوجہ پر ہو کہ وہ مخفی طور سے زنا کراتی ہے،(۲)اگر زید نے اپنی زوجہ کو چشم خود سے زنا کرا کے آتی ہوئی دیکھ لیا ہے اور زانی کو شناخت کیا کہ وہی عمرو زانی ہے جو خفیہ طور سے غیر حاضری میں بلایا جاتا تھا زید بھی اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے،زوجہ کو چار ماہ کا حمل ہے تو وہ اس کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟۳۔اگر زید نے عمرو کو اپنے مکان سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا رات کے وقت ان صورتوں میں زنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب:ا تا ۳ ایسے توہمات کا شرعاً اعتبار نہیں اور جب تک چار گواہ چشم دید زنا کے نہ ہوں زنا ثابت نہیں ہوتا،پس وہ حمل جو زید کی زوجہ کو ہے وہ شرعاً زید ہی کا سمجھا جائیگا۔اور اس کا نسب زید ہی سے ثابت ہوگا اور عورت مذکورہ کا رکھنا زید کو جائز ہے اور اگر زید اس کو طلاق دیدے تو اس پر طلاق واقع ہوجائے گی لیکن طلاق دینا واجب نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۸۸)

مصر علی الزنا سے زجراً تعلقات کاٹ دینے چاہئے

سوال.....کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید مدت ۳۰ سال سے زائد عرصہ ہوا کہ اس نے ایک عورت اغواء کر کے اپنے پاس رکھی اس عرصہ میں بلاخوف وخطر وہ اس عورت کے ساتھ فعل زنا کرتا رہا اب بھی وہ مصر ہے اور اس عورت سے اس کے بال بچے بھی موجود ہیں لڑکے اور لڑکیاں زنا سے اس کے پاس موجود ہیں کیا اس شخص۔کے بارے میں شریعت اس کو مصر علی الزنا کا حکم دے کر کافر کہہ سکتی ہے یا نہ؟اور ایسے شخص کو نکاح خوانی اور امامت کی' شریعت اس کو

اجازت دے سکتی ہے یا نہ؟ بغرض تقدیر کسی کا نکاح وہ پڑھے تو وہ نکاح شرعاً منعقد و نافذ ہوتا ہے۔

جواب......ایسا شخص جو اس طرح سے مصر علی الزنا ہے ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اسے علاقہ کا نکاح خواں بنایا جائے مسلمانوں پر لازم ہے کہ زجراً و تو بیخاً ایسے فاسق سے بالکلیہ بائیکاٹ کردیں جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۰۰)

ایک بستر پر سونے سے زنا کا ثبوت

سوال: ایک مرد اور ایک عورت جوان کو باہم ایک چار پائی پر لیٹے ہوئے اور ہمکنار دیکھا گیا شاہد نے اول سے آخر تک ان کو حالت مذکورہ پر دیکھا مگر کوئی حرکت جماعی نہیں دیکھی اس حالت میں زنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: اس حالت کو دیکھنے سے زنا کا ثبوت نہیں ہوتا، اگرچہ یہ فعل بھی حرام ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۸۶)

زانی کے گلے میں بطور سزا جوتا وغیرہ لٹکانا

سوال: داماد اور ساس نے ایک مجمع عام میں زنا کا اقرار کیا مولوی صاحبان نے فتویٰ دیا کہ جوتا اور کھڑم اور جھاڑو وغیرہ زانی کے گلے میں لٹکایا جائے نیز زانی زانیہ کو ماں کہے، زانیہ زانی کو باپ کہے، زانی کو تبدیل مکان کرنا ہوگا زانی کو سات روزے مثل کفارہ صوم کے رکھنے ہوں گے، زانی اور زانیہ کے شوہر کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بند کیا جائے، آیا یہ سزائیں دینا کیسا ہے؟

جواب: اول تو زانی کی حد اس ملک میں جاری نہیں ہوسکتی دوسرے یہ سزائیں جو کسی نے تجویز کیں ان میں سے کوئی سزا بھی زنا کی نہیں ہے۔ یہ اس مجوز (مولوی) کی جہالت ہے شرعاً یہ سزائیں زنا کی نہیں ہیں اور ثبوت زنا چار گواہان کی گواہی سے ہوتا ہے یا چار مرتبہ قاضی کے سامنے اقرار کرنے سے چونکہ اب قاضی شرعی بھی نہیں نہ اقرار چار مجالس میں ہوا لہٰذا ثبوت زنا حسب قاعدہ شرعیہ نہیں ہے۔ بہرحال صورت مسئولہ میں نہ زنا ثابت ہے نہ کوئی حد اس پر قائم ہوسکتی ہے، پس اگر درحقیقت اس شخص سے زنا ہوا تو توبہ کرے یہی اس کا کفارہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۸۶)

خاوند کا بیوی پر بلا ثبوت شرعی الزام تراشی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک پاک دامن عورت حسینہ بی بی پر اس کا خاوند اور اس کے کنبہ والے زنا کا بہتان لگاتے ہیں عورت اور اس کے ورثاء اس سے ثبوت مانگتے

تھے مگر وہ ثبوت دینے کے بجائے سارے علاقہ میں اپنے عائد کردہ بہتان کی تشہیر کرتے ہیں انہیں حلف اٹھانے یا اٹھوانے اور اس پر شرعی حد کے لئے کہا جاتا تو وہ دونوں صورتوں سے انکار کردیتے ہیں وہ الزام لگانے والے امراء اور اولی الامراء کے پاس دوڑتے ہیں ان کے ذریعہ عورت اور اس کے ورثاء پر ظلم کرواتے ہیں عورت اور اس کے ورثاء انہیں بار بار شریعت کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں مگر یہ دوسرے راستہ پر اور اپنے عائد کردہ بہتان پر بضد ہیں اور نہ غلطی کو غلطی تسلیم کرتے ہیں۔

(۱) انکار فیصلہ شریعت اور انکار حلف اور شریعت کیخلاف چلنے کی وجہ سے یہ مسلمان ہیں یا کافر۔

(۲) شرعی طور پر فدا حسین کا حسینہ بی بی سے نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا ہے۔

(۳) بلا ثبوت بہتان لگانے سے فاسد و مردود الشہادۃ ہیں یا نہیں۔

(۴) ان کی امداد اور ان سے دوستی اور ان سے میل جول رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں۔

جواب...... (۱) ان لوگوں کو کافر تو نہیں کہا جائے گا البتہ ان لوگوں کے لئے عورت مذکورہ پر اس قسم کا بہتان لگانا ہرگز جائز نہیں شرعی قانون میں ایسے لوگوں پر حد قذف جاری ہوگی جس کی مقدار اسی کوڑے مارنا ہے۔ (۲) فدا حسین کا نکاح مسماۃ حسینہ بی بی سے باقی ہے۔ (۳) بغیر ثبوت کے کسی پر بہتان لگانا موجب فسق ہے۔ (۴) ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا درست نہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہوں۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۹۲)

بیوی کے مرنے کے بعد ساس سے زنا اور اس کا حکم

سوال: زید نے بعد انتقال اپنی زوجہ کے اپنی ساس سے زنا کیا اب شرعاً اس گناہ کی کیا سزا ہے؟

جواب: ان دونوں کو توبہ کرنی چاہئے اور استغفار کرنا چاہئے اس سے وہ دونوں پاک ہو جائیں گے۔ اور اس ملک میں چونکہ کوئی سزا شرعاً قائم نہیں ہوسکتی اس لئے توبہ ہی کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۹۲)

دخول نہ ہونے کی صورت میں زنا ثابت نہیں ہوگا

سوال: زید نے کسی عورت باکرہ سے جماع کرنا چاہا لیکن عورت کے اوپر قادر نہیں ہوا بسبب کم طاقتی کے یا کسی وجہ سے یعنی دخول نہیں ہوسکا یہ زنا ہوا یا نہیں؟

جواب: دخول نہ ہونے کی صورت میں زنا ثابت نہ ہوگا اور حد بھی واجب نہ ہوگی اور گناہ ہونے میں کچھ کلام نہیں ہے اور شوہر والی یا غیر شوہر والی عورت سے زنا برابر ہے یعنی معصیت کبیرہ ہونے میں دونوں برابر ہیں اور شوہر والی سے زنا کرنے میں ایک گناہ اور بھی ہے یعنی شوہر کی بے حرمتی کا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۹۵)

شادی شدہ عورت اگر کسی کے ساتھ بھاگ گئی تو سزا رجم ہے

سوال...... بخدمت جناب حضرت علامہ مفتی صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان سلمہ تعالیٰ السلام علیکم! عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو اغواء کیا جس کے ساتھ ایک معصوم لڑکی بھی تھی اور عورت کو اغواء ہوئے عرصہ ۱۶ سال گزر چکے ہیں اس کے وارث نے فیصلہ کے لئے بڑی کوشش کی مگر عورت کا والد فیصلہ پر نہ آتے تھے پھر اپنے موضع کے تمام معززین کو اکٹھا کر کے اور انہیں بلا کر اڑھائی ہزار روپیہ اور لڑکی واپس دینے کا فیصلہ کیا تو وہ عورت والے پھر بھی انکاری ہو گئے پھر دوسری دفعہ چند معززین نے دو ہزار روپے پر فیصلہ کیا مگر پھر بھی فیصلہ تسلیم نہ کیا پھر اس شخص نے جس نے عورت کو اغواء کیا تھا اس نے اس عورت سے نکاح تنسیخ کا دعویٰ بعدالت جناب سول جج ملتان کی خدمت میں دائر کر دیا جس کی نقل لف ہے اب پھر جناب حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اس علاقہ میں تشریف لائے تو تمام سرگزشت بخاری صاحب کی خدمت میں پیش کی کہ جو شریعت فیصلہ کرے مجھے منظور ہے تو بخاری صاحب نے عورت والوں کو بلایا جس میں موضع کے معززین بھی تھے مگر پھر بھی وہ نہ آئے بڑی کوشش کی گئی کہ عورت والے آجائیں تو جس طرح وہ فیصلہ پر رضامند ہوں فیصلہ کریں مگر نہ وہ اپنی عورت واپس لیتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں صرف وہ یہ چاہتے ہیں کہ علمائے کرام ان پر کفر کا فتویٰ دیں اور کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور نہ وہ علمائے کرام کے پاس آتے ہیں اس معاملہ کی پوری تحقیق جناب بخاری صاحب کو معلوم ہو چکی ہے آنحضور بخاری صاحب سے بھی دریافت کر سکتے ہیں اس لئے اب حضور کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ براہ نوازش اس کیس کا شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے کیا وہ شخص اس عورت کا نکاح اپنے ساتھ کر سکتا ہے براہ کرم نوازی شرعی فیصلہ صادر فرما کر مشکور فرمادیں نیز لڑکی جو اس عورت کے ساتھ ہے جس کی تاریخ پیدائش ۴۴-۱۲-۲۷ ہے کیا یہ لڑکی اپنا نکاح اپنی حسب منشا کرا سکتی ہے۔

جواب...... جو عورت اپنے خاوند کے گھر سے دوسرے شخص کے ساتھ بغرض زنا اغواء ہو جائے وہ ناشزہ ہے بے فرمان، خدائی غضب کی مستحق ظالمہ زانیہ اور بدکار ہے شرعاً اس کے لئے رجم اور سنگساری کی سزا مقرر ہے اس دور میں چونکہ حکومت شرعیہ قائم نہیں ہے اور حدود اللہ نافذ نہیں ہیں اس لئے وہ شرعی سزا سے بچی ہوئی ہے کیا ایسی عورت کو عاجزہ اور مظلومہ قرار دینا شریعت کے ساتھ استہزا نہیں والعیاذ باللہ اب تو معاشرہ اسلام اور اسلامی اقدار کے احساس سے بھی غافل ہو گیا اور اچھے بھلے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو مظلومہ قرار دے کر اس کے زوج کو ظالم اور سرکش ضدی،

متعنت کہا جائے اور مولانا تھانوی قدس سرہ کی کتاب الحیلۃ الناجزۃ سے مالکی مذہب کے مطابق زوجہ متعنت کے نکاح کی طرح ایسے قابل فسخ سمجھا جائے یاد رکھو مولانا تھانوی کی کتاب کا نام ہی واضح بتلا رہا ہے اور یہ حیلہ صرف عاجزہ عورت کے لئے ہے۔ ناشزہ، ظالمہ اور مستحقہ رجم کے لئے ایسے حیلے نہیں ہوتے۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر اپنے ایمان کو بچانا ہے تو اس عورت کے ساتھ تعاون کرنے سے باز آجائیں اور ان سے بائیکاٹ کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ گزشتہ بدکاریوں سے تائب ہو جائے اور علی الاعلان توبہ کر کے اغواء کنندہ سے فوراً علیحدہ ہو جائے اور اپنے خاوند کے قدموں میں گر کر اس سے معافی مانگے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۰۵)

زانی کا اقرار اپنے حق میں ثابت ہوگا

سوال: ایک شخص زنا کا اقرار کرتا ہے کہ میں نے عورت پر سوار ہو کر وطی کیا پھر چند ماہ بعد جنگل میں وہی دونوں زنا کرتے دیکھے گئے لوگوں نے حلف لیا اس نے ماہ تاریخ ساعت زنا مکان اور کالمیل فی المکحلۃ کے داخل کرنے کا اقرار کیا مگر زنا پر چار گواہ نہیں پائے گئے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں جب کہ شخص مذکور نے اقرار بالزنا کیا تو با قاعدہ المرء یوخذ باقرارہ اس کے حق میں اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی جو احکام کہ شرعی شہادت کے ہونے پر عائد ہوتے وہ اب بھی عائد ہوں گے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ صرف اس کے حق میں معتبر ہوگا کسی دوسرے کے حق میں نہیں کیونکہ اقرار کو فقہاء نے حجت قاصر قرار دیا ہے جو صرف مقر ہی کے حق میں معتبر ہو سکتی ہے۔ دوسرے پر اس کا اثر نہیں پڑتا پس صورت مسئولہ میں جب تک کہ زانی توبہ واستغفار نہ کرے اس کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات نہ رکھنے چاہئیں۔ یہاں ہندوستان میں حدود شرعیہ قائم نہیں ہو سکتی اس لئے اب اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۷۷)

زنا میں تعاون کرنے والوں کی سزا

سوال: بھانجی کے ساتھ زنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نانا نانی معاون ہیں اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: حرام ہے اور جو اس کام میں زانی اور زانیہ کی مدد کرے وہ بھی فاسق وفاجر ہے، ان سب سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۸۶)

زنا میں چار گواہوں کی وجہ

سوال: جب کہ جرم کے ثبوت میں دو کس شہادت پر مدار ہے تو زنا کے ثبوت پر چار شہادت کیوں ضروری ہیں؟

جواب: زنا چونکہ سنگین جرم ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت ہے یعنی زانی شادی شدہ کی سزا سنگسار ہے اور غیر محصن کو سو کوڑے لہٰذا حکمت حق تعالیٰ اسکو مقتضی ہوئی کہ اس کی شہادت میں بھی کچھ شدت رکھی جائے تا کہ مسلمانوں کے درمیان زنا کی اشاعت کم ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۸۶)

زنا کا قرار کرنے کے بعد سزا کا حکم

سوال: شادی شدہ مرد وعورت زنا کر کے بھری مجلس میں اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں پاک کر دیجئے اب شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: شادی شدہ مرد یا عورت کی شرعی سزا رجم ہے مگر حد لگانا حاکم مسلم کا کام ہے اس وقت اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے صرف توبہ کی تلقین کی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۰۹)

حقیقی بیٹی سے زنا کرنے کی سزا

سوال...... ایک شخص نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوگئی اور وہ ناجائز بچے کی ماں بن گئی اور اس نے بلا جبر واکراہ بچے کو اپنے سگے باپ کی طرف منسوب کیا اور باپ نے بھی بلا جبر واکراہ بیٹی سے زنا کرنے کو تسلیم کر لیا شریعت مقدسہ میں ان دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب...... زنا کو اسلام میں ایک انتہائی قبیح فعل کہا گیا ہے کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرنا قطعی حرام ہے اور بیٹی تو محرمات میں سے ہے اس کے ساتھ زنا کرنا تو اور بھی زیادہ سخت حرام ہے اور زنا کو حلال سمجھنا موجب کفر ہے برادری کے لوگ ایسے شخص کے ساتھ قطع تعلق کریں اور حکومت وقت اس پر حد زنا جاری کرے۔

قال العلامة ابن نجیمؒ: من استحل ماحرمه الله تعالیٰ علی وجه الظن لا یکفرو انما یکفراذا اعتقدالحرام' حلالا (البحرالرائق ج٦ ص ١٦ باب المرتد

قال العلامة ابن عابدینؒ: من استحل ماحرمه الله تعالیٰ علی وجه الظن لایکفر وانما یکفراذا اعتقد الحرام حلا لا (ردالمحتار ج٣ ص ١٥٤ باب المرتد) فتاویٰ حقانیه ج٥ ص ١٦١)

زانیہ کی حد کا توبہ سے سقوط اور اس کا ہاتھ کا کھانا کھانا

سوال: زانیہ جس عورت کو حمل حرام بھی ہو اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ آیت الزانیة والزانی ناجلدو ا الخ کی رو سے گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اس کا ملازم رکھنا پکوا

کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور محض زانیہ کی سزا قرآن سے سنگسار کرنا ثابت نہیں ہوتا اس شبہ کا کیا جواب ہے؟ اس سوال کا جواب مولوی .... نے یہ لکھا ہے کہ عورت مذکورہ پر جب تک حد جاری نہ کی جائے اس وقت تک اس سے تعلق رکھنا حرام ہے۔

جواب: دارالحرب میں حد زنا جاری نہیں ہوسکتی اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر معاملہ عدالت میں پہنچے اور بقواعد شرعیہ ثابت ہونے سے پہلے مجرم اپنے جرم سے توبہ کر لے تو حد شرعی ساقط ہوجاتی ہے۔ لہٰذا عورت مذکورہ اگر توبہ کر لے تو پھر اسکو ملازم رکھنا اور اس سے معاملات رکھنا جائز ہوجائے گا۔

چونکہ ہندوستان میں حد شرعی زنا کی جاری نہیں ہوسکتی اس لئے مجرم کے ساتھ آئندہ معاملات رکھنے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ توبہ کرے اور مولانا صاحب کا فتویٰ عدم جواز کا غالباً اس وقت کیلئے ہے جب کہ وہ توبہ نہ کرے، رہا یہ امر کہ منکوحہ زانیہ کی سزا رجم ہونا قرآن سے ثابت ہے سو یہ مسئلہ علیحدہ ہے اگر بالفرض قرآن سے ثابت بھی نہ ہو تو حدیث سے ثابت ہونا کیا احکام شرعیہ کیلئے کافی نہیں۔ اور زانی شادی شدہ کا رجم ہونا احادیث متواترہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت اس کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے قول و فعل کا مشاہدہ کرنے والی ہے کہ کسی مسلمان کو گنجائش نہیں ہوسکتی کہ ان سب کو معاذ اللہ کاذب کہہ سکے اور ساڑھے تیرہ سو برس سے آج تک امت میں کسی کو اس میں شبہ پیدا بھی نہیں ہوا۔ یہ صرف قادیانی خانہ ساز نبوت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام قطعیات اسلامیہ میں ایسے ایسے پوچ شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ دین اسلام میں ان کی کسی طرح گنجائش نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۹۱۲)

متعہ زنا ہے مگر متعہ کرنے والے پر حد نہیں

سوال: حال میں ایک ترجمہ جس کا ن کشف الغطاء عن کتاب الموطا ہے ترجمہ مولوی وحید الزماں خان حیدرآبادی، میری نظر سے گذرا اس میں مترجم نے لکھا ہے کہ بالاتفاق متعہ کرنے والے پر زنا کی حد لازم نہیں آتی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب متعہ حرام ہوگیا تو متعہ کرنے والے پر کیوں زنا کی حد نہ عائد ہوگی کیونکہ حرام جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو فعل متعہ کے ذریعے سے کیا جائے زنا کی حد تک نہیں پہنچا اس کے متعلق جو جناب کی رائے ہو اس سے اطلاع بخشی جائے؟

جواب: روایات (فقہیہ) میں تصریح ہے کہ ہر زنا میں حد نہیں ہوتی اور حد لازم نہ ہونے سے اس کا زنا نہ ہونا لازم نہیں ہوتا، چنانچہ ماں سے نکاح کر کے صحبت کرنا موجب حد نہیں حالانکہ بالیقین زنا ہے اسکے حلال ہونے کا کب شبہ ہوسکتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حد واولیٰ سے ادنیٰ شبہ یا مشابہت

عقد اور اسکی صورت سے بھی دفع ہو جاتی ہے۔ اگر چہ عقد کی حقیقت یقیناً منفی ہو پس ممنوعہ سے صحبت کرنا یقیناً زنا میں داخل ہے۔ اگر چہ اس سے حد لازم نہ آئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۳۵،۳۶)

دُبر میں بدفعلی کی سزا

سوال: اغلام بازی کی سزا شریعت میں کتنی متعین کی گئی ہے۔

جواب: یہ خبیث فعل زنا سے بھی بدتر ہے شریعت کے علاوہ عقلاً اور طبعاً بھی یہ فعل بہت ہی خبیث ہے اس خبیث فعل کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کی تھی اسلئے لوگ اس خباثت کو لواطت اور اس کے فاعل کو لوطی کہتے ہیں، ایسا نہیں کہنا چاہیے ایسے خبیث فعل اور خبیث فاعل کو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کے نام کی طرف منسوب کرنا خلاف ادب ہے اس کی خباثت ایسی فاحشہ ہے کہ دنیا میں کوئی خبیث جانور بھی ایسی خباثت کی رغبت نہیں رکھتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی خبیث قوم کو ایسا سخت عذاب دیا کہ ان کی بستی کو اوپر اٹھا کر الٹی کر کے پھینک دیا، اور پھر اس پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان کے قصہ کو قرآن کریم میں بیان فرما کر رہتی دنیا تک ان کو رسوا کیا اور بتا دیا کہ ایسے خبیث لوگوں کی اصل سزا یہی ہے مگر کوئی حکومت ایسی سزا دینے پر قادر نہیں اس لئے حضرت ابن عباسؓ اور آپ کے بعد بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اس سے ملتی ہوئی سزا تجویز فرمائی کہ ایسے خبیث کو کسی بلند مقام سے سر کے بل الٹا گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں اس طرح ہلاک کر دیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خالد بن ولیدؓ نے ایسے خبیث کا حال لکھ کر اس کی سزا دریافت کی حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دوسرے سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا، خالد بن ولیدؓ نے اس حکم کے مطابق اسکو جلا دیا۔

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسے شخص کو جلایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم لوط پر سخت عذاب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے ہلاک کرنے کے مختلف طریقوں کے بیان اور ان کے مطابق حضرات خلفاء راشدین کے فیصلوں کی بناء پر حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے بھی اس خبیث فعل پر اس قسم کی بہت ہی سخت سزائیں بیان فرمائیں ہیں ان سزاؤں میں سے جن میں جان سے مار دینے کا حکم ہے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو بار یہ فعل کیا ہو، البتہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ اس پر حد زنا کے قائل ہیں اس لئے ان کے یہاں رجم کیلئے تکرار فعل شرط نہیں، ایک بار ارتکاب سے بھی رجم کیا جائے گا اور حد زنا کے سوا موت کی دوسری سزاؤں میں شادی شدہ ہونا شرط نہیں۔ غیر شادی شدہ کیلئے بھی موت کی سزا اس لحاظ سے اور اس کے علاوہ

سزاؤں کی نوعیت کے لحاظ سے بھی اس فعل خبیث کی سزا زنا کی سزا سے بھی بہت سخت ہے، حضرات فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ سزاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

ا......رجم اگر چہ شادی شدہ نہ ہو۔ ۲......حد زنا لگائی جائے یعنی شادی شدہ ہو تو بذریعہ رجم ہلاک کردیا جائے ورنہ سو کوڑے۔ ۳......آگ میں جلا دیا جائے۔ ۴......اس پر دیوار وغیرہ گرا کر ہلاک کردیا جائے۔ ۵......کسی بلند مقام سے الٹا سر کے بل گرا کر اوپر سے پتھر برسائے جائیں حتیٰ کہ مر جائے۔ ۶......قتل کیا جائے۔ ۷......سخت سزا دیکر قید میں رکھا جائے، حتیٰ کہ توبہ کرے یا قید ہی میں مر جائے۔ ۸......بہت بدبودار جگہ میں قید رکھا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ص ۵۰۹)

حقیقی والدہ سے زنا کرنے والے کو کیا سزا ملے گی

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک غیر شادی شدہ مرد نے اپنی حقیقی والدہ سے زنا کیا ہے اور وہ خود اقرار کرنے والا ہے اس کی شرعی حد کیا ہوگی۔

جواب......شرعی حدود قائم کرنا قاضی شرعی کا کام ہے شرعی حدود اس وقت یہاں نافذ نہیں اس لئے شرعی حد قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں اس وقت یہ ممکن ہے کہ جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو جائے اس کے ساتھ مسلمان برادری کے تعلقات نہ رکھیں۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۱۰۶)

مری ہوئی گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھلانے والے کیلئے تعزیر ہے مالی جرمانہ نہیں ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے جو بیمار تھی محمد عمر یٰسین نے دو سو اسی روپے میں خریدی تھی گھر آ کر عمر دین کو چار صد پچیس روپیہ میں فروخت کردی۔ عمر دین خرید کر گھر چلا گیا بعد میں گائے حرام ہوگئی قبضہ کرنے کے بعد وہیں چھوڑ دیں محمد عمر نے گائے دیکھتی تو کہا گائے حرام ہو چکی ہے دوسرے ساتھی محمد یٰسین نے گائے کے گلے پر چھری پھیر دی اور عمر دین کو جا کر کہا کہ گائے ہم نے ذبح کردی ہے لہٰذا اس کو اٹھا لو عمر دین خریدنے والے نے جھگڑا کیا کہ مجھے کیوں نہیں بلایا محمد عمر جس نے قیمت مذکورہ میں پچیس روپے معاف کرائے اور عمر دین نے خریدنے والے کو نہیں بتایا کہ گائے حرام ہو چکی ہے۔

از روئے شریعت ایسے آدمیوں کے لئے جنہوں نے مری ہوئی گائے کو فروخت کیا از روئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

نوٹ: پنچایت فیصلہ میں ان پر ایک صد روپے جرمانہ کیا کہ پنچایت کو یہ حق تھا کہ وہ ان پر جرمانہ کر سکتے تھے اگر کیا تو وہ رقم کو کہاں خرچ کر سکتے ہیں کسی مفلوج الحال ٹی بی کے مریض کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب...... جس شخص نے جان بوجھ کر میتہ یعنی مردہ گائے کا گوشت لوگوں کو کھلایا ہے یہ شخص سخت گنہگار بن گیا ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے اور ایسے شخص پر حاکم تعزیر بھی کر سکتا ہے مالی جرمانہ شرعاً جائز نہیں ایک صد روپیہ جو ان دونوں کو جرمانہ کیا ہے اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز نہیں واپس کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۹۸)

جانور سے وطی میں دخول نہیں ہوا تو؟

سوال: زید نے بالارادہ وطی اپنے ذکر کو جانور کے فرج سے ملایا لیکن دخول نہیں ہوا یا اس نے مطلقاً وطی کر لی تو اب جانور کا دودھ، گوشت اور بیع حلال ہے یا نہیں؟ اور زید کو معافی کیلئے استغفار کافی ہے یا اس کو کفارہ بھی دینا پڑے گا؟

جواب: اگر دخول نہیں ہوا تو اس کا گوشت دودھ، بلا کراہت حلال ہے اور اگر دخول ہو گیا تو بہتر یہ ہے کہ اس جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت دفن کر دیا جائے اور اس کو کوئی نہ کھائے اور اگر کھا لیا تو حرام نہیں ہے۔ مگر اچھا نہیں ہے اور زید اس فعل شنیع سے توبہ کرے توبہ کرنا گناہ کی معافی کیلئے کافی ہے اور کچھ کفارہ سوائے توبہ کے نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۳۲)

اپنے بھائی کو حرامی کہنے والے کے لئے حد قذف ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے حقیقی بھائی سے کہہ سکتا ہے کہ تم اپنے باپ کے بیٹے نہیں حرامی ہو کیونکہ ہماری ماں نے زنا کیا تھا اور تم اسکے زنا سے ہو کیا یہ شخص مذکور اس آیة **والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلد وهم ثمانین جلدة ولاتقبلو الهم شهادة ابداً** (سورہ نور) یہ اس سزا کے ماتحت آ سکتا ہے یا نہیں دیگر اسکے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر تائب بھی نہ ہو تو اس سے عدم برتاؤ کیا جائے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

موجودہ وقت میں پاکستان کے اندر چونکہ محاکم شرعیہ قائم نہیں ہیں اور حد قذف یا دیگر حدود کا نفاذ حاکم شرعی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا اس لئے حد قذف جاری نہ ہوگی حد کے علاوہ تعزیر کی سزا بھی حاکم شرعی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر دونوں بھائی اپنی مرضی سے کسی کو ثالث شرعی بنا لیں تو وہ ثالث بعد ثبوت کے فقط سزا دے سکتا ہے حد جاری نہیں کر سکتا۔

وبخلاف التعزير الذی يجب حقاللعبدبالقذف ونحوه فانه لتوقفه علی الدعوىٰ لايقيمه الا الحاكم الاان يحكما فيه الخ شامی ج۴ص۶۵ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کو اس گناہ سے بچانے اور توبہ کرانے کے لئے اہل محلّہ جو طریقہ (جو شرعاً جائز ہو) مناسب سمجھیں عمل میں لائیں۔(فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص۹۶)

مادہ جانور سے وطی کرنا

سوال: دو شخصوں نے ایک گائے کے ساتھ زنا کا اقرار کیا بعض کہتے ہیں کہ زنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لواطت ہے اس کے متعلق کیا تحقیق ہے؟

جواب: یہ فعل قبیح نہ حقیقتاً زنا ہے نہ لواطت اور اس تحقیق سے کوئی نتیجہ نہیں ہاں زید و بکر لائق تعزیر ہیں، قاضی اپنی صواب دید پر ان کو سزا دے، اگر درے یا کوڑے لگائے جائیں تو انتالیس سے زیادہ اور تین سے کم نہ ہوں۔ اگر چند کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک جگہ مارے جائیں اور زیادہ مارنے ہوں تو متفرق جگہ مارے جائیں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ا ص ۳۱۷) حاکم شرعی کے علاوہ عمومی سزا کا حق نہیں۔ م ع۔

اس قول کے معنی کہ عارف سے زنا نہیں ہوسکتا

سوال: مظاہر الاحوال ص۳۴ پر ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ عارف سے زنا نہیں ہوسکتا، اس قول کے معنی کیا ہیں؟

جواب: عارف من حیث ہو عارف سے گناہ نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لا یزنی الزانی حين يزنی وهومن اسکا مجمل بھی یہی ہے عارف سے جس وقت ایسی معصیت کا صدور ہوتا ہے تو اسکی صفت عارفیت مضمحل کالمعدوم ہوجاتی ہے اور پھر اس صفت کا عود ہوسکتا ہے۔(امداد الفتاویٰ ج۴ص۴۹۵)

قرآن کریم کو جلانے والے کی کیا سزا ہوگی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ میں قرآن شریف آپ کے پڑھنے کے لئے خرید لایا ہوں اور تم وظیفہ کلام پاک کیوں نہیں کرتی زوجہ کہتی ہے کہ میں بیمار ہوں جب تندرست ہوجاؤں تب پڑھوں گی اور اس وقت ایک قریبی عورت ان کے گھر آئی زوج کہنے لگا زوجہ کو کہ جب آپ نہیں پڑھتی تو اس عورت کو دے دینا دریں اثنا زوج اور زوجہ کا تنازع ہوا زوجہ کہتی ہے کہ قرآن شریف میں نہیں دیتی خود پڑھوں گی تو زوج اٹھ کر قرآن شریف کو

آگ لگا دیتا ہے کہ نہ آپ پڑھتی ہو اور نہ ان کو دیتی ہو ضرور جلاؤں گا تو شہر سے مولوی ان کو پکڑ کر لے آئے اور گدھے پر منہ سیاہ کر کے بازار میں اور پیچھے لڑکے پتھر مار رہے تھے سزا دے کر تجدید نکاح بھی کر دیا اور توبہ بھی کرائی تو بعض مولوی صاحبان کہنے لگے کہ یہ کچھ نہیں بلکہ سزا اس کی اور ہے اور یہ ہے کہ مجرم کو زمین میں نصف حصہ دبا کر پتھر سے مارا جائے یعنی قتل کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

جواب......صورۃ مسئولہ میں اس شخص کی یہی سزا کافی ہے بعض مولوی صاحبان کا یہ کہنا کہ اس کو نصف زمین میں دبا کر پتھروں سے مارا جائے غلط ہے کیونکہ اس شخص نے اگرچہ کافی قرآن پاک کی بے ادبی کی ہے اس کا غصہ و ناراضگی اس کی جہالت ہے لیکن درحقیقت اس کا غصہ قرآن پاک پر نہیں بلکہ اس کا غصہ و ناراضگی زوجہ کی نافرمانی کرنے پر ہے۔ لہٰذا اس کی یہی سزا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے کہ آئندہ کے لئے ایسا اقدام نہیں کرے گا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۱۱)

رجم کے متعلق مفصل تحقیق، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو سزا دی گئی کوڑوں سے دی گئی اس کی وضاحت کیا واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قطع ید کا حکم کسی زمانہ میں معطل کر دیا تھا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجۂ ذیل مسائل میں کہ

(۱) رجم کے متعلق قرآن میں کہیں ذکر موجود ہے یا نہیں

(۲) رجم کے متعلق جو جو احادیث ہیں وہ مع اسناد درکار ہیں۔

(۳) آیت جلد سے قبل حکم رجم نازل ہوا ہے یا بعد میں احادیث جو اس سلسلہ میں ملتی ہیں وہ اس آیت سے قبل کی ہیں یا بعد کی۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو کوڑوں کی زانی کو سزا ہوتی ہے اسکے متعلق تفصیلات۔

(۵) قطع ید کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایام قحط میں اس کو معطل فرمایا تھا اولی الامر کو نص قطعی کے بعد ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے قطع ید سے مراد کیا ملزم یا مجرم کو ایسا کرنے سے روکنا مراد ہے کیونکہ قطع السبیل عربی میں یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ راستہ روک دیا جائے حدود، حقوق العباد اور حقوق اللہ سے کہاں تک متعلق ہیں۔

(۶) شراب کے متعلق کوئی نص نہیں سزا سے متعلق اور نہ ہی کوئی سزا کس زمانہ میں مقرر ہوئی تھی۔

جواب......(۱) رجم کے متعلق قرآن پاک میں ذکر آیا ہے لیکن اس کی تلاوت اب منسوخ

ہےاور حکم اب بھی اس کا باقی ہے جیسا کہ بخاری شریف ص ۱۰۰۹ ج ۲ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بروز جمعہ منبر رسول پر تشریف فرما ہو کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھرے مجمع میں بلا کسی کے نکیر کے منقول ہے کہ فکان ممانزل اللہ آیة الرجم فقرأنا ھاوعقلناھاووعیناھا رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قال واللہ مانجد آیة الرجم فی کتاب اللہ فیضلوابترک فریضة انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علے من زنا اذااحصن من الرجال والنساء اذاقامت البینة اوکان الحمل اوالاعتراف الخ:

(۲) تمام احادیث کو اسناد کے ساتھ ذکر کرنا مشکل ہے ہاں ان احادیث کا حوالہ دے دیا جاتا ہے جہاں سے آپ بآسانی احادیث بالاسناد حاصل کر سکتے ہیں بخاری کتاب المحاربین من اھل الکفر والردة ص ۱۰۰۶ ج ۲ تا ص ۱۰۱۱ ج ۲ پر تقریباً تمام احادیث رجم سے متعلق ہیں مسلم شریف ص ۶۵ ج ۲ تا ص ۷۱ ج ۲ باب حدالزنا تا باب حدالخمر پر تمام حدیثیں رجم سے متعلق ہیں نصب الرایہ ص ۳۰۷ ج ۳ تا ص ۳۳۲ ج ۳ پر اکثر رجم کی حدیثیں مذکور ہیں۔

(۳) عمل رجم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کر چکے ہیں اس کے متعلق تو اتنا معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے آیت جلد کے نزول سے قبل کیا ہے کمافی البخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲ قال حدثنا الشیانی قال سالت عبداللہ بن ابی اوفی عن الرجم فقال رجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اقبل النور ام بعدقال لاادری، ویسے جلد کا حکم جو آیت جلد میں مطلق ہے بالاجماع حق محصن میں منسوخ ہے یا تو اس آیت منسوخ التلاوة کے ساتھ الشیخ والشیخة اذازنیا فارجمو ھماالبتة نکالا من اللہ واللہ عزیزحکیم اور یاسنة المتواتر المعنی کے ساتھ کماقال فی الھدایة مع فتح القدیر(وان لم یکن محصناوکان حرافحدہ جلدة)لقولہ تعالی الزانیة والزانی فاجلدواکل واحد منھماماتہ جلدة الاانہ انتسخ فی حق المحصن فبقی فی حق غیرہ معمولابہ وقال ابن الھمام فی فتح القدیر ص ۱۷ ج ۵ وھذاعام فی المحصن وغیرہ نسخ فی حق المحصن قطعا ویکفینا فی تعیین الناسخ القطع برجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیکون من نسخ الکتاب بالسنة القطعیة وھواولی من ادعاء کون الناسخ الشیخ والشیخة اذازنیا فارجمو ھما البتة نکالاً من اللہ واللہ عزیزحکیم لعدم القطع بثبوت

کونها قرآن ثم انتساخ تلاوتها وان ذکرها عمروسکت الناس الخ وقال فی فتح القدیر ایضاً ص ۱۲۱ ج۴ (قوله رجمه بالحجارة حتی یموت) علیه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمین وانکار الخوارج الرجم باطل لانهم ان انکروا حجیة اجماع الصحابة فجهل مرکب بالدلیل بل هو اجماع قطعی وان انکروا وقوعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم لانکار هم حجیة خبر الواحد فهوبعد بطلانه بالدلیل لیس ممانحن فیه لان ثبوت الرجم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم متواترة المعنی کشجاعة علی وجود حاتم والاحادفی تفاصیل صوره وخصوصیاته امااهل الرجم فلاشک فیه الخ

(۴) زانی اور زانیہ کے لئے کوڑوں کی سزا تو قرآن شریف میں منصوص ہے بشرطیکہ غیر محصن ہوقال تعالی الزانیة والزانی فاجلدواکل واحد منهمامائة جلدة الآیه' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تو یہی سزا ہوگی دوسری تو کوئی سزا ہو ہی نہیں سکتی باقی تفصیلات کا مجھے علم نہیں ہوسکا ہے۔

(۵) ایام قحط میں قطع ید کو معطل کرنے کے بارہ میں مجھے کوئی روایت نہیں ملی لہٰذا اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۶) شرب خمر کی حد کے متعلق حدیثوں میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرب بالجرید والنعال ہوا کرتا تھا لیکن ضرب کی تعداد کی کوئی خاص تعیین ثابت نہیں ہے زیادہ سے زیادہ چالیس تک کا ثبوت ملتا ہے اسی لئے مجتہدین کا آپس میں اس بارہ میں اختلاف ہوگیا ہے امام شافعی داؤد ظاہری چالیس کے قائل ہیں اور جمہور مجتہدین سے اسی کوڑے مقرر فرمانا ثابت ہے۔ کمافی الصحیح لمسلم ص ۷۱ ج ۲ عن انس بن مالک ان نبی الله صلی الله علیه وسلم جلدفی الخمر بالجرید والنعال ثم جلدابوبکر اربعین فلماکان عمرودنا الناس من الریف والقری قال ماترون فی جلد الخمر فقال عبدالرحمن بن عوف اری ان تجعلها کاخف الحدود قال فجلد عمر ثمانین اور حدیث شریف میں ہے علیکم بسنتی وسنةالخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی اوکماقال والله تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۸۸)

چوری اور اس کی سزا

سرقہ کسے کہتے ہیں؟

سوال: چوری جس کو عربی میں سرقہ کہتے ہیں اس کی کیا تعریف ہے؟ اور چوری کی سزا کیا ہے؟

جواب: سرقہ کے لغوی معنیٰ پوشیدہ طریقہ سے دوسرے کی چیز لے لینا اور شرعاً مکلف شخص کا لینا اتنی مقدار جو دس درہم یا اس مقدار کو پہنچ جائے پوشیدہ طریقہ سے تنویر اور اس کی شرح میں ہے۔

هی لغة اخذ الشئي من الغير خفية وشرعا (اخذ مكلف ناطق يصير عشرة دراهم اخذ اومقدار ها خفية) اور چور کی سزا چور کے دائیں ہاتھ کا گٹے سے کاٹنا ہے لیکن کاٹنے کے بعد داغ دیدیا جائے ہندیہ میں ہے۔ تقطع يمين السارق من الزند وتحسم (ج ۲ ص ۱۸۲) (منهاج الفتاوىٰ غير مطبوعه)

قطاع الطریق کی تعریف اور ان کی سزا

سوال: تین عاقل و بالغ مسلمان باہم مشورہ کر کے رہزنی اور غارت گری کے لئے شہر سے باہر چلے گئے ان میں سے ایک کے پاس لاٹھیاں تھیں اور اول شب میں رام پور کے ایک ہندو بزاز پر جو بازار سے آبادی میں آرہا تھا حملہ کر کے دارالاسلام یعنی رام پور کے جنگل میں قتل کر دیا اور اس کے ساتھی مزدور کو زخمی کر کے تجارتی کپڑے کی گانٹھ میں سوسی کے تریسٹھ تھان تھے لوٹ لئے تو یہ لوگ قطاع الطریق کہلائیں گے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کے جرم میں ان لوگوں کو بطریق حد قتل کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: یہ لوگ قطاع راہزن کہلائیں گے اور حاکم وقت کو جرم کی پاداش میں قتل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ قطاع الطریق ایسے ہی لوگ کہلاتے ہیں جو دارالاسلام کے شہروں اور چھوٹی آبادیوں سے دور رہ کر راہ چلتے مسلمان یا ذمی مسافروں پر قتل و غارت گری کریں، ڈرائیں اور دھمکیاں اور ان کے مقابلے کے بے چارے مسافروں میں مقابلہ کی طاقت نہ ہو، لہٰذا اگر شخص واحد بھی طاقت و قوت کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو وہ بھی قاطع طریق کہلائے گا اور اس سلسلہ میں لاٹھی اور پتھر سب شمشیر ہی کے حکم میں ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۵۶)

جنگل سے جانور چوری ہونے کی صورت میں حد کا حکم

سوال...... ہمارے گاؤں کے قریب ایک جنگل ہے جس کو ہم بیلہ کہتے ہیں گاؤں کے لوگ اپنے مال مویشی اس میں چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جبکہ وہ جگہ غیر محفوظ ہے اب اگر کوئی شخص اس بیلہ سے کسی کے مویشی چرا کر لے آئے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

جواب...... قطع ید کی سزا کے لئے یہ ضروری ہے کہ چوری کسی ایسے مقام سے ہوئی ہو جو محفوظ ہے اور اگر چوری کسی غیر محفوظ جگہ سے ہو جائے تو سرقہ کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے مجرم سے حد ساقط ہوگی تاہم وہ تعزیر سے نہیں بچ سکتا۔

لماقال العلامة ابن البزازؒ: ومنها ان یکون المال الماخوذمحرزاً اما بالمکان للحفظ کالدور والدکان الخ (البزازیة علی هامش الهندیة ج٦ ص ۴۳۱ کتاب السرقة) وفی الهندیة: وهی فی الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا...... علی وجه الخفیة (الفتاویٰ الهندیة ج۲ ص ۱۷۰ کتاب السرقة)

ومثله فی الهدایة ج۲ ص ۵۳۱ کتاب السرقة (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۱۷۱)

گیس اور بجلی چرانے پر حد نہیں

سوال: گیس اور برقی قوت کے سرقہ پر قطع ید کی سزا دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: قطع ید کیلئے شرط ہے کہ چوری مکان محفوظ سے ہو اگر مکان محفوظ نہ ہو تو کوئی محافظ موجود ہو، صورت سوال میں چونکہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اسلئے قطع ید نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۵۱۹)

بجلی چوری کرنے پر سزا

سوال...... اگر کوئی شخص بجلی چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا جائے اور گواہان کے ذریعہ جرم ثابت ہو جائے تو کیا اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

جواب...... کسی جرم کی سزا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی جملہ شرائط پوری کی پوری پائی جائیں اگر ان میں سے کوئی شرط بھی مفقود ہو تو سزا جاری نہیں ہوگی چوری کی سزا کے معاملہ میں یہ ضروری ہے کہ مال محفوظ جگہ سے اٹھایا جائے تب سزا نافذ ہوگی ورنہ نہیں صورت مسئولہ میں چونکہ بجلی مال ہونے کے باوجود غیر محفوظ ہے اس لئے حد نافذ نہ ہوگی تاہم تعزیراً سزا ضرور ملنی چاہئے۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ویقطع لوسرق من السطح نصاباً لانه حرز شرح

وهبانية اومن المسجد ارادبه كل مكان ليس' بحرز فعم الطريق والصحراء ورب المتاع عنده اى بحيث يراه ولوالحافظ نائماً فى الاصح (الدرالمختار على هامش ردالمختار ج۳ ص ۲۲۲ كتاب السرقة)

قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاريؒ : ومنها ان يكون الماخوذ منه محرزا وانما يصيرالمكان حرزا باحدالامرين اما ان يكون معداً لحفظ الاموال كالدور والدكاكين والخانات والاخبية والفساطيط اوبالحافظ حتى لوسرق شيئاً من الصحراء وله حافظ بان سرق شيئاً من تحت رأسه وهونائم فى الصحراء اوفى المسجد يقطع ولو كان المال موضوعا بين يديه اختلف المشائخ' قال الامام سرخسيؒ انه محرز (خلاصة الفتاوىٰ ج۴ ص ۴۴۷ كتاب السرقة)

ومثلہ فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج۵ ص ۱۶۸ کتاب السرقۃ (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص ۱۷۵)

نگران باغ کو بغیر اجازت مالک کچھ دینا جائز نہیں

سوال: جو مالی سرکاری یا امیروں کے باغوں میں رہتے ہیں اگر وہ اپنی طرف سے کسی کو کچھ ترکاری یا کوئی پودہ دیویں تو درست ہے۔ یا نہیں؟

جواب: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محافظ ہے مالک نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۴)

چور نے چیز چرا کر تیسرے کو دی، وہ ہلاک ہوگئی ضمان کس پر ہے؟

سوال: زید نے عمر کے کہنے پر کسی کی چیز چرا کر بکر کو دی اور بکر سے ہلاک ہوگئی اسکا ضامن کون ہوگا؟

جواب: اس چیز کا ضامن بکر ہوگا اور بکر چور سے یعنی زید سے رجوع کریگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲ ص ۲۰۳)

سرکاری جنگل سے خودرو لکڑی چرانا

سوال: جو جنگل خود سرکار کی ملک ہیں، جیسے پہاڑ وغیرہ ایسے جنگل کی خودرو لکڑی چوری سے کاٹنی درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ احتیاط ترک میں ہے فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۴۔

چور نے بھینس کو گھاس دکھا کر بلا لیا تو اس پر حد نہیں

سوال۔ بھینس گھر کے اندر ہے' چور باہر سے اس کو گھاس دکھاتا ہے' اس لالچ میں وہ باہر آجاتی ہے' پھر وہ اس کو چرالیتا ہے' کیا یہ جرم قطع ید کے قابل ہوسکتا ہے؟ اگر دروازہ کھولنے پر وہ

خود نکلی ہو تو کیا حکم ہے۔

جواب: بھینس اگر گھاس کو دیکھ کر آئی یا دروازہ کھولنے پر خود بخود باہر آ گئی تو ان دونوں صورتوں میں قطع ید نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۱۹)

چوری کے ارادہ کا اقرار کرنا اور چور بھاگنے کی گواہی دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا ملزم سرقہ کا اقرار جرم روبرو گواہان بمنزلہ اقرار جرم قاضی عدالت ہے اور اس پر حد نافذ ہوسکتی ہے اگر گواہوں نے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ چور کو بھاگتے دیکھا ہے کیا اس پر حد جاری ہوسکتی ہے۔

جواب...... سارق کا اقرار گواہوں کے سامنے موجب قطع ید نہیں جب تک خود حاکم کے روبرو سارق سرقہ کا اقرار نہ کرے۔ **کمافی الدرالمختار ص ۸۶ ج ۴ اوشهداعلی اقراره بهاوهو يجحد اويسكت فلاقطع**

(۲) ایسے چور پر بھی جبکہ وہ چوری کا اقرار نہ کرے حد جاری نہ ہوگی اور شرعاً یہ شخص سارق نہیں ہے جب تک وہ خود اقرار نہ کرے **کمافي البحر ص ۵۰ ج۵ هواخذ مكلف خفية قدر عشرة دراهم مضروبة محرزة' بمكان اوحافظ اطلق فى الاخذ فشمل الحقيقى والحكمى فالاول هوان يتولى السارق اخذ المتاع بنفسه والثانى هوان يدخل جماعة من النصوص منزل رجل ويااخذوامتاعه ويحملوه على ظهرر جلاواخذ يخرجوه من المنزل فان الكل يقطعون: والله اعلم** (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۲۱)

مدعیٰ علیہ بنیت حفاظت اٹھانے کا مدعی ہو تو اس پر حد نہیں

سوال: زید بکر کی انگوٹھی سونے کی چھپا کر لے گیا، بکر کو زید پر شبہ گذرا تو زید سے پوچھے بغیر قاضی کے پاس دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت میں بیان دیتا ہے کہ واقعی انگوٹھی میں نے لی ہے مگر میری نیت واپس کرنے کی ہے۔ اگر مجھ سے پہلے دریافت کرتا تو میں فوراً واپس کر دیتا، ورنہ از خود اس کو دیتا میں نے اس لئے لی ہے کہ وہ لاپرواہ آدمی ہے۔ انگوٹھی کا خیال نہیں رکھتا اس کو سبق دینے کیلئے لی ہے۔ (الحدود تندری بالشبہات) کی رو سے قاضی حد کو ساقط کر دے گا۔ یا اس عذر کو غیر معقول قرار دے کر قطع ید کی سزا نافذ کرے؟

جواب: زید نے جو بکر کی انگوٹھی اٹھالی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محفوظ جگہ میں نہیں تھی اس لئے قطع ید کی سزا جاری نہیں ہوسکتی۔ اگر محفوظ جگہ سے اٹھائی ہو تب بھی صورت مسئلہ میں (الحدود تندری بالشبہات) کی بناء پر سزا ساقط ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۱۹)

قبر کی چادروں کی چوری

سوال: ملک پنجاب میں قبور اولیاء پر عموماً غلاف قیمتی اور جھاڑ وغیرہ ڈالتے ہیں اور وہ قبور بند کمرے میں ہوتی ہیں، ورثہ خانقاہ اس مال کی حفاظت کرتی ہے۔ مال ورثہ لامملوک ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اجنبی غلاف چرا کر اپنے استعمال میں لائے تو حلال ہے یا نہیں؟ اور اس پر حد سرقہ ہے یا نہیں؟

جواب: مالک ان اشیاء غلاف وغیرہ کا وہ ہے جس نے وہ غلاف ڈالا ہے اور چرانا ان کا کسی کو جائز نہیں ہے۔ لیکن ان اشیاء کی چوری سے حد سرقہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۵)

چوری کا اقرار اور دوسروں کیلئے اس کی گواہی

سوال: چار شخصوں نے مل کر چوری کی ان میں سے دو شخص اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور باقی ساتھیوں پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: اقرار کرنے والوں کا اقرار اپنے نفس پر معتبر ہے اور گواہی ایسے لوگوں کی معتبر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۶)

چوری کے روپے سے تجارت کی تو نفع وضرر کا مالک کون ہے؟

جواب: ایک شخص نے کسی کا روپیہ چرایا اور اس سے تجارت کی، اس میں اس کو نقصان ہوا تو سارق کل روپیہ اصل مالک کو دے یا نقصان کے بعد جو روپیہ بچا ہے وہ دے؟

جواب: کل روپیہ چوری کیا ہوا دینا چاہئے۔

سوال: اور اگر نفع ہوا تو اس منافع کا مالک کون ہوگا اور صدقہ کرنا نفع کا واجب ہے یا مستحب؟

جواب: نفع کا مالک سارق ہے اور صدقہ کرنا اسکا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۷)

چور کا مالک سے اجمالی معاف کرالینا کافی ہے؟

سوال: زید نے بکر کی چند چیزیں چوری کیں، ان میں سے کچھ اشیاء موجود ہیں کچھ ہلاک ہوگئیں، زید کا ارادہ ہے کہ حق العبد بخشوائے، اگر زید ان اشیاء کی تفصیل کرے اور معافی لے تو باعث شرمساری ہے۔ اگر زید بکر سے یہ کہے کہ مجھے فی سبیل اللہ سب حقوق اپنے جلی و خفی جو تیرے مجھ پر ہوں یا کوئی چیز تیری بلا اجازت میں نے اٹھالی ہو تو معاف کردے اور بکر بھی راضی ہو جائے تو اس اجمال سے چوری کا گناہ معاف ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور جو چیزیں موجود ہیں ان پر بھی معافی درست ہے یا نہیں؟

جواب: زید کے ذمہ ضروری ہے کہ جو اشیاء مسروقہ بکر کی اس کے پاس موجود ہیں وہ بکر کو واپس کردے جو ہلاک ہوگئی ان کو معاف کرائے یا ضمان دے۔ باقی مجملاً معاف کرانا جو سوال میں مذکور ہے اس میں تفصیل ہے کہ قضاء تمام حقوق ساقط ہیں اور دیانۃً یعنی عنداللہ و بحکم اخروی صرف وہی ساقط ہوئے جن کا دائن کو علم ہے اور بہرحال جو اشیاء موجود ہیں ان کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یا صاف طور سے ہبہ کرانا لازم ہے کہ فلاں فلاں اشیاء تیری میرے پاس موجود ہیں اور وہ مجھ کو ہبہ کردے، کیونکہ جو تفصیل اوپر مذکور ہے وہ دیون میں ہے نہ کہ اعیان موجودہ میں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۲۰۸)

نصاب سے کم چوری پر ضمان لازم ہے

سوال: مال مسروقہ جس میں قطع ید نہیں ہے اس کے ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے سے سارق مال کا ضامن ہے یا نہیں؟ اگر سرقہ گواہوں یا اقرار سے ثابت ہو اور جب اس زمانے میں حکم کو قطع ید کا حق نہیں تو ایسی صورت میں مال مسروقہ جو کہ قطع ید کے لائق ہے اس کے ہلاک ہونے یا ہلاک کرنے پر سارق مال کا ضامن ہے یا نہیں؟

جواب: مال مسروقہ جس میں قطع ید نہیں ہے۔ یا قطع کے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے قطع ید نہیں ہوسکتا، اس کا ضمان بصورت ہلاک واستہلاک لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۲۰۹)

چوری کی چیز واپس کرنا چاہئے

سوال: زید ریلوے میں ملازم ہے وہ کوئلہ چوری کا خود بھی استعمال کرتا ہے اور اپنے دوستوں کو بھی لاکر دیتا ہے۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور آئے ہوئے کوئلہ کی واپسی ناممکن ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: چوری کا کوئلہ استعمال نہ کیا جائے۔ اگر اس کو واپس کرنا ناممکن ہو تو اس کو کسی غریب کو اس نیت سے دیدیا جائے کہ اللہ پاک اس کے وبال سے نجات دیدے یا ملازم سے واپسی کی ترکیب پوچھ لے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۳۹۳)

سارق کے ہاتھ کو دوبارہ جوڑنے کا حکم

سوال...... اگر سارق کا ہاتھ بطور حد کاٹ دیا جائے تو اجراء حد کے بعد اس کو دوبارہ جوڑنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب...... سارق کو سرقہ کے جرم میں صرف سزا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اصل مقصد اس کو ایک ہاتھ سے محروم کرنا ہے تاکہ وہ آئندہ کے لئے یہ کام نہ کرسکے اور اسے دیکھنے والے عبرت حاصل کریں اس لئے سارق کے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ جوڑنا شرعاً درست نہیں ہے۔

وفی الهندية: وتقطع يمين السارق من الزندوتحسم وثمن الذيت وكلفة الحم على السارق عندنا"(الفتاویٰ الهندية ج۲ ص۱۸۲ الباب الثانی فيما يقطع فيه ومالا يقطع" الفصل الثالث) قال العلامة ابوالبركات النسفیؒ: وتقطع يمين السارق من الزندوتحسم (كنزالدقائق ص۱۹۵ كتاب الحدود" باب حدالسرقة) ومثله فی الدرالمختارعلی هامش ردالمحتارج۳ ص۲۰۶ باب كيفية القطع اثباته (فتاویٰ حقانيه ج۵ ص۱۶۳)

چوری کا روپیہ مالک کو پہنچانے کا طریقہ

سوال: ایک شخص نے کسی کا روپیہ چوری کیا بعد چند روز کے اسے ندامت ہوئی اور خیال ہوا کہ اب اس کا روپیہ کسی طرح سے اس کے یہاں پہنچا دینا چاہئے اگر یہ سارق اتنی رقم اصل مالک کے یہاں کسی طرح سے پہنچادے اور اس کو خبر نہ ہو تو یہ بری الذمہ ہو جائیگا۔ یا نہیں؟

جواب: کسی طریق سے بھی اگر روپیہ اس کے پاس پہنچا دے گا تو مواخذہ سے بری ہو جائے گا خبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ص ۲۰۷)

چوری کی چیز واپس کرنے کا ایک طریقہ

سوال: میں نے اپنے ایک دوست کی جیب سے کچھ روپے نکالے تھے اب مجھے خدا کا خوف دامن گیر ہوا اس کو کس طرح واپس کروں؟

جواب: جس کی رقم جیب سے نکالی ہے اسکو کسی صورت میں پہنچادیں، خواہ ہدیہ یا تحفہ بتلا کر خواہ حقیقت بتلا کر، اگر بتلادیں اور غلطی کا اعتراف کرلیں تو یہ اعلیٰ بات ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص ۳۵۶)

پیشگی روپیہ دے کر زیادہ وصول کرنا

سوال: دو شخصوں میں معاملہ طے ہوا کہ مجھ کو شکر دیدیجئے اور اس نے موسم کے لحاظ سے ساڑھے تین سو روپے پیشگی دیدئے اور کہا کہ کل تمہاری شکر آجائے گی۔ انتظار میں کئی ماہ گذر گئے۔ مشتری نے تقاضا کیا تو اس نے کہا کہ اب تو مشکل ہے۔ مشتری نے کہا کہ مجھے اب کے بھاؤ کے حساب سے روپیہ دیدیجئے اس نے چار سو ستر روپے دیدیئے۔ آیا یہ زائد روپیہ مشتری کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ زائد روپیہ جو وصول کیا ہے جائز نہیں، مالک کو واپس کر دینا ضروری ہے۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

قیمت کفن میں سے چوری کرنا

سوال: ایک شخص نے کفن میں سے دام چرائے، پھر ظاہر ہو گیا اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: وہ دام جو اس نے چرائے مالکان کفن کو جنہوں نے کفن دیا ہو واپس کرے یا ان سے معاف کرالے، اس گناہ سے پاک ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۱۱)

مزارات سے قیمتی اشیاء چرانے کا حکم

سوال...... آج کل کچھ لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر عموماً قیمتی غلاف چڑھاتے ہیں اس کے علاوہ مزارات پر روپے پیسے اور قیمتی چیزیں بھی رکھی جاتی ہیں اگر کوئی شخص ان اشیاء کو چرا لے تو اس پر حد سرقہ جاری کی جائے گی یا نہیں؟

جواب...... اگرچہ ان اشیاء کو چوری کرنا جائز تو نہیں تاہم ان اشیاء کو چرانے سے حد سرقہ واجب نہیں ہوتی اور ان اشیاء کا وہی مالک ہوگا جس نے مزارات پر رکھی ہوں۔

وفی الهندية: ولوسرق من القبردراهم اودنانير أوشيأً غيرالكفن لم يقطع بالاجماع اختلف مشائخنارحمهم الله تعالىٰ فيما اذاكان القبر فى بيت مقفل الاصح انه لايقطع سواء بنش الكفن اوسرق مالاً اخر من ذلك البيت وكذا اذاسرق الكفن من تابوت فى القافلة لايقطع فى الاصح كذافى الكافى (الفتاوىٰ الهندية ج٢ ص١٧٨، الباب الثانى فيمايقطع فيه ومالايقطع فيه، قال العلامة علاؤالدين الحصكفى رحمه الله :(ونبش لقبور ولوكان القبر فى بيت مقفل فى الاصح) (او)كان (الثوب غيرالكفن) وكذالوسرقه من بيت فيه قبراوميت لتاوله بزيادة القبراوالتجهيز، فتاوىٰ حقانيه ج٥ ص١٦٤

تعزیرات

تعزیر کی تعریف

سوال: تعزیر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: عالمگیری میں ہے (وھو ای التعزیر) تادیب دون الحدویجب فی جنایة لیست موجبة للحد کذافی النہایة (ج۲ص۱۶۷) تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو شرعی سے کم ہو اور اس جرم میں واجب ہوتی ہے۔ جس میں حد واجب نہیں ہوتی تنویر میں اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے اور کم سے کم مقدار تین کوڑے تحریر فرمائی ہے۔ ونصه اکثره تسعة وثلاثون سو طاو اقله ثلاثه (ج۲وص۱۲۷)

مردہ عورت سے وطی کرنا موجب تعزیر ہے

سوال۔ اگر کوئی شخص کسی مردہ عورت سے وطی (زنا) کرے تو کیا وہ حد کا مستحق ہے یا تعزیر کا؟

جواب..... مردہ عورت کیساتھ زنا کرنیوالے پر حد زنا لازم نہیں آتی تاہم وہ مستحق تعزیر ضرور ہے۔

وفی الهندیة: رجل زنی بأمرأة میتة اختلفوافیه قال اهل المدینة حد وقال اهل البصرة یعزر ولایحدوقال ابواللیث رحمه الله تعالیٰ وبه ناخذ(الفتاویٰ الهندیة ج۲ ص ۱۵۰' الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحدوالذی لایوجبه) قال العلامة طاهر بن عبدالرشید البخاریؒ: وفی الفتاویٰ رجل زنی بامرأة میتة لاحد علیه ولکن یعزر'(خلاصة الفتاویٰ ج۴ ص۴۴۵ کتاب الحدود' الفصل الثانی فی الزنا) ومثله فی فتاویٰ قاضیخان ج۴ ص۴۰۶ کتاب الحدود(فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۱۶۹)

پنچایت کی طرف سے تعزیر

سوال: عرض ہے کہ برادری کی پنچایت جس کا مقصد متعلقہ افراد برادری کے مابین نزاعی امور کا تصفیہ، معاشرتی اصلاح اور تحفظ اخلاق ہے، تعیین سزا میں شرعاً و قانوناً اس کا دائرہ اختیار محدود ہے یعنی حدود و قصاص کا قیام اس کے اختیارات سے بالاتر ہے اور تعزیرات میں سے زیادہ معاشرتی مقاطعہ کی مجاز ہے ایسی پنچائت کے سامنے اگر صریح الزام زنا یا حرمت مصاہرت بالزنا یا

لمس بالشہوۃ کی درخواست پیش ہو تو از روئے شرع پنچایت کو مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

ا۔ آیا ایسی درخواست اپنے حدود و اختیار سے بالاتر قرار دے کر نا قابل سماعت قرار دے اور واپس کردے؟ ۲۔ آیا مدعی سے تکمیل شہادت کا مطالبہ کرے اور تکمیل نہ ہو سکے تو قاذف کا معاشرتی مقاطعہ کرے؟ ۳۔ یا اس بناء پر کہ پنچایت کو حد شرعی کا اجراء نہ مطلوب ہے نہ اس کا اختیار ناتمام شہادت قرآئن و آثار، ملزم کا سابقہ کردار اور مدعی کے دلائل و حجت کی بناء پر اصلاح معاشرہ کیلئے ملزم کا معاشرتی بائیکاٹ کرے؟ درمختار باب التعزیر میں ہے۔

للقاضی تعزیر المتهم ان لم یثبت علیه اس کا مفہوم ہے؟

جواب: پنچایت کو صورت نمبر۳ اختیار کرنا چاہیے، درمختار کی عبارت کا یہی مطلب ہے کہ اگر جرم پر شرعی شہادت نہ ہو تو قاضی متہم کو حسب صوابدید تعزیر دے سکتا ہے۔ پنچایت کیلئے الفاظ یوں ہونے چاہیں۔

اگرچہ پنچایت کسی جرم کی شرعی سزا دینے پر قادر نہیں معہذا اس پر حسب قدرت تغیر المنکر فرض ہے۔ نیز تادیبی کارروائی کیلئے جرم پر شرعی شہادت ضروری نہیں بلکہ قرائن قویہ کی بناء پر تادیب شرعاً جائز ہے۔ لہذا پنچایت تادیب و تنبیہ کیلئے ناتمام شہادت اور قرائن و آثار قویہ کی بناء پر بھی معاشرتی مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگرچہ شرعی نصاب شہادت موجود نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۵۱۲)

ہنود کا کھانا کھانے پر تعزیر نہیں

سوال: اگر کوئی مسلمان ہنود کا کھانا کھالے جس پر خنزیر یا جھٹکا کھانے کا اشتباہ ہو اس پر شرعاً کیا تعزیر کی جائے؟

جواب: مسلمان کو ایسے شخص کے کھانے سے احتراز مناسب ہے لیکن پہلے جو کھالیا اس پر تعزیر نہیں ہے۔ آئندہ احتیاط رکھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ ص۲۲۸)

گالی پر تعزیر اور گالی کے بدلے گالی دینا

سوال: بلا وجہ کسی کو گالی دینے والے کو تعزیر دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ یا اس کے بدلہ میں اس کو بھی گالی دینا جائز ہے؟

جواب: اگر گالی میں ایسے فعل اختیاری کی طرف نسبت کی جو شرعاً حرام ہو اور عرفاً عار سمجھا جاتا ہو۔ جیسے کافر، فاسق وغیرہ تو اس پر بالاتفاق تعزیر واجب ہے اور اگر ایسا فعل نہیں جیسے گدھا، کتا وغیرہ تو اس پر وجوب تعزیر میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اگر مخاطب ایسا معزز ہو کہ اس کو ایسے الفاظ

سے عار آتی ہو تو تعزیر واجب ہے ورنہ نہیں۔ اگر موجب تعزیر الفاظ مزاحاً کہے جب بھی تعزیر واجب ہے، حقوق العباد میں تعزیر صرف حاکم یا حکم دے سکتا ہے۔ صاحب حق خود تعزیر نہیں دے سکتا۔ گالی کے بدلے میں بعینہ وہی گالی دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ گالی موجب حد نہ ہو جس گالی پر حد قذف واجب ہے۔ جیسے زانی وغیرہ وہ جواباً دینا بھی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص۵۰۶)

والدین کی بے ادبی کرنے والے کی سزا

سوال...... ایک شخص اپنے والد سے ہمیشہ بری طرح پیش آتا ہے اور اس کو گالیاں بھی دیتا ہے اس کے علاوہ بسا اوقات والد کو ایسی بے رحمی سے مارتا ہے کہ وہ شدید زخمی ہو جاتا ہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب...... والدین کو مارنے یا گالی گلوچ کرنے پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں بلکہ اس کی سزا حاکم وقت اور قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا تجویز کرے اگر کوڑے مارنے کی سزا تجویز کرے تو یہ سزا انتالیس کوڑوں سے زیادہ اور تین سے کم نہ ہو، یا پھر اس کو جیل میں اس وقت تک ڈال دیا جائے جب تک وہ اپنے جرم سے توبہ نہ کرے۔

قال العلامة علاؤ الدين الحصكفيؒ : ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس احبسه واخلده في السجن حتى يتوب (الدرالمختار على هامش ردالمحتار جلد۳ ص۱۸۸ مطلب في تعزير المتهم) وفي الهندية: من يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس يحبس الناس ويخلد في السجن الى ان تظهر التوبة (الفتاوىٰ الهندية ج۲ ص۱۶۹ الباب السابع في حدالقذف والتعزير' فصل في التعزير) ومثله في البحرالرائق. ج۶ ص۴۲ كتاب الحدود' فصل في التعزير (فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص۱۶۹)

تہمت لگانے کے بعد کہنا کہ میں نے غلط کہا تھا

سوال: نوری نے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ کیونکہ ولد الزنا ہے اس وجہ سے کہ اس کی ماں کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی اور اس کے والد نے اس سے نکاح کر لیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اس لئے اس کے ماں باپ دونوں زانی اور اولاد ولد الزناء ہوئی اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، پھر نوری نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم نے رنج وغصہ کی وجہ سے ایسا کہا ہم سے قصور ہوا نوری کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حدود جاری ہوتی تو نوری مستحق حد قذف تھا، اب صرف توبہ کرنی چاہئے اور خان محمد وغیرہ سے قصور معاف کرائے، کیونکہ اپنے بیان سابق کی نوری سے خود تکذیب کی لہذا جھوٹا ہونا اس کا محقق ہو گیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص۲۲۰)

نابالغ قاتل کو تعزیراً سزا دینا

سوال...... کیا حکومت کسی نابالغ قاتل کو تعزیر کے طور پر قتل کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب...... جن جرائم عظیمہ میں حد اور قصاص عوارض خارجہ کیوجہ سے ساقط ہوں تو اس میں حسب مصلحت تعزیراً سزا دینا جائز ہے چاہے تعزیر سزائے موت تک پہنچ جائے خواہ مجرم نابالغ ہی کیوں نہ ہو۔

قال العلامة ابن عابدینؒ :((رأیت فی الصارم المسلول للحافظ ابن تیمیةؒ ان من اصول الحنفیة ان مالاقتل فیه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فی غیر القبل اذانکرر فللامام ان یقتله فاعله الخ ویسمونه القتل سیاسة وفیه ایضاً ومن ذلک ماسیذکره المصنف من ان للامام قتل السارق سیاسة ای عن تکرر منه وفیه وان الحدلایجب علی الصبی التعزیر شرع علیه' (ردالمحتار ج۳ ص۱۷۷ باب التعزیر' قوله ویکون التعزیر بالقتل) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۱۷۰)

تعزیر غیر حاکم کی تفصیل

سوال: زید کی لڑکی ایک غیر محرم کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں باہر چلی گئی ان کو دیکھنے والی عورت زید کی بھابھی ہے اس عورت نے صبح کو ان دونوں کے گاؤں سے جانے کی اطلاع دی، یہ غیر محرم اپنے اونٹ اس گاؤں میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ مذکورہ لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی دریافت کرنا یہ ہے کہ۔......... کیا یہ قابل سزا جرم ہے یا نہیں؟.............. کیا تعزیری سزا میں شادی شدہ و غیر شادی شدہ برابر ہیں............. کیا حاکم و قاضی کے علاوہ باپ دادا بھی تعزیر دے سکتے ہیں۔............. اگر باپ دادا کی تعزیری سزا سے مجرم مر جائے تو حاکم وقت ان سے پوچھ سکتا ہے۔؟............. کیا مجرم کو تعزیر کے بعد قید میں رکھنا جائز ہے؟

جواب: اگر قرائن نے ظن غالب ہو کر یہ عورت اس مرد کے ساتھ گئی تھی تو یہ جرم بھی قابل تعزیر ہے۔......... تعزیر میں شادی شدہ و غیر شادی شدہ برابر ہیں۔......... حالت معصیت میں ہر شخص تعزیر دے سکتا ہے۔ مگر معصیت کے بعد حاکم والد اور شوہر کے سوا کسی کو تعزیر کا حق نہیں البتہ

اگر والد نہ ہو یا وہ برائی سے روکنے پر قادر نہ ہو یا عمداً نہ روک رہا ہو اور حاکم بھی نہ ہو۔ یا اس سے برائی سے روکنے کی توقع نہ ہو جیسا کہ اس زمانے کے حکام ہیں تو برائی سے روکنے کیلئے ہر رشتہ دار کو تعزیر لگانے کا حق ہے بلکہ اس پر فرض ہے رشتہ داروں سے یہ کام نہ ہو سکے تو دوسرے مسلمانوں پر برائی سے روکنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔ اگر بدوں تعزیر مجرم کو راہ راست پر لانے کی کوئی صورت نہ ہو تو عوام پر فرض ہے کہ بذریعہ تعزیر اس کو آئندہ ارتکاب معصیت سے روکیں۔...... تعزیر سے مجرم مر جائے تو حاکم کے سوا دوسروں پر مواخذہ ہے، حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے حاکم و زوج میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ حاکم پر تعزیر واجب ہے۔ زوج پر واجب نہیں، مگر جب امام سے تعزیر کی کوئی توقع نہ ہو تو اصول شریعت کے مطابق زوج پر تعزیر واجب ہے جس کی تفصیل اوپر نمبر ۳ میں گذر چکی ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان حالات میں مناسب تعزیر سے عورت مر جائے تو شوہر پر مواخذہ نہیں ہونا چاہئے۔...... قید میں رکھنا بھی تعزیر ہے۔ لہٰذا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۱۵)

خنزیر اور کتے کا بچہ کہنا قابل تعزیر ہے

سوال: ایک شخص نے اپنے استاد کو خنزیر یا کتا کہا ان الفاظ کے قائل کا کیا حکم ہے۔ نکاح بدستور ہے کہ نہیں؟

جواب: شخص مذکور فاسق و عاصی اور واجب التعزیر ہے لیکن تکفیر نہیں کی جائے گی اور فسخ نکاح اور ارتداد وغیرہ کا حکم اس پر جاری نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۵۸)

دنیوی خواہشات کو ترجیح دینے پر تعزیر

سوال: کیا شرعاً زید کو دنیاوی خواہشات کو دین کے مقابلے میں مقدم رکھنے میں کوئی تعزیر مل سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: دنیاوی خواہشات کو دین پر ترجیح دینا معصیت اور اتباع خواہش نفس ہے اس پر مواخذہ ضروری ہے۔ فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۶۴۔

بالغ دختر کی رخصتی نہ کرنے کی تعزیر

سوال: جو شخص منکوحہ لڑکی کو جو کہ عرصہ چار سال سے بالغ ہو رخصتی نہ کرے اس کیلئے تعزیر شرعی کیا ہے؟

جواب: اگر وداع نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ہو تو خیر ورنہ وہ شرعاً مواخذہ دار ہے تعزیر قاضی کی رائے پر مفوض ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۶۴)

افعال شنیعہ کے اقرار پر تعزیر کا حکم

سوال: ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت کو کئی دفعہ برہنہ کر کے دیکھا ہے اور ایک شخص کے سامنے زنا کا بھی اقرار کیا اس صورت میں اگر زنا ثابت نہیں ہے تو توبہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب: خود اس کا اقرار افعال شنیعہ کا اس کا فسق کیلئے کافی ہے اور ایسا شخص واجب التعزیر ہے اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۶۳)

شاگرد کو سزا اور تعزیر دینے کا حکم

سوال...... دینی مدارس اور سکولوں میں طلباء کو کسی شرارت پر یا سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے تنبیہ اور تادیب کے سزا دی جاتی ہے تو کیا استاد شاگرد کو شرعاً سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... استاد شاگرد کو تعزیر دینے کا حق رکھتا ہے اگرچہ وہ بالغ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نابالغ ہونے کی صورت میں تو معلم اس کے اولیاء کی طرف سے تادیب کا مالک بنا دیا گیا ہے اور بالغ نے خود معلم کو تعزیر کا اختیاط دیا ہے لیکن یہ اختیار ہے کہ سزا ایسی نہ ہو کہ اس سے طالب علم بدنی یا ذہنی طور پر مفلوج ہو جائے۔

قال العلامة ابن عابدينؒ :(قوله وفى القنيه الخ) وفيها عن الروضة ولوأ مر غيره بضرب عبده حل للمامور ضربه بخلاف الحرفهذاتنصيص على عدم جواز الضرب ولدالامر بامره بخلاف المعلم لان المأ موريضربه نيا بة عن الاب بمصلحة والمعلم يضربه بحكم الملک بتمليک ابيه بمصلحة الولدا وهذا اذالم يكن الضرب فاحشا (ردالمحتار جلد۳ ص ۱۸۹ باب التعزير) قال العلامة ابن نجيمؒ : ولوأمر غيره بضرب عبده حل للمامور ضربه بخلاف الحرقال رضى الله عنه فهذاتنصيص على عدم جواز ضرب ولدالامر بامره بخلاف المعلم لان المأ موريضربه نيابة عن الاب لمصلحة والمعلم يضربه بحكم الملک بتمليک ابيه لمصلحة الولداه (البحرالرائق ج۵ ص ۴۹ فصل فى التعزير) فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص ۱۷۰۔

اپنے ولد الحرام ہونے کا اقرار کرنا

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ میں ولد الحرام ہوں یہ گناہ میرے اوپر ہے یا والدہ کے اوپر؟

جواب: کیا اس کے کہنے والے کو تحقیق ہے کہ وہ ولدالحرام ہے اگر تحقیق کر چکا ہے اور والدہ نے زناہ کا اقرار کر کے اس کو بتایا ہے تب تو والدہ گناہ گار ہے، اگر تحقیق نہیں کیا تو کہنے والا خود گناہ گار ہے۔ کہ اپنی والدہ پر زنا کا الزام لگاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۴۱۱)

کسی کو حرام زادہ کہنا

سوال: کسی مسلمان کو حرامزادہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟

جواب: گناہ ہے اگر تمام شرائط مستحق ہوں تو کہنے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۴۰۷)

کسی کو شیطان یا منافق کہنا

سوال: ایک شخص صوم وصلوٰۃ کے غیر پابند عیاش رعونت پسند نے ایک سید رئیس پابند صوم و صلوٰۃ پر عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ سید ممدوح نے مجھے ایک مجمع میں منافق، بے ایمان، شیطان کہا ہے ان الفاظ سے میری عزت وشہرت کو بٹا لگا ہے۔ اس لئے استدعا ہے کہ ڈگری دس ہزار روپیہ بمعہ خرچہ بحق مدعی برخلاف مدعا علیہ صادر فرمائی جائے۔ سید کا جواب ہے کہ بے ایمان تو میں نے نہیں کہا یہ مدعی کا افترا ہے چونکہ مدعی کو میرے ساتھ دشمنی ہے اس لئے میرے قریبی رشتہ دار کی تلاشی کرائی مجمع میں مدعی نے خندہ روئی سے میری طرف ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ نہ دیتے ہوئے کہا کہ بس دوری اچھی نہیں۔ میرے اس کہنے پر مدعی نے کہا کہ کسی منافق اور شیطان نے تلاشی کرائی ہے میں نے جواب میں اس کے کہے ہوئے الفاظ بایں طور پر کہے کہ تو اپنے منہ سے منافق بن یا شیطان تلاشی تو نے کرائی ہے اس بارے میں فیصلہ شرعی کیا ہے؟

جواب: اگر مقذوف میں یہ امور موجود ہیں جو سوال میں درج ہیں تو اس کا قاذف مستحق تعزیر نہیں بلکہ ان امور سے خود اس پر تعزیر ہے چنانچہ مسلم کو ناحق تکلیف پہنچانا زبان سے یا کسی کارسازی سے اور شراب خوری کی مجلس میں حاضر ہو جانا اور شراب کے برتنوں اور لوازم کو ساتھ رکھنا یا رمضان شریف کے ایام میں دن کو اپنے پاس ناشتہ جیسی چیزوں کا رکھنا بھی موجب تعزیر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۵۷)

حکم تعزیر بالمال

چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جرمانۂ مال شرعاً جائز است [illegible] سرداران بستی اگر کسی راقسمے خطا وقصور می بینند چنانچہ شخصے کسے راسب وشتم یا دیگر [illegible]

ناشائستہ کند پس اور اباتفاق سرداران محلہ سیاستۂ چند روپیہ جرمانہ میکنند یا اگر شخصے مال یا چیز کسے نقصان کند دران نیز بصورت اولیٰ جرمانہ می سازند آیا این چنین جرمانہ از قرآن وحدیث ونیز ائمہ اربعہ ثابت است یانہ؟ وآن رقم وروپیہ راچہ باید کرد وآن را مستحق کدام کس اند اگر آن رقم ہا نزد یکے از سرداران اوشان جمع داشتہ باموز متفقہ ہمہ مردمان بوقت ضرورت صرف نمایند آنراچہ حکم است آیا جائز است یانہ بحوالۂ کتب تفصّل وار ہمہ حکم راجواب تحریر فرمایند۔

جواب..... جرمانۂ مالی مذہب حنفی میں جائز نہیں ہے **قال فی الدرفی باب التعزیر لاباخذ مال فی المذہب اھ وقال الشامی وشرح معافی الاثار (للطحاوی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ (ص ۲۷۵ ج ۳)** باقی دیگر ائمہ کا مذہب بیان کرنا ہمارے ذمہ لازم نہیں' نہ دلائل حدیث قرآن بیان کرنا لازم ہے کیونکہ یہ وظیفۂ مجتہد ہے اور ہم مقلد ہیں واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۱۲۸)

حدقذف معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتی

سوال: قرآن کریم کا حکم ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت قبول نہ کرو، وہ خود ہی فاسق ہیں، کیا اگر کوئی پاک مردوں پر تہمت لگائے پھر ثابت نہ کر سکے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی؟ کیا اس صورت میں مردوں کو عدالت میں فیصلہ لانے کا حق ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ جب مقذوف عدالت میں آئے تو قاذف کو مجبور کیا جائے گا کہ الزام ثابت کرے اور ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی؟ اور عدالت میں آنے کے بعد نہ عدالت اس کو معاف کر سکتی ہے۔ نہ خود صاحب معاملہ نہ کسی مالی تعاون پر معاملہ ختم ہو سکتا ہے۔ نہ توبہ کر کے اور نہ معافی مانگ کر سزا سے بچ سکتا ہے۔

جواب: سوال میں مذکورہ تفصیل صحیح ہے، مردوں کو بھی حد قذف طلب کرنے کا حق ہے اور مقذوف یا عدالت کے معاف کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی۔ البتہ عفو مقذوف کی صورت میں صاحب حق کی طرف سے عدم طلب کی وجہ سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ عفو مقذوف صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعد العفو بھی اس کو طلب حد کا اختیار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۱۳)

شاگرد اور مرید کو تعزیر دینا

سوال: استاذ اپنے بالغ اور نابالغ شاگردوں کو تعزیر دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: استاذ اپنے شاگردوں کو تعزیر دے سکتا ہے۔ شاگرد خواہ بالغ ہو یا نابالغ' نابالغ کو

اس لئے کہ اس کے دل نے استاد کو تادیب کا مالک بنا دیا ہے اور بالغ کو اس لئے کہ اس نے خود استاد کو اس کا اختیار دیا ہے۔ شیخ بھی مرید کو اسی لئے تعزیر دے سکتا ہے کہ مرید بیعت کے ضمن میں شیخ کو ہر قسم کا اختیار دے دیتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص ۵۰۸)

حیوان سے بدفعلی کی سزا اور اس حیوان کا حکم

سوال: اگر کسی نے بھینس سے بدفعلی کی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس شخص پر تعزیر ہے جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے اور بھینس کو ذبح کر کے دفن کر دینا یا جلا دینا مندوب ہے، بدفعلی کرنے والا شخص بھینس کی قیمت کا مالک کیلئے ضامن ہوگا، ذبح کر کے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں، صرف اس لئے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ختم کرنے سے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل ہو جائے اس لئے اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بلاشبہ حلال ہے اور اس زمانے میں عوام ذبح کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں لہٰذا اس زمانے میں ذبح کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا یا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے۔ ایسے موقع پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص ۵۰۳)

بالغ اولاد کو تعزیر کرنا

سوال: بالغ اولاد کو باپ تادیباً تعزیر دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بالغ اولاد کو بھی تعزیر دی جا سکتی ہے۔ بلکہ والد نہ ہو تو دوسرے اقارب بھی تعزیر دے سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص ۵۰۸)

احکام تعزیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایسا ہے جو بے باکانہ دوسرے پر جھوٹی تہمت زنا کی لگاتا ہے نوجوانوں کو بہکا کر مختلف شرارتوں سے گاؤں میں بدامنی پھیلاتا ہے مثلاً گھروں میں ڈھیلے پھینکواتا ہے ایک کو دوسرے سے بہکا کر پٹوا دیتا ہے گالی دلواتا ہے نماز جماعت بغرض فساد و اشتعال الگ کرتا ہے جماعت میں خلل ڈلواتا ہے الگ چبوترہ نماز کا قائم کرتا ہے پھر طرفہ یہ کہ مسجد سے روکنے کا الزام دوسرے پر لگا دیتا ہے اور اس الزام کے اثبات کے لئے چبوترہ قائم کرتا ہے دوسرے کو مالی نقصان پہنچاتا ہے اور اس فکر میں رہتا ہے کہ

گاؤں میں دو جھگڑنے والے اگر صلح کرنا چاہیں تو اشتعال آمیز باتیں کہہ کر صلح نہیں کرنے دیتا غرضیکہ ایسے امور میں جس سے دوسروں کو ایذا پہنچاوے اور گاؤں میں بدامنی پھیلے اس کو خاص دلچسپی رہتی ہے حرام حلال سے جائز ناجائز سے اسے کوئی بحث نہیں ایسا شخص شرعاً کس تعزیر کا اور کتنی تعزیر کا مستحق ہے کیا حاکم کے علاوہ کوئی رئیس زمیندار ذی اثر گاؤں میں امن پھیلانے کے خیال سے کچھ تعزیر کرسکتا ہے ایسے تعزیر کیلئے ایسے زمیندار کیلئے حد شرعی کیا ہے۔

جواب......قال فی الشامیة عن بعض المتاخرین ان الحدمختص بالا مام والتعزیر یفعله الزوج والمولیٰ وکل من رأی احدایباشر المعصیة ج۳ ص۲۷۴ وفیه ایضاً عن المجتبیٰ: الاصل أ ن کل شخص رأی مسلماً یزنی ان یحل له قتله وانما یمتنع خوفاً ان لایصدق انه زنی ج۳ ص۲۷۸ وعلامة ابن وهبان بأنه لیس من الحدبل من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وهو حسن' وفی الدر وعزر کل مرتکب منکراً وموذی مسلم بغیر حق بقول اوبفعل اه والتعزیر تادیب دون الحد اکثره تسعة وثلاثون سوطاً واقله ثلثة لوبالضرب وجعله فی الدرعلی اربع مراتب اه ملخصا

صورت مسئولہ میں یہ شخص مستحق تعزیر یقیناً ہے پھر جو شخص اس کو خود برا کام کرتے ہوئے دیکھے اس کو اقامت تعزیر کا حق ہے اگر سمجھانے سے باز نہ آوے اور جو خود نہ دیکھے بلکہ غائبانہ اس کی حرکتوں کو سنے اس کو تعزیر کا حق اس وقت ہے جبکہ ولایت تادیب حاصل ہو مثلاً زوج' مولیٰ اور باپ اور معلم کو تعزیر کا حق ہے اسی طرح رئیس دیہہ کو ان لوگوں کی تعزیر کا حق ہے جو اس کی رعیت ہوں اور جو اس کی رعیت نہ ہوں ان کی تعزیر کا حق نہیں مگر جبکہ اس کے سامنے معصیت کررہا ہو تو ہر مسلمان کو حق تعزیر ہے البتہ اگر رئیس کو حکومت کی طرف سے اختیار تعزیر حاصل ہو جاوے تو اس کو تعزیر مہتمم کا حق ہے اور تعزیر کے درجات ہیں کسی کو محض دھمکانا کافی ہو جاتا کسی کو مارنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر ضرب سے تعزیر کی جاوے تو ۳۹ کوڑوں سے تجاوز نہ کیا جاوے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ج۴ ص۱۳۵)

قرآن جلانے والے ہندو کے بچوں پر تعزیر کا حکم

سوال: ہولی جو ہندوؤں کا تہوار کا دن ہے اس دن میں یہ لوگ بہت خرافات کرتے ہیں اس دن ہندوؤں کے نابالغ بچوں نے قرآن مجید مسجد سے باہر لا کر جلا دیا۔ مسلمانوں نے سرکار سے

فریاد چاہی، ہندو کہتے ہیں کہ مقدمہ چھوڑ دو اور تمہاری شریعت جو بھی فیصلہ کرے ہم کو منظور ہے۔ حضور والا شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: ذمی کو تعزیر کی جائے اور مارا جائے، دین اسلام قرآن پاک یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع میں گستاخی کرنے پر علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ذمی کی سزا کو مصنف نے مطلق بیان فرمایا کوئی تحدید نہیں کی کہ کتنا مارا جائیگا پس یہ شامل ہے اس کی تادیب کو اور سزا بالقتل کو بھی بشرطیکہ وہ علی الاعلان گستاخی کرتا ہو یا گستاخی کرنے کی اس نے عادت بنالی ہو، آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ذمی کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر وہ اس سزا میں مر بھی جائے تو اس کا خون معاف ہے۔ ضمان نہیں آئے گا۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب کہ وہ علی الاعلان گالی دیتا ہو، دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔

اب جاننا چاہئے کہ قرآن پاک کی یہ توہین نابالغوں سے سرزد ہوئی ہے اور نابالغوں کا حکم اس باب میں بالغوں کا سا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے تصریح فرمائی ہے اور حد اور تعزیر کے فرق کے بیان میں پس فرمایا کہ حد تو شریعت کی طرف سے متعین ہے اور تعزیر امام کی رائے پر موقوف ہے۔ جتنی امام مناسب سمجھے اور ایک فرق یہ ہے کہ حد شبہ کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہ کے ساتھ بھی جاری ہوتی ہے اور ایک فرق یہ ہے کہ حد بچہ پر واجب نہیں ہوتی اور تعزیر بچہ کیلئے بھی مشروع ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ حد بولی جاتی ہے۔ ذمی پر اور ذمی کے واسطے تعزیر کا نام عقوبت ہے۔ یعنی ذمی کی تعزیر کو تعزیر نہیں کہیں گے۔ بلکہ عقوبت کہیں گے۔ کیونکہ تعزیر مشروع ہوئی تطہیر کیلئے اور ذمی قابل تطہیر نہیں پس یہ امر بدیہیات میں سے ہے کہ ہنود کے بچوں نے قرآن مجید کی توہین کی ہے اور ان کی یہ توہین گالی سے بھی زیادہ سخت ہے۔ پس عقوبت کے مستحق ہوئے اور عقوبت امام کی رائے ☆ کے سپرد ہے اور تحقیق کہ اس جگہ کوئی مسلمان حاکم نہیں، پس اب یہ امر جگہ کے علماء کی رائے پر ہوگا جو سزا بھی علماء تجویز فرمادیں ان پر جاری کی جائے گی اور تعزیر میں کوئی چیز معین نہیں ہوتی بلکہ وہ تو قاضی کی رائے پر ہے اور اشباہ میں ہے کہ بچہ کو تادیب کے واسطے سزا دینا چاہئے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ص ۱۴۵)

مفسد کو سزا دینے کا حکم

سوال...... اگر کوئی شخص لوگوں میں فساد پیدا کرتا ہو تو اس کے ساتھ شرعاً کیا سلوک کیا جائے گا؟

جواب...... حاکم وقت کو چاہئے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے ایسے شخص کو روکے اور اس کو تعزیراً سزا بھی دے اور عوام الناس کو بھی چاہئے کہ وہ اس کے ساتھ ترک موالات کریں حتیٰ کہ وہ اپنے

اس فعل بد سے باز آجائے۔

قال العلامة الحصكفیؒ : (وعلی هذا)القیاس المكابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المكس وجمیع الظلمة بأدنیٰ شئی له قیمة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار جلد۳' ص۱۸۰'۱۸۱ مطلب یكون التعزیر بالقتل قال العلامة ابن نجیم المصریؒ : وعلی هذا القیاس المكابرة بالظلم وقطاع الطریق وجمیع الظلمة بادنیٰ شئی له قیمة وجمیع الكبائر والا عوفة والظلمة والسعاة فیباح قتل لكل ویثاب قاتلهم (البحرالرائق ج۵ص ۴۲ باب حد القذف' فصل فی التعزیر) ومثله فی الفتاویٰ الهندیة ج۲ ص۱۶۷ الباب السابع فی حد القذف والتعزیر' فصل فی التعزیر (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۱۶۵)

حدود اور مختلف سزائیں

شرعی حد کی کیا تعریف ہے؟

سوال: حد جو جاری کی جاتی ہے۔شرعاً اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حد کے لغوی معنی باز رکھنا اور شرعاً حد وہ مقرر سزا ہوتی ہے جو واجب ہوئی ہو اللہ کے کسی حق کی (خلاف ورزی) کرنے کی وجہ سے اور حد کا مقصود تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔

فی التنویر و شرحه الحد لغة المنع و شرعا رعقوبة مقدرة وجبت حقالله تعالیٰ زجراً ج۲ص ۱۴۰ .

حد کا رکن امام یا نائب کا ہونا ضروری ہے اور شرط یہ ہے کہ جس پر حد جاری کی جائے وہ صحیح العقل والجسم ہو۔

وفی الهندیة ورکنه اقامة الامام او نائبه فی الاقامة وشرطه کون من یقام علیه صحیح العقل سلیم البدن (ج۲ ص۴۳) (منهاج الفتاویٰ غیر مطبوعه)

کوڑے کی ساخت کے بارے میں وضاحت

سوال...... اسلامی قانون میں حدود اور تعزیرات میں جو کوڑے لگائے جاتے ہیں اس

کوڑے کی ساخت کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ وہ کس طرح کا ہونا چاہئے اور کس چیز سے بنا ہوا ہونا چاہئے اور اسکی لمبائی چوڑائی کا کیا اعتبار ہے؟

جواب..... حدود تعزیرات میں استعمال ہونے والے کوڑے کی ساخت متوسط ہونا ضروری ہے خواہ کسی بھی چیز سے بنا ہوا ہو تاہم اگر لکڑی کا ہو تو نرم سی چھڑی ہونی چاہئے۔ حدود تعزیرات میں لاٹھی کا استعمال جائز نہیں۔

قال العلامة ابن نجیم المصریؒ: (بسوط لاثمرة له متسوطا) ای لاعقدة له لان علیا فی اللہ عنه لما الا اراد أن یقیم الحد کسر ثمرته والمتوسط بین المبرح وھوالجارح وغیر المولم لا فضا الاولی الی الھلاک وخلو الثانی عن المقصود وھوالا نزجارکذا فی الھدایة وحاصله انه المولم غیر الجارح. (البحرالرائق جلد ۵ ص ۹ کتاب الحدود)

قال الزیلعیؒ: بسوط لا ثمرة له متوسطا ان یضرب بسوط لا عقد ة له ضربا متوسطا وعن علی رضی اللھعنه انه کسر ثمرته ولو لم یکسر ثمرته ولولم یکسر الثمرة بعدکل ضربة بضر بتین والضرب المتوسط ھوال موید غیر الجارح لان الجارح یفضی الی لتلف اویبقی فی جسده اثر یشینه والھذا یکسر عقدته وغیرالموید لایفید والواجب التادیب دون الھلاک. (تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۷۰ کتاب الحدود فتاویٰ حقانیه ج ۵ ص ۱۵۹)

شرک وبدعت کی سزا

سوال: جان بوجھ کر شرک وبدعت کرنے والوں کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس کی عدم مغفرت کی قرآن کریم میں وعید ہے اگر اسلامی حکومت ہو اور کوئی مسلمان شرک یا کفر کرے جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے، بلکہ ارتداد پر باوجود فہمائش کے جما رہے تو حکومت اسلامی اس کو قتل کردے گی اور بدعت اگر شرک وکفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کے مرتکب کو تعزیر کرے گی۔ اب جب کہ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ دشوار ہے تو مشرک سے بالکل تعلق قطع کردیا جائے۔ رشتہ داری، سلام، کلام، میل جول سب کچھ اس سے ترک کردیا جائے اور بدعتی سے بھی قطع تعلق کردیا جائے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸۴)

غیبت اور سودخور کی سزائیں

سوال: غیبت، لواطت، سودخوری، شراب نوشی اور جوئے کیلئے شریعت میں کوئی حد مقرر ہے یا نہیں؟

جواب: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جسکی غیبت کی ہے اس سے معاف کرائے اور لواطت میں اگر دارالاسلام ہو تو تعزیر ہے اور سودخوری میں سود کا واپس کرنا اور توبہ کرنا بھی کفارہ ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۳ ج ۱۲۔

شرابی کی سزا کا ثبوت

سوال: شرابی کیلئے اسی کوڑے کا حکم کونسی حدیث سے مستفاد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو نعال اور کھجوروں کی شاخوں کی سزا دی گئی ہے جیسا کہ عبداللہ بن جندب کی حدیث میں مصرح موجود ہے۔

جواب: دلیل اسی کوڑے کی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور فتح القدیر میں اس کی پوری بحث کی ہے اور احادیث وآثار سے ثابت کیا ہے۔ فلیراجع ثمہ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ اص ۲۱۲)

نسوار کی شکل میں تمباکو کے استعمال کا حکم

سوال.....نسوار کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....نسوار چونکہ تمباکو سے ہی بنتی ہے لہٰذا اس کا استعمال تمباکو کی طرح فی نفسہ مباح اور جائز ہے لیکن اس میں نہ نشہ ہے اور نہ مستی ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ :فانه لم يثبت اسكاره ولاتفتيره ولااضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لايلزم منه تحريم على كل واحد(ردالمحتار ج۵ ص ۲۹۶ كتاب الاشربة)

البتہ نسوار کی بدبو کی وجہ سے مسجد میں نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے نیز اس میں اسراف اور تبذیر کے علاوہ طبی نقطہ نگاہ سے بھی مضر صحت ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ :اذاشرب المأوغيره من المباحات بلهووطرب على هيئة الفسقة حرام‘(ردالمحتار ج۵ ص ۲۹۲ كتاب الاشربة) قال الشيخ محمدالكامل الطرابلسي: وقد حقق المتاخرون من اهل مذهبنا الحنيفة انه ليس بحرام وانما في تعاطيه الكراهية وقد قدمنا ان احسن ماقيل فيه قول الامير رحمه الله فاختلف فيه الدخان

والورع ترکه (الفتاویٰ الکاملیة ص ۲۸۶ کتاب الحظر والاباحة) (مطلب فی حکم شرب الدخان فی مجلس قرأة القران)

(فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۱۹۷)

شراب نوشی کی کیا سزا ہے

سوال: شراب نوشی کی کیا سزا ہے؟

جواب: اسلامی حکومت ہو تو اسی کوڑے لگائے جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸۲)

شراب اور بھنگ کے استعمال میں فرق ہے یا نہیں؟

سوال: شراب اور بھنگ پینے والے کی حد شرعی ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب: حد شرعی تو اس ملک میں حکومت اسلامی نہ ہونے کی وجہ سے جاری نہیں ہوسکتی ویسے حرمت کے حکم میں دونوں برابر ہیں اور دونوں فاسق ہیں توبہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۱۵)

سیون اپ اور کوکا کولا پینے کا حکم

سوال..... سیون اپ اور کوکا کولا مشروبات کے بارے میں سنا ہے کہ ان میں الکحل ملا ہوتا ہے اس لحاظ سے ان مشروبات کا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... سیون اپ اور کوکا کولا کے بارے میں تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ان میں الکحل کی ملاوٹ نہیں ہوتی صرف شک کی بنا پر یہ بات کی گئی ہے کہ ایسے شک سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ محض شک کی بناء پر اگر کوئی احتیاطاً مذکورہ مشروبات نہ پیئے تو ٹھیک ہے لیکن ان کا پینا حرام نہیں۔

لماقال العلامة سلیم رستم بازؒ: وهذابناء علی ان الشک یورث الاحتیاط دون الحرمة لان الیقین لایزول بالشک (شرح المحلة الأحکام المادة ۴ ص ۲۰.

قال العلامة الشیخ الزرقاءؒ : ومعناان ماکان ثابتاً متیقناً لایرتفع بمجرد طرؤالشک علیه لان الامر الیقینی لایعقل ان یزیله ماهواخف منه بل ماکان مثله اواقوی' (شرح القواعد الفقهیه ص ۳۷ القاعدة الثالثة الیقین لایزول بالشک)

(فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۲۰۳)

گنے کے رس سے کشید کی گئی شراب حرام ہے

سوال..... جو شراب گنے کے رس سے بنائی گئی ہو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب......انگور اور کھجور سے بنائی گئی شراب تو بالاتفاق حرام ہے ان دو چیزوں کے علاوہ جن اشیاء سے شراب بنائی جاتی ہے تو ایسی شراب امام محمد رحمہ اللہ کے مفتی بہ قول کے مطابق حرام ہے کیونکہ یہ نشہ آور شراب ہے ظاہر حدیث سے ہر مسکر شراب کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

لمااخرجه الامام مسلمؒ: کل مسکر حرام (الصحیح المسلم ج۲ ص۱۶۷ باب بیان ان کل مسکر حرام قال العلامة الحصکفیؒ: والکل حرام عند محمدؒ وبه یفتی (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۵ ص۲۹۲ کتاب الاشربة)

قال العلامة الزیعلی رحمه الله: کل شراب اسکر فهو حرام' رواه البخاری (تبیین الحقائق ج۶ ص۴۷ کتاب الاشربة)

ومثله فی الهدایة ج۴ ص۴۹۸ کتاب الاشربة) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۱۹۷)

زانی کو باپ کے قتل کرنے سزا

سوال: زید اپنی خوش دامن سے زنا کا مرتکب ہوا اس کا والد بکر مانع ہوا تو زید نے عمداً ناحق اپنے والد کو قتل کر دیا، لہذا زید زبانی توبہ استغفار سے لوگوں سے برتاؤ کر سکتا ہے یا اور کوئی صورت توبہ کی ہے؟

جواب: زید کو توبہ واستغفار بھی کرنا چاہئے اور جو ورثہ باپ کے اس قاتل کے علاوہ ہیں کو ان کو قصاص لینے کا حق ہے، ان سے بھی معافی چاہے اور باپ مقتول کے لئے دعاء مغفرت وایصال ثواب کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ص۱۹۹)

زانیہ بیوی کو زہر دے کر مارنے کی سزا

سوال: ایک شخص کی بیوی نے اپنی مختلف مجالس میں متعدد مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے زنا کرایا ہے، خاوند نے شریعت کے اس مسئلہ کو کہ اگر کوئی تین مرتبہ زنا کا اقرار کرے تو شریعت اس کو مار دینے کا حکم کرتی ہے۔ اپنا موید سمجھ کر عورت کو زہر دیدیا۔ وہ مرگئی اب شرعاً کیا حکم ہے؟ خاوند مجرم ہے تو نجات کی کیا صورت ہے۔؟

جواب: یہ مسئلہ اس نے غلط سمجھا کہ تین مرتبہ زنا کا اقرار کرنے والے کو مار ڈالنا چاہئے اور یہ بھی غلط سمجھا کہ حدود وقصاص کو ہر ایک شخص جاری کر سکتا ہے۔ لہذا اس زہر دینے اور مار ڈالنے سے وہ عاصی وفاسق اور مرتکب کبیرہ کا ہے۔ اب علاج اس کا سوائے توبہ واستغفار کے اور مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کے کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور مرحومہ کو اس

قدر ثواب عطا فرماوے کہ وہ خوش ہو جائے اور اپنے شوہر مجرم کا قصور معاف کر دے، اگر یہ جرم دارالاسلام میں شوہر کرتا تو قصاص میں وہ قتل کیا جاتا۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲اص ۱۹۲۔

عورت کے نصرانی کے یہاں رہنے کی سزا

سوال: ایک مسلمان عورت نصرانی کے یہاں رہتی ہے، مسلمانوں کا ایک فریق کہتا ہے کہ یہ عورت نصرانی کے ساتھ ایک پلنگ پر سوتی ہے اور دوسرا فریق عورت کے بیان کی تصدیق کرتا ہے، عورت کا بیان ہے کہ میں تین برس سے نصرانی کے پاس ایک پلنگ پر نہیں سوئی، کیا مسماۃ تہمت زنا سے بری ہے؟ اور کمائی اس کی حلال ہے یا حرام؟ کسی کار خیر میں لگا سکتی ہے؟ عورت کہتی ہے کہ میں نصرانی کے بچوں کو کھلانے اور رکھنے پر نوکر ہوں یہ حلفیہ بیان کرتی ہے۔

جواب: اس سوال کی رو سے زنا کا ثبوت نہیں ہے۔ البتہ مسماۃ مذکورہ کو ایسی تہمت (کی جگہ) سے بچنا ضرور چاہئے اور جب کہ ملازمت کا تعلق بیان کرتی ہے تو آمدنی اس کی حلال ہے اور کھانا اس کا جائز ہے، البتہ نامحرم کے پاس ایک چارپائی پر لیٹنا اگر دو گواہوں عادل ونمازی پرہیز گار سے ثابت ہے تو فاسقہ ہونا اس عورت کا ثابت ہے، جس سے اس کی آمدنی نوکری کی تو حرام نہ ہوگی مگر تنبیہ کرنا اور روکنا اس فعل سے ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲اص ۱۹۴)

قاتل سے یا قصاص لیا جائے یا دیت یا معافی ہوگی عمر قید کوئی سزا نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے باپ کی اعانت سے ایک شخص کو کلہاڑی سے عمداً قتل کرے جن کے خلاف شہادتیں مکمل طور پر عدالت میں گزر چکی ہوں پھر قاتل اپنی اور اپنے باپ کی جان بچانے کی خاطر عدالت میں اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ بیان دے کہ مقتول میری بہن کو پکڑے ہوئے تھا تو میں نے اشتعال میں آ کر یہ تنہا قتل کیا ہے اس میں میرا باپ شامل نہیں تھا اور یہ اقبالی قاتل دونوں بیانات باپ قاتل کی وقوعہ سے غیر حاضری اور وجہ قتل مقتول کا بہن کو پکڑنا کسی طریقہ سے بھی ثابت نہ کر سکے بلکہ ان بیانات کے خلاف مقتول کی بے گناہی اور رعایتی قاتل کی وقوعہ پر موجودگی کے متعلق شہادتیں موجود ہوں تو قابل استفسار بات یہ ہے کہ شریعت محمدی میں ایسے قاتل اقبال جرم کرنے والے اپنی اور باپ کی جان بچانے کی خاطر مقتول پر جھوٹی تہمت لگائے جو کہ کسی طریقہ سے ثابت نہ ہو سکے تو ایسے ہر دو افراد کے لئے کیا سزا ہے آیا شریعت میں قاتل کو قتل کے بدلے قتل کرنے کے علاوہ عمر قید یا دیگر سزا دینا کس حد تک جائز ہے ایسے کیس میں جبکہ قتل ہونا مکمل طور پر ثابت ہو جائے یہاں تک قاتل خود اقبال جرم کرے

شریعت میں ماسوائے قتل کرنے کے کوئی رعایت ملتی ہے۔

جواب......اولیاء مقتول اگر قصاص نہ لینے پر آمادہ ہو جائیں اور دیت لیں یا معاف کر لیں تو قاتل قصاص سے بچ جائے گا ورنہ بوجہ قتل کر لینے کے تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی عمر قید کی سزا جبکہ قاتل خود اقرار کرتا ہے شرعی سزا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۲۵)

عورت اگر غیر سے ملے تو اس کی سزا

سوال: دو نمازی اشخاص نے اپنے محلہ دار کے کہنے کی وجہ سے رات کو چھپ کر دیکھا کہ اس محلہ دار کی عورت نے ایک شخص لچے سے بہت خوشی سے ہاتھ ملایا اس پر ان دونوں کو بہت مارا اس صورت میں عورت اور مرد کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: جب کہ ان نمازیوں نے اس عورت کو اجنبی مرد فاسق کے ساتھ اس انبساط و اختلاط کے ساتھ دیکھا تو ان کا تنبیہ کرنا اور مارنا فاسق و فاسقہ کا درست تھا اور عاصی ہونا اس مرد و عورت کا اس حالت میں ظاہر ہے اس سے وہ دونوں توبہ کریں لیکن اتنی بات دیکھ کر حکم زنا کا نہیں ہوسکتا اور ثبوت زنا اس سے نہیں ہوسکتا اور عورت کا نکاح اس کے شوہر سے قائم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۳۰)

بیوی سے زنا کرانے والے کی سزا

سوال: ایک شخص اپنی عورت سے اپنے گھر میں عام پیشہ کراتا ہے۔ تمام اہل شہر جانتے ہیں، شرعاً اس کی کیا سزا ہوسکتی ہے؟

جواب: ایسی حالت میں مسلمانوں کے اختیار میں اس کے سوا اور کیا سزا ہے کہ ان دونوں سے تعلق ختم کر دیا جائے اور ان کی شادی وغمی میں بالکل شرکت نہ کی جائے۔ اور ہر طرح ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ ان حرکت شنیعہ کو چھوڑ دیں اور توبہ کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۳۴)

عورت کو زدوکوب کرنے کی سزا

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو زدوکوب کیا اور بہت دور تک بال پکڑ کر اور برہنہ کر کے گھسیٹا یہ شخص ظالم ہے یا نہیں؟ اور اس کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کے ساتھ قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص ظالم ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل دیہات اس کو تنبیہ کریں اور کھانا پینا اس کے ساتھ چھوڑ دیں تا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۴۸)

والدہ کے ساتھ نکاح کرنے والے کی سزا

سوال: اگر کوئی شخص اپنی والدہ کیساتھ نکاح کرلے تو بعد وطی کرنیکے اس پر تعزیر لازم ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں سوتیلی والدہ یعنی باپ کی زوجہ سے نکاح کرنے پر تعزیر آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، چہ جائیکہ کوئی حقیقی والدہ کے ساتھ ایسا کرے تو بدرجہ اولیٰ سخت تعزیر کا مستحق ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۲۵۱)

حاملہ سے نکاح کے بعد وطی کی سزا

سوال: حاملہ من الزنا سے اگر غیر زانی نکاح کرے تو وضع حمل سے پہلے وطی کرنے سے اس پر حد شرع قائم ہوگی یا نہیں؟ یہاں قاضی شرعی تو ہے نہیں اگر کوئی عالم زانی وزانیہ کو زجراً سو دوسو جوتی وغیرہ مارنے کا حکم دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں حد شرع نہیں ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے شبہ پیدا ہوگیا اس صورت میں قاضی شرع کے سوا دوسرا شخص حد قائم نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۸۹)

حد مسقط توبہ اور توبہ مسقط حد ہے یا نہیں؟

سوال: مسائل ذیل میں شریعت مطہرہ کا حکم تحریر فرمائیں۔

ا۔ کسی شخص نے چوری یا زنا کا ارتکاب کیا تو کیا اسے شرعی حد لگنے سے گناہ معاف ہوجائے گا؟

۲۔ اگر گناہ کے بعد توبہ کرلی تو کیا پھر بھی حد لگائی جائے گی؟

جواب: (ا) بدوں توبہ صرف حد لگنے سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔ ۲ حاکم کے پاس جرم ثابت ہوجانے کے بعد حد ساقط نہیں ہوتی، اس سے پہلے توبہ کرلے تو حد ساقط ہوجائے گی۔ یعنی توبہ کے بعد اس پر یہ فرض نہیں کہ حاکم کے یہاں اپنے جرم کا اقرار کرکے اپنے اوپر حد جاری کرائے۔ کذا فی الشامیۃ (احسن الفتاویٰ ج ۵ص ۵۱۸)

مسلمان کو ابوجہل سے تشبیہ دینے کی سزا

سوال: ایک مولوی صاحب نے ایک صالح حافظ کو کہا کہ تجھ سے ابوجہل اچھا ہے اس مولوی صاحب کے لئے شرعاً کیا سزا ہے؟ اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟

جواب: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان مولوی صاحب نے کسی خاص صفت میں ابوجہل کو اچھا کہا ہوگا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ امر واقعی ہے کہ بعض اوصاف میں بعض کافر بعض مسلمانوں سے اچھے ہیں، اگر

مولوی صاحب کا یہ مطلب نہیں بلکہ ہر حیثیت سے ابوجہل کو اچھا کہتا ہے تو اس میں دو احتمال ہیں۔

ا۔ جس کو ابوجہل کہا اسے حقیقی کافر نہیں سمجھا، صرف برا کہنا اور گالی دینا مقصود ہے۔

۲۔ اسے واقعۃً کافر اور ابوجہل کی طرح مخلد فی النار سمجھے، صورت اولیٰ میں یہ لفظ کہنے والا فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور حاکم اسے مناسب تعزیر دے گا اور دوسری صورت میں یہ شخص کافر ہے اس لئے اس کا نکاح باطل ہوگیا۔ غرض یہ کہ کسی خاص صفت میں تشبیہ سے نہ فاسق نہ کافر اور اگر گالی کی نیت سے کہا تو فاسق اور حقیقتاً کافر سمجھا تو خود کافر ہو جائے گا۔ ان احتمالات ثلاثہ کے بارے میں خود متکلم سے تحقیق کی جائے کہ اس کی کیا مراد ہے؟ جو مراد وہ خود بیان کرے گا اسی کے مطابق اس پر حکم لگایا جائیگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۰۵)

عالم دین کو "بک بک کر رہے ہو" کہنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید زمین غصب کردہ کا غلہ کھا رہا ہے اور غصب یہ کہ مالک کو بری طرح مار پیٹ کر غصب کیا جید عالم جو کہ زید کا امام وخطیب بھی ہے نے کہا کہ تم حرام کھا رہے ہو زید کے جھد جھد لائی ہوئی آئے اس کا اردو میں ترجمہ کیوں بک بک کر رہے ہو تو بہر عالم وامام کو سب کئے زید نے اس کے بدلہ سب بھی دی اور حملہ آور بھی ہوا غرض توہین عالم میں کمی نہیں چھوڑی اب زید کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

جواب..... حدیث میں علامات منافقین سے فحش گالیاں دینے کو فرمایا ہے واذا خاصم فجر نیز فرمایا سباب المسلم فسوق نیز گالی کے بدلے گالی دینا بھی جائز نہیں پس صورۃ مسئولہ میں دونوں شخص گنہگار ہوں گے عالم دین کو گالی دینے اور توہین کرنے سے صورۃ مسئولہ میں کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس لئے کہ کفر تب ہوتا ہے کہ عالم دین کی اہانت اور علماء حق کو اس لئے گالیاں دینا کہ وہ حاملین علم دین ہیں کفر ہے اور مسئولہ صورت میں ذاتی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۹۹)

اکابر اہل سنت کی شان میں بدزبانی کی سزا

سوال: کسی طالب علم نے جب امام کو مرجی اور مولانا اشرف علی صاحب کو ہٹ دھرم اور بدمذہب کہا تو مدرسہ کے ایک سرپرست نے اس کو تھپڑ مارا کیا اس سے قصاص لیا جائیگا؟

جواب: ایسے بدزبان کو تعزیراً ضرب کرنا اور تھپڑ مارنا چاہئے ہی تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۲۴)

جس نے سور کا دودھ استعمال کیا اس کی سزا

سوال: محبوب پٹیل نے چالیس روز تک سور کا دودھ دوائی میں استعمال کیا اس کیلئے شرعاً کیا سزا ہے؟

جواب: اس شخص سے جس سے یہ قصور سرزد ہوا توبہ کرالی جائے کہ آئندہ کبھی وہ ایسا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا پچھلا گناہ معاف کر دے گا۔ مسلمانان کو چاہئے کہ اس سے پختہ توبہ کرالیں۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے میل جول قائم رکھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۳۳)

علاتی بہن کا بوسہ لینے کی سزا

سوال: ایک لڑکے نے اپنی علاتی بہن کا بوسہ لیا، دونوں کو یہ تسلیم ہے ان کیلئے کیا سزا ہے؟ عرصہ ایک سال سے برادری سے خارج ہیں اور لڑکی کا نکاح دوسرے لڑکے سے کر دیا تھا۔

جواب: علاتی بہن بھائی میں آپس میں ایسی ہی حرمت ہے جیسا کہ حقیقی بھائی بہن میں پس ان دونوں کو توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ کو ایسا فعل نہ کرنا چاہئے اور کچھ سزا سوائے توبہ کے نہیں ہے۔ ان سے توبہ کرالی جائے اور برادری میں شامل کرلیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۳۷)

ایک شخص نے سگی بھانجی سے نکاح کرلیا اس کے لئے کیا سزا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھانجی سے خواہشات کا نشانہ کرلیا کچھ دن عرصہ کے بعد گناہ کبیرہ کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا تو وہ شخص اس بھانجی کو لے کر مقام بہاولپور لے آیا ابھی کچھ ہوئے تھے کہ پولیس کو شبہ گزرا اور عوام کے الزام سے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا عدالت میں عورت نے بیان دے دیا کہ میرا یہ ماموں ہے میرا اس سے ناجائز تعلق ہے عرصہ ایک ماہ کے بعد میں ایک بچہ کی ماں بننے کے قابل ہوگئی ہوں آپ مہربانی کر کے ہم دونوں کو رہنے کی اجازت دیں میں والدین کے پاس نہیں جانا چاہتی لہٰذا مجسٹریٹ صاحب فاضل نے بری کر دیا میں یہ چاہتا ہوں مسلمان کہلاتے ہوئے ایسے معاملے کو کیس شرع کے قانون سے فاضل مجسٹریٹ نے بری کر کے ان کو رہنے کی اجازت بخش دی برائے کرم نوازی مجھ کو اس مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے واجباً عرض ہے اشتہار لف سند ہے۔

جواب...... مسلمان کا فرض ہے کہ اس قسم کے واقعات سے معاشرہ کو پاک کرنے کی انتہائی کوشش کریں اور سعی کریں کہ اس ملک میں صحیح اسلامی قانون نافذ کرا کر حدود و تعزیرات کے ذریعہ سے ایسے ناپاک مجرموں کو سخت شرعی سزائیں دی جائیں جب تک یہ سعی کامیاب نہیں ہوگی اس

سے قبل برادری اور قومی پنچایتوں کے ذریعہ ان سے انقطاع تعلق اور اس طرح کی مناسب سزا ضرور دی جائے اگر مسلمان معاشرہ نے مل کر اصلاح احوال کی کوشش نہ کی تو اللہ عزوجل کی طرف سے عظیم عذاب آنے کا خطرہ ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۱۳۳)

میلاد مروجہ نہ کرنے کی سزا دینا

سوال: مسلمانوں کی پنچایت میں ایک شخص پر بوجہ ایک جرم کے مقرر کیا گیا کہ دس فقیروں کو کھانا کھلائے اور ایک میلاد شریف کرے تب برادری میں شامل ہوسکتا ہے اس پر ایک ثالث نے کہا کہ یہ سب لغو اور غلط ہے، میلاد شریف ہمارے فلانے میں گیا۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت میں یہ سزا کسی مجرم کی نہیں۔ یہ پنچایت کی گھڑی ہوئی رسم ہے یہ شریعت کا حکم نہیں ہے۔ اور شریعت میں یہ جرمانہ کرنا بھی درست نہیں ہے اور جو کہ عام جاہلوں کی برادری میں مروج ہے۔

اسی طرح میلاد شریف مروجہ کے منعقد کرنے کو علماء نے بدعت اور مکروہ لکھا ہے۔ لہٰذا برادری کو کسی مجرم کے جرم کا کفارہ مقرر کرنا کہ جاؤ دس محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور میلاد شریف کرو غلط ہے اور یہ حکم شریعت سے نہیں۔ پس ایسے حکم کو رد کرنا یا تو عین مطابق شریعت ہے لیکن ایسا لفظ نہیں کہنا چاہئے تھا جو کہ شرعاً وعرفاً قبیح ہے، بلکہ اس کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ حکم خلاف شریعت ہے اس لئے اس پر عملدرآمد نہ کیا جائے اور ایسی گستاخی اور عامی جاہلانہ لفظ کا استعمال نہ کرنا چاہئے تھا اس سے توبہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ ص۲۳۸)

شادی میں خلاف شرع امور کرنے کی سزا

سوال۔ ایک شخص شادی کی مروجہ رسومات پر اصرار کرتا ہے' برادری ان امور سے روکتی ہے مگر وہ باز نہیں آتا' ایسے شخص کے متعلق کیا شرعی سزا ہوسکتی ہے؟

جواب۔ ہر مرتکب معصیت کیلئے تعزیر ہے' پس جو شخص خلاف شرع امور پر اصرار کرے اس کو اپنی برادری تعزیر کی سزا دے سکتی ہے۔ فتاوی دارالعلوم ج۱۲ ص۲۵۸۔

مدرسوں میں بچوں کو سزا دینے کا حکم

سوال: مدارس اور سکولوں میں بہ سبب شرارت یا اسباق یاد نہ کرنے کے استاد، بید یا قمچی یا ہاتھ سے شاگردوں کو مارتے ہیں اس کے متعلق شرع شریف میں کتنی حد مقرر ہے؟ اور کس حد سے تجاوز کرنے سے استاد آثم ٹھہرے گا؟ اور آثم ٹھہرنے میں اس پر کیا تعزیر آئے گی۔ نیز اگر استاد

کچھ درشتی، سب وشتم کے الفاظ استعمال کرے تو کس حد تک استعمال کرسکتا ہے؟

جواب: چہرہ اور مذاکیر کے علاوہ سارے بدن پر تاوقتیکہ حد سے تجاوز نہ ہو مارنا جائز ہے۔ یعنی اس طرح مارنا کہ بدن کہیں سے زخمی ہو جائے یا کہیں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر سیاہ داغ پڑ جائیں، یا ایسی ضرب ہو جس کا اثر قلب پر پڑتا ہو جائز نہیں۔ اگر مارنے میں حد معلومہ سے تجاوز ہو یا چہرہ اور مذاکیر پر خواہ ایک ہی ہاتھ چلائے گنہگار ہوگا استاد کو بشرط اجازت والدین اس قدر مارنے کا اختیار ہے جو اوپر مذکور ہوا اور وہ بھی جب کہ مارنے کیلئے کوئی صحیح غرض تادیب یا تنبیہ یا کسی بری بات پر سزا دی ہو ، بے قصور مارنا یا مقدار قصور سے زیادہ مارنا جائز نہیں۔ بلکہ استاد خود مستحق تعزیر ہوگا۔

سب وشتم میں ایسے الفاظ جن کا تعلق صرف لڑکے تک محدود رہے۔ مثلاً بیوقوف، گدھا، پاجی، نالائق، الو وغیرہ اور زیادہ فحش نہ ہوں۔ استعمال کرنے کا مضائقہ نہیں، لیکن ایسے الفاظ جن کا تعلق لڑکے سے متجاوز ہو کر اس کے والدین یا اور کسی تک پہنچے مثلاً گدھے کا بچہ، سور کا بچہ، حرامی یا اور فحش الفاظ اور گالیاں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۲۳)

والدین کو زدوکوب کرنے کی سزا

سوال: اگر کوئی شخص ماں باپ کو زدوکوب کرے تو ایسے شخص کو شرعاً کیا سزا دی جائے؟

جواب: والدین کے مارنے یا نافرمانی کرنے پر شرعاً کوئی خاص حد متعین نہیں بلکہ حاکم اسلام کی رائے کے سپرد ہے کہ مجرم کی حالت اور مجرم کی حیثیت کو دیکھ کر جو سزا چاہے تجویز کرے۔ البتہ اگر بید یا کوڑے مارنے کی سزا تجویز کرے تو انتالیس کوڑے سے زیادہ اور تین سے کم کی تجویز نہ کرے۔ بہتر تو یہی ہے کہ کوئی خاص سزا متعین کی جائے لیکن اگر اس کا ارادہ ہے تو بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عدد کوڑے یا بید لگائی جائے اور پھر قید کر دیا جائے جب تک کہ توبہ نہ کرلے اور قرائن سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ یہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اس وقت تک قید سے نہ چھوڑے کیونکہ جو شخص عام لوگوں کو بے خطا مارتا ہے اس کی سزا تعزیر یہی ہے کہ قید کر دیا جائے اور بغیر توبہ نصوح کے نہ چھوڑا جائے۔ والدین کا مارنا یہ دوہرا گناہ ہے۔ لہٰذا اس کی تعزیر میں کچھ کوڑے کی ضرب بھی بڑھا دی جائے۔ (امداد المفتیین ص ۹۰۹)

قانونی سزا شرعی سزا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: اگر قاتل کو موجودہ حکومت ثبوت قتل ہو جانے پر سزائے موت یعنی پھانسی دیدے تو کیا قاتل کے ذمہ سے قصاص شرعی ادا ہو جائے گا اور آخرت کے مواخذہ سے نجات مل جائے گی؟

جواب: جبکہ قاتل کو سزائے موت مل گئی اور مقتول کے ورثاء نے حکومت سے سزا دلوائی ہے تو قصاص ہو گیا، اگرچہ شرعاً قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، پھانسی نہیں دی جاتی، فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۶۷ ورثائے مقتول اگر معاف کر دیں تو اس سے زیادہ خیر کی توقع ہے۔ (م ع)

قرائن اور شہرت کی وجہ سے عدالت کا کسی کو سزا دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ہمارے گاؤں میں ایک پندرہ سالہ لڑکے نے ایک شخص پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے اسلحہ کی نوک پر زبردستی میرے ساتھ بدفعلی کی ہے لڑکے نے اس واقعہ کی تھانہ میں رپورٹ بھی درج کرائی ہے اور معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے ملزم اس فعل بد سے انکاری ہے جبکہ لڑکے کے پاس اس دعویٰ کے اثبات کیلئے کوئی گواہ بھی نہیں البتہ میڈیکل رپورٹ لڑکے کے دعویٰ کی تصدیق کرتی ہے اور مذکورہ شخص اس عمل بد کی وجہ سے مشہور ومعروف اور کافی بدنام ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا عدالت اس شخص کو اس فعل بد میں شہرت اور میڈیکل رپورٹ کی بناء پر سزا دینے کا اختیار رکھتی ہے یا نہیں؟

جواب......کسی جرم کے اثبات کے لئے محض دعویٰ کرنا کافی نہیں جب تک شریعت کے مطابق شہادت موجود نہ ہو البتہ قرائن اور شہرت کی وجہ سے جب قاضی (جج) کو اس شخص کے متہم بالفعل ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر محض سیاستہً سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ کے مطابق اگر میڈیکل رپورٹ اور اس فعل بد میں مذکورہ شخص کی شہرت کے بارے میں عدالت کو اطمینان ہو جائے کہ اس نے مدعی کے ساتھ بدفعلی کی ہے تو عدالت اسے تعزیراً سزا دے سکتی ہے اور اس قسم کے واقعات میں عدالت اطمینان کر لینے کے بعد مجرم کو سیاستہً سزا دینے کا اختیار رکھتی ہے۔

لماقال العلامة الحصكفيؒ :ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس احبسه واخلده في السجن حتى يتوب لان شرهذاعلى الناس وشرالاول على الناس' (الدرالمختارعلى صدرردالمحتار ج۴ ص۷۶ كتاب الحدود' باب التعزير' مطلب في تعزير المتهم)

لما قال العلامۃ ظفر احمد العثمانیؒ: (الجواب) محض عورت کے کہنے سے مرد پر سیاستہً تعزیر نہیں ہو سکتی بلکہ اگر قاضی کی رائے میں قرائن آخر سے وہ متہم کے درجہ میں ہو جائے تو تعزیراً کچھ سزا دی جا سکتی ہے مگر قاضی آج کل کہاں؟ البتہ بعض قوموں میں پنچایت کا زور ہوتا ہے تو پنچایت اس بارہ میں بمنزلہ قاضی کے ہے اگر وہ مسائل شرعیہ سے باخبر ہوں یا کسی عالم سے پوچھ کر عمل کرتے ہوں۔ امداد الاحکم ج ۳ ص ۱۲۸ کتاب الحدود (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۱۹۳)

جس نے نسبندی کرالی ہو اس کو مؤذن رکھنا

سوال: ہماری مسجد کے مؤذن نے عرصہ ہوا اپنی نسبندی کرالی موذن کا کہنا ہے کہ میں نے لاعلمی کی بناء پر اپنی نسبندی کرالی اس صورت میں ایسے مؤذن کا کیا حکم ہے

جواب: مؤذن کا لاعلمی کا عذر مسموع نہ ہونا چاہئے، فی زماننا خصی ہونے کی قباحت عام ہو چکی ہے۔ عوام و خواص کی نظر میں یہ عمل قابل مذمت ہے۔ لہٰذا ایسے مخدوش آدمی کو مؤذن کا عالی منصب عطا کرنا یا اس پر باقی رکھنا خالی از کراہت نہیں، مسجد کی صفائی کی خدمت سپرد کی جاسکتی ہے ہاں کسی وقت مؤذن نہ ہو تو اذان دے سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۶۲)

جاسوس کی سزا

سوال: جو مسلمان کافر حکومت کا جاسوس بن کر مسلمانوں کے خفیہ راز اس تک پہنچائے یا حکومت کافرہ کے تعاون سے وہاں کے مسلمانوں کو ستائے اور ان کی فوج کو ظلم پر آمادہ کرے، ایسے مسلمان کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر بدون قتل کوئی تدبیر اسکی فہمائش کیلئے کارگر نہ ہو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۹)

جادوگر کی سزا کا حکم

سوال...... اگر کوئی کسی پر جادو وغیرہ کرتا ہو اور اس کا یہ فعل گواہی سے ثابت ہو جائے تو شرعاً اس کو کس قسم کی سزا دی جائے گی؟

جواب...... جادوگر چونکہ مفسد فی الارض ہے اس لئے اگر جادوگر جادو کرتے ہوئے پکڑا جائے اور وہ خود بھی اس کا اقرار کرلے یا گواہی سے اس کا جادو کرنا ثابت ہو جائے تو قاضی یا حاکم وقت اس کو قتل کرسکتا ہے تاہم اگر وہ گرفتاری سے پہلے صدق دل سے توبہ کرلے تو اسکی توبہ مقبول ہوگی اور اس کے بعد اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

قال العلامة علاؤالدين الطرابلسیؒ :قال فی النوازل الخناق والساحر يقتلان اذا اقرالانهما ساعيان فی الارض بالفساد فان تابا ان كان قبل الظهور بهما قبلت توبتهما وبعلما اخذالاويقتلان كماقطاع الطريق (معين الحكام ص ۲۲۹)قال العلامة ابن عابدينؒ :قال ابوحنيفة الساحراذااقراسحره اثبت يقتل ولا يستتاب منه الخ (ردالمحتارج ۳ص ۲۹۵ قوله والكافر بسبب اعتقاد السحر، باب المرتد)ومثله فی تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق للزيلعیؒ ج۳ ص ۲۹۲ باب المرتدين (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص ۱۶۷)

مقاطعہ میں نماز باجماعت اور جماع وغیرہ سے روکنا

کسی جرم پر تعزیر کی نیت سے برادری کا مجرم سے مقاطعہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زمانہ نبوی میں جو تین حضرات کا مقاطعہ وقوع پذیر ہوا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا اب بھی مشروع ہے؟ اسلامی عدالت یا شرعی پنچایت اس نوع کا مقاطعہ کر سکتی ہے۔ جس میں حقوق واجبہ تک شامل تھے۔ ہمارے سوال کا منشا یہ ہے کہ اگر یہ معاشرتی مقاطعہ مشروع ہے تو اس میں حقوق واجبہ مثلاً حقوق والدین، حقوق زوجین، جواب سلام اور کفن و دفن کہ فرض کفایہ ہیں اور بچوں کے حقوق شرعاً شامل ہو سکتے ہیں یا کہ شرعاً اس میں کوئی استثناء ہے؟ اگر عہد نبوی کا یہ مقاطعہ اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ جائز ہے تو جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ہی یہ تعزیر وارد ہے یا دیگر فرائض مثلاً حالت وجوب میں ارکان اسلام کو ادا نہ کرنا یا سنگین شرعی و اخلاقی جرائم مثلاً قمار، سود خوری، ناحق طلاق، جھوٹی گواہی، نشہ بازی وغیرہ کے سلسلہ میں بھی اہل اسلام یا عدالت یا پنچایت کو بھی دائرہ شریعت میں رہ کر اس نوع کے مقاطعہ کا حق ہوگا؟ اور مقاطعہ کی مدت قاضی کی رائے پر موقوف ہوگی یا پچاس دن کی تحدید ہوگی؟

جواب: تعزیر کے لئے مقاطعہ جائز ہے، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں جرم کی نوعیت کی بھی کوئی تخصیص نہیں اسی طرح ایام کی تحدید اور مقاطعہ میں کسی قسم کی تخصیص بھی نہیں بلکہ حاکم حسب صوابدید جس قسم کے مقاطعہ کو حکم جب تک چاہے دے سکتا ہے۔ حاکم سے ایسی توقع نہ ہو تو پنچایت بھی مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ البتہ مقاطعہ کا فیصلہ خواہ حاکم کرے پنچایت دونوں صورتوں میں حقوق واجبہ سے متعلق حسب ذیل تفصیل ہے۔

۱۔ مجرم کے ذمہ جو حقوق واجب ہیں ان کو ادا کرنے سے روکنا جائز نہیں، مثلاً جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور نماز جنازہ وغیرہ اسی طرح اس کی بیوی کو اس سے چار ماہ سے زیادہ مدت تک جدا رکھنا، یا بیوی کو چار ماہ سے زیادہ مدت تک ہمبستری سے روکنے کا حکم کرنا جائز نہیں اس لئے کہ چار ماہ میں ایک بار صحبت کرنا بیوی کا حق واجب ہے۔

(۲) مجرم کے ذمہ جو دوسروں کے حقوق واجبہ ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایسے حقوق جن کے وجوب میں مجرم کو کوئی اختیار نہیں، جیسے اس کی نماز جنازہ اور کفنانے دفنانے وغیرہ ان سے روکنا جائز نہیں۔ ۲۔ وہ حقوق جن میں خود مجرم کی طرف سے دوسروں پر ایجاب بالاختیار ہے جیسے مجرم کے سلام کا جواب اور بیوی سے طلب صحبت پر بیوی کی طرف سے اجازت، ان پر پابندی لگانا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۲۸)

کوڑے کا طول عرض اور جنس کیا ہے؟

سوال: کوڑے کا طول وعرض (موٹائی ولمبائی) اور جنس کیا ہے؟ کیا اس کی کوئی واضح اور معین صورت ہے؟

جواب: کتب مذاہب اربعہ میں مذکورہ تفصیل سے یہ قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ کوڑا ایلام "یعنی تکلیف دینے میں" متوسط ہونا چاہئے، خواہ وہ لکڑی کی نرم چھڑی ہو یا چمڑے کا ہو، یا کسی دوسری چیز کا ڈنڈے اور لاٹھی کا استعمال جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ص۵۲۳)

جرمانہ

جرمانہ مالی کے ناجائز ہونے کی حدیث

سوال جرمانہ مالی کے ناجائز ہونے پر کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

جواب: ہے۔ وهو قوله عليه السلام الا لا يحل مال امرى مسلم الابطيب نفس منه قلت و كل مال محترم حكمه حكم مال المسلم (امدادالفتاویٰ ج۲ص۵۴۲)

ناحق گڑھا کھودنے والے پر ضمان کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے مکان کے احاطے اور اطراف میں نالی کھودی، اپنی زراعت کی حفاظت کیلئے، اور وہ جگہ چراگاہوں، بیلوں کی ہے اس نالی میں ایک شخص کا بیل گر کر مر گیا، اب بیل والا اس نالی والے سے قیمت طلب کرتا ہے تو اس بیل کی قیمت طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وہ نالی بہت تنگ ہے کہ نالی میں گائے بیل وغیرہ گرنے سے از خود نہیں اٹھ سکتا اور جس زمین میں اس نے نالی بنائی تھی وہ حق عامہ تھی اور اس نے نالی خود بنائی تھی، حاکم کی اجازت سے نہیں۔

جواب: چونکہ یہ کھودنا ناحق ہوا ہے اس لئے کھودنے کو سبب ہلاک کہا جائے گا اور کھودنے والے سے قیمت اس ہلاک ہونیوالے بیل کی دلائی جائے گی۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص۴۵۱)

فصل کو نقصان پہنچانے پر جرمانہ کا حکم

سوال...... اگر کسی کا جانور دوسرے کے کھیت میں چلا جائے اور فصل کو نقصان پہنچائے تو شرعاً جانور کے مالک کو کیا سزا دی جاسکتی ہے؟

جواب...... اگر جانور کے ساتھ مالک خود موجود ہو اور اس کی موجودگی میں وہ جانور دوسرے

کے کھیت میں جا کر فصل کا نقصان کرے تو شرعاً صرف نقصان کے مطابق رقم وصول کرنا درست ہے اس سے زیادہ لینا جائز نہیں تاہم اگر جانور کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو اور وہ فصل کا نقصان کرے تو اس صورت میں جرمانہ لینا ناجائز ہے۔

لما قال الشیخ اشرف علی تھانویؒ: (الجواب) اگر جانور کیساتھ کوئی نہ ہو اس صورت میں تو یہ جرمانہ ناجائز ہے اور اگر کوئی ساتھ ہو تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا وصول کرنا درست ہے مگر وہ کھیت والے کا حق ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۳ کتاب الحدود)

قال العلامة قاضی خان رحمه الله: ولو انه قال لصاحب الدابة ان دابتک فی الزرع ولم یقل اخرجها فاخرجها صاحبها فافسدت شیئاً فی اخراجها کان ضامناً...... ولوان دابة رجل انفلتت لیلاً اونهاراً من غیر ارسال فافسدت زرع انسان لایجب الضمان علی صاحبها لان فعل العجماء هدر (الخانیة علی هامش الهندیة ج۳ ص۴۵۷ باب جنایة البهائم) ومثله فی شرح المجلة ج ۱ ص ۲۵۹ کتاب الجنایة) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۱۷۳)

مالی جرمانہ کی ایک صورت

سوال: میرے گھر پر ہرن پلا ہوا تھا کہ پڑوس کے کتے نے اس پر حملہ کر دیا اس پر ہرن بھاگ کر تالاب میں گھس گیا اس کے پیچھے کتا بھی ہولیا، کتا تو پانی سے نکل آیا مگر میرے ہرن کی حالت خراب ہوگئی میں نے اس کو ذبح کر کے کتے کے مالک کے گھر کے سامنے ڈالدیا اور تھانے میں رپورٹ کردی بعد میں صلح ہوئی کہ ہرن کا گوشت بھی میرے پاس رہے گا اور مزید ستر روپے کتے والا دے گا تو یہ جرمانہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ لوں پڑوسی سرکش ہو جائیگا۔

جواب: ان لوگوں نے قصداً اپنے کتے کو آپ کے ہرن کو شکار کرنے کیلئے نہیں چھوڑا تھا بلکہ کتا از خود اس پر حملہ آور ہوا اور پھر پانی میں ہرن کی حالت خراب ہوئی تو دوسروں کے کہنے سے آپ نے اس کو ذبح کیا اس صورت میں شرعاً آپ کو جرمانہ لینا درست نہیں۔ آپ ایسے طریقہ سے اس کو دیدیں جس سے وہ احسان مند ہو جائے اور ان کو احساس ہو کہ باوجود فیصلہ کے رکھنا نہیں چاہتے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۱۲) (اس طرح وہ سرکش بھی نہ ہوگا۔

سیاستہ بطور جرمانہ کسی سے مال لینا

سوال: کاشتکاروں سے کسی بے امنی، بے قاعدگی، نقصان رسائی پر علاوہ اس قسم کے جو

نقصان رسیدہ کا معاوضہ ہو سکے، زمیندار کو کچھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جرمانہ ہمارے امام صاحب کے مذہب میں حرام ہے، اس لئے یہ رقم جائز نہیں البتہ اگر سیاست کی ضرورت ہو تو اس امر کی اجازت ہے کہ اس سے کوئی مقدار مال کی لیجائے اور چند روز تک اس کو اپنے پاس رکھ کر جب وہ خوب دق ہو جائے۔ اسکو واپس کر دی جائے یہ بھی اس شخص کو جائز ہے جس میں دو وصف ہوں، ایک حکومت و اختیار رکھتا ہو۔ تا کہ فتنہ نہ ہو، دوسرے معتمد و متدین ہو کہ بعد چندے واپسی پر اطمینان ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۱)

رعیت پر جرمانہ کی ایک صورت

سوال: زمین دار اپنی زمینداری میں باشندوں پر جس کو رعیت کہتے ہیں خصوصاً چھوٹی قوم پر عدول حکمی یا باہم تکرار کے موقعہ پر جرمانہ کرتے اور اپنے مصرف میں لاتے ہیں۔ کچھ اس گاؤں کے پیادہ کو بھی دیتے ہیں لیکن انگریزی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں یہ فعل زمین دار کا جائز ہے یا نہیں۔؟ بر تقدیر جواز مصروف اس کا کیا ہے؟

جواب: اس کا لینا، مصارف مذکورہ میں صرف کرنا سب ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۳۷)

طالب علم سے غیر حاضری پر جرمانہ لینا

سوال: ایک مدرسہ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی طالب علم وہاں داخل ہوتا ہے تو مہتمم مدرسہ اس کے وارث یا اس سے کہتا ہے کہ یہ بچہ یا تم اگر غیر حاضر ہو گے یا کوئی تقصیر کرو گے تو تم کو آدھ آنہ یا زیادہ حسب قواعد مدرسہ علاوہ وظیفہ معہودہ کے بطریق جرمانہ دینا ہوگا اور یہ اس واسطے ہے کہ تم خود حاضر ہونے یا بچے کے حاضر کرنے میں غفلت نہ کرو اور یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ یہ زر جرمانہ ہم نہیں کھا سکتے۔ بلکہ بچوں کے حوائج مثلاً فرش وغیرہ میں صرف کر دیتے ہیں۔ اس ذرا سی قید پر بہت فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ بچے غیر حاضر نہیں ہوتے۔ مگر بضرورت اور باجازت اور تعلیم و تعلم کا کام چستی و چالاکی سے ہوتا ہے اس قاعدہ میں کوئی قباحت شرعیہ ہے یا نہیں؟

جواب: تعزیر مالی یعنی جرمانہ تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور حدیث **لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منه** اس کی مؤید بھی ہے۔ البتہ اس کا اور طریق ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس غیر حاضری پر اس طالب علم کو خارج قرار دیا جائے، غیر حاضری کی سزا تو یہ ہوا اور آئندہ کو داخل کرنا اہل مدرسہ کے ذمہ واجب تو ہے نہیں مباح ہے، مباح میں جو کہ متقوم ہو مال کی شرط لگانا جائز ہے اور یہاں مدرسہ کے مکان سے انتفاع کرنا، مدرسین سے تعلیم، یہ سب امور ایسے ہیں جن پر

متولی کو اجرت لینا جائز ہے، پس اس اجرت میں وہ پیسے لے لئے جائیں اور اس تقریر کی تصریح کردی جائے تاکہ عقد مبہم نہ رہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۲)

طلباء سے غیر حاضری پر جرمانہ لینا

سوال: حسب قانون انگریزی اگر متعلمین سے کوئی خطا مثلاً غیر حاضری وغیرہ ہو جائے تو ان پر جرمانہ کیا جاتا ہے، یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: بلا تاویل جائز نہیں ہے۔ عندالحنفیة اور جواز کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اس ماہ میں اجرت عمل (بمقدار جرمانہ) زائد مقرر کردی جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۳۶)

قابل تعزیر سرقہ کی مقدار

سوال...... قابل تعزیر سرقہ کا نصاب تو دس درہم ہے لیکن آج کل کی کرنسی کے حساب سے یہ نصاب کتنا بنتا ہے؟

جواب...... ''اوزان شرعیہ'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے تو اس اعتبار سے دس درہم یا پینتیس ماشے چاندی یا اس کی مالیت نصاب سرقہ بنتا ہے اور یہ بات تو مسلم ہے کہ مقدار حد سرقہ دس درہم ہے لہٰذا موجودہ کرنسی کے اعتبار سے جتنی قیمت ۳۵ ماشے چاندی کی بنتی ہو سرقہ لازم ہوگا۔

وفی الهندية: اقل النصاب فی السرقة عشرة دراهم مضروبة بوزن سبعة جياد كذافی العناية (الفتاویٰ الهنديه جلد۲ ص ۱۷۰ كتاب السرقة) قال العلامة الحصكفی رحمه الله:(هی) الخ (عشرة دراهم) الخ (جياد اومقدارها) (الدرالمختارعلی هامش. ردالمحتار ج۳ ص ۱۹۲ كتاب السرقة ومثله فی كنز الدقائق ص۱۷۷ كتاب السرقة (فتاویٰ حقانيه ج۵ ص ۱۶۳)

ملازم سے خلاف عہد کرنے پر جرمانہ لینا

سوال: میں نے ایک مشین آٹا پیسنے کی لگا رکھی ہے۔ دو ملازم اس پر کام کے لئے رکھے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی یک لخت بغیر اطلاع نوکری چھوڑ دے تو مجھے ذیل کی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔

۱۔ کچھ وقت کیلئے کام رک جاتا ہے۔

۲۔ سردست آدمی تلاش کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ جلدی اگر ملازم تلاش کر کے رکھا جائے تو کبھی مہنگا یا خلاف مرضی ملتا ہے۔

۴۔ ملازم نہ ملے تو مزدور لگانا پڑتا ہے جو ماہوار تنخواہ سے گراں پڑتا ہے۔

۵۔ مزدور یا ملازم نیا کام سے ناواقف ہوتا ہے اس لئے مجھے خود اس کو سکھانے اور کل کام کی طرف مزید غور رکھنے کی ایک عرصہ تک ضرورت رہتی ہے۔ جس سے مجھے خود زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ ان واقعات کے پیش نظر اب میں ملازم سے عہد کرالیتا ہوں کہ ملازمت چھوڑنے سے پندرہ دن پہلے مجھے اس کی اطلاع دینا اگر یک لخت بغیر اطلاع ہٹے تو اپنے حرج کا اتنا جرمانہ تم سے لوں گا کہ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ تعزیر بالمال حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے اس لئے بھی نیز اس فعل کا ماعلیہ التعزیر ہونا بھی صریح نہیں۔ اس لئے بھی یہ قواعد کی رو سے ناجائز اور رشوت ہے۔ مگر ضرورت کی سبب اس حیلہ سے اس میں ایک گنجائش ہوسکتی ہے۔ وہ یہ کہ فقہاء نے دو مختلف صورتوں میں دو مختلف اجرتیں مقرر کرنے کو جائز لکھا ہے۔ سو اگر یوں کہہ لیا جائے کہ اگر ٹھیک ٹھیک موافق معاہدہ کے کام کرتا رہے اور نوکری بھی اگر چھوڑی تو موافق معاہدہ کے کام کرتا رہے۔ تب تو تمہاری اجرت تمام ایام کی اس حساب سے ہوگی مثلاً دس روپے ماہوار ہوگی۔ تو حاصل وہی نکل آیا اور قواعد پر منطبق ہوگا، احتیاطاً دوسرے علماء سے بھی تحقیق فرمالیجئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۳۹)

جانور نقصان کردے تو مالک سے جرمانہ لینا

سوال: گاؤں میں دستور ہے کہ جو شخص کسی کے کھیت میں بگاڑ کرے، یا مویشی غیر کے کھیت میں کہ جن میں اناج بویا ہوا ہے چرائے۔ اس کے واسطے جرمانہ کردیتے ہیں پس زر جرمانہ جمع شدہ مسجد میں لگانا تعمیر میں یا تیل، لوٹے وغیرہ میں خرچ کرنا کیسا ہے۔

جواب: اگر جانور کے ساتھ کوئی نہ ہو اس صورت میں تو یہ جرمانہ ناجائز ہے اور اگر کوئی ساتھ ہو تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا وصول کرنا درست ہے۔ مگر وہ کھیت والے کا حق ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۳)

کسی شخص سے جرمانہ میں روپے اور نابالغہ لڑکی لینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص سے کوئی خطا سرزد ہوگئی تھی بعد میں اہل برادری کے بڑے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ شخص مجرم پر ایک ہزار نقد اور ایک سالہ لڑکی کا نکاح جرمانہ دینا ہے بعد میں مجرم کی بیوی کو زبردستی لے کر میکے بٹھا دیا اور کہا کہ جب یہ فیصلہ کیا ہوا جرمانہ دے گا تب بیوی واپس دیں گے پھر مجرم مجبور ہو کر ایک ہزار نقد اور اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح دے کر اپنی بیوی کو لے آیا اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر فوراً انکار کر رہی ہے کہ میرا والد میرے نکاح دینے

میں سی الاختیار ہے اور ظلماً وقہراً اپنے جرم میں دیا ہے میں اس نکاح کو باقی نہیں رکھتی کیا اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا شرعی حق حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب...... برداری کا یہ فیصلہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے مالی جرمانہ شریعت میں ناجائز ہے اور شریعت کے خلاف فیصلہ کرنا شریعت سے بغاوت ہے یہ ہزار روپے اس شخص کو واپس کرنا ضروری ہیں در مختار ص ۲۱ ج ۴ میں تعزیر کے متعلق ہے **لایأخذمال فی المذهب الخ وفی المجتبیٰ انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ وفی الشامی والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذالاموال وکذافی عالمگیریه ص ۱۶۷ ج ۲)**

(۲) اگر یہ نکاح اپنے کفو میں کیا گیا اور باپ معروف بسوء الاختیار نہ ہو تو نکاح صحیح ہے۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۸۷)

زنا کے جرمانہ کا تحقیقی حکم

سوال: اس جگہ سوال مرقوم نہیں صرف حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا جواب منقول ہے۔ سوال بھی اسی سے مستفاد ہو جائے گا۔

جواب: میں نے وعدہ کیا تھا کہ مقدمہ زنا میں جو جرمانہ شوہر مزنیہ کو دلایا جاتا ہے اسکا حکم تحقیق کر کے اطلاع دوں گا، سووہ مرقوم ہے، وہ یہ ہے کہ اصل میں تو یہ رقم جائز نہ تھی۔ چنانچہ حدیث **بتداء الابن بمائة شاة** میں حکم رد اس کی دلیل صریح ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ جرمانہ اول عدالت کے قبضہ میں پہنچتا ہے پھر عدالت سے اسکو ملتا ہے۔ سو اگر اسی طرح ہوتا ہو تو حسب قاعدہ۔ **مالهم مباح ثمه فیباخ برضا هم** اور قاعدہ **یتملکون بالا ستیلاء** اس شوہر کیلئے حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۵۴۲)

جرمانہ کی رقم مجرم کی رضا سے خرچ کرنا

سوال: ایک شخص نے نماز پڑھنے سے انکار کیا خلافت نے اس پر ۱۰ روپیہ جرمانہ کیا تو یہ روپیہ مسجد یا مدرسہ یا خلافت کے صرف میں آسکتا ہے۔ یا نہیں؟

جواب: اسکی رضا وخوشی سے جس مد میں وہ کہے صرف ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۳۳)

حفاظت کی نیت سے مال اٹھانے پر سزا کا حکم

سوال...... دوسرے پر مال چوری کرنے کا دعویٰ کیا مگر مدعٰی علیہ (جس پر چوری کا دعویٰ کیا گیا ہے) کہتا ہے کہ میں نے اس شخص کا مال چوری کی نیت سے نہیں بلکہ حفاظت کی نیت سے اٹھایا ہے اور میں نے اس شخص کو اطلاع بھی دی ہے تو کیا اس شخص پر چوری کی سزا نافذ ہوگی یا نہیں؟

جواب......صورت مسئولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر چوری کا دعویٰ کیا گیا ہے اس نے وہ مال کسی غیر محفوظ مقام سے اٹھایا ہے جس کی موصوف نے مال کے مالک کو اطلاع بھی دی ہے اور دوسری طرف ملزم مال کو بطور امانت لینے کا بھی مدعی ہے اس لئے ان حالات کے پیش نظر ملزم کو چوری کی سزا نہیں دی جائے گی (یعنی اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا) تاہم اگر مدعی گواہان شرعی سے اس بات کو ثابت کردے کہ یہ مال محفوظ مقام میں تھا تو پھر اس صورت میں اثبات جرم کے تحت مجرم کو چوری کی سزا دی جائے گی۔

قال العلامة الحصكفيؒ: ويقطع لوسرق من السطح نصاباً لانه حرز شرح وهبانيه اومن المسجدارادبه كل مكان ليس بحرز فعم الطريق والصحراء و رب المتاع عنده'اى بحيث يراه ولوالحافظ نائمافي الاصح

(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارج٣ ص ٢٢٢ كتاب السرقة)

قال العلامة وهبة الزحيلي: الاصل فى اشتراط هذاالشرط المتفق عليه قوله عليه السلام لاقطع فى ثمرة ولاكثرحتى يؤويه الجرين فاذااواه الجرين ففيه القطع' وفى رواية فاذا اواه المراح اوالجرين والحرزلغة: الموضع الذى يحرز فيه الشئى وشرعاً هومانصب عادةً لحفظ اموال الناس كالدار والحانوت والخيمة والشخص الخ (الفقه الاسلامى وادلته ج٦ ص١٠٧ الفصل الثالث فى حد السرقة (فتاوىٰ حقانيه ج٥ ص ٣٧١)

درخت وغیرہ کاٹ لینے پر جرمانہ لینا

سوال: اپنی رعایا یا کاشتکاروں سے کسی قصور پر تاوان لینا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی کاشتکار نے زمین دار کی رضامندی کے بغیر کوئی درخت کاٹ لیا یا مکان بنالیا تو اگر زمین دار اس قصور پر جرمانہ ملزم کی رضامندی سے وصول کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں صرف درخت کی قیمت اور مکان کا کرایہ حسب عرف لے سکتا ہے۔

(امدادالفتاویٰ ج۲ص۵۴۳)

سوال متعلق جواب بالا

سوال: جرمانہ اور اماموں کے نزدیک کیا درجہ رکھتا ہے؟

۲۔نقصان رسیدہ کا معاوضہ دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ جرمانہ کی رقم کسی مدت کے بعد بھی اسے واپس کرنا سیاست کا خوف زائل کرتا ہے۔ ایسی حالت میں انتظام میں عجیب بے ترتیبی ہوگی اوراس سے بہتر ایسا جرمانہ نہ کرنا ہوگا اس لئے سیاست کا جس سے اثر بھی پڑے اور جائز بھی ہو آپ کوئی عمدہ طریقہ بتلائیے۔

جواب: اعلامہ شامی نے حاشیہ درمختار کی جلد نمبر۳ باب التعزیز میں تصریح کی ہے کہ صرف امام ابویوسف سے جرمانہ کے جواز کی روایت منقول ہے اور وہ بھی ضعیف، باقی اور علماء اور آئمہ کے نزدیک جائز نہیں اور جب روایت ضعیف ہے قابل عمل نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ اس روایت میں بھی صرف صاحب سلطنت، یا سلطنت کو اجازت ہے۔ زمین دار بحیثیت زمین داری حاکم نہیں ہے۔ اس میں اور کاشتکار یا رعایا میں تعلق اجارہ (مزدوری کرنے) واستجار (مزدوری کرانے) کا ہے اور پھر حاکم کیلئے بھی اس لئے جواز کا فتویٰ دینے سے منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ظلم کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان کو بھی صرف خزانہ کے عملہ کے جرمانہ کی اجازت ہے اور وہ بھی اس شرط سے کہ ملکی خزانہ میں داخل کردے اول تو سارے آئمہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں، پھر ابویوسف سے بھی روایت ضعیف پھر وہ سلطان کے ساتھ خاص اور اس میں تخصیص عاملین خزانہ کی پھر اس میں شرط ادخال خزانہ کی پس اس وقت روساء وامراء میں جس جرمانہ کا رواج ہے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

۲۔ اگر نقصان مثل شئی کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا غلہ تلف کردیا یا روپیہ ضائع کردیا تو اس صورت میں خود صاحب نقصان کو بھی اس نقصان رساں سے اتنی ہی اور ویسی ہی چیز وصول کرلینا خواہ آشکارا ہو خواہ خفیہ جائز ہے اسی طرح اداروں کو بھی اس میں اعانت جائز ہے اور اگر نقصان اشیاء ذوات القیم کا ہوا ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کا درخت کاٹ لیا یا کپڑے چرالئے یا کسی کا کھیت اپنے مویشی کو کھلادیا تو اس کا بدل وصول کرنا یہ شرعاً مبادلہ ہے۔ جس میں تراضی یا قضاء قاضی کی حاجت ہے پس زمیندار چونکہ سلطان یا نائب سلطان نہیں ہے اس لئے اس دوسری صورت میں اس کا دخل دینا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر حکام ملکی اس زمیندار کو باضابطہ ایسے اختیار دیدیں مثلاً اس کے دیہات کا آنریری مجسٹریٹ بنادیں اور ایسے معاملات کے فیصلہ کا تصریحاً اختیار دیدیں تو اس کو بھی وہی حکم کرنے کا حق ہوگا جو حکام کو ہوتا ہے۔

۳۔ اوپر بیان ہوچکا کہ ایسی سیاست کا حق ہی حاصل نہیں زمیندار کو صرف صاحب سلطنت کو ہے۔ دوسرے کو حق ہی حاصل نہیں، زمیندار کو صرف اجارہ واستیجار کا تعلق ہے۔ ایک کاشتکار سے موافقت نہ ہو دوسرا بدل دیا جائے۔ رہ گیا سلطان جس کو اس سیاست کا حق حاصل ہے۔ اس کیلئے علامہ شامی نے حاشیہ

مذکورہ کی جلد مذکور میں نقل کیا ہے کہ یہ واپسی اس وقت ہے جب آثار توبہ کے اس کے اوپر ظاہر ہوں، ورنہ اگر توبہ سے یاس ہو جائے تو اور کسی رفاہ عام کے کام میں صرف کر دے سیاست سے مقصود اتر جائے توبہ سے یہ غرض بوجہ احسن حاصل ہوگئی اب خوف کی کیا ضرورت رہی اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں وہ مال اس کو ملا نہیں پورا خوف حاصل ہے، مگر یہ سب سلطان کیلئے ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۴)

صرف شبہ کی بناء پر کسی سے ضمان لینا

سوال:۔ زید کے کچھ روپے چوری ہو گئے، زید نے عمرو پر شبہ کیا اور زید کا ظن غالب عمرو پر ہے اور عمرو انکار کرتا ہے اور زید کو عمرو کی قسم پر اعتبار نہیں ہے۔ اگر زید عمرو سے روپیہ لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو گناہ حق العباد کا ہوگا یا حق اللہ کا یا کچھ نہیں؟

جواب: زید کو عمرو سے ضمان لینا درست نہیں ہے اور اگر زید نے اپنے گمان کے موافق عمرو سے ضمان لے لیا اور فی الحقیقت عمرو نے چوری نہ کی تھی تو زید عند اللہ ماخوذ ہوگا اور حق العباد اس کے ذمہ رہے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۰۴)

مالی جرمانہ کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کافی عرصہ سے یہ طریقہ بدشروع کر رکھا ہے کہ مسجد سے تیل وغیرہ چوری لے لیتا ہے حتیٰ کہ اس کے گھر سے مسجد کے پختہ آہنی لوٹے بھی برآمد ہوئے اس طرح کنوؤں پر رسی سے بالٹی بھی اٹھا لیتا ہے اور اس نے بھی اپنی شقاوت قلبی کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ ایک گھر سے اس نے بھوسہ چوری کیا حالانکہ اسی گھر میں اس وقت نوجوان لڑکا جان کنی میں مبتلا تھا بالآخر چور پکڑا گیا اور اس نے خود اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ پیشہ میں کافی عرصہ سے کر رہا ہوں اب تقریباً تین صد روپے کا تیل مسروقہ فروخت کر دیا ہے دریں صورت اہل محلّہ اور مسجد کے مقتدیوں نے فیصلہ کیا کہ دوسروں کی عبرت کے لئے سارق پر کم از کم پانچ صد روپے جرمانہ کرنا چاہئے چنانچہ اس سے وہ رقم تعزیراً لی بھی گئی اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ رقم محلّہ مسجد کی تعمیر کے لئے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ مسجد زیر تعمیر ہے اور اہل محلّہ بھی سب رضامند ہیں اگر نا جائز ہے تو پھر رقم محصلہ کا مصرف کیا ہوگیا۔

جواب..... مالی جرمانہ شخص مذکور پر پنچایت کا شرعاً درست نہیں ہے اس لئے یہ رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں بلکہ یہ رقم اس شخص مذکور کو ہی واپس کرنا ضروری ہے لیکن واپس کرنے کے لئے ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جس سے اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ وہی رقم ہے جو مجھ سے بطور جرمانہ وصول کی گئی ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۴۱)

جیل جانے سے ضمان ساقط نہ ہوگا

سوال: زید نے خالد کی بکری چوری کر کے تلف کردی۔ خالد بکری کی قیمت زید سے لے کر بکری کے دعویٰ سے دست بردار ہوگیا۔ مگر سرکار نے زید کو نہیں چھوڑا جیل میں ڈالدیا کیا جیل ہونے کی تقدیر پر مذکورہ بکری کی قیمت خالد کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ جیل میں جانا حد شرعی نہیں ہے، جو یہ خیال کیا جائے کہ ضمان ساقط ہونا چاہئے۔ الحاصل چونکہ سارق کا قطع ید نہیں ہوا جو کہ حد شرعی ہے تو ضمان کا لینا جائز ہے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۰۴)

دیت اور قصاص

دیت کی شرعی مقدار

سوال..... جناب مفتی صاحب! شریعت مقدسہ میں قتل کی دیت کتنی مقرر فرمائی گئی ہے؟

جواب..... شریعت مقدسہ میں قتل کی دیت کی مقدار اونٹوں کے اعتبار سے سو اونٹ ہے اور سونے کے اعتبار سے ایک ہزار دینار ہے اور چاندی کے اعتبار سے دس ہزار درہم ہے۔

قال العلامة برهان الدين المرغيناني : والدية في الخطاء مائة من الابل اخماساً عشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون ابن مخاض وعشرون حقة وعشرون جذعة وقال ومن العين الف دينا رومن الورق عشرة الاف درهم (الهداية ج۴ ص ۵۸۴ كتاب الجنايات) قال الامام علاؤالدين ابى بكربن مسعود الكاساني رحمه الله: فان كان (لمقتول)ذكراً خلاف في ان الواجب بقتله من الابل مائة لقوله عليه الصلوٰة والسلام في النفس المؤمنة مائة من الابل ولاخلاف ايضاً في ان الواجب من الذهب الف دينار' لماروى انه عليه الصلوٰة والسلام جعل دية كل ذى عهدفى عهده الف دينار(وقال بعده) وامّاالواجب من الفضة فقداختلف فيه قال اصحابنا رحمه الله تعالىٰ عشرة الاف درهم وزناوزن سبعة (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ج۷ ص ۲۵۴' كتاب الجنايات) ومثله فى تبيين الحقائق ج٦ ص ١٢٦ كتاب الديات (فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص ۲۲۳)

قصاص اور دیت کی تعریف

سوال: قصاص کے کیا معنی ہیں اور کب واجب ہوتا ہے؟ اور دیت کی کیا تعریف ہے۔ روح المعانی ج اص ۴۴۵ پر قصاص کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں ان یفعل بالانسان مثل مافعل جیسا کسی نے کیا ہو اس کے ساتھ اس طرح کرنے کو قصاص کہا جاتا ہے۔ اور قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ ایسے شخص کو عمداً قتل کر دیا گیا جس کا خون بہانا ہمیشہ کیلئے حرام ہو ہندیہ میں ہے۔

القصاص واجب بقتل کل محقون الدم علی التابید اذا قتل عمداً کذافی الهدایة (ج٦ ص ۴)

اور دیت شرعاً اس مال کو کہتے ہیں جو نفس (جان) کے بدلہ میں دیا جائے اور ارش دیت اس کو کہتے ہیں جو نفس کے علاوہ میں واجب ہوا ہو درمختار میں ہے۔

فی الشرع اسم للمال الذی هو بدل النفس والا رش اسم للواجب فیما دون النفس (درمختار علی هامش الدیت المختار ج ۵ ص ۳٦٨) منهاج الفتاویٰ غیر مطبوعه.

مقتول کی دیت کے مستحقین

سوال..... حادثے میں ہلاک ہونے والے کیلئے گاڑی کے ڈرائیور کی طرف سے بطور تاوان ملنے والی رقم میت کی بیوہ کو دی جائیگی یا اسکے بھائیوں کو؟ جبکہ بیوہ کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔

جواب..... حادثے کی صورت میں ہلاک ہونے والے کی دیت ڈرائیور اور اس کے عاقلہ پر واجب ہے اور یہ دیت میت کے ورثاء میں شرعی قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگی مذکورہ صورت میں میت کی بیوہ بھی اس کی وارث ہے اگرچہ وہ کسی اور سے نکاح کرے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانیؒ :ان القصاص حق جمیع الورثة و کذا الدیة (الهدایة ج۴ ص ۵۷۲ کتاب القصاص فی مادون النفس) قال العلامة ابن نجیم المصری رحمه الله :والورثة فی ذلک کلهم سواء (البحرالرائق ج۸ ص ۳۱۰ فصل فی الصلح علی المال) ومثله فی التفسیرات احمدیة ص ۱۹٦) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۲۱۴)

دفع ضرر کے لئے کسی کو قتل کرنا

سوال: دو شخص آپس میں مشورہ کر کے ایک تیسرے شخص کو ضرب و رسوائی کے واسطے چھوٹی لاٹھیاں لے کر راستہ میں بستی سے تخمیناً چالیس قدم کے فاصلے پر بیٹھے اور وقت ظہر کا تھا۔ ان کا

ارادہ قتل کا نہ تھا۔ محض اس کی رسوائی مطلوب تھی جب آپس میں دست اندازی ہوئی کچھ ضرب عصاء صغیر کی اس شخص نے کی، اس تیسرے شخص کے پاس پستول تھی اس نے نکال مارا تو ایک شخص کو قتل کر دیا، آیا یہ مقتول شہید ہے یا نہیں؟ حالانکہ ارد گرد لوگ موجود تھے۔

جواب: ظاہر یہ ہے کہ مقتول بدر الدم ہے ''یعنی مقتول کا خون رائیگاں ہے'' جیسا کہ لفظ ہدایہ فی طریق غیر مصر الخ اس پر دلالت کر رہا ہے اور برائی اور نقصان کو دفع کرنا واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۷۰)

استاد کے خوف سے اگر بچہ جان دیدے

سوال: اگر کوئی نابالغ بچہ کسی مربی استاد یا آقا کے خوف و دہشت یا ڈرانے دھمکانے سے یکا یک خوفزدہ ہو کر جان دیدے یا خودکشی کرے یا فرار ہونے کی نیت۔ سے نکل جائے اور راستہ میں لقمہ اجل بن جائے تو اس کا عذاب کس پر عائد ہوگا؟ جب کہ مربی آقا کی نیت اس کی فلاح و بہبود کی ہو اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا؟ آیا ڈرانے دھمکانے والے اس سے مستثنیٰ ہوں گے؟

جواب: اگر مربی استاد آقا نے بچہ کو جائز حدود کے اندر تنبیہ کی ڈرایا، دھمکایا مارا اور بچہ نے خوف زدہ ہو کر جان دیدی، یا بھاگا اور اس میں لقمہ اجل ہو گیا تو اس کا گناہ اس مربی استاد پر و آقا پر ہوگا۔

(کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۷۳)

صرف جیل کی سزا جرم سے بری ہونے کیلئے کافی نہیں

سوال: ایک شخص ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کرنے کے جرم میں سات سال کی قید بھگت چکا ہو کیا شرعاً بھی اس کے لئے یہی سزا کافی سمجھی جائے گی اور کیا وہ شخص مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیئے بغیر اس گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائیگا اور اگر مذکورہ بالا سزا قاتل کے حق میں شرعی سزا نہ سمجھی جائے اور نہ ہی مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیا گیا ہو تو ایسی حالت میں وہ شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

جواب: (از نائب مفتی) اگر درحقیقت یہ شخص قتل کے جرم کا مرتکب ہے تو مقتول کے ورثہ کا حق قصاص یا دیت کا (یعنی خون کا معاوضہ مالی) ہوگا اور یہ سزا مرقوم کافی نہ ہوگی لہٰذا یہ شخص جب تک کہ ورثہ کیلئے حق خون ادا نہیں کرے گا یا معافی نہیں مانگے گا اور توبہ نہیں کرے گا اسکے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

جواب: (از حضرت مفتی اعظم) جواب صحیح ہے مگر کسی شخص کو قاتل قرار دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود اقرار کرے یا کسی باقاعدہ شرعی عدالت میں اس کے اوپر شہادت شرعیہ سے جرم قتل

ثابت ہو گیا ہو اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عام مسلمانوں کو اس امر کا یقین کرنا کہ فلاں شخص قاتل ہے اور اس کے ساتھ قتل کی طرح معاملات کرنا درست نہیں۔ کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۷۳۔

حمل ساقط کرانے کی دیت

سوال: ایک عورت نے اپنا حمل عمداً بلا اطلاع و مرضی شوہر کسی حیلہ سے ساقط کر دیا اور حمل تقریباً چار ماہ کا تھا اس اسقاط کی دیت کیا ہے؟ اور کس کس پر اس کی ادائیگی لازم ہے؟ عورت کے وارثوں میں سے صرف ایک ماموں اور ایک پھوپھی ہے۔

جواب: صورت مذکورہ میں اس عورت کے عاقلہ پر دیت کے پانچ سو درہم واجب ہو نگے اور اگر عاقلہ نہ ہوں تو خود عورت کے مال میں واجب ہوں گے جن کا ادا کرنا بہر دو صورت سال بھر کے اندر اندر ضروری ہوگا اور ہندوستان میں' بالخصوص اس زمانے میں عاقلہ کا وجود مشکل ہے اس لئے عورت ہی کے مال سے یہ دیت لی جا سکتی ہے۔ امداد المفتیین ص ۹۰۴۔

سونے میں بچہ دب کر مر گیا تو دیت کس پر ہے؟

سوال: ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو ہمراہ لے کر علیحدہ اپنے خاوند سے سوئی' نیند کی غشی میں بچہ ماں کے پہلو کے نیچے آ کر مر گیا اب اس ماں کیلئے شرعاً کیا سزا ہے؟ یعنی دیت ہوگی یا روزے' یا کچھ اور؟

جواب: اس عورت پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے نیز یہ عورت گناہگار بھی ہوئی توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ امداد المفتیین ص ۹۰۴۔

نیند کی حالت میں ماں کے پہلو میں دب کر بچہ کے مرنے پر پیدا ہونے والے اشکال کا جواب

سوال...... نیند کی حالت میں بچہ ماں کے پہلو میں دب کر مر جائے تو وجوب دیت اور کفارہ پر آپ یہ دلیل دیتے ہیں کہ کنائم انقلب علی رجل فقتلہ' کیا یہ قتل خطاء یا اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے؟ کیا بیداری اور نیند میں فرق نہیں ہے؟ اگر فرق نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ رفع القلم عن ثلث النائم حتیٰ استیقظ: آپ کی دلیل کنائم انقلب میں لفظ ام موجود نہیں نیز آیت کریمہ ولاتضار والدۃ بولدھا اگرچہ رضاعت کے بارے میں ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہے آپ نے اسقاط حمل کی دلیل بھی دی ہے لیکن اس میں عورت کا ارادہ ہوتا ہے جبکہ نیند میں ایسا نہیں ہوتا روزہ کی حالت میں مرد کو احتلام ہو جائے تو روزے کا کفارہ یا قضا نہیں اس

لئے کہ روزہ دار مجبور ہے از راہ کرم میرے ان اشکالات کی وضاحت فرمائیں؟

جواب..... (۱) رفع القلم عن ثلث کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں پکڑ نہ ہوگی' یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا ضمان نہ ہوگا ورنہ قتل خطا میں وجوب دیت پر نماز میں ترک واجب پر سجدہ سہو' مجنون اور بچہ اگر کسی کا مال ضائع کر دے تو اس پر وجوب ضمان کا حکم کیونکر لگتا بچہ اور مجنون اگر کسی کے ساتھ مل کر کسی کو قتل کریں تو ان کے عاقلہ پر دیت ہے۔

قال العلامة ابوبکر الکاسانیؒ : فتجب الدية ثم مایجب علی الصبی والمجنون والخاطئی تتحمله العاقلة (بدائع الصنائع ج۷ ص۲۳۶ کتاب الجنایات) فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۲۲۵۔

حکم حاکم کی وجہ سے قتل کرنے کی سزا

سوال:..... کلکٹر میرٹھ کے حکم سے احسان اللہ نے بشیر خاں کو بندوق سے مار ڈالا قاتل سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ حکم حاکم سے شاید مواخذہ نہ ہو

۲۔ اگر احسان اللہ خاں توبہ کر لیں اور ساٹھ روزے متواتر رکھیں اور دو ہزار سات سو روپے بشیر خاں کے باپ کو دیدے تو مواخذۂ اخروی سے بری ہونگے یا نہیں؟

جواب:..... ۱۔ اسکی وجہ سے قاتل مواخذہ سے بری نہ ہوگا اور قصاص یا دیت شرعاً اس پر لازم ہوگی۔

۲۔ اس میں قصاص واجب ہوتا ہے البتہ اگر اولیاء مقتول دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مواخذہ اخروی سے بری نہ ہوگا۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱۷۱۔

قصاص کے بعد گناہ سے بری ہو جانا

سوال: جو شخص قصاص میں قتل کر دیا گیا تو قتل کے گناہ سے بری ہوگا یا نہیں؟

جواب: بری ہوگیا باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولکم فی القصاص حیوة یااولی الالباب اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل مندو! اور فتح العزیز میں مذکور ہے کہ جب قاتل فرمان خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے اپنی جان وارثان مقتول کے حوالے کر دے اور قصاص میں قتل کر دیا جائے تو آخرت میں گناہ سے پاک وصاف ہوگا اور عذاب دوزخ سے نجات پاکر حیات ابدی پائے گا بل کہ اس کے ساتھ قبر اور برزخ میں بھی عفو ورحمت کا معاملہ ہوگا اور روح وریحان بھی نصیب ہونگے لہٰذا اس کا قصاص میں مارا جانا محض اس دار آلام سے دار راحت کی طرف منتقل ہونا ہے۔ فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۶۰۔

مقتول کے ورثہ نابالغ ہوں تو قصاص کا حکم؟

سوال: قاتل پر ثبوت کامل ہے جس کا حکم قصاص ہے لیکن ورثہ مقتول سب نابالغ ہیں قاضی صاحب کا فتویٰ ہے کہ احد الورثاء کے بلوغ تک انتظار کیا جائے کہ بالغ ہونے پر خواہ وہ معاف کر دے یا قصاص لے مفتی صاحب بھی متفق ہیں۔ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ بلوغ احد الورثاء کا زمانہ تین چار سال کا ہے اس وقت تک انتظار مناسب نہیں لہٰذا قاتل کو دائم الحبس کیا جائے شامی وعالمگیری میں دو قول ملتے ہیں کہ سلطان ولی قصاص ہے یا یہ کہ احد الورثاء کے بلوغ کا انتظار کیا جائے مگر ترجیح کسی کو نہیں لکھی اس صورت میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:......اس بارے میں کتب فقہ میں وہی روایات ملتی ہیں جو کہ جناب کی نظر میں گذر چکی ہیں کسی جانب کو ترجیح نہیں لکھتے البتہ انتظار بلوغ احد الورثاء میں یہ وجہ ترجیح ضرور ہے کہ قاضی وحاکم کو عفو کا اختیار نہیں ہے اور احد الورثاء کو اختیار ہے اس لئے یہی راجح ہونا چاہئے اور وہ وجہ سیاسی وتعزیری دائم الحبس کرنیکی وجہ ترجیح نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ حکم قواعد شرعیہ سے علیحدہ ہے۔ فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۱۷۳

قتل بالسبب کی دیت کا حکم

سوال......ایک عورت نے اپنے خاوند کی روٹی میں زہر ملایا لیکن اتفاق سے وہ روٹی کسی دوسرے شخص نے کھالی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی جب عورت کو پتہ چلا تو وہ اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی پکڑے جانے پر سسر نے اس عورت کو قتل کر دیا زہریلی روٹی کھانے سے مرنے والے کے ورثا اس عورت کے ورثاء سے دیت طلب کرتے ہیں جب کہ اس واقع کو کافی عرصہ گذر چکا ہے اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب......زہریلی روٹی کھانے سے موت کا واقع ہونا قتل بالسبب ہے صورت مسئولہ میں جس عورت نے روٹی میں زہر ملایا ہے اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے اور عورت پر کفارہ نہیں اگرچہ عورت مرگئی ہے لیکن اسکے عاقلہ موجود ہیں ان سے دیت وصول کر کے مقتول کے ورثاء کو دی جائیگی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ لوزلق بماء صبه رجل فوقع فی البئر فالضمان علی الصاب (رد المحتار ج۵ ص ۳۴۲ کتاب الجنایات)ومثله فی الهدایه ج ۴ ص ۵۶۱ کتاب الجنایات. قال العلامة الزیلعی: موجب القتل بسبب الدیة علی العاقلة الاالکفارة رتبیین الحقائق ج۶ ص ۱۰۲ کتاب الجنایات فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۲۱۲.

ایک نے دوسرے کے اوپر سانپ پھینکا اور وہ مر گیا

سوال: ایک مجلس میں چند اشخاص تھے ایک سانپ چھت سے ایک شخص کے اوپر گرا اس نے گھبرا کر سانپ پھینک دیا اب وہ سانپ دوسرے شخص کے بدن پر گرا اس نے گھبرا کر پھینک دیا غرض یہ کہ سب نے ایسا ہی کیا اخیر میں ایک شخص کے اوپر گرا اور وہ سانپ کے کاٹنے سے مر گیا اب دیت کس شخص پر لازم ہوگی؟

جواب: یہ دیکھا جائے گا کہ آخری شخص کو جو سانپ نے کاٹا ہے پھینکنے کے ساتھ ہی فوراً کاٹا ہے یا کچھ دیر بعد، صورت ثانیہ میں کسی پر دیت نہیں کیوں کہ پہلے جن لوگوں پر پھینکا گیا اور وہ بچ گئے تو انکے پھینکنے والے جنایت سے بری ہو گئے، آخر میں جس نے (پھینکا) اور ایک شخص کو اس نے کاٹا وہ بھی جنایت سے اس لئے بری ہو گیا کہ سانپ نے اس کے پھینکتے ہی نہیں کاٹا بلکہ دیر کے بعد اس کے سستی کرنے کی وجہ سے کاٹا ہے اور اگر وہ فوراً ہی کاٹ لے تو آخری شخص پر دیت آئے گی کیونکہ یہ قتل کی پانچویں قسم قتل بالسبب میں داخل ہے یہ واقعہ اور اس کا جواب مذکور بعینہ امام ابوحنیفہؒ سے انکی سوانح میں منقول ہے۔ (امداد المفتیین ص ۹۰۵)

عاقلہ پر دیت لازم ہونے کی ایک صورت

سوال: ایک شخص مرگی کا مریض کمپنی میں ڈرائیور ملازم ہے، کمپنی والوں کو علم تھا کہ ہمارا یہ ڈرائیور مرگی کا مریض ہے پھر بھی اس کو ڈرائیور بنایا ایک روز گاڑی چلاتے ہوئے دورہ اٹھا اور گاڑی ایک عورت کو جا کر لگی اور وہ عورت مر گئی عورت کے شوہر نے کمپنی پر مقدمہ دائر کیا مدت کے بعد فیصلہ ہوا کہ قصور کمپنی والوں کا تھا کہ مرض معلوم ہونے کے باوجود اس کو ڈرائیور رکھا لہٰذا ان پر اتنی رقم کا جرمانہ لگ جائے گا اس فیصلہ کے بعد کمپنی نے شوہر سے ایک رقم پر صلح کر لی شوہر نے قبول کر لیا اب درج ذیل سوالات ہیں۔

۱۔ اس طور پر عورت کا قتل ہو جانا عندالشرع کونسا قتل شمار کیا جائے گا؟

جواب: یہ ما اجری مجری الخطا یا قتل بسبب ہے دونوں کا حکم یہی ہے۔

۲۔ شوہر کیلئے یہ رقم حلال ہے یا نہیں؟ اور بصورت صلح رقم کا مستحق کون ہے؟ آیا زوج یا انکے اولیاء؟ اگر اولیاء مستحق ہیں تو پھر انکے درمیان تقسیم کسطرح ہوگی؟ میراث کے بطور یا کچھ اور؟

جواب: ......رقم مذکو تمام ورثاء میں بطور میراث تقسیم ہوگی صرف شوہر تمام کا مالک نہیں اور مال صلح بھی میراث میں داخل ہے۔

۳۔اس جرم کو کمپنی والوں کی طرف منسوب کر کے ان پر تاوان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور صورت مذکورہ میں درحقیقت مجرم کون ہے؟ یہ صلح درست ہے یا نہیں؟ جبکہ بظاہر مرتکب ڈرائیور تھا نہ کہ کمپنی؟

جواب:.......جب کمپنی والوں کو ڈرائیور کا مرض معلوم تھا پھر بھی اس کو مقرر کیا تو وہ ہر حال میں دیت کا ذمہ دار ہے لہٰذا ان سے صلح درست ہے۔

۴۔صورت مذکورہ میں جج وغیرہ سب غیر مسلم ہیں ایسے موقع پر کیا جائز ہے کہ دیت ارش وغیرہ کا مطالبہ کافر عدالت سے کرے جبکہ ظاہر ہے کہ کفار تو اپنے قانون کے مطابق فیصلہ کریں گے تو کیا مسلم کیلئے جائز ہے کہ رقم کے فیصلہ کو قبول کرے اگرچہ شرعی دیت سے کہیں زائد ہو ان عدالتوں میں عام دستور ہے کہ حادثہ میں کوئی شخص ایسے مجروح ہو گیا اب کام کرنے اور کمانے سے معذور ہو گیا تو مجرم سے اس معذور شخص کے لئے آمدنی دلواتے ہیں بایں طور کہ اگر اس کو یہ عذر لاحق نہ ہوتا تو اتنے برسوں میں اتنی رقم کما سکتا تھا اب معذور ہے لہٰذا دس یا بیس سال تک کی کمائی اس مجرم پر واجب ہے۔

جواب: دارالحرب میں مال حربی کا جو حکم ہوتا ہے وہی یہاں ہے مسلم کیلئے صرف شرعی دیت حلال ہے کل کی ہو یا عضو تلف ہونیکی ہو زائد جائز نہیں۔(فتاویٰ مفتاح العلوم ص ۶۲۹)

کتاب القصاص والدیات

مجنون اگر اپنی بیوی کو قتل کر دے؟

سوال.....ایک شخص مجنون حالت میں اپنی بیوی کو رات کے وقت نیند میں کلہاڑی جس سے لکڑی چیرائی جاتی ہے سر پر مار کر قتل کر ڈالا گواہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سر پر کلہاڑی مار کر پاؤں سے خوب روندا جس کی وجہ سے عورت مر گئی ابھی اس پر غسل دینا چاہئے یا نہ؟ اور کیوں؟ خلاصہ تحریر فرمائیں؟

جواب...... **قال فی نورالأ نوار: والجنون' وتسقط به العبادات المحتملة للسقوط' لاضمان المتلفات ونفقة الاقارب والدية' كما فی الصبی بعينه' لكنه اذايمتدلحق بالنوم اه وهذا فی الجنون العارضی' بان بلغ عاقلاً ثم جن' واما فی الجنون الاصلی' بان بلغ مجنوناً فعند ابی يوسفؒ هو بمنزله السباع اه ص ۲۸۸ وفی الاشباه فی أحكام الصغار' ولاقصاص عليه وعمده خطاء اه ص ۳۲۷ وفی عالمگيرية فی تعريف الشهيد' اوقتله مسلم ظلماً ولم تجب به الدية اه ج ا ص ۱۰۸**

صورت مسئولہ میں اگر زوج قاتل کا جنون ممتد ہے تو وہ نابالغ بچہ کے حکم میں ہے اور نابالغ

کے قتل سے قصاص واجب نہیں ہوتا صرف دیت واجب ہوتی ہے لہٰذا عورت شہید کے احکام قرار نہ پائے گی اوراس کو غسل دیا جائے گا اور زوج اس کے میراث سے بھی محروم نہ ہوگا جیسا کہ صبی اپنی مورث کو قتل کر کے میراث سے محروم نہیں ہوتا۔

قال فی نورالأ نواز: فلایحرم عن المیراث بالقتل عندنایعنی لوقتل الصبی مورثه عمداً أ وخطاء لا یحرم عن میراثه لانه عقوبة وعهدة لایستحقها الصبی اه ص ۲۸۸.

اوراگر مجنون غیر ممتد ہے تو سوال دوبارہ کیا جائے گا۔ امدادالاحکام ج ۴ ص ۱۲۴

جادو کی سزا قتل ہے

سوال: جادو اگر کوئی خود کرے یا دوسرے سے چلوائے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کا نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟ نیز اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر جادو میں کفریہ الفاظ ہوں یا کفریہ عقیدہ ہو یا جادو میں تو کوئی بات کفریہ نہ ہو مگر جادو گر اس کو حلال سمجھتا ہو تو یہ شخص کافر ہے اس لئے اس کا نکاح ٹوٹ گیا اور حاکم اس کے قتل کا حکم دے گا اور اگر جادو میں کوئی کفریہ بات نہیں اور جادو گر اس کو حلال بھی نہیں سمجھتا مگر جادو سے لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے تو کافر نہیں' فاسق ہے مگر سزا اس کی بھی وہی قتل ہے دوسرے سے جادو کروا کر لوگوں میں فساد پیدا کرنے والے اور نقصان پہنچانے والے کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ اس عمل کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے ورنہ فاسق ہے دونوں صورتوں میں واجب القتل ہے۔ بلکہ کوئی عورت یہ کام کرے تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا جبکہ مرتد ہونے والی عورت کی سزا قتل نہیں' بلکہ قید ہے اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی سزا ارتداد سے بھی زیادہ سخت ہے علاوہ ازیں ارتداد سے جادو کی سزا اس لئے بھی سخت ہے کہ مرتد کی توبہ قبول ہے مگر جادوگر کی توبہ بھی قبول نہیں یعنی گرفتار ہونے کے بعد اس نے توبہ کر لی تب بھی قتل کیا جائے گا البتہ گرفتار سے پہلے تائب ہو گیا تو حکم قتل ساقط ہو جائے گا یہ تفصیل حکم قتل کے بارے میں ہے عذاب آخرت کے بارے میں بہر صورت توبہ قبول ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں اگر کافر ہے تو اس کی اقتدا میں نماز صحیح نہیں اور فاسق کی اقتدا میں نماز ہو تو جاتی ہے مگر اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے بہر صورت اس کو امامت سے معزول کرنا فرض ہے (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۲۰)

حالت نشہ میں قتل کرنے والے سے قصاص لینے کا حکم

سوال..... اگر کوئی آدمی نشے کی حالت میں زمین وآسمان کا فرق نہ کرسکتا ہو اور نہ ہی اسے ماں

بہن، بیوی اور بیٹی کی تمیز رہتی ہو اب اگر وہ اسی حالت میں غیر اختیاری طور پر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کیا شرعاً اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جواب...... قاتل سے قصاص لینا مقتول کے ورثاء کا شرعی حق ہے اور وہ بالاتفاق مذاہب اربعہ سکران (نشہ والے) سے ساقط نہیں ہوتا اس لئے صورت مسئولہ کے مطابق قاتل سے قصاص لیا جائے گا قرآن وسنت کے حکم کا مخاطب ہونے کے لئے نشہ مانع شرعی نہیں۔

لماقال العلامة وهبة الزحيلي: القصاص من السكران ويقتص من السكران بشراب محرم باتفاق مذاهب الاربعة لان السكرلاينا فى الخطاب الشرعي اى التكليف فتلزمه كل احكام الشرع وتصح عباراته كلها فى ا لعقود كالبيع. الخ (الفقه الاسلامى وادلته ج٦ ص٢٦٥ شروط القاتل. لماقال العلامة علاؤالدين الحصكفي رحمه الله: يجب القوداى القصاص بقتل كل محقون الدم بالنظر لقاتله درر....... بشرط كون القاتل مكلفا لماتقرر أنه ليس لصبى ومجنون عمد. (الدرالمختارعلى صدررد المحتارج ٦ ص٥٣٢ كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القودالخ) فتاوىٰ احقانيه ج٥ ص٢٣٠.

متفرقات

قصاص کے اجراء سے گناہ کے ختم ہونے کا حکم

سوال...... اگر کسی قاتل سے شریعت کے مطابق قصاص لیا جائے تو کیا اس سے قاتل کا یہ گناہ معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ یا توبہ واستغفار کرنا بھی لازمی ہے کہ بدون اس کے معاف نہ ہوگا؟ فقہ حنفی کی روشنی میں جواب سے مستفید فرمائیں۔

جواب...... کسی شخص کو قتل کرنے سے دو قسم کے حق قاتل کے ذمے ہوتے ہیں ایک حق العبد یعنی مقتول کے ورثاء کا حق جو کہ قصاص لینے سے پورا ہو جاتا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا حق، تو حنفیہ کثر اللہ سوادہم کی اس بارے میں رائے یہ ہے کہ قصاص لینے یا مقتول کے ورثاء کے معاف کر دینے سے اگرچہ حق العبد ادا ہوا لیکن اللہ کے حق کی ادائیگی کا کفارہ نہ ہو سکا بلکہ اس کیلئے توبہ واستغفار ضروری ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک حدود زواجر ہیں جوابر نہیں، البتہ جمہور علماء کے نزدیک حدود چونکہ

جوابر (کفارات) ہیں اس لئے ان کے ہاں قصاص اور عفو سے بھی یہ گناہ ختم ہو جاتا ہے۔

لماقال الشیخ وهبة الزحیلی: اختلف العلماء فی امره کمااختلفوافی الحدود هل هي زواجر ام جوابر؟ قال الجمهور! القصاص من القاتل اوالعفو عنه یکفر اثم القتل لان الحدود کفارات لاهلها وهذا عام لم یختص قتلا من غیره قال النوویؒ: ظواهرالشرع تقتضی سقوط المطالبة بالعقوبة فی الآخرة' قال الحنفیة: القصاص اوالعفولا یکفر اثم القتل لان المقتول المظلوم لامنفعة له' فی القصاص وانما القصاص منفعة للاحیاء لیتناهی الناس عن القتل ولکم فی القصاص حیوة (الآیة) (الفقه الاسلامی وادلته 'ج۶ ص ۲۶۲ هل القصاص یکفراثم القتل) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۲۲۹)

اجراء حدود کے لئے قاضی کا ہونا

سوال: زنا کی تحقیق بغیر قاضی کے ممکن ہے یا نہیں؟ اور زانی بغیر قاضی کے سزا کا مستحق ہوگا یا نہ ہوگا؟ اور اس میں تحکیم "فیصلہ کرنا" جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: زنا کی تحقیق کہ جس پر اجراء حد مرتب ہوتی ہے اور اسی طرح اجرائے حد بغیر قاضی وحاکم کے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور اجرائے حد کے واسطے تحکیم بھی صحیح نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۵۸)

جو اپنے کو مار ڈالے کیا وہ شہید ہے؟

سوال: زید نے قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق چاقو یا زہر سے یا اپنی جان کو بھوک اور پیاس میں رکھ کر ہلاک کرنے کا ارادہ کیا یہ فعل عمداً ہے کیونکہ لوگ اس کو روکتے ہیں مگر وہ باز نہیں آتا کیا ایسے شخص کو شہید کہا جائے گا؟

جواب: جو فعل براہ راست قتل ہے مثلاً اپنے ہاتھ سے چھری یا چاقو سے اپنا گلا کاٹ لیا یا پیٹ پھاڑ ڈالا یا بندوق پستول سے گولی مار لی یا خود کو کنویں میں گرا دیا یا تنور میں کود پڑا یہ خودکشی ہے اور یقیناً گناہ کبیرہ ہے اور وہ فعل کہ براہ راست قتل نہیں ہے بلکہ مفضی الی القتل ہو سکتا ہے مثلاً تنہا ہزاروں پر حملہ کر دیا ان کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہوگا کھانا نہ کھاؤں گا ایسے افعال اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں یعنی ان کو علی الاطلاق خودکشی اور بہرصورت حرام اور گناہ کہہ دینا درست نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۷۴)

خودکشی کرنے والے کے لئے پسماندگان کیا کریں

سوال: ایک شخص نے عمداً اپنے نفس کو بذریعہ بندوق ہلاک کر دیا اور پوسٹ مارٹم کے بعد دفن ہوا چونکہ آیت کریمہ ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الابالحق ہے اور دوسری جگہ ہے ومن یقتل مومنامتعمدًا فجزاؤ ہ جھنم خالداً الخ. اس سے صاف ظاہر ہے کہ عذاب ہوگا اب اس کے لئے پسماندگان کیا کریں؟

جواب: دوسری آیت کا مضمون اس شخص پر عائد نہیں ہوتا جس نے خودکشی کر کے اپنی جان کو ضائع کر دیا ہے تاہم خودکشی ایک گناہ اور سخت گناہ ہے اور اب متوفی کے وارث اس کی مغفرت کیلئے استغفار اور صدقہ ہی کر سکتے ہیں ان کے اختیار میں اس سے زیادہ کچھ نہیں اس کے لئے دعاء مغفرت کریں حق تعالیٰ غفار ورحیم ہے اور جو ممکن ہو صدقہ کر کے ایصال ثواب کریں لیکن صدقہ ترکہ مشترکہ میں سے نہ کیا جائے اور اس کام کے لئے قرض بھی نہ لیا جائے (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۷۵)

قتل کی نیت سے تلوار اٹھانے والے کے قتل کا حکم

سوال......اگر ایک شخص اپنی جماعت میں سے کسی ایک فرد یا تمام جماعت والوں کو قتل کرنے کے لئے تلوار سونت لے تو کیا اس تلوار سونتنے والے کو وہ شخص یا جماعت اپنا دفاع کرتے ہوئے قتل کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب......مشاہر کا خون مباح ہے اس کو قتل کر دینے سے کوئی ضمان لازم نہیں آتا۔

وفی الهندیة: ومن شهرعلی المسلمین سیفاوجب قتله ولاشئی بقتله وکذلک اذاشهر علی رجل سلاحافقتله اوقتل غیره دفعاً عنه فلایجب بقتله شئی الخ (الفتاویٰ الهندیة ج۶ ص۷ الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً ومن لایقتل). قال العلامة الحصکفیؒ: (ویجب قتل من شهر سیفاً علی المسلمین) یعنی فی الحال کمانص علیه ابن الکمال الخ (الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتارج ۵ص ۳۹۱ فصل فیما یوجب القودومالا یوجبه) ومثله فی الهدایة ج۴ ص۵۶۷ باب مایوجب القصاص ومالا یوجب‘ (فتاویٰ حقانیه ج ۵ ص ۲۲۲)

حالت مرض میں حد نہ لگائی جائے

سوال:......امر کلی کے طور پر واضح فرمائیں کہ جرم موجب حد کے ثبوت کے بعد اگر مجرم کو

کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو مثلاً بیمار ہو جائے جس کی موجودگی میں اگر حد جاری کی جائے تو ہلاکت کا یقین ہو تو کیا اس صورت میں سزا کو موقوف کیا جائے، یا نافذ کیا جائے؟

جواب:......اگر مجرم کو کوئی شدید عارض لاحق ہو جائے تو زوال عارض تک اسے قید رکھا جائے اس کے بعد حد جاری کی جائے (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۲۳)

سحر کرنے والوں پر سحر کرانا

سوال: دو آدمیوں نے ایک شخص پر سحر کرایا وہ شخص فوت ہو گیا لیکن عامل صاحب کہتے ہیں کہ اب ان سحر کرنے والوں پر سحر کرانا خلاف شرع ہے شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: عامل صاحب کا کہنا صحیح ہے کیونکہ شرعی قاعدہ سے ثبوت اس امر کا نہیں ہوا کہ اس شخص نے سحر کیا ہے کیونکہ شرعی قاعدہ ثبوت کا یہ ہے کہ وہ ساحر خود اقرار کرے یا دو معتبر گواہوں کی شہادت سے ان کے سامنے اس کا کرنا ثابت ہو جائے (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۲۵۷)

مسلمان کا کافر کو زخمی کرنا

سوال: ایک مسلمان نے ایک ہندو کافر کو بعداوت ناحق تلوار سے زخمی کر دیا اتفاقاً اسی زخم سے وہ دس روز کے بعد داخل جہنم ہوا تو اب اس پر قصاص واجب ہے یا نہیں؟ اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو کس طرح کرے؟ چونکہ غیر اسلام میں شریعت کے موافق سزائیں مقرر نہیں لہٰذا اس کے چھڑانے میں جھوٹی گواہی یا مالی امداد کرنا بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو قوم عہد شکن ہو اور ان کی طرف سے متواتر عہد شکنی ہوتی ہو اور وہ قوم مصداق وھم بداءُ وکم اول مرۃ تو ان سے کوئی معاہدہ باقی نہیں رہتا لہٰذا بصورت مذکورہ قصاص واجب نہیں ہے اور اس کے چھڑانے میں کوشش کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۷۲)

عورت کی دیت نصف ہونے کا مسئلہ

وفاقی کونسل میں کی گئی تقریر مسودہ قصاص و دیت پر ۲۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو وفاقی کونسل میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی دس منٹ کے محدود وقت میں کی گئی تقریر وفاقی کونسل سیکرٹریٹ کے ضبط شدہ ریکارڈ سے نقل کر کے "ماہنامہ الحق" نے شائع کیا تھا قانون قصاص و دیت کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے افادۂ عام کے لئے فتاویٰ حقانیہ میں شامل کیا جا رہا ہے (مرتب)

مولانا سمیع الحق: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بسم اللہ الرحمن

الرحیم: جناب چیئر مین! یہ موضوع مختلف پہلوؤں کو لئے ہوئے ہے اس لئے دس منٹ میں تو اس کو سمیٹنا بڑا مشکل ہے میں صرف دو چار اصولی باتیں عرض کروں گا اس لئے کہ جو اختلافی نوٹ ہمارے سامنے آئے ہیں ان میں زیادہ تر انہی باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حدیث کا تشریعی مقام

سب سے پہلے چیز جو سارے نظریاتی انتشار کی اساس بن جاتی ہے اور جس کی طرف میرے ایک دوست نے بھی ارشاد فرمایا کہ حدیث کی جو عظمت اور حیثیت ہے اور جو تشریعی مقام ہے اسلام میں حدیث کا اس پران دوستوں کی نظر نہیں پڑتی قرآن کریم نے واضح طور پر بار بار حدیث کی تشریعی حیثیت کو اجاگر کیا ہے اور اس کو حجت تسلیم کرنا اسلام کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلا وربک لایومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً (سورۃ النساء ص ۶۵)

تیرے رب کی قسم! (حضور اکرم کو خطاب ہے) کہ یہ لوگ مومن نہیں بن سکتے جب تک تجھے ثالث' فیصلہ کرنے والا اور حکم تسلیم نہ کرلیں پھر ان کے دل میں بھی آپ کے فیصلوں پر کچھ بوجھ محسوس نہ ہو اور آپ کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرلیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم**' (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۳)

کسی مومن اور مومنہ کو (خواہ وہ مرد ہو یا خاتون) کوئی حق نہیں کہ جب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ کیا تو ان کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہو (بلکہ وہ لازماً تسلیم کرے گا)

ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک خاتون آئی اور جسم پر نقش ونگار بنانے (گوندھنے) کے مسئلے کے بارے میں دریافت کیا (جیسے آج کل بھی بعض لوگ جسم پر نقش ونگار گوندھتے ہیں) تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اس خاتون نے اس وقت یہی کہا کہ میں نے تو الم سے والناس تک سارے قرآن کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس مسئلے کا ذکر مجھے قرآن میں کہیں نہیں ملا (اس خاتون کے ذہن میں بھی یہی تھا کہ قرآن کریم میں جو بات ہے صرف وہی حجت ہے) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن کریم کو غور سے پڑھا ہوتا تو ضرور اس کا حکم قرآن میں پالیتی' خاتون نے پھر کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں ہوسکا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا **لو قرأتیہ لوجدتیہ**

یعنی یہ کہ اگر تو نے غور کیا ہوتا تو معلوم کر لیتی پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ قرآن مجید میں نہیں ہے: ماآتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا (سورۃ الحشر آیۃ ۴) یعنی اللہ نے فرمایا ''جو حکم تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور جو کچھ دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ''

جب قرآن نے یہ اصول بیان کیا ہے اور تمام وہ تفصیلات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں تو گویا وہ عین قرآن ہیں۔

تو ایک تو بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں نے اس سارے مسئلہ میں حدیث کے ساتھ صحیح انصاف نہیں کیا۔ ہمارے فاضل دوست چوہدری الطاف وغیرہ نے اپنے اختلافی نوٹ میں صفحہ ۱۳۴ میں یہاں تک لکھا ہے کہ احادیث جن کا زیادہ تر بلکہ ۹۹ فیصد حصہ اخبار احاد پر مشتمل ہے ان میں نہ تو حقانیت ہے اور نہ ہی پورا یقین شامل ہوتا ہے (نعوذباللہ من ذلک) حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ان سب سے جو روایت الگ الگ یا ایک ایک راوی کے ذریعہ نقل ہوئیں اور جو اکیلے کسی صحابی نے سنی اور وہ امت کو بیان کی ان سب کو اخبار احاد کہا جاتا ہے اب اگر احادیث کے سارے ذخیرے کو یہ کہا جائے کہ ان میں حقانیت ہی نہیں (نعوذباللہ) تو پھر ہمارے پاس رہ ہی کیا جائے گا؟

عورت کی دیت نصف ہونے کی روایات

دوسری بنیادی بات جس پر سارا زور دیا جاتا ہے کہ نصف دیت کے بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے تو اس کے بارے میں صرف اتنی گذارش ہے کہ حدیث کا ایک سلسلہ جو ہے اس مسئلے کا اسی کو انہوں نے نشانہ بنایا ہے حالانکہ یہ مسئلہ صرف ایک حدیث میں مذکور نہیں ہوا کہ عورت کی دیت نصف ہے بلکہ حدیث کی وہ مستند کتابیں جو صحاح ستہ میں شامل ہیں ان سب میں منقول ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو نقل کیا ہے ان کی کتاب سنن النسائی صحاح ستہ میں شامل ہے مؤطا امام مالک نے ان احادیث کو نقل کیا ہے جبکہ امت کا ایک بڑا طبقہ امام بخاریؒ کی صحیح'' پر بھی اس کو ترجیح دیتا ہے گو عام رائے یہی ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری ''یعنی قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری ہے'' مگر امت کا ایک طبقہ خاص کر مغربی ممالک' الجزائر' مراکش' تیونس اور افریقہ کے کئی علاقے وہ مؤطا امام مالکؒ کو بخاری شریف پر بھی ترجیح دیتے ہیں اس کے علاوہ کنز العمال' نصب الرایہ' اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ' نے ان روایات کو نقل کیا ہے روایت

بھی ایک سے نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ سے حضرت عثمانؓ سے، حضرت علیؓ سے، حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت زید بن ثابتؓ جیسے کبار صحابہ کی یہی رائے (نصف دیت کی) تھی اور علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع" میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عورت کی نصف دیت کا جو فیصلہ دیا تھا صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا بلکہ سب نے اس کو تسلیم کرلیا تو گویا یہ تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع قرار پایا اس کے بعد یعنی خلفائے راشدین کے بعد ائمہ اربعہ کا جب زمانہ آتا ہے تو سارے کے سارے ائمہ کرامؒ اس مسئلے پر متفق نظر آتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قدیم وجدید کسی بھی عالم کا ایک قول اس کے خلاف نہیں سنا، امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے حامل ہیں تو گویا ان سب کی اس کے بارے میں یہی رائے تھی۔

فقہ جعفریہ بھی متفق ہے

ہمارے دوست علامہ سید محمد رضی مجتہد یہاں تشریف رکھتے ہیں میں ان کی موجودگی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ فقہ جعفریہ، فقہ زیدیہ اور شیعہ مکتب فکر کے جتنے بھی فقہاء ومجتہد ہیں سب اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کی دیت نصف دیت ہے تو ہمارے ان دوستوں کو اس سارے ذخیرے میں سے ایک دو قول ہی ملے ہیں۔

جناب والا! یہ ضروری مسئلہ ہے لہٰذا اس کی تشریح کرنے کے لئے آپ مجھے ایک دو منٹ اور دیں کیونکہ یہ مسئلہ اس سارے ہنگامے کی بنیاد قرار دیا گیا ہے تو نصف دیت کے بارے میں صرف ان دو حضرات کا قول پیش کیا گیا ہے ایک ابوبکر اصم اور دوسرے ابن علیہ جبکہ بدقسمتی سے ہمارے یہ دوست ان میں سے کسی بھی نام کا تلفظ صحیح ادا نہیں کرسکتے کبھی اس کو ابن اولیاء لکھتے ہیں کبھی اس کو کیا کہتے ہیں۔ اب ابن علیہ اور ابوبکر اصم کے بارے میں ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ ہیں کون لوگ؟ تو سب سے پہلے ان کی یہ رائے امام ابن قدامہؒ نے المغنی میں نقل کی، ان دو حضرات کی رائے نقل کرتے وقت وہ یہ کہتے ہیں کہ ان راویوں کے علاوہ کسی اور سے (یعنی نامعلوم راوی سے) مذکور ہے کہ ابن علیہ اور ابوبکر اصم یہ کہتے تھے کہ عورت کی دیت مرد کے مساوی ہے ان راویوں کا نام تک نہیں لیا گیا پھر ان (علیہ اور اصم) کا قول ذکر کرنے کے بعد ابن قدامہ نے صراحت کردی ہے کہ یہ قول پوری امت کے ہاں متروک ہے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا اب ہم ان دونوں کو علم حدیث کے رجال اور اسماء الرجال کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں کہ یہ دونوں کون ہیں؟ اسماء الرجال کا علم اس امت کا عظیم الشان قابل فخر کارنامہ ہے ہر ہر راوی کو محدثین اور علماء جرح وتعدیل نے پرکھا ہے تو اب سب سے پہلے ابوبکر اصم کو لیتے ہیں جرح وتعدیل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا

کہ انہوں نے ایک کمزور راوی کا نام لے کر کہا کہ میں اس کو بھی ابن علیہ پر ترجیح دوں گا امام نسائیؒ نے کہا کہ یہ شخص متروک ہے اور محدثین کے ہاں بالکل مقبول نہیں ہے ابن معینؒ نے کہا کہ یہ متروک ہے اسماء الرجال کی ایک مستند کتاب "لسان المیزان" میں تو ان کی پوری قلعی کھول دی ہے۔

جناب چیئرمین: مولانا قبلہ کل بھی یہ بات ہوئی جو آپ بتا رہے ہیں اور آج صبح آپ سے پہلے بھی ایک صاحب نے انہی کتابوں کے حوالے سے یہ چیزیں بتائیں بار بار کیوں وہی باتیں آپ دہرا رہے ہیں؟ مولانا سمیع الحق: میں نے اسی مسئلہ پر یہ اختلافی نوٹ دیا تھا کہ دفعہ ۲۸ کے بارے میں جب قرآن کریم، احادیث اور فقہاء کی واضح ہدایات ہیں تو اسے......

جناب چیئرمین: اس طرح سے دوسروں کا حق مارا جائے گا اور کوئی بات نہیں

مولانا سمیع الحق: میں یہ عرض کروں گا کہ یہ (نصف دیت کا) مسئلہ اتنا واضح، قطعی اور مسلمہ ہے کہ اگر اس کو اسی ایوان میں طے شدہ قرار دیا جاتا اور اس بارے میں اللہ اور رسول نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر ہم سب سر تسلیم خم کر لیتے اور اس کو سپریم کورٹ یا کسی اور ادارے کے پاس مزید تفصیل کے لئے نہ بھیجتے تو اچھا ہوتا کیونکہ اس وقت ہزاروں ایسے کیس ہیں جو اس آرڈی نینس کے نفاذ کے منتظر ہیں سینکڑوں لوگ جو کال کوٹھڑیوں میں بند ایک ایک لمحہ اس انتظار میں گن رہے ہیں کہ کب یہ نافذ ہوگا اور کب مصلحت کی راہ کھلے گی اور ہمیں انصاف ملے گا اگر اس کو ہم اسی طرح ملتوی کرتے رہے تو اس کے نفاذ میں مزید تاخیر ہو جائے گی پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مسائل واحکام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں اس میں نہ تو عورتوں سے زیادتی کی گئی ہے نہ مردوں سے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور غیر مسلم سب کا خالق ہے اور آزاد اور غلام تک سب کے قصاص میں مساوات رکھی گئی ہے اسلام میں صرف دیت کے ایک مسئلہ میں جو صرف قتل خطا کی صورت سے تعلق رکھتا ہے یہ تفصیل ہے واضح حدود اور ہدایات ہمارے سامنے ہیں تو میری رائے یہ ہے کہ ہمارے معزز ارکان اس مسئلے کو بھی جس طرح اس کی تشریح قرآن میں ہے اس طرح رکھ دیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں بھی اس کی تفصیل تھی کہ مقدار نصف دیت ہوگی تو اسی کو رکھا جائے۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب بہت بہت شکریہ! فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۲۴۵ تا ۲۴۹

لقطہ کی تعریف اور حکم

لقطہ اور لقیط کی تعریف

سوال: لقطہ کیا ہے؟ اور لقیط کسے کہتے ہیں؟

جواب: لقطہ وہ مال ہوتا ہے جو راستہ میں مل جائے اور اس کا کوئی مالک متعین طریقہ سے معلوم نہ ہو سکے فی العالمگیریة هی مال یوجدفی الطریق ولایعرف له مالک بعینه کذافی الکافی ج ۲ ص ۲۸۱ اور لقیط وہ زندہ بچہ ہوتا ہے جس کے ماں باپ پرورش کے خوف یا زنا کی تہمت سے بچنے کیلئے کسی جگہ پھینک دیں اس بچہ کا ضائع کرنے والا گناہگار اور اس کی حفاظت کرنے والا ثواب پاتا ہے فی الهندیه هوفی الشریعه اسم لحی مولود طرحه اهله خوفا من العیله اوفرارا من تهمة الزنا ج ۲ ص ۲۸۵ .منهاج الفتاویٰ غیر مطبوعه.

لقطہ کے متعلق چند مسائل

سوال: گودھرا میں اجتماع ہوا وہاں ایک مسجد میں بھاری گاؤں کی جماعت میں سے بھائی یوسف کو ایک قیمتی رقم سونے کی ملی اجتماع میں دو دن برابر اعلان ہوتا رہا یوسف نے امیر جماعت یعقوب جی کو وہ رقم دیدی انہوں نے مولانا ابراہیم سے تذکرہ کیا شہر کی مساجد میں زبانی وتحریری اعلان ہوا ایک سال دو ماہ کا عرصہ ہو گیا لقطہ بھاری والے کو دیدیا جائے کیونکہ ان کا تقاضہ بہت ہے؟

جواب:......جس کو لقطہ ملا تھا اسی کو دیدیا جائے۔

سوال:...... یہ رقم لقطہ گودھرا سے ملی ہے اور جس کو ملی ہے وہ سو میل کے فاصلہ پر ہے یہ لقطہ گودھرا کے فقراء پر صرف کیا جائے' یا بھاری کے؟

جواب: اس کی کوئی پابندی نہیں جس کو زیادہ حاجت مند پائے اس پر صدقہ کر دے۔

سوال: لقطہ دیتے وقت مولانا ابراہیم کا وجود ضروری ہے' کیونکہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ امانت دی تھی؟

جواب: مولانا ابراہیم صاحب کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کی اجازت بھی کافی ہے۔

سوال:...... نظام الدین میں جماعتوں کی آمد و رفت بہت ہے' خرچہ بھی بہت ہے' وہاں صرف کرنا کیسا ہے؟

جواب:...... بظاہر جماعت کے ہی کسی آدمی کی رقم ہے پس جماعت کے ہی ضرورت مند

پر صدقہ کر دینا اقرب ہے مرکز نظام الدین بھیج دینے پر بھی اغلب ہے کہ اصل مالک کا پتہ چل جائے کیونکہ وہاں پر ہر طرف سے جماعتیں آتی رہتی ہیں اس صورت میں وہ اصل مالک کے پاس پہنچ جائے تو زیادہ اچھا ہے پھر صدقہ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

سوال:...... بھاری والے صاحب کی تمنا یہ ہے کہ اس رقم سے بھاری کی مسجد میں صفیں لائی جائیں شرعاً یہ کیسا ہے؟

جواب:......اسکی اجازت نہیں۔

سوال:......شرعی حکم کے مطابق بھاری والے کو دیا ہوا تو اسکے پاس تحریری اقرارنامہ لکھوانا ضروری ہے؟

جواب:......امین اپنی برأت کے لئے اگر تحریری اقرارنامہ لے لے کہ میں نے یہ رقم لقطہ فلاں شخص کو جس نے کہ وہ اٹھائی تھی اور میرے پاس وہ امانتاً رکھی ہوئی تھی اس کو دیدی تو زیادہ وثوق ہو جائے گا اگر گواہوں کے سامنے واپس ہو جائے خاص کر جن کے سامنے دی گئی تھی تو یہ بھی کافی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۰)

دوران حج ملنے والے ریالوں کا کیا مصرف ہے

سوال......ایک آدمی حج کرنے گیا اور وہ جب شیطان کو کنکر مارنے لگا تو اس کے اپنے ذاتی پیسے کسی نے جیب سے نکال لئے اور اس کے پاس کوئی پیسہ خرچ کے لئے نہ رہا جب وہ اسی جگہ سے ڈھونڈتا ہے تو کوئی اور بٹوا جس میں ۴۰۰ ریال ہوتے ہیں ملتا ہے اس کو خرچ نہیں کرتا لیکن رکھ لیتا ہے اس کی کوئی چیز خرید کر پاکستان لاتا ہے اور یہاں بیچ کر وہ آٹھ سو روپیہ حاصل کرتا ہے جس سے اس نے کوئی کاروبار نہیں کیا اور اب تک وہ موجود ہیں ان کو وہ کیا کرے اور کون سی ایسی جگہ پر لگائے جس سے اس کے سر پر بوجھ نہ رہے اور مرنے کے بعد اسکا فائدہ اس کے اصل مالک کو جائے یعنی اجر ملے۔

(۲) ایک آدمی جو کہ غیر مسلم یعنی ہندو ہے جس کے ساتھ مسلمان کا کاروبار ہے جب پاکستان بنا تو وہ جلدی سے ہندو چلے گئے اور اس کے پچاس روپے مسلمان کے پاس ہیں ان کا کیا کیا جائے مہربانی کر کے اس مسئلے کے متعلق ہمیں بتایئے۔

جواب......اس قسم کے اموال کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک پر ادا کیا جائے اور اگر باوجود تلاش بسیار کے مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہوسکیں تو مالک کی طرف سے فقراء پر تصدق کیا جائے تا کہ اس کا ثواب مالک کو پہنچ جائے اور متصدق ایسے مال کا تصدق اپنے اصول وفروع اور بیوی پر بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ یہ لوگ مساکین ہوں اس لئے کہ اصل مالک کے حق میں یہ لوگ اجانب ہیں البتہ مالک معلوم نہ ہونے کی حالت میں بناء مسجد وغیرہ امور خیر میں لگانا جائز نہیں بلکہ تملیک فقیر لازم ہے۔

قال شارح التنویرفی کتاب اللقطة ص ۲۸۳ ج۴ علیه دیون ومظالم جهل اربابها وایس من علیه ذلک من معرفتهم فعلیه التصدق بقدر هامن ماله وان استغرقت جمیع ماله وفی الشامیة ان الذی یصرف فی مصالح المسلمین هو الثالث (ای الخراج والعشور) کمامرو اماالرابع (یعنی الصوابع واللقطة) مصرقة المشهور (الی ان قال) وحاصله ان مصرفه العاجزون الفقراء' فقط والله تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۱۹۰)

پڑے ہوئے روپے پر لقطہ کا حکم جاری ہوگا

سوال: راستہ میں زید کو دس روپے کے دو نوٹ پڑے ہوئے ملے ان کو کیا کرے؟

جواب: اس روپے کو فقراء و مساکین پر صدقہ کر دے غرض یہ ہے کہ حکم لقطہ کا اس میں جاری ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۶۰)

ایک پیسہ پڑا ہوا ملا تو کیا حکم؟

سوال: رہ گذر پر اگر کوئی ایک پیسہ پائے تو اس کو خود اپنے مصرف میں لائے یا مالک کو تلاش کر کے دے؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک پیسہ حلال ہے' مالک کو دینے کی ضرورت نہیں ہے اگر اس سے زیادہ رقم ہو تو مالک کو تلاش کرے۔

جواب: اگرچہ پائی ہوئی چیز ایک پیسہ ہی ہو اس کے مالک کو تلاش کیا جائے اور اگر مالک مل جائے تو اس کو دیدی جائے ہاں کم قیمت چیز کے مالک کی تلاش زیادہ دنوں تک ضروری نہیں ہے اگر مالک نہ ملے تو پانے والا اگر غریب ہو تو خود خرچ کر سکتا ہے غنی ہو تو کسی فقیر کو دیدے۔

قلم پڑا ہوا ملا

سوال: زید کو ایک قلم راستہ میں پڑا ہوا ملا کیا یہ قلم زید خود رکھ سکتا ہے؟

جواب: زید پر اس کا اعلان واجب ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہ آئے گا تو صدقہ کر دے زید مسکین ہے تو خود بھی رکھ سکتا ہے۔ احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۳۹۱۔

خریدے گئے مکان سے مال نکلا تو وہ بحکم لقطہ ہے

سوال: قاضی علیم الدین مرحوم رئیس شاملی نے اپنی حیات میں مکانات سکونتی وجائیداد زرعی

بنام دارالعلوم دیوبند وقف کی بعد انتقال قاضی صاحب کے جملہ سامان نقدی و دیگر جائیداد ورثہ کو پہنچا اب ایک عرصہ دراز کے بعد وقف مکان میں ایک کوٹھے کے اندر سے مبلغ تین سو پچاس روپے کی رقم ایک ہانڈی میں گڑی ہوئی برآمد ہوئی لہٰذا اس صورت میں رقم مذکورہ کس کو پہنچے گی؟ آیا وقف کو یا واقف مرحوم کے ورثاء کو؟

جواب: اس رقم کا حکم لقطہ کا سا ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی مالک اس کا (یا ورثہ کے مالک) معلوم نہ ہو تو وہ فقراء کا حق ہے فقراء پر صدقہ کر دیا جائے پس اگر ورثہ میں سے کوئی دعویٰ کرے کہ یہ ہمارے مورث کا رکھا ہوا ہے اور علامات ونشان بتلا دے تو وارثوں کو ملے گا ورنہ فقراء پر صدقہ کیا جائے۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۵۳۔

مزار سے کوئی چیز ملی اس کو کیا کرے؟

سوال: اگر کسی شخص کو مزار بزرگ پر سے کوئی چیز ملے تو وہ اس پائی ہوئی شئی کو کیا کرے؟ جب کہ اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

جواب: پائی ہوئی شئی کے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ بعد تعریف اور اعلان ضروری کے کسی محتاج پر صدقہ کر دے اور اگر خود محتاج ہو تو خود اپنے صرف میں لائے پھر اگر مالک مل جائے تو اسکو اختیار ہے کہ وہ اس صدقہ کو جائز رکھے یا پانے والے سے معاوضہ لے لے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۵۷)۔

مسجد سے ملنے والی رقم کے مالک کا اگر تین ماہ تک پتہ نہ چلے تو کیا کیا جائے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کو مسجد میں بعد نماز ظہر کچھ رقم پڑی ہوئی ملی جو بطور امانت محفوظ رکھ دی گئی ہے عرصہ تین ماہ گزرے ہیں اس کا مالک ظاہر نہیں ہوسکا اب اس رقم کو جو مسجد سے ملی ہے کیا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا اس کی شرعاً کوئی اور تجویز ہے۔

نوٹ: مسجد میں کئی بار اعلان کیا گیا ہے اب اخبار میں دیا گیا ہے۔

جواب..... اگر اس رقم کے مالک کے ملنے سے مایوسی ہوگئی ہے اور حسب عادت اس کا اعلان کر دیا گیا ہے تو اب اس رقم کو کسی فقیر پر (جو صاحب نصاب غنی نہ ہو) صدقہ کر سکتے ہیں اور جس شخص کو رقم ملی ہے اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے مسجد میں صرف کرنا بدون تملیک فقیر کے درست نہیں ہے۔

کماقال فی التنویر ص ۲۷۹ ج ۴ الشامی فینتفع بھافقیراً والا تصدق بھاعلی فقیر ولو علی اصله وفرعه وعرسه الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۹۱)

خریدار دکان پر اپنا سامان بھول گیا

سوال: دکان پر جو بیوپاری مال خریدنے کے لئے آتے ہیں اور بازار کا خریدا ہوا مال لاتے ہیں ان میں سے وہ اکثر چیزیں بھول جاتے ہیں وہ چیزیں امانت کر کے رکھ لی جاتی ہیں یہ بھولی ہوئی چیزیں کب تک امانت کر کے رکھی جائیں اور ان بھولی ہوئی چیزوں کا کیا کیا جائے؟

جواب: اگر ان بھولی ہوئی چیزوں کا مالک معلوم ہو تو اسے اطلاع کر دینی ضروری ہے (اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو وہ بحکم لقطہ ہیں جس کا حکم ماقبل میں گذر چکا) کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۸۸)

سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال

سوال: سیلاب میں بہہ کر بہت سی چیزیں مویشی وغیرہ آتی ہیں کیا اس کو استعمال کر سکتے ہیں؟ جبکہ خبر نہ ہو کہ کس کی ہے اور کہاں کی ہے؟

جواب: ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں لقطہ کی طرح مالک کو تلاش کر کے اس کے حوالہ کی جائے ہاں اگر خود غریب مصرف صدقہ ہے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا حکم ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۹۴) "اگر مالک نہ ملے اور خود بھی مصرف صدقہ نہیں تو کسی فقیر کو صدقہ کر دے" (م'ع)

اگر کسی شخص کے پاس زمین امانت رکھی گئی تھی اور فوت ہو گیا ورثا نہیں دیتے تو کیا حکم ہے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بقضائے الٰہی فوت ہو گیا متوفی کے نام میری اور دیگر اشخاص کی تقریباً ۷ ایکڑ زرعی اراضی بطور امانت تھی مگر متوفی نے اپنی زندگی میں وہ امانت مجھے اور دیگر حقداران کو نہ دی اور اس کی جملہ آمدنی متوفی کھاتا رہا متوفی کے وارثان بھی متوفی کے ترکے سے مجھے اور دیگر حقداران کو مذکورہ اراضی سے محروم کر رہے ہیں اب متوفی کے وارثان متوفی کے چہلم پر برادری کو کھانے کی دعوت دے رہے ہیں اول اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ایسی دعوت جو متوفی کے وارثان اس کے ترکہ سے برادری کو کھلا رہے ہیں وہ کہاں تک شرعی طور پر جائز ہے دوم ایسے متوفی شخص کی آخرت کے بارے میں تاوقتیکہ وارثان متوفی مذکورہ امانت حقداران کو واپس نہ کریں شریعت کے کیا احکام ہیں واضح رہے کہ مذکورہ اراضی حق شفعہ کے ڈر کی وجہ سے مرحوم مذکور کے نام کی گئی تھی۔

جواب...... بشرط صحت سوال اگر یہ ۱۷ ایکڑ زمین متوفی کے نام بیع نہیں ہوئی بلکہ بعض مصالح کے پیش نظر سرکاری کاغذات میں اس کے نام اندراج ہوئی ہے تو اس سے متوفی کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی اور ورثاء پر لازم ہے کہ یہ امانت مالکوں کو واپس کردے تقسیم ترکہ سے پہلے یہ امانت واپس کرنا ضروری ہے امانت واپس نہ کرنیکی صورت میں ورثاء سخت گنہگار ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوں گے اور اس رقبہ کی کمائی ان کیلئے حرام اور ناجائز ہے فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۲۵)

غیر آباد جگہ میں رقم ملی تو وہ بھی لقطہ کے حکم میں ہے

سوال: زید کے پڑوس میں ایک ہندو رہتا تھا عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ سب مر گئے کوئی باقی نہیں ہے مکان خالی ہے بے مرمت ہو کر دیوار وغیرہ بھی گر گئی زید کی بیوی کو وہاں سے ایک کونہ میں ساٹھ روپے ملے' یہ اپنے خرچ میں لا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس کا حکم لقطہ کا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۴۵۸)

بکری کا لقطہ

سوال: ایک بکری کا بچہ لاوارث ملا ہے اب اس کا کیا حکم ہے؟ کوئی بکری پالنے والا یا مولوی صاحب جبراً اس سے لے سکتے ہیں؟

جواب: یہ بکری کا بچہ لقطہ ہے اس کا حکم یہ ہوگا کہ مالک کو تلاش کیا جائے پوری تلاش کے بعد مالک نہ ملے تو کسی غریب کو بطور صدقہ دیا جائے پھر وہ غریب جسکو چاہے دے سکتا ہے کسی کو اس غریب سے جبراً لینے کا حق نہیں نہ مولوی کو نہ غیر مولوی کو اسکے بعد بھی مالک مل جائے اور مطالبہ کرے تو قیمت کا دینا لازم ہوگا اور صدقہ کا ثواب قیمت دینے والے کو مل جائیگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۳۲)

فرار شدہ بھینس لقطہ کے حکم میں ہے

سوال: عرصہ سوا سال ہوا ایک بھینس فرار شدہ آئی جسے زید نے اپنی نگرانی میں لے کر اسے اپنے یہاں روک دیا اور یہ خیال کیا کہ اگر اس کا مالک آجائے گا تو واپس کر دیں گے آنے جانے والوں سے برابر اس کا تذکرہ کرتا رہا مگر ابھی تک کوئی مالک نہیں آیا کیا وہ اس کو فروخت کر دے؟

جواب: لقطہ کے اعلان کا جو شرعی طریقہ ہے زید کو لازم ہے کہ اس کو اختیار کرے ابھی اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۴)

لقطہ کا مصرف

مالک مکان لاپتہ ہوگیا تو کرایہ کس کو دے؟

سوال: زید کرائے کے مکان میں رہتا ہے کچھ عرصہ سے مالک مکان غائب ہے مارکیٹ میں اس کی دکان ہے وہاں جا کر معلوم کیا تو وہ بھی بند پڑی ہے نہ معلوم زندہ ہے یا فوت ہوگیا اس کا کرایہ کس کو ادا کیا جائے؟

جواب: اسے تلاش کرنا ضروری ہے ہر ممکن تلاش وجستجو سے سراغ نہ لگے تو مزید انتظار کیا جائے اگر اس کی آمد سے بالکل مایوسی ہوجائے اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو یہ رقم اس کی طرف سے مساکین پر صدقہ کی جائے اگر کسی وقت وہ آ گیا اور یہ صدقہ اس نے منظور کرلیا تو فبہا ورنہ وہ پوری رقم اسے دوبارہ ادا کی جائے اس صورت میں صدقہ کا ثواب کرائے دار کو ملے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۳۹۰)

چیل سے مرغی کا بچہ گرا اس کا حکم

سوال: بکر نے ایک مرغی کا بچہ چیل کے پنجے سے چھڑا لیا یا چیل نے خود اس کے آنگن میں بچہ گرادیا بکر نے اس بچہ کی پرورش کی اور پال پوس کر بڑا بنایا اس وقت اس کی کیا شکل ہوگی؟

جواب: تلاش کرنے کے بعد بھی اگر مالک کا پتہ نہ لگے تو کسی غریب کو دیدے خود غریب ہو تو خود بھی رکھ سکتا ہے مالک معلوم ہونے پر اس کو دیدے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۵)

مغالطہ میں گاڑی میں سے دوسرے کا تھیلہ اٹھالیا

سوال: تین آدمی ایک ساتھ موٹر میں اپنے گاؤں آئے جب بستی آئی تو موٹر میں صرف یہ تین آدمی اور تین ہی تھیلے تھے بکر اپنا سامان اتارنے اوپر چڑھ گیا اور زید نے یوں سمجھ کر کہ ہم تین ہی آدمی ہیں اور تین ہی تھیلے ہیں لہٰذا اس نے یہ تھیلہ اٹھالیا اور ایک تھیلہ عمر نے بعد میں معلوم ہوا کہ ہم میں سے کسی کا نہیں اس معاملہ میں رہنمائی فرمائیں؟

جواب: زید نے جب دوسرے کا تھیلہ اٹھالیا تو وہ اس کا ضامن بن گیا **لانہ اخذ مال غیرہ بغیر اذن الشارع**: لہٰذا اگر اس شخص کا پتہ چل جائے تو اس کو تھیلا اور جو کچھ اس میں سامان ہے واپس کرے اور جو خرچ کرلیا اس کی قیمت ادا کرے یا بازار میں موجود ہو تو خرید کر دے اور اگر اتنے دن تک پتہ نہیں چلا کہ غالب گمان ہوگیا کہ اب مالک تلاش نہیں کرے گا تو جو کچھ موجود ہے

اس کو صدقہ کردے اور جو موجود نہیں بلکہ خرچ کرلیا اس کی قیمت صدقہ کردے لیکن اگر مالک نے آ کر مطالبہ کیا تو دینا پڑے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۴۳۳)

اگر کسی شخص نے امانت سامان فروخت کر کے رقم صدقہ کردی اور فوت ہو گیا تو ورثاء سے لینے کا حق ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید نے مثلاً ایک ٹرنک کتابوں کا بکر کے پاس بطور امانت رکھا اور زید تقریباً عرصہ سولہ سترہ سال باہر رہا بعدازاں ایک خط بکر کو لکھا کہ میرا سامان حفاظت سے رکھنا میں عنقریب آؤں گا لیکن بکر کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا بعد میں ایک مرتبہ بکر اس کے گھر میں گیا لیکن وہ گھر نہیں تھا اب عرصہ تقریباً ایک سال گزرا ہے کہ بکر مذکور بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے زید جب اس کے بیٹوں کے پاس سامان لینے کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ آپ کا مال ہمارے باپ نے فروخت کر کے رقم طلباء میں تقسیم کردی ہے اور وہ رقم جو آپ کے مال کی وصول ہوئی تھی لکھ کر چھوڑ گیا ہے کیا شرعاً زید اپنے مال کی رقم بکر کے ورثاء سے وصول کر سکتا ہے جبکہ بکر صاحب مال بھی تھا اور صاحب علم اور زید ایک مسکین وغریب آدمی ہے بینوا توجروا۔

جواب......زید مذکور کا مال چونکہ بکر کے پاس امانت تھا مالک کی اجازت کے بغیر اسے فروخت کرنا موجب ضمان ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اس مال کا خریدار معلوم ہو اور وہ مال بھی بعینہ اسی کے پاس موجود ہو تو پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس بیع کی اجازت دے دے اور وہ قیمت بکر کے ترکہ سے وصول کرلے اور یا بیع کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا مال خریدار سے لے لے اور وہ خریدار پھر بکر کے ترکہ میں رجوع بالثمن کرے گا اور اگر خریدار معلوم نہ ہو سکے یا وہ مال موجود نہ ہو تو پھر اس زید کو کتابوں کی قیمت کا مطالبہ بکر کے وارثوں سے کرنا ہوگا اور وہ یہ ضمان بکر کے ترکہ سے ادا کریں گے اور بعداز قسمت ہر ایک وارث اپنے حصہ کے مطابق یہ دین ادا کرے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ص ۲۱۸)

گھڑی ساز کو گھڑی دیکر واپس نہیں آیا

سوال: زید گھڑیوں کا مرمت کا کام کرتا ہے لوگ مرمت کے لئے گھڑیاں اسے دے جاتے ہیں ان میں سے کچھ گھڑیاں کئی سال سے اس کے پاس پڑی ہیں جن کا کوئی مالک اب تک نہیں آیا؟ اور نہ آئندہ آنے کی امید ہے گھڑی ساز کو ان مالکان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون لوگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ مزید رکھے رہنے سے گھڑیاں زنگ آلود ہو کر بے کار ہو جائیں گی ان کا کیا کیا جائے؟

جواب: گھڑی ساز اگر مالکان کی آمد سے مایوس ہو چکا ہے تو ان گھڑیوں کو صدقہ کر دے صدقہ کرنے کے بعد اگر کسی گھڑی کا مالک آ جائے تو اسے اختیار ہوگا کہ اس تصدق موقوف کو نافذ کر دے یا لقطہ اٹھانے والے سے اس کا ضمان وصول کر لے یا فقیر سے گھڑی لے لے اگر گھڑی اس سے ضائع ہو چکی ہے تو اس سے ضمان وصول کرے اگر لقطہ اٹھانے والے سے ضمان ادا کیا تو صدقے کا ثواب اس کو ملے گا گھڑی ساز کے لئے اس گھڑی کا فروخت کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۳۸۹)

لقطہ خرید کر استعمال کرنا

سوال: زید نے ایک شخص سے ملی ہوئی چیز (لقطہ) خریدی اور اب تک استعمال نہیں کرتا' تو اس کا استعمال مناسب ہے یا نامناسب ہے؟

جواب: جس شخص کو کوئی چیز پڑی ہوئی ملی اور اس نے اٹھائی تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ مالک کو تلاش کرے مالک نہ ملے تو صدقہ کر دے غریب ہو تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور اس سے دوسرا آدمی بھی خرید سکتا ہے اس پر مواخذہ اخروی نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۲)

لقطہ صدقہ کر دینے کے بعد مالک کی تلاش کا حکم

سوال: زید کو عرصہ ہوا چاندی سونے کی چیز کھیت میں ملی بلا تلاش مالک خیرات کر دیا اس لئے وہ وہ چیز بہت عرصے پہلے کی معلوم ہو رہی تھی تو اب زید پر تلاش ضروری تو نہیں ہے؟

جواب: تلاش کرنا پہلے لازم تھا اب جبکہ صدقہ کر چکا ہے تو تلاش لازم نہیں تاہم اگر مالک مل جائے اور وہ مطالبہ کرے تو ضمان لازم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۲)

لقطہ صدقہ کیا جائے تو اس کی نشانی یاد رکھنی چاہیے

سوال: میری نابالغ بچی کو ایک کپڑے میں بندھا ہوا کچھ زیور نقرئی شارع عام پر پڑا ہوا ملا جس کو وہ بجنسہ اٹھا کر لے آئی' مالک کی تلاش ہے مگر اب تک کوئی مالک نہیں ملا اب کیا کیا جائے؟

جواب: مالیت کے لحاظ سے اتنی مدت تک مالک کی تلاش جاری رکھی جائے جب تک اس بات کا گمان غالب ہو کہ مالک کو اس کی فکر ہوگی اس کے بعد پانے والا خود صاحب حاجت ہو تو خود خرچ کر لے اور غنی ہو تو فقراء پر صدقہ کر دے اور دونوں صورتوں میں اس کی مخصوص علامتیں یاد رکھنا ضروری ہیں تاکہ اگر مالک آ جائے اور مخصوص علامتیں بتا کر باور کرا دے کہ اسکی چیز تھی تو اس کو قیمت ادا کی جائے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۸۸)

لقطہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو؟

سوال: اگر کوئی شخص دکان پر کوئی چیز بھول جائے تو دکاندار کو اس چیز کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کب تک اس کا انتظار کرے اور اگر وہ چیز کھانے کی ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب تک امید اس کے ملنے کی ہو احتیاط سے رکھے اور تحقیق کرتا رہے جب ناامید ہو جائے صدقہ کر دے مگر بعد صدقہ کے اگر آ گیا تو دینا پڑے گا اور اگر بگڑنے کی شئی ہے تو جب اندیشہ فساد ہو اس وقت صدقہ کر دے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۰)

جس شخص کو رقم دینی تھی اگر بسیار کوشش کے باوجود نہ ملے تو رقم کا مصرف کیا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی شخص کے پیسے دینے تھے وہ شخص کراچی میں رہتا ہے اور زید ملتان میں رہتا ہے زید نے بے حد کوشش کی ہے کہ اس شخص کا کہیں سے پتہ مل جائے اور رقم اس کو پہنچا دی جائے مگر اس کا کوئی پتہ نہیں مل سکا اب زید اس شخص والی رقم کس کو دے یا کس مصرف میں خرچ کرے براہ کرم شرعی فتویٰ سے مطلع فرما دیں۔ بینوا توجروا

جواب...... مزید انتظار کر لیں اور دریافت کریں تا کہ اس شخص کا پتہ مل جائے اور حق والے کو اپنا حق پہنچ جائے اور اگر پتہ چل جائے کہ وہ مر گیا ہے تو ایسی صورت میں آپ یہ رقم اس کے وارثوں کے حوالہ کر دیں اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہیں چلتا ہے تو آپ اس کی طرف سے یہ قرضہ کی رقم فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیں اور انہیں کو اس کی طرف سے دے دیں لیکن ایسی صورت میں اگر صدقہ دینے کے بعد اس کا پتہ چل گیا تو اس کی مرضی ہوگی کہ آپ سے رقم کا مطالبہ کرے یا وہ آپ کے اس صدقہ کرنے پر رضامند ہو جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۹۳)

لقطہ استعمال کر لیا' کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص کچھ روپیہ مسجد میں بھول گیا پانے والے نے خادم مسجد کو دیئے کہ جو تلاش کرنے آئے دے دینا جب وہ روپیہ والا آیا تو خادم مسجد نے کہا کہ یہاں روپیہ نہیں وہ چلا گیا روپیہ خادم نے خرچ کر لیا اب کس طرح ادا کیا جائے؟

جواب: یا تو اس شخص سے معاف کرائے اور اگر وہ مر گیا ہے تو اس کے وارثوں سے معاف کرایا جائے

دونوں امر نہ ہوسکیں تو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اس قدر مال صدقہ کرایا جائے اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر آخرت کا مواخذہ بظاہر یقینی ہے مگر اللہ جل شانہ سے اس شخص کا معاملہ صاف ہو تو وہ اپنے فضل وکرم سے صاحب حق کو کوئی نعمت دے کر معاف کرادے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۰)

سرقہ کی رقم ملی اس کا مصرف کیا ہے؟

سوال: زید کو کچھ نقد سرقہ کیا ہوا جو کہ قرینہ سے کافر کا معلوم ہوتا ہے شہر سے باہر ملا اور مالک معلوم نہیں اب اگر زید اس کا اظہار کرتا ہے تو اس کو اپنی عزت کا خوف ہے کہ اس کے اوپر کوئی دعویٰ کردے اب شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: خفیہ طور سے مالک کا پتہ لگائے اگر معلوم ہو جائے تو کسی ذریعہ سے اس کے پاس پہنچادے اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو فقراء پر صدقہ کردے اور اگر اٹھانے والا خود محتاج ہے تو اپنے خرچ میں بھی لاسکتا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۵۸)

مسلمان میت کی جیب سے رقم ملی کیا کرے؟

سوال: ریل حادثے میں بہت آدمی فوت ہوگئے تھے جب ان کو غسل دینے لگے تو ایک مسلمان میت کے پاس سے کچھ روپیہ نکلا اور اس میت کا پتہ نشان کچھ معلوم نہیں کہ اس کے ورثاء کو وہ روپیہ دیا جائے تو مسجد میں اس روپیہ کو صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: حکم یہ ہے کہ ایسا مال فقراء پر صدقہ کردیا جائے مسجد میں صرف نہ کیا جائے ثواب اس کا میت کو پہنچے گا۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۵۶)

لقطہ کو افطاری میں صرف کرنا

سوال: مسجد میں بعد نماز عشاء روپیہ وغیرہ پایا جائے اور معلوم نہیں کس کے ہیں اس کو افطاری میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حکم اس روپیہ کا لقطہ کا ہے (اور لقطہ کا حکم ماقبل میں گذر چکا) اور یہ جائز نہیں کہ افطاری میں اس کو صرف کرے کیونکہ افطاری میں اغنیاء اور فقراء سب ہی ہوتے ہیں۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۵۱)

کافر کے لقطہ کا حکم

سوال: زید کسی کافر کا مقروض تھا وہ قرض خواہ ہندوستان میں جا کر کہیں لاپتہ ہوگیا اس تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی زید اس رقم کا کیا کرے؟

جواب: اولاً خط و کتابت یا دیگر ممکنہ ذرائع سے قرض خواہ یا اس کے ورثہ کا پتہ لگانے کی کوشش کرے انتہائی کوشش کے بعد جب مایوس ہو جائے تو اس رقم کا صدقہ کردے۔ اس صورت میں اصل حکم تو بیت المال میں جمع کرانے کا ہے مگر چونکہ حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے بیت المال مفقود ہے اس لئے فقراء پر تصدق کردے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۳۸۹)

فوت شدہ شخص کی جو امانت کسی کے پاس پڑی ہو وہ ورثاء کا حق ہے

سوال...... گذارش ہے کہ ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے کہ اس کا قرضہ ایک آدمی دیتا ہے اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس کا دو سو روپیہ ایک آدمی کے پاس امانت پڑا ہے وہ دو سو روپیہ جس نے اس کا قرضہ اتارا ہے لے سکتا ہے یا نہیں یا اس روپے کا کون حقدار ہے اگر وہ روپیہ امانت والا اس کو دے دے تو وہ اپنے حق سے عہد برآ ہو سکتا ہے یا نہیں یا کس کو دے۔

جواب ......صورت مسئولہ میں میت کی طرف سے قرضہ ادا کرنے والے نے دو سو روپیہ بطور تبرع واحسان کے دیا ہے قرضہ کے طور پر نہیں دیا اس لئے وہ میت کے دو سو روپیہ امانت کو نہیں لے سکتا اور وہ امانت والا روپیہ میت کے ورثاء کا حق ہے صاحب امانت وہ روپیہ قرضہ اتارنے والے کو نہیں دے سکتا البتہ اگر میت کے ورثاء جن کا حق بنتا ہے وہ قرضہ اتارنے والے کو دینے پر راضی ہوں تو اس روپیہ کو قرضہ اتارنے والا وارثوں سے لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۱۸)

لقطہ کی حفاظت میں جو خرچ ہوا' اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی اہلیہ کے ساتھ پاکستان کا سفر کیا باؤڈر پر واپسی میں ایک تھیلا ملا جس میں کچھ کپڑا وغیرہ تھا باؤڈر پر سے نکل کر شوہر کو معلوم ہوا ابھی تک دوسرا باؤڈر پار نہیں ہوا تھا اس کی تحقیق کی مگر مالک کا پتہ نہ چلا باؤڈر پر کسٹم وغیرہ بھی اس پر لگا پھر گھر آ کر اہلیہ نے کچھ کپڑے اس میں سے سلوائے کیا ایسی صورت میں اس لقطہ کو صدقہ کیا جائے جبکہ سلائی و کسٹم وغیرہ اس پر خرچ ہوا' یا کپڑے کی اصل قیمت صدقہ کردی جائے؟

جواب: اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ کپڑا بہ حیثیت لقطہ صدقہ کردیا جائے اور اس پر جو کچھ سلائی و کسٹم میں خرچ ہوا ہے اس کو اس میں سے وضع نہ کیا جائے یہ خرچہ مالک کو تلاش کرنے' یا کپڑے کی حفاظت کرنے میں نہیں ہوا بلکہ اپنے مقصد کے لئے ہوا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۳)

متفرقات

امانت رکھ کر واپس نہ آیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص کرایہ مکان دے گیا کہ جب میں لوٹوں گا مکان کرائے پر لوں گا اور یہ میرا صندوق ہے اسکی حفاظت کرنا اسکو عرصہ بارہ سال کا ہوگیا تو میں کیا کروں' صندوق میں دیمک لگ گئی ہے؟

جواب: اگر آپ کو اس شخص کا پتہ معلوم ہے اور زندہ ہے تو اس کو ورنہ اس کے ورثا کے اطلاع دیں کہ تمہارا صندوق ہمارے پاس محفوظ ہے آ کر لے جاؤ یا منگا لو' ورنہ ہم خود بذریعہ ریلوے بھیج دیں گے وہ نہ منگائیں تو بذریعہ ریلوے پارسل کر کے بھیج دیا جائے اب اگر وصول نہ کریں تو وہ ذمہ دار ہوں گے آپ سبکدوش ہو جائیں گے اور اگر پتہ ہی معلوم نہ ہو تو یہ مال بحکم لقطہ ہے خواہ اپنی زندگی تک آپ انتظار کریں اور وصیت کر دیں کہ میرے بعد اگر صاحب مال نہ آئے تو صدقہ کر دیا جائے اور یا خود اپنے سامنے ہی صدقہ کر دیں لیکن صدقہ کرنے کے بعد اگر صاحب صندوق آ گیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ آپ سے قیمت صندوق وغیرہ وصول کرے اور ثواب صدقہ آپ کی طرف منتقل ہو جائے۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۳)

امانت واپس نہ کرنے والا سخت گنہگار ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ شرم مائی اپنے زیورات ونقدی ومال مویشیاں واراضی زرعی جو کہ مذکورہ کے اس کے شوہر متوفی محمد بخش سے ورثا میں حصہ ملے بغرض زیارت حج بیت اللہ فروخت کر کے مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقد پسر غلام قادر جو کہ مسماۃ مذکورہ کے پہلے خاوند سے ہے بطور امانت رکھے اب جبکہ مسماۃ شرم مائی مذکورہ نے زر امانت مسمی غلام قادر سے طلب کیا تو بجائے امانت واپس کرنے کے مسمی غلام قادر نے مسماۃ شرم مائی کو مار پیٹ کر کے گھر سے بھی نکال دیا' غور طلب امر یہ ہے کہ اب شرعی طور پر مسمی غلام قادر پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مسماۃ شرم مائی نے اگر اپنی مملوکہ رقم مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقد اپنے بیٹے غلام قادر کے پاس امانت رکھے ہیں تو غلام قادر پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم فوراً اپنی والدہ مسماۃ شرم مائی کو واپس کر دے ورنہ سخت گنہگار ہوگا بہر حال مسماۃ شرم مائی کو غلام قادر سے جس طرح بھی ہو سکے اپنا حق وصول کر لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۲۰)

ماہانہ رسالہ کا خریداروں تک پہنچانا مشکل ہوگیا

سوال: مشرقی پاکستان کے کچھ لوگ الابقاء منگاتے تھے بعد میں بنگلہ دیش بن گیا اب کسی کو نو رسالے کسی کے دس رسالے باقی ہیں ڈاک کا خرچہ اب کافی بڑھ گیا ہے وہاں سے لوگوں کے خطوط بھی آئے ان کو میں نے لکھ دیا کہ دعا کرو کہ منی آرڈر کھل جائے تو باقی کل نقد روپیہ ادا کردوں گا۔ اتفاق سے مولانا تشریف لائے میں نے ان کو رقم مع پتہ اور خرچہ منی آرڈر دیا کہ وہاں جا کر روانہ کردیں انہوں نے منظور کرلیا میں اس صورت میں قرض سے سبکدوش ہوجاؤں گا۔

۲۔ پھر میں نے کہا کہ ان میں سے بہت سے بہاری ہوں گے جو ہجرت کر گئے ہوں گے بہت سے فوت ہوگئے ہوں گے جن کے منی آرڈر واپس آئیں گے لہٰذا ان کی رقم اپنے مدرسہ کے مستحق طلبہ کو دیدیں کیا مدرسہ کے مستحق لوگوں کے دینے سے میں سبکدوش ہوجاؤں گا۔

۳۔ کچھ اپنے رسالے دستی لے جاتے ہیں جواب عرصہ سے نہیں آرہا ہے میری نیت ہے کہ تمام رسالے کسی دینی مدرسہ میں مستحق طلبہ میں تقسیم کرادوں پھر اگر وہ آ گئے تو انکو دوبارہ دیدوں گا ایسے ہی ہندوستان سے لوگ رسالے منگاتے تھے اب نہیں منگا رہے ہیں انکے بھی تقسیم کرنیکا خیال ہے؟

جواب: اگر تمام رقوم آپ نے کسی بھی معتبر آدمی کے ہاتھ روانہ کردیں اور منی آرڈر کا خرچ بھی آپ نے دیدیا تو آپ اس قرض سے سبکدوش ہوجائیں گے بشرطیکہ مالکان کو رقوم مل جائیں اگر ان کو نہ ملیں تو آپ سبکدوش نہ ہوں گے۔

۲۔ جن لوگوں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے ورثہ کو تلاش کیا جائے اگر ورثہ نہ ملیں تو یہ رقم مستحق طلبہ کو دے دینے سے سبکدوش ہوجائیں گے جو بہاری ہجرت کر گئے اگر کوشش کے باوجود ان تک یا انکے ورثہ تک رسائی نہ ہوسکے تو یہ رقم بھی مدرسہ کے مستحق طلبہ کو دے دیں پھر اگر کوئی اتفاق سے آجائے اور وہ صدقہ پر رضامند نہ ہو تو اس کو دوبارہ رقم دینا ہوگی۔ ۳۔ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۹۱)

اگر کوئی شخص امانت کی رقم لے کر جا رہا تھا اور تساہل کی وجہ سے رقم کھوگئی ہے تو ضمان لازم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے ایک دوست سے (جو ہمیشہ مدرسہ اور طلباء کی خدمت کرتا ہے) کہا تھا جس نے دو طالب علموں کی امداد کے لئے وعدہ کیا تھا چنانچہ جمعہ کے دن اس نے مدرسہ سے طالب علموں کو دعوت پر بلایا ہم نے دس طالب علم بھیج دیئے

اس شخص نے ایک طالب علم عبدالرزاق کمرہ نمبر ۱۵ مدرسہ قاسم العلوم کو جس کو بندہ نے دعوت پر بھیجا تھا ایک سورو پیہ برائے دو طالب علم جن کے لئے اس کو کہا گیا تھا اس نے دے دیا اور عبدالرزاق کو کہا کہ یہ حافظ محمد رفیق صاحب کو جا کر دے دینا ان سے کہہ دینا کہ یہ رقم ان دو طالب علموں کی ہے جن کی امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا عبدالرزاق وہاں سے رقم لایا مگر مجھے نہیں پہنچائی بعد میں پتہ چلا کہ اس شخص نے مذکورہ طالب علم کو رقم دی ہے مگر اس نے نہیں پہنچائی چنانچہ اس سے دریافت کیا گیا تو وہ کہتا ہے مجھ سے رقم گم ہوگئی ہے مہربانی فرما کر شرعی فیصلہ کے مطابق رقم دلوائی جائے۔ بینوا توجروا

جواب...... یہ رقم جس طالب علم سے ضائع ہوگئی ہے اس کے ذمہ ہے وہ اپنی طرف سے ادا کرے کیونکہ یہ رقم کے اس کے پاس امانت تھی اور امانت کی حفاظت میں اگر کمی کی جائے تو ضمان دینا پڑتا ہے لہٰذا اس طالب علم پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے اس قدر رقم دے۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۹۵)

بدلے میں دوسرے کے جوتے پہننا

سوال: ایک شخص نے مسجد میں یا ریل میں یا اسٹیشن وغیرہ میں اپنا کپڑا یا جوتا وغیرہ ایک جگہ رکھا جہاں پہلے سے دوسروں کے کپڑے جوتے بھی رکھے تھے اتفاقاً ایک آدمی دوسرے کا کپڑا یا جوتا لے گیا خواہ قصداً یا بلا قصد اب دوسرے آدمی کے لئے اسکی جگہ جو جوتا یا کپڑا ملا ہے اس کا استعمال اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں کیونکہ اول تو یہ یقین نہیں کہ جس نے اس کا جوتا یا کپڑا لیا ہے یہ کپڑا یا جوتا اسی کا ہے اور ہو بھی تو باہمی مبادلہ کا کوئی معاملہ نہیں ہوا اس کپڑے یا جوتے کا حکم لقطہ کا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۵)

جس شخص سے امانت لوٹ لی گئی ہو اب وہ ذمہ دار ہوگا یا نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مبلغ نو سو روپے لے کر شہر لائل پور میں سودا خریدنے کے لئے جا رہا تھا کہ ساتھ والے دکاندار نے یہ کہا کہ یہ مبلغ چھ سو روپے میرا بھی لے جا اور میرا سودا بھی لیتے آنا اور سودا کی فہرست بھی دے دی جب یہ شخص ٹرک میں سوار ہو کر لائل پور پہنچا اور صبح نو بجے سودا خریدنے کی غرض سے بازار پہنچا بازار ابھی تک نہیں کھلا تھا یہ شخص بازار میں مبلغ پندرہ سو روپے لئے ہوئے جا رہا تھا کہ اس کے پیچھے ایک شخص ہولیا اور اس کے کچھ دور ایک شخص فقیرانہ لباس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس ایک رومال بھی پڑا تھا اتنے میں ایک شخص اور آ گیا اور کہا کہ میرا پندرہ سو روپے اور ایک انگوٹھی طلائی گم ہوگئی ہے اور اس رومال میں پندرہ سو روپے اور انگوٹھی اور وہ رومال آ کر اٹھالیا اور اس شخص فقیرانہ لباس والے کو کہا کہ تو میرا چور ہے ان دونوں کی

آپس میں ہاتھا پائی ہوگئی اتنے میں ایک اور شخص بھی آ گیا اتنے میں وہ دکاندار پندرہ سو روپے والا بھی اوراس کے پیچھے والا شخص آ پہنچا یہ چاروں شخص ہو گئے ایک ملزم اور تین مدعی اوراس دکاندار پندرہ سو روپے والے کو کہا کہ تو ہمارا گواہ بن جا۔ ہم اس چور کو تھانہ کوتوالی میں لے جاتے ہیں اب یہ پانچ شخص شہر کے ایک باغ میں جا پہنچے وہاں جا کر فقیرانہ لباس والے کی تلاشی لی پھر دکاندار مبلغ پندرہ سو روپے والے مذکور کو کہا تو بھی تلاشی دے اس نے تلاشی دینی شروع کی اور مبلغ پندرہ سو روپے اپنے ہاتھ میں رکھے پھر انہوں نے کہا کہ ہماری انگوٹھی نہیں اور پندرہ سو روپے دکاندار مذکور کے ہاتھ سے لے لئے اور دیکھا جب انگوٹھی نہ ملی تو دکاندار کو کہا کہ یہ مبلغ پندرہ سو روپے ہم تیری بوری میں بند کر دیتے ہیں پھر اس کو کہا کہ انگوٹھی کی منہ کی تلاشی دے اور وہ بوری روپے ڈالنے کے پاس بوری اور روپے تھا جب ان میں سے ایک شخص نے اس دکاندار مذکور کا منہ کھولا اور تلاشی لی اور پھر اس کو بوری نقدی والی پکڑا دی پھر اس دکاندار مذکور کو بعد تلاشی کچھ دور تک اپنے ساتھ لے گئے پھر اس کو کہا کہ تو شریف آدمی ہے۔ واپس جا اور سودا خرید لے۔ کیونکہ اب بازار کھل گیا ہے جب دکاندار مذکور نے تھوڑی دور جا کر بوری کھولی اور اپنا روپیہ دیکھا تو نہ پایا پھر ان کی تلاش کی مگر وہ کہیں بھاگ گئے تھے نہ ملے اب سوال یہ ہے جس دکاندار نے اس دکاندار مذکور کو مبلغ چھ سو روپیہ برائے خرید سودا دیئے تھے اس کو مبلغ چھ سو روپے شرعاً اس دکاندار مذکور سے لینا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب...... چونکہ چھ سو روپے اس شخص کے پاس بطور امانت تھا اور اس نے حتی الواسع معروف حفاظت میں کوتاہی نہیں کی بلکہ زبردستی اس سے وہ رقم چھین لی گئی حتیٰ کہ اس کی اپنی رقم بھی مبلغ نو سو روپے اس کے ساتھ ضائع ہوگئی بیچارے کو دھوکا دے کر لوٹا گیا اس لئے یہ چھ سو روپے کا ضامن نہ بنے گا اگر اس کے اس بیان پر چھ سو روپے والے کو اعتماد ہو اور وہ اس میں اس کو سچا جانتا ہو **کمافی العالمگیریة ص ۳۴۳ ج ۴ وفی الفتاویٰ سئل ابن الفضل عمن دفع جواهر الی رجل لیبیعها فقال القابض انا أریها تاجر الاعرف قیمتها فضاعت الجواهر قبل ان یریها قال ان ضاعت اوسقطت بحرکته ضمن وان سرقت ممنه اوسقطت لمزاحمة اصابته من غیره لم یضمن کذافی الحاوی للفتاوی وفیها ایضاص ۳۴۶ ج ۴ وفی الجامع الاصغر سئل ابوالقاسم عمن عنده ودیعة فرفعها رجل فلم یمنعه المودع ان امکنه منعه ودفعه فلم یفعل فهو ضامن وان لم یمکنه ذلک لمانه یخاف دعارته وضربه فلاضمان کذافی المحیط وفی الدرالمختارمع شرحه الشامی ص ۶۷۵ ج ۵ هددالمودع اوالوصی علے دفع**

بعض المال ان خاف تلف نفسه اوعضوه فدفع لم يضمن وان خاف الحبس اوالقيد ضمن وان خشي اخذماله كله فهوعذر كمالو كان الجابر هوالآخذ بنفسه فلاضمان (عمادية) فقط والله تعالىٰ اعلم) فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۲۲۱)

ایک عورت جوتیاں چھوڑ کر چلی گئی

سوال: ایک عورت جوتیاں بغرض فروخت لائی ایک جوتی اس نے میرے ہاتھ آٹھ دس آنے زیادہ میں فروخت کی دوسری بار وہ کھڑاویں لائی اس سے میں نے کھڑاویں لی قیمت طلب کرنے پر میں نے کہا کہ جوتی میں تم نے مجھ سے آٹھ آنے زیادہ لئے اس میں کھڑاؤں کی قیمت ادا ہوگئی وہ غصہ میں کل کھڑاؤں چھوڑ کر چلی گئی چار پانچ سال ہو گئے سکونت کا پتہ نہیں اب اس کی کھڑاویں فروخت کردی گئیں ان کی قیمت کا کیا کیا جائے؟

جواب: قیمت اپنے پاس یا کسی امانت دار کے پاس جمع رکھیں تو بہتر یہ ہے کہ دوآدمیوں کو اس کے اوپر گواہ بنالیں کہ فلاں عورت کا اتنا روپیہ میرے پاس امانتاً رکھا ہے اور جب یہ توقع کسی طرح نہ رہے کہ وہ آئے گی یا پتہ لگے گا تو پھر روپیہ کو صدقہ کردیں یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ جوتی کی قیمت میں جو اس نے زیادتی کی تھی اسکے بدلے میں شرعاً آپ کو حق نہ تھا کہ کھڑاویں کی قیمت اس کی نہ دیں غایت حق یہ ہوسکتا ہے کہ آپ جوتے کو واپس کردیں اپنی رضا سے لینے کے بعد تاوان لینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۴)

کتاب الشہادت

شاہدوں کے اوصاف

لفظ عدل قرآن وحدیث میں مختلف مقامات پر مستعمل ہوا ہے جس کے مقابلہ میں ظلم آتا ہے اہل لغت کے ہاں ظلم ''گذشتن چیزے در غیر محل آں'' (غیاث اللغات ص ۲۷۸) کو کہتے ہیں ظلم کے اس مفہوم کے اعتبار سے اس میں بہت وسعت موجود ہے جو ادنیٰ سے ادنیٰ گناہ سے لے کر کبائر اور شرک تک کو شامل ہے مثلاً خداوند عالم نے جس مقصد کے لئے انسان کو زبان اور قوت گویائی دی ہے اگر زبان کا استعمال اس میں نہ ہو تو یہ ظلم ہے تو ظلم کے مفہومی اعتبار سے اس کے مقابلہ میں بھی اس جیسی وسعت موجود ہے۔

عدل کی ہمہ گیری

اعضاءانسانی اورانعامات خداوندی کواپنےمحل میں استعمال کرناعدل ہےقرآن مجید میں جہاں قیام عدل کا مطالبہ بنی آدم سے ہوا ہے وہاں عدل سے یہی عمومی معنی مراد ہے یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآراتفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

''انصاف قائم کرنااوراس پرقائم رہنا صرف عدالت اور حکومت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلّف اور مخاطب ہے کہ وہ خود بھی انصاف پر قائم رہےاوردوسروں کو بھی انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے ہاں انصاف کا ایک درجہ حکومت اور حکام کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ کہ شریراورسرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑ جائیں نہ خودانصاف پر قائم رہیں اور نہ دوسروں کو انصاف کرنے دیں تو حاکمانہ سزااور تعزیر کی ضرورت ہے یہ اقامت عدل وانصاف ظاہر ہے کہ حکومت ہی کرسکتی ہے جس کے ہاتھ میں اقتدار ہے آج کی دنیا میں جاہل عوام کو چھوڑیئے لکھے پڑھے' تعلیم یافتہ حضرات بھی سمجھتے ہیں کہ انصاف کرنا صرف حکومت اور عدالت کا فریضہ ہےعوام اس کے ذمہ دارنہیں ہیں اور یہ وہ سب سے بڑی وجہ ہے جس نے ہر ملک اور سلطنت میں حکومت اورعوام دومتضادفریق بنادیا ہے(معارف القرآن ج ۲ص ۵۷۱'۵۷۲)

قیام عدل کے مطالبہ کاتعلق انسان کی انفرادی اوراجتماعی زندگی کے ہرایک شعبہ سے اور انسان کے اخلاق وکردار ظاہر وباطن' عبادات ومعاملات' سیاست مذہب' غرض ہرایک شعبہ میں عدل کا ہونا ضروری ہےاس تعلق عامہ کے پیش نظرخداوند عالم نے جب انبیاورسل کودنیامیں بھیج کر ان کی وجہ سے رشدوہدایت کا درس نوع انسان کودیناچاہاتوانبیاءکرام علیہم السلام کی وساطت سے قیام عدل کا مطالبہ بھی کیاجس کی تکمیل کتب سماویہ سے کی گئی ہےقرآن حکیم میں ارشادربانی ہے۔

لقدارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنامعهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط (سورة الحديد آيت ۲۵)

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کراوراتاری ان کے ساتھ کتاب اورترازوتا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف سے۔

شیخ الاسلام والمسلمین مولاناشبیراحمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''یعنی کتاب اس لئے اتاری کہ لوگ عقائداوراخلاق واعمال میں سیدھےانصاف کی راہ پرچلیں' افراط اورتفریط کے راستہ پرقدم نہ ڈالیں''(تفسیرعثمانی ص ۱۰۷) الغرض بعثت انبیاء کے دیگر مقاصد کے علاوہ ایک اہم مقصد قیام عدل بھی رہا ہے۔

مروجہ بین الاقوامی قوانین اور ان کے نتائج

سوال..... آج دنیا کی جس قوم پر بھی آپ نظر ڈالیں تو قیام عدل کا یہ مطالبہ مختلف نعروں اور مختلف انداز سے سنیں گے۔ کہیں مساوات اور برابری، کہیں انصاف اور حقوق کی بحالی کے عنوان سے عوام وخواص رطب اللسان ہیں مگر عملاً یہ عنقا کے مترادف ہے بلکہ دن بدن جرائم اور مظالم میں روز افزوں ترقی ہورہی ہے قانون عملاً معطل ہے آج ہر ملک میں قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ اور اسمبلیاں قائم ہیں جرائم کے انسداد کے لئے مختلف قوانین وضع کئے جارہے ہیں لیکن جرائم میں بجائے کمی کے زیادتی ہی ہورہی ہے۔

نگاہ خلق میں دنیا کی رونق بڑھتی جاتی ہے
میری نظروں میں پھیکا رنگ محفل ہوتا جاتا ہے

آپ حضرات دومنٹ کے لئے خالی الذہن ہوکر عالمی سطح پر جرائم کے معیار کو دیکھیں تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہوجائے گی 1980ء میں اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق بین الاقوامی سطح پر گذشتہ چھ سالوں میں زناہزنی میں ۹۷ فیصد، چوری میں ۴۶ فیصد اور قتل میں ۲۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ روزنامہ جنگ ۱۵ نومبر ۱۹۸۰ء)

اگر ایک طرف سائنسی دور میں انسداد جرائم کے لئے سائنسی آلات استعمال کئے جارہے ہیں تو دوسری طرف مجرم بھی نت نئے طریقے اختیار کر کے بڑی صفائی سے جرم کرتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایسے امور ضرور ہونے چاہئیں جو جرائم کی بیخ کنی کرتے ہوئے امن کا معاشرہ (Peaceful Society) مہیا کریں آپ اقوام عالم کے مذاہب اور عقائد کو بھی دیکھ لیں نام نہاد ترقی یافتہ اقوام کے قوانین کے مطالعہ کریں مگر یقین کیجئے کہ اس کا واحد علاج آپ کو آج سے چودہ سو سال پہلے کوہ صفا پر یاایھاالناس قولوا لاالٰہ الااللہ تفلحون کے داعی کے دیئے ہوئے نسخہ کیمیا میں ملے گا جہاں مجرم جرم کرنے کے بعد خود اپنے جرم کا اعتراف اور اعلان کر کے قانون اور انصاف کا مطالبہ کرتا نظر آئیگا۔

نظام عدل کا مرکزی نکتہ

اسلام میں قیام عدل کا بنیادی نکتہ Basic Point خوف خداوندی ہے جس کا تعلق فرد سے لے کر معاشرہ تک اور رعیت سے لیکر بادشاہ تک ہے اگر دل ودماغ میں خوف خدا موجود ہو اور نظریہ یہ ہو کہ آج میں جو کام کر رہا ہوں کل قیامت کے روز دربار خداوندی میں مجھ سے اس کی بازپرس ہوگی اور مجھے ضرور حساب دینا ہوگا تو اس عقیدہ کے بعد ہر انسان قدم بقدم خیال رکھے گا

کہ کہیں مجھ سے ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے جو قیامت میں خسارہ اور ذلت ورسوائی کا باعث ہو۔ عدالت میں عدل کی کرسی پر بیٹھے ہوئے حاکم اور مجسٹریٹ کا اگر یہ عقیدہ ہو اور سامنے ندامت اور پشیمانی کے عالم میں کھڑے ہوئے مجرم بھی خوف خداوندی کے ہتھیار سے مسلح ہوں تو یقین کیجئے کہ ظلم وناانصافی کا نام ہی عالم سے فنا ہو جائے گا مگر یاد رہے کہ یہ صرف خیالی یا فرضی تصور نہیں ہے بلکہ اسلام اور ہمارے اسلاف کی تاریخی زندگیوں میں اس کے واضح ثبوت موجود ہیں۔

حضرت ماعزؓ کا واقعہ

سوال...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دور کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ماعزؓ بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے آپ نے فرمایا اے ماعز لوٹ جاؤ اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کر' راوی کہتا ہے کہ ماعزؓ قدرے دور گئے تھے کہ پھر لوٹ آئے اور مکرر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے پاک کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کی زنا سے' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ شخص پاگل تو نہیں ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ اس پر ایک شخص نے اٹھ کر ماعزؓ کے منہ کو سونگھا تو اسے اس سے شراب کی بو نہ آئی آپ نے ماعزؓ سے پھر پوچھا کیا واقعی تم نے زنا کیا ہے؟ ماعزؓ نے عرض کی ہاں مجھ سے زنا ہوا ہے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعزؓ کو سنگسار کر دیا گیا اس واقعہ کو ابھی تین ہی دن گزرے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا ماعزؓ بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے پوری اُمت پر تقسیم کیا جائے تو سب کیلئے کافی ہے۔ (ترجمۃ العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ص ۲۸۸' ۲۸۹)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور میں ہی قبیلہ ازد کے بطن غامہ کی ایک عورت نے بھی اقرار جرم کیا تھا جس کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے بھی سنگسار کر دیا گیا

رات کی تاریکی میں خوف خدا کا اثر

سوال...... خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کرتے ہوئے جب ایک ایسے مکان کے قریب سے گزرے جہاں والدہ اس بات پر اصرار کر رہی تھی کہ میں دودھ میں پانی ملاؤں گی لیکن بیٹی انکار کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ دودھ میں ملاوٹ نہ کرو

والدہ کہتی ہے کہ عمرؓ اس وقت کون سا یہاں ہے؟ بیٹی جواب دیتی ہے کہ اگرچہ عمرؓ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے لیکن اس کا خدا جو کہ علیم وخبیر ہے وہ تو موجود ہے۔

اسلامی تاریخ نے خوف خداوندی کے اس جذبہ سے شدت احساس کے اتنے نمونے اکٹھے کرر کھے ہیں کہ ان کا بالاستیعاب احصاء کرنا انسانی بس کی بات نہیں ہے۔

عرض کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ قیام عدل کے لئے خوف خداوندی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے آخر رات کی تاریکی میں گھر کی چار دیواری کے اندر اس خدا ترس لڑکی کو دودھ میں ملاوٹ کرنے سے باز رکھنا' ماعز بن مالکؓ کا اپنے کئے ہوئے پر پشیمان ہو کر بارگاہ نبوت سے بار بار واپس کرنے کے باوجود لوٹ لوٹ کر اپنے جرم کا اقرار کرنا آخر کون سے جذبہ سے یہ لوگ سرشار تھے؟ یہ وہی جذبہ ہے جسے ہم خوف خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

موانع عدل

عدل کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید نے واضح طور پر ان امور کی نشاندہی کر دی ہے جو قیام عدل کے لئے سب سے بڑے موانع اور رکاوٹیں ہیں خاص کر شہادت اور قضا میں یہ امور انسان کو انصاف سے ہٹا کر ظلم پر آمادہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔ (۱) قرابت Relation (۲) عداوت Enmity (۳) مال و دولت Wealth

قرابت: بسا اوقات ایک انسان تعلقات' قرابت اور رشتہ داری کے ماحول سے متاثر ہو کر درست اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا مثلاً گواہ اپنی شہادت میں ان تعلقات کی بنا پر جھوٹ بول کر ناجائز اور غیر مشروع امور کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے افسر مجاز اپنے بالا افسران کے رعب سے غلط کام پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس طرح عدل کو چھوڑ کر ظلم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے قران مجید میں اس امر کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

یایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین: اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا۔

شہادت حق اور قرابتیں

خداوند عالم نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے ایمان والو! تمام معاملات میں ادائے حق کے وقت بھی اور فیصلہ کے وقت بھی انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کی

خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے رہو اگرچہ وہ گواہی اور اظہار اپنی ہی ذات کے خلاف ہو یا والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابل ہو" بیان القرآن۔

گویا قانون اور انصاف کے سامنے رشتہ داری اور قرابت کوئی روک نہیں ولدیت اور ولدیت کے محبوب رشتوں کو بھی قربان کرنا ہوگا خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اس کے رہنما اصول اور عملی نشان راہ موجود ہیں۔

حضرت اُسامہؓ کی سفارش پر دربار نبوت کا ردعمل

ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ قریش کے قبیلہ مخزومی کی ایک عورت سے چوری سرزد ہوگئی قریش نے باہمی مشورہ کیا کہ اس عورت کو ہاتھ کاٹنے کی سزا سے بچانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کردینی چاہئے اس کام کے لئے سب نے حضرت اُسامہؓ کو منتخب کیا کیونکہ وہ رسول اللہ کے محبوب رفیق تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس نظر شفقت سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو دیکھتے تھے حضرت اسامہؓ بھی اسی طرح آپ کے منظور نظر تھے حضرت اُسامہؓ نے جب سفارش کی تو بارگاہ نبوت سے جلال آمیز ارشاد صادر ہوا۔

اتشفع فی حدمن حدود اللہ ثم قام فاختطب فقال یایھاالناس انما ھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لوان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (دعوات حق جلد اول ص ۹۵)

کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی شریف چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی نادار چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے، خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی خدانخواستہ چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کاٹتا۔

ایک انسان جب کسی اعلیٰ عہدہ اور مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے تعلقات اور رشتہ داری بڑھ جاتی ہے اجانب اقارب بن جاتے ہیں مدتوں سے ٹوٹے ہوئے رشتے پھر جڑ جاتے ہیں لیکن مسلمان سے مذہب اسلام کا یہی مطالبہ ہے کہ قانون شریعت کے مقابلہ میں کسی کو بھی ترجیح نہ دی جائے۔

عدل فاروقی کی ایک جھلک

خلفائے راشدین میں سے حضرت عمرؓ کے مبارک دور میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ

حکمرانوں کے اعزا اور اقربا کو رعیت کے دوسرے افراد کے مقابلہ میں امتیازی مقام حاصل ہو چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جب شراب پی لی تو اس پر بھی حد جاری کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ (العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام ص ۳۴۴) نیز حضرت عمرؓ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار قدامہ بن مظعون (جو آپ کے سالے اور معزز صحابی تھے) کو بھی شراب نوشی کے جرم میں اسی کوڑے لگوائے (تاریخ اسلام ص ۲۰۷)

ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی سے گھوڑے کا سودا طے کیا پھر آزما کر دیکھنے کی خاطر اس پر سوار ہونے لگے تو گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اور زخمی ہو گیا حضرت عمرؓ نے چاہا کہ گھوڑا اس کے مالک کو واپس کر دیں لیکن مالک نے واپس لینے سے انکار کر دیا دونوں مقدمہ لیکر قاضی شریح کی عدالت میں گئے قاضی نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد فرمایا۔

''امیر المومنین! جو چیز آپ نے خریدی ہے اسے لے لیجئے ورنہ جس حال میں خریدی تھی اسی حال میں واپس کیجئے'' یہ سن کر حضرت عمرؓ بول اٹھے ''اسے کہتے ہیں فیصلہ کرنا'' پھر آپ نے شریح کو عدل وانصاف سے فیصلہ کرنے کے بدلے کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا (تاریخ اسلام ص ۳۴۴)

امیر المومنین قاضی کی عدالت میں

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مقدمہ میں فریق بن کر عدالت میں حاضر ہوئے فیصلہ امیر المومنین کے خلاف ہوا اور آپ اسے محسوس نہیں کرتے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت علیؓ کی زرہ گر گئی جو ایک نصرانی کے ہاتھ لگ گئی، حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا نصرانی کا دعویٰ تھا کہ یہ اس کی اپنی زرہ ہے قاضی شریح نے حسب قاعدہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اپنے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے کوئی گواہ ہے؟ تو حضرت علیؓ نے دو گواہ ایک اپنا بیٹا اور دوسرا اپنا آزاد کردہ غلام قنبر کو حاضر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے میں بیٹے کی گواہی والد کے لئے درست تھی لیکن قاضی شریح نے فرمایا کہ آپ کے بیٹے کی گواہی آپ کے لئے درست نہیں ہے اور دوسرا گواہ جو کہ آزاد کردہ غلام ہے اور اس ایک گواہ کی گواہی سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ زرہ کا فیصلہ نصرانی کے حق میں ہوا اس فیصلے کا نصرانی پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور زرہ حضرت علیؓ کو واپس کر دی لیکن حضرت علیؓ نے دوبارہ زرہ اسے دیدی اور اس کے ساتھ ایک گھوڑا بھی اسے عنایت فرمایا (نور الانوار ص ۲۲۲)

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نظام عدل کے قیام میں انسان کو کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہئے بلکہ آقا اور غلام امیر اور غریب، حاکم اور محکوم سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے گا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آج اگر کوئی افسر بالا ماتحت افسر کے خلاف فیصلہ صادر کرے تو معلوم نہیں اس انصاف کی وجہ سے اس فیصلہ کرنیوالے کو کیا کیا سزائیں ملیں گی اگر کسی خوف کی وجہ سے معزول نہ کرے لیکن انتقام کی آگ ہر وقت محکوم علیہ کے ذہن میں سلگتی رہے گی اور فیصلہ کرنے والا انتظار کی گھڑیاں شمار کرتا رہیگا۔

انصاف کی نظر میں عمر فاروق اور ایک عام آدمی برابر ہیں

لیکن اسلام کے شیدائیوں کو جہاں حق بات نظر آئی وہاں اپنے خلاف فیصلہ پر بھی راضی اور خوش رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا حضرت ابی بن کعبؓ سے کچھ نزاع ہو گیا حضرت ابی بن کعبؓ نے زید بن ثابتؓ کے یہاں مقدمہ دائر کر دیا حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے تو حضرت زیدؓ نے آپ کی تعظیم کی، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے، یہ کہہ کر اپنے فریق ابی بن کعبؓ کے ساتھ بیٹھ گئے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا اور حضرت عمرؓ کو دعویٰ سے انکار تھا ابی بن کعبؓ نے قاعدہ کے موافق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی تو زید بن ثابتؓ نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو حضرت عمرؓ اس ترجیحی سلوک پر آزردہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں اس وقت تک تم منصب قضا کے قابل نہیں ہو سکتے۔ کنز العمال جلد۳ ص ۱۷۴)

اسلامی نظام عدل نے شاہان وقت کو بھی معاف نہیں کیا

ان مثالوں اور واقعات کا تعلق صرف خلفائے راشدینؓ کے مبارک دور سے خاص نہیں ہے بلکہ حقانیت اور حق گوئی کا یہ جذبہ ہمیشہ اسلاف اور بزرگان دین کا شیوہ رہا ہے جہاں حق بات نظر آئی وہاں بادشاہ وقت کو بھی معاف نہیں کیا۔

قاضی ابو یوسفؒ عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہیں ایک شخص ان کے سامنے مقدمہ پیش کرتا ہے کہ عباسی بادشاہ ہادی سے ایک باغ کے بارے میں میرا جھگڑا ہے قاضی ابو یوسفؒ رائے قائم کرتے ہیں کہ حق اسی شخص کے ساتھ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ گواہ بادشاہ کے پاس ہیں انہوں نے کہا مدعی کا مطالبہ ہے کہ ہادی قسم کھائے کہ اس کے گواہ سچے ہیں ہادی نے قسم کھانے کو اپنی توہین سمجھتے ہوئے اس سے انکار کیا اور باغ اپنے مالک کو واپس کر دیا۔

عداوت: دوسری چیز جو نفاذ عدل کے لئے مانع ہے اور انسان کو ظلم اور ناانصافی کی طرف لے جاتی ہے وہ عداوت اور آپس میں دشمنی ہے' قرآن مجید نے اس امر کی نشاندہی یوں فرمائی ہے۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لاتعدلوا اعدلو قف ھواقرب للتقوی واتقوالله ان الله خبیر بماتعملون: سورۃ المائدہ آیت ۸:

کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو اور عدل کرو' یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے' اور ڈرتے رہو اللہ سے' بے شک اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اہل اسلام کا طرۂ امتیاز

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

''عدل کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط وتفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل اور انصاف کا ترازو ایسا صحیح اور برابر ہونا چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی پہلو کو جھکا نہ سکے۔ (تفسیر عثمانی ص)

اور یہی وہ رسم ہے جس کو اہل اسلام نے ہمیشہ کیلئے قائم رکھا مفتوحہ علاقوں میں اسلام کا برتاؤ ہمیشہ کیلئے انسانیت پر مبنی رہا معاملات اور دیگر حقوق میں غیر مسلموں کو پورا پورا حق دیا گیا ہے۔

اہل مغرب کا سفاکانہ کردار

ہم جب اقوام عالم اور ایام ماضیہ کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ دیگر مذاہب اور ادیان والے غیر مذہب والوں سے چوپایوں جیسا سلوک بھی روا نہیں رکھتے اور صرف یہ نہیں بلکہ اسلام کا مقابلہ اگر دور حاضر کی مغربی تہذیب سے کیا جائے تو یقیناً اسلام اپنی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ وسیع اور بلند و پاکیزہ نظر آئے گا۔

اہل مغرب آج جس مذہبی آزادی کا دم بھرتے ہیں اس سے پہلے ان کے یہاں وہ دور بھی گزر چکا ہے جس میں اندلس' کی ''تحقیقاتی عدالتوں'' کی بہیمانہ سزائیں اور مشرق میں صلیبی جنگوں کی سفاکیاں ملتی ہیں اہل مغرب نے اپنے نظریات سے اختلاف کرنے والوں کو آگ میں جلانے تک کی سزا کو جائز رکھا اور یہی وجہ تھی کہ مذہبی دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے احتساب کی عدالتیں قائم ہوئیں جنہوں نے دشمنوں کو بلاوجہ وہ سزائیں دیں جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکے گی۔

ان عدالتوں اور احتساب کے محکموں نے ایک اندازے کے مطابق ۳۲ ہزار انسانوں کو زندہ جلایا جن میں ہیئت اور طبیعات کے مشہور عالم برونو Brunoe اور گلیلو Galiho کو بھی یہی سزا

دی گئی انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۲۶۴،۲۶۵

اہل مغرب نے کسی مفتوحہ علاقہ میں مخالفین کے وجود کو دیکھنا بھی برداشت نہیں کیا جس علاقہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتے ہیں وہاں اعلان کرتے کہ جو ہمارے خیالات اور نظریات سے متفق نہیں وہ ہمارے ملک سے نکل جائے جیسا کہ فرانسیسی جنرل کاسترو نے ۱۹۴۰ء میں دمشق کے گذشتہ انقلاب کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ ''ہم صلیبی مجاہدین کے پوتے ہیں جس کو ہماری حکومت پسند نہ ہو وہ یہاں سے نکل جائے''

اور اس سے ملتی جلتی بات جنرل کاسترو کے ایک ہم مشرب نے ۱۹۴۵ء میں الجزائر میں کہی تھی۔ (العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام ص ۳۲۵)

روسی کمیونسٹوں کا مسلم اقلیت سے ظالمانہ سلوک

موجودہ دور میں دوسری عظیم طاقت روس کا کمیونسٹ بلاک تو غیر کمیونسٹوں کے وجود کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے مذہبی رسوم اور عبادت خانوں کو ختم کرنے کا خواہاں ہے اقلیت کے ساتھ نازیبا سلوک کا اندازہ آپ روسی مسلمانوں کی مساجد اور مدارس سے کئے ہوئے حشر سے لگا سکتے ہیں روس میں کمیونسٹ انقلاب سے قبل ایک اندازے کے مطابق مسلمانوں کے ۲۵ ہزار مدارس تھے لیکن کمیونسٹ انقلاب کے بعد یہ مدارس بند کر دیئے گئے اور اساتذہ کو گرفتار کر لیا گیا مدارس کی وہ عمارتیں جن میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں بعض کو مسمار اور بعض کو ضبط کر کے اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا اور پچیس سال کے عرصہ میں ایک بھی مذہبی مدرسہ نہ رہا۔ یہی حال مساجد کا تھا ۳۱ ہزار مساجد آباد تھیں لیکن ۱۹۴۲ کی ایک رپورٹ کے مطابق اب پورے روس میں صرف ۱۳۱۲ مساجد رہ گئی ہیں باقی سب کو شہید کر دیا گیا (تاریخ میں مسلمان قومیں)

برطانوی دور کے مظالم

روس اور یورپ تو درکنار خود اس پاک وہند کی تاریخ کو دیکھئے برطانوی گورنمنٹ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذہب کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا؟

کراچی کے مقدمہ میں رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین کا آخر جرم کیا تھا؟ صرف اس قدر کہ مذہب اسلام کے مطابق مسلمان سپاہیوں کو ترکی کی مسلمان افواج کے مقابلہ میں استعمال نہ کیا جائے۔

ان واقعات اور حالات کو پیش کرنے سے میرا واحد مقصد یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب نے اقلیت اور دشمنوں سے وہ کون سا ناروا سلوک ہے جو روا نہ رکھا ہو عداوت اور دشمنی کی بنا پر وہ کونسی بے انصافی ہے جو استعمال نہ کی گئی ہو۔

دشمنوں سے اسلام کا روادارانہ سلوک

مگر اسلام نے اپنے مخالفوں اور اقلیت سے جو حسن سلوک کیا اس کا اندازہ آپ خلفائے راشدین کے طرز عمل اور کردار سے کر سکتے ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت تک غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی تھی ذمیوں کے لئے باقاعدہ حقوق مقرر کئے گئے اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی اسی اصول کو اپنایا گیا' یہاں تک کہ خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کو وہی حقوق دیئے جو ان کے لئے تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کئے تھے۔

حقوق کی اقسام

کسی قوم کے حقوق صرف تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں ا۔ جان ۲۔ مال اور مذہب ان کے سوا اور جتنے بھی حقوق ہیں وہ سب ان ہی کے تحت آ جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عادلانہ دور میں بیت المقدس کے عیسائیوں کیساتھ ہونیوالے معاہدہ میں انہیں جو حقوق دیئے گئے تھے وہ یہ ہیں۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی یہ امان جان ومال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا" طبری' فتح بیت المتدس بحوالہ تاریخ اسلام ص ۲۲۲

اور یہ حقوق صرف ایلیا والوں سے مخصوص نہیں تھے بلکہ پوری دنیا میں مسلمان جہاں بھی فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں کے رہنے والوں کو یہ حقوق دیئے اہل جرجان کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ان کی جان' مال' مذہب وشریعت سب کو امان ہے ان میں سے کسی شے میں کوئی تغیر نہیں کیا جائیگا" طبری' فتح' بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام ص ۲۲۲۔ آذربائیجان کے معاہدہ میں بھی اسی قسم کے الفاظ تھے۔

"انکی جان ومال اور مذہب وشریعت کو امان ہے" طبری' فتح بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام ص ۲۲۲۔

دورِ صدیقیؓ کے عہد نامے

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی حیرہ کے عیسائیوں کو ازروئے معاہدہ یہ حقوق دیئے گئے۔

''ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ منہدم کئے جائیں اور نہ ان کا کوئی قصر گرایا جائے گا جن میں وہ ضرورت کے وقت دشمن کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ مذہبی تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے'' (طبری، فتح، بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام ص۲۲۲) اور یہ بات صرف کاغذی کارروائی تک محدود نہ تھی بلکہ خلفائے راشدین ہمیشہ کے لئے ماتحت گورنروں کو اس کے متعلق ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے' غیر مسلموں سے وہی سلوک برتا جاتا تھا جو سلوک مسلمانوں سے روا رکھا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے شام کے سفر میں ایک مقام پر دیکھا کہ ذمیوں پر سختی کی جارہی ہے جب سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہیں کیا گیا پوچھا گیا کیوں؟ جواب ملا سبب ناداری ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو' جو لوگ دنیا میں دوسروں کو عذاب دیتے ہیں خدا انہیں قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسفؒ)

نادار' مفلس اور معذور ذمی جزیہ سے مستثنیٰ تھے بلکہ بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی تھی چنانچہ حیرہ کے معاہدہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

''اگر کوئی بوڑھا ذمی کام کرنے سے معذور ہو جائے یا کوئی آفت آئے یا دولتمندی کے بعد غریب ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کی اولاد کو بیت المال سے خرچ دیا جائے گا'' (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسفؒ)

حضرت عمرؓ کا ایک لطیف استدلال

یہ معاہدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا اور عہد فاروقی میں اس پر باقاعدہ عمل جاری رہا بلکہ حضرت عمرؓ نے تو قرآنی استدلال سے اس کو اور زیادہ مؤکد کر دیا چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک ضعیف ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور میں ادا نہیں کر سکتا یہ سن کر حضرت عمرؓ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد رقم دیکر داروغہ کو پیغام بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے اور

فرمایا کہ کلام اللہ کی یہ آیت انما الصدقات للفقراء والمساکین: میں فقراء سے مراد مسلمان اور مساکین سے مراد اہل کتاب ہیں اور فرمایا خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی سے تو ہم فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں ان کو نکال دیں (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف)۔

حفاظت نفس کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمرؓ با قاعدہ اس سے قصاص لینے کا حکم فرماتے چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر کے اس سے قصاص لیا۔ (الدرایۃ بحوالہ تاریخ اسلام)۔ حفاظت مال کے بارے میں اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی کسی جائیداد یا مال کو نقصان پہنچاتا تو حضرت عمرؓ اس کا معاوضہ بیت المال سے دلاتے جیسا کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر نے شام کے ایک ذمی کی زراعت کو پامال کیا تو حضرت عمرؓ نے اس ذمی کو بیت المال سے دس ہزار درہم کا معاوضہ دلایا (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف)

ذمیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی خصوصی ہدایت

حضرت عمرؓ جس طرح خود ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے ایسے ہی ماتحت گورنروں سے بھی کرواتے چنانچہ فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو لکھا کہ "مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے" ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کے مال کھانے سے روکو اور ان سے جو شرطیں طے کی گئی ہیں انہیں پورا کرو" (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف)

بلکہ حضرت عمرؓ دنیا سے جاتے وقت آئندہ خلیفہ کے لئے جو ہدایات لکھتے ہیں ان میں ذمیوں کے حقوق اور ان کی نگہداشت کا خصوصی تذکرہ موجود ہے۔ "میں ان لوگوں کے حق میں جن کو خدا اور سول کا ذمہ دیا گیا ہے یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کیا جائے اس کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ انہیں تکلیف نہ دی جائے" (تاریخ اسلام ص ۲۲۶)

یہی وہ اسلامی عدل وانصاف ہے جس میں دوست اور دشمن کو ایک ہی نظر سے دیکھا گیا ہے وہ دشمن جو بدترین دشمن تھے جو مذہب اور عقیدہ کے دشمن تھے ان سے جب اس قدر انصاف قائم رکھا گیا تو اور کون ہو سکتا ہے جس کے ساتھ اسلام نے ظلم کی گنجائش رکھی ہو؟ ان واقعات سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدینؓ نے اس فرمان خداوندی پر "کسی قوم کی دشمنی تم کو ظلم پر آمادہ نہ کرے" کما حقہ عمل کیا جائے اور امت محمدیہ کے لئے قیامت تک ایک عملی نمونہ چھوڑا ہے۔

وہ دشمن جو اپنے کئے ہوئے افعال وکردار کی وجہ سے بڑی بڑی سزاؤں کے مستحق ومنتظر

تھے‘ ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور اپنی جانیں خطرے میں دیکھتے تھے لیکن اسلام نے اس کے برعکس ان کی جان کی حفاظت کے علاوہ مال و مذہب کو بھی محفوظ رکھا اور معاشرہ میں ان کو انسانیت کی نظر سے دیکھا گیا۔

مال و دولت: تیسری چیز جو قیام عدل وانصاف میں مانع ہے وہ مال و دولت کی فراوانی یا فقدان ہے مثلاً ایک انسان بسا اوقات کسی غریب کی غربت کو دیکھ کر اس پر ترس کھا کر اس کے لئے جھوٹی گواہی دیتا ہے یا پھر غریب کی غربت پر ترس کھا کر فیصلہ اس کے حق میں کر جاتا ہے جس میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب ہوتا ہے جبکہ آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ بہت کم ہوا ہے کہ لوگ غریب کی غربت سے متاثر ہوئے ہوں دوسری صورت میں انسان بعض اوقات مالدار کی مالداری کی وجہ سے ظلم پر آمادہ ہوجاتا ہے مالدار سے کچھ طمع اور امید کی خاطر گواہ جھوٹی گواہی دے کر حاکم سے غلط فیصلے کا حکم صادر کراتا ہے جو یقیناً ظلم اور ناانصافی ہے قرآن مجید نے اس کی نشاندہی یوں فرمائی ہے۔

ان یکن غنیاً اوفقیراً فالله اولیٰ بهمافلا تتبعواالهوی ان تعدلوا (سورة النساء آیت ۱۳۵) اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو خواہش کی انصاف کرنے میں۔

شہادت کے اصول

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

”یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ مالدار کی رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو جو حق ہو سو کہو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے“۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

”اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو‘ یا یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کر دیں تم گواہی دینے میں کسی کی امیری‘ غریبی یا نفع ونقصان نہ دیکھو کیونکہ وہ شخص جس کے خلاف گواہی دینی پڑے گی اگر امیر ہے تو‘ غریب ہے تو‘ دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے اتنا تعلق تم کو نہیں کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی انہی کا دیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ تمہارا دیا ہوا نہیں پھر باوجود قوی تعلق کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اس میں رکھی ہے کہ گواہی میں حق بات کہی جائے تو تم ضعیف

تعلق کے باوجود اپنی شہادت میں ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو" (بیان القرآن)

چونکہ شہادت اور فیصلہ دونوں میں تسلط علی الغیر موجود ہے جب گواہی دیتے وقت گواہ ان امور کو مدنظر رکھے گا تو قاضی اور فیصلہ کرنے والا حاکم بطریق اولیٰ ان امور کا پابند رہے گا۔ قاضی اور حاکم فیصلہ کرتے وقت جیب بھرنے کی انتظار میں نہیں بیٹھے گا بلکہ جو حق ہو گا اس کا امضاء کرے گا اسلامی قوانین انصاف کی راہ میں حائل اس مانع اور رکاوٹ کا سخت نوٹس لیا گیا ہے جب صاحب عہدہ کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو تو اپنے اس منصب سے غلط فائدے نہیں اٹھائے گا ایسی پارٹیوں (دعوتوں) میں شمولیت سے اجتناب کرے گا جو پارٹیاں صرف اس کے عہدہ کی وجہ سے اس کو دی جاتی ہوں۔

رشوت کی اقسام اور ان کے احکام

یہی وجہ ہے کہ رشوت کی تمام اقسام کو لینے والے کے لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور رشوت کا مال قبض کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آ سکتا بلکہ رشوت میں لیا ہوا مال صاحب مال کو واپس کرنا واجب ہے اس ضمن میں یہ ضروری ہے کہ رشوت کی جملہ اقسام اور ان کے احکام کے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے فقہاء کرام کے فرمان کے مطابق رشوت کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) رشوت کی پہلی قسم جس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں یہ ہے کہ کسی ایسے منصب پر فائز ہونے کیلئے رشوت دے جس منصب کا یہ اہل نہ ہو چونکہ غیر اہل کا کسی منصب پر فائز کرنا اور فائز ہونا دونوں ناجائز ہیں لہٰذا اس ناجائز کام کے لئے رشوت لینا اور دینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

(۲) دوسری قسم رشوت کی یہ ہے کہ کسی فیصلہ کرنے والے حاکم' قاضی' جج یا مجسٹریٹ کو کچھ رقم یا کوئی اور چیز اس لئے دی جائے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یہ بھی طرفین کے لئے حرام ہے۔

(۳) رشوت کی تیسری قسم یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم یا کوئی چیز اس لئے دی جائے کہ اس سے اپنا جائز کام کرایا جائے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ یہ کام جائز ہونے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے شخص کی حق تلفی کا سبب اور ذریعہ نہ ہو' لہٰذا ان شروط کے بعد رشوت دینے کی تو اجازت ہے لیکن رشوت لینا اس صورت میں بھی ناجائز اور حرام ہے۔

(۴) رشوت کی چوتھی قسم یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم اس لئے دی جائے تا کہ اس کے شر اور فساد سے محفوظ رہا جا سکے اپنی جان سے ظلم اور فساد کے دفع کرنے کے لئے کسی کو کچھ دینا تو جائز ہے لیکن لینا اس صورت میں بھی حرام ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۴ ص ۳۵۳' ۳۵۴)

جب ایک گواہ اور ایک حاکم یہ نظریہ قائم کرلے کہ مجھے کسی بھی مالدار سے کوئی سروکار نہیں، نہ وہ چائے پانی کے انتظار میں ہو اور نہ بخشش کی طمع اور لالچ میں، تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی مالدار شخص کی وجہ سے اس سے کسی قسم کی رعایت کرے اسلام میں تو آقا اور غلام امیر اور غریب سب برابر ہیں۔

شرعی عدالت میں شاہ وگدا برابر ہیں

حضرت عمرؓ جہاں کہیں امیر اور غریب کے اس امتیازی سلوک کو دیکھتے تو اس سے منع فرماتے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان تمام بے جا امتیازات کو مٹا کر شاہ وگدا، بلند وپست کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا تھا جس کی ایک جھلک اس واقعہ میں موجود ہے کہ

شام کا ایک نامور بادشاہ جبلہ غسانی مسلمان ہو گیا تھا ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اسکی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا جبلہ نے غصہ میں آ کر اس شخص کو تھپڑ مارا اس شخص نے بھی برابر کا جواب دیا جبلہ نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے جیسا کیا ویسا پایا۔

جبلہ نے جواب میں کہا کہ ہم تو وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص ہم سے گستاخی سے پیش آئے تو وہ قتل کا سزاوار ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست وبلند کو ایک کر دیا ہے۔ جبلہ نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے تو میں اس سے باز آتا ہوں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی (تاریخ اسلام)

آج دنیا میں یہ نظارہ موجود ہے معاشرہ مختلف قسم کی بے ضابطگیوں کا شکار ہے امیر اور غریب ایک دوسرے کے مدمقابل بنے ہوئے ہیں امیر اپنے آپ کو مال کی کثرت کی وجہ سے مختلف جرائم کا ارتکاب کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے جرم کو معیوب نہیں سمجھتا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یقیناً یہ بات معلوم ہوگی کہ امراء کو صرف مال کی بہتات کی وجہ سے بے جا رعایتیں دی گئی ہیں یہ اس کے نتائج اور اثرات ہیں جو معاشرہ کی تباہی کا سبب ہیں (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۸۷ تا ۴۹۰)

شہادت کا مطلب

سوال: شہادت کی تفسیر اور اس کے شرائط وارکان سے مطلع فرمائیں؟

جواب: شہادت کے لغوی معنیٰ واقعی اور قطعی چیز کی خبر دینا اور شرعاً حق ثابت کرنے کے لئے سچی خبر دینا الفاظ شہادت کے ذریعہ قاضی کے سامنے کمافی التنویر وشرحہ (ہی) لغة خبر قاطع وشرعاً اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی ج ۴ ص ۳۶۹.

اور شہادت کا رکن وہ لفظ اشہد ہے جبکہ خبر کے معنیٰ میں ہو نہ کہ قسم کے معنیٰ حیث قال فی الهندية وامار كنها فلفظ اشهدبمعنىٰ الخبردون القسم ج۳ ص ۴۵۰ اور شہادت کی شرطیں بہت ہیں ان میں اہم یہ ہیں ایک یہ کہ کامل عقل ہو دوسرے یہ کہ ضبط اور ولایت بھی حاصل ہو تیسرے یہ کہ امتیاز پر قدرت ہو تنویر اور اس کی شرح میں ہے (شرطها) العقل الكامل والضبط والولايةوالقدرة علىٰ التمييزبين المدعى والمدعى عليه (منهاج الفتاویٰ غير مطبوعه)

شاہدوں کی دو شرطوں کا بیان

سوال:...... مدعا علیہ کے ظلم کے خوف سے شاہد مدعا علیہ اور قاضی کے روبرو شہادت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دوسری جگہ شہادت دیں گے ہمارے نام قاضی اور مدعا علیہ کے پاس ظاہر نہ کئے جائیں اس صورت میں ان کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب:......شہادت میں قاضی کے روبرو ہونا' اور مدعی و مدعا علیہ کی طرف (اگر مدعا علیہ حاضر ہو) اشارہ کرنا شرط ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں شہادت معتبر نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۶)

شہادت میں اپنا نفع یا ضرر کا ازالہ مقصود نہ ہونا چاہئے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس مدعی کے پاس کسی ذاتی جھگڑے میں گواہ والد اور والدہ یا بھائی یا والد یا قریبی رشتہ دار کے علاوہ گواہی نہ دیں کیا فیصلہ ہے شریعت مطہرہ کا کہ جس پر دعویٰ ہے اس سے بطور بری از جرم قسم اٹھالی جائے اصل صورت یہ کہ پیپلز پارٹی کے ارکان دینی سیاسی جماعت سے ملحق ہو اس مذہبی جماعت کے تعاون کی وجہ سے ہر وقت تھانے پر بلوانا اور مذہبی لوگوں کو مالی جانی نقصان پہنچانا جس سے وہ آدمی تنگ آ کر عدالت میں استغاثہ کرتا ہے تو اس کے پاس مذکورہ گواہ ہیں۔

جواب......شہادت کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ گواہان کے لئے کسی منفعت کا حصول یا اپنے کسی ضرر کا ازالہ محرک نہ ہو اس لئے اصول مثلاً باپ دادا وغیرہ کے لئے یا فروع بیٹے اور پوتے کے لئے یا زن وشوہر ایک دوسرے کے لئے یا شریک کی شریک کے لئے شہادت درست نہیں اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعا علیہ سے حلف لینا جائز ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۵۶)

گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے

سوال......زید مدعا علیہ کہتا ہے کہ ورثہ عمرو مقتول کے گواہ فاسق وفاجر ہمیشہ اجرت پر گواہی

دینے والے اور سارق بھی ہیں تو ایسی صورت میں گواہوں کی تفتیش و تحقیق کرنا ظاہراً یا باطناً قاضی کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: قصاص کے گواہوں کا تزکیہ کرنا ظاہراً و باطناً مدعا علیہ کے طعن کرنے سے پہلے ہی لازم و ضروری ہے چہ جائیکہ مدعا علیہ کے طعن کرنے کے بعد۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۷)

نابینا کی گواہی کی شرعی حیثیت

سوال...... نابینا شخص کی گواہی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کن امور میں اسکی شہادت قبول ہوگی؟

جواب...... چونکہ شہادت (گواہی) کے اکثر امور کا تعلق معائنہ اور مشاہدہ سے ہوتا ہے اور معائنہ کئے بغیر اس کا بیان کرنا ناممکن ہے مثلاً ادائے شہادت کے وقت اشارہ سے اس کی تمیز ہوتی ہو تو قوت بینائی کے بغیر ان میں تمیز ناممکن ہے اور بعض امور کا تعلق سماع سے ہوتا ہے لیکن مسموعات میں آپس میں خلط ملط اور ہم مثل ہونے کی وجہ سے اشتباہ لازم آتا ہے اور شہادت میں اشتباہ سے تحرز ضروری ہے لہٰذا نابینا آدمی کی گواہی کسی حال میں درست نہیں تاہم جس شہادت کا تعلق صرف سماع سے ہو مثلاً نکاح، تو وہاں نابینا آدمی کی شہادت قابل قبول ہے۔

لماقال العلامة ابن عابدينؒ: ان الاداء يفتقرالى التميز بالاشارة بين المشهود له والمشهود عليه ولايميزالا عمىٰ الابالنغمة وفيه شبهة يمكن التحرز عنها بحبس الشهود والنسبة لتميزالغائب دون الحاضر وصاركالحدود القصاص. (ردالمحتارج ۵ ص۴۷۶ كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه)، قال العلامة مرغينانيؒ: ان الاداء يفتقرالى التميز بالاشارة بين المشهودله والمشهودعليه ولايميزالاعمىٰ الابالنغمة وفيه شبهة يمكن التحرز عنها بجنس الشهود، (الهداية ج۳ ص۱۵۹ كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته الخ) ومثله فى بدائع الصنائع ج۶ ص۲۶۸ كتاب الشهادة، فصل فى الشرائط فى الاصل (فتاوىٰ حقانيه ج۵ ص ۴۹۷)

مدعا علیہ کی گواہوں پر جرح کا حکم

سوال...... مدعا علیہ کہتا ہے کہ مدعی نے گواہوں کو کچھ دے کر گواہی دلائی ہے تو مدعا علیہ کا قول قابل قبول ہے یا نہیں؟

جواب...... قابل سماع نہیں، اگر چہ مدعا علیہ اپنی بات کو گواہوں سے بھی ثابت کر دے۔

(فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۶)

شاہد سے قسم لینا

سوال...... زیدہ کا کسی کیساتھ جھگڑا ہے فیصلہ اپنے حق میں کرانے کیلئے اس نے ایک جعلی تحریر تیار کی اور کچھ لوگوں کو ورغلا کر ان سے دستخط کرالئے اندیشہ ہے کہ یہ جعلی گواہ حقیقت حال سے باخبر ہونیکے بعد بھی اسکا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں اور حاکم کے سامنے جھوٹ کہہ دیں کہ ہم واقعتاً اس معاملے کے عینی گواہ ہیں سوال یہ ہے کہ اس صورت میں حاکم کیلئے یہ جائز ہوگا کہ وہ انہیں حلف دے؟

جواب...... حاکم مناسب سمجھے تو شاہد کو قسم دے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۹۷)

ایک شخص کی شہادت معتبر نہیں ہے اگر چہ وہ قسم بھی کھاتا ہو

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان غیر شادی شدہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی بھینس کے ساتھ زنا کیا ہے دیکھنے والا ایک شخص ہے اور وہ بھی راہ گیر ہے یہ نوجوان جس کے متعلق الزام لگایا گیا ہے بے دین قسم کا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا چار گواہوں کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر ملزم انکاری ہے تو قسم کس پر آئے گی اگر الزام لگانے والا قسم کھانے کو تیار ہو یعنی قسم کھالے تو ملزم پر جرم ثابت ہوگا اور وہ عندالشرع کیا ہوگا اگر ملزم بھی قسم کھانے کو تیار ہو اور الزام لگانے والا بھی قسم کھائے تو فیصلہ کیسے کیا جائے اس بھینس کا کیا کیا جائے۔

جواب...... ایک آدمی کی گواہی سے یہ فعل ثابت نہیں ہوگا اس لئے شخص مذکور کو مجرم سمجھنا درست نہیں اور نہ اسے قسم دینے کی ضرورت ہے اور نہ بھینس کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے ایسی فواحش کے اثبات کے لئے اتنی کوشش کرنیکی آخر کیا ضرورت پڑی العیاذ باللہ، ویسے اس شخص کو تنبیہ اور نصیحت کی جائے کہ اس قسم کی حرکات انسانیت کیخلاف ہیں اس سے احتیاط لازم ہے واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۶۰)

گواہ سے قرآن کی قسم لینا

سوال...... آج کل کی عدالتوں میں گواہی کیلئے قرآن مجید اٹھوایا جاتا ہے اس کے بغیر سچی گواہی ملنے کی توقع نہیں ہوتی ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۹۸)

وکلاء کی جرح کے خوف سے گواہی چھپانا

سوال...... شہادت کا چھپانا سخت گناہ ہے لیکن عدالت (انگریزی) میں سچی شہادت بھی شاہد سے جرح وغیرہ میں گھبرا کر جھوٹ کہلا لیتے ہیں اور نا تجربے کار سیدھے ملا کو اس کا سخت اندیشہ ہے اس اندیشے سے انکار کرے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر اس واقعے کے ثبوت کا مدار اس کی شہادت پر ہو تو کتمان وعذر نا جائز ہے اور جرح میں سچا آدمی جس کو خاص کسی شق کا ثابت کرنا مقصود نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھے کہ خواہ مقدمہ بگڑے یا سنورے بجز سچ کے کچھ نہ کہوں گا ایسا شخص جرح میں کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۸)

مجلس قضاء کے بغیر شہادت شرعاً معتبر نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: مسماۃ ہندہ کا شوہر اپنی جائیداد مکانات وغیرہ چھوڑ کر فوت ہو گیا اور دین مہر اس کا اس کے شوہر کے ذمہ باقی ہے آیا یہ جائیداد مذکورہ ورثہ پر تقسیم ہو جائے گی یا عوض دین مہر کے ہندہ کو ملے گی اور اقرار شوہر واسطے دین مہر زوجہ اپنی کے عندالشہود درست ہے یا نہیں؟ اور تعداد شہود عندالشرع کتنی ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب...... درصورت مرقومہ باقی رہے دین مہر ذمہ شوہر کے جائیداد مذکورہ بمطالبہ ہندہ ہندہ کو ملے گا اور اگر جائیداد اس قدر ہے کہ بعد اداء مہر کے باقی رہے تو ورثہ پر تقسیم ہوگی۔ کمافی الشامی' قال فی الدرالمختار: ثم تقدم دیونه التی لهامطالب من جهة العباد' ویقدم دین الصحة علی دین المرض الخ' ثم یقسم بعدذلک بین ورثته انتهیٰ وایضاً فیه' قال العلامة الشامی علی قول الدر المختار' ومثل دینه' ای مثله جنساً ومؤ جلاً اذاکان من جنسه' واطلق الشافعیؒ' اخذ خلاف الجنس ای من النقود والعروض لان النقود یجوز اخذها عندنا علی ماقررناه انفاً' لکن رایت فی شرح نظم الکنزللمقدسی من کتاب الحجر' قال ونقل جدوالدی لامه الجمال الاشقرفی شرحه للقدوری'ان عدم جوازالاخذمن خلاف الجنس کان فی زمانهم المطاوعتهم فی الحقوق' والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عندالقدرة من ای مال کان' لاسیماً فی دیارناالمداومتهم فی العقوق انتهیٰ

اور اقل تعداد شہود دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت'

کمافی الدایة' اقل الشهادة رجلان اورجل وامراتان

اوراداء شہادت میں فقط موافقت دعویٰ کافی ہے۔

کمافی الهدایة' الشهادة اذاوافقت الدعوی قبلت انتهی' وقال فی العنایة' قوله اذاوافقت الدعوی بان تتحد انواعاً وکماً وکیفاً وزماناً وفعلا وانفعالاً ووضعاً وملکاً ونسبةً انتهی

اب چونکہ شہادت شاہدین ہندہ یعنی کولیہ میاں اورسفر ملک نوع کم کیف' زمان' فعل' انفعال' وضع' ملک نسبت میں اتفاق ہیں' لہٰذا دعویٰ مسماۃ مذکورہ صحیح وثابت واموال مقررہ بسبب اقرار مقر مسماۃ مذکورہ کو ملے گا۔ ہذاحکم الکتاب' واللہ اعلم بالصواب' المجیب محمد خلیل الرحمٰن عفی عنہ

قلت وشرط لصحة الشهادة مجلس القاضی ایضاً فلاتعتبر بدونها' قال فی الدرهی اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة' فی مجلس القاضی وفی رد المحتار کذافی البحر' لکنه ذکراولاً ان شرائط الشهادة نوعان: ما هوشرط تحملها ادائها' فالاول ثلثة' وقدذکرها الشارح' والثانی اربعة انواع' مایرجع الی الشاهد' ومایرجع الی الشهادة' ومایرجع الی مکانها' ومایرجع الی المشهودبه' وذکران مایرجع الی الشاهد السبعة عشر' العامة والخاصة' ومایرجع الی الشهادة ثلثة' لفظ الشهادة والعدد فی الشهادة' بمایطلع علیه الرجال' واتفاق الشاهدین ومایرجع الی مکانها واحد' وهومجلس القضاء الخ ج ۴ ص ۵۷۳

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ شہادت کے معتبر ہونے کے لئے مجلس قضا بھی شرط ہے پس اگر ہندہ میں اوراس کے شوہر کے ورثہ میں مقدار مہر کی بابت اختلاف ہوتو محض دو گواہوں کا ورثہ کے سامنے گواہی دینا شرعی شہادت شمار نہ ہوگا جب تک کہ وہ دونوں کسی قاضی مسلم کے سامنے مجلس قضاء میں گواہی نہ دیں اوراگر ورثہ نے بدون مجلس قضاء کے اس شہادت پر عمل کیا تو جوورثہ نابالغ ہوں ان کے حق میں یہ شہادت حجت نہ ہوگی اور نہ محض اس گواہی کی بناپر ان کے حق میں سے عورت کو کچھ دیا جاسکتا ہے البتہ جو ورثہ بالغ ہوں وہ اگر رضامندی سے ان گواہوں کے بیان پر عمل کرنا چاہیں تو ان کو اپنے حصہ میں اختیار ہے اگر یہ گواہی مجلس قضاء قاضی مسلم میں پیش نہ ہوتی ہو تو ورثہ کو چاہئے کہ مہر کی جتنی مقدار بطور تواتر کے یقینی معلوم ہو اس کا اعتبار کریں ان گواہوں کے قول

پراعتماد نہ کریں اور اگر تواتر سے کوئی مقدار معلوم نہ ہو تو اس عورت کا مہر مثل (یعنی خاندانی مہر) معلوم کر کے وہ ادا کرے بشرطیکہ عورت نے پہلے سے معاف نہ کیا ہو اور شوہر نے بھی ادا نہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۳

خلاف ظاہر دعویٰ کرنے والے گواہ مقدم ہوں گے

سوال...... ایک عورت بیماری کی حالت میں خوشی خوشی باپ کے ہمراہ گئی اور قریب ایک ہفتے کے بعد مر گئی باپ نے داماد پر دعویٰ کر دیا کہ مہر مجھ کو بتا دیا ہے اور دو گواہ بھی پیش کیے اور اس عورت کے خاوند نے اپنے خسر سے کہا کہ مہر مجھ کو معاف کر دیا کئی برس ہوئے اور اس نے بھی گواہ پیش کیے مگر یہ جھگڑا برادری میں ہے عدالت میں نہیں اس کی بابت کیا حکم ہے؟

جواب...... خاوند کے گواہ مقدم ہیں اگر معتبر ہوں **لانہ یدعی خلاف الظاھر**

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۸)

قاضی نکاح خواں دعویٰ کرے کہ عورت نے بوقت نکاح اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا اور عورت انکار کرتی ہو اور مدعی اذن کے پیش کردہ گواہ مردود الشہادت ہوں تو............ الخ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱)۔ شیر دین زوج بیان کرتا ہے کہ مسماۃ مجیدہ میرے بھائی اجمیری کی بیوی تھی اس کے مرنے کے بعد میرا اس سے نکاح ہوا وہ اس وقت سے بطور میری بیوی کے میرے ساتھ رہتی ہے میرے عدم موجودگی میں امام الدین وغیرہ اس کو بھگا کر لے گئے جب میں مکان پر آیا تو اپنی بیوی کو اپنے گھر نہ دیکھا پھر بیان کیا کہ میں پہلے سے مسماۃ مجیدہ کی شراکت میں رہتا تھا میں نے دو ڈھائی مہینہ ہوئے اس سے نکاح کی درخواست کی۔

مسماۃ مجیدہ نے انکار کیا مگر پھر اس کے بعد وہ خود ہی رضامند ہو گئی مگر جب نکاح کے وقت آدمی جمع ہو گئے تو مسماۃ مجیدہ نے پھر نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

(۲)۔ مسماۃ مجیدہ زوجہ کا بیان ہے کہ میرا نکاح اجمیری کے ساتھ ہوا تھا وہ دو سال ہوئے مر گیا اس وقت سے میں علیحدہ کرایہ کے مکان میں رہتی ہوں شیر دین اجمیری کا حقیقی بھائی نہیں وہ کبھی میری شراکت میں نہیں رہا اور نہ اس سے میرا نکاح ہوا اور نہ میں نے کسی کو اپنے نکاح کے

متعلق اجازت اور رضا مندی دی شیر دین نے مجھے نکاح کی استدعا کی تھی' مگر میں نے انکار کر دیا پھر چند آدمیوں نے مجھ پر زور دیا کہ تو شیر دین سے نکاح کر لے میں نے منظور نہیں کیا اور انکار کیا اور جبر کے خوف سے اپنا مکان چھوڑ کر امام الدین کے گھر چلی آئی۔

(۳) ثبوت شیر دین: علاوہ قاضی کے چھ گواہ پیش ہوئے سب نے بالاتفاق بیان کیا کہ شیر دین کا نکاح مسماۃ مجیدہ سے ہوا مگر واقعہ کی تفصیل میں بہت کچھ اہم اختلاف ہیں کوئی کہتا ہے کہ مسماۃ نے نکاح کے وقت قطعی انکار نہیں کیا کوئی کہتا ہے کہ مسماۃ نکاح کے وقت انکار کرنے کے بعد پھر رضا مند ہو گئی تھی بعض کہتے ہیں کہ سزاول وغیرہ وکیل اور گواہ پوچھنے مسماۃ سے گئے اور پھر قاضی صاحب نے جا کر پوچھا تو اس نے دونوں دفعہ رضا مندی ظاہر کی اور بعض کہتے ہیں کہ سزاول وغیرہ سے مسماۃ مجیدہ نے انکار کیا مگر قاضی صاحب کے کہنے سے رضا مند ہو گئی بعض کہتے ہیں کہ نکاح دس بجے رات کو ہوا بعض کہتے ہیں کہ ایک بجے رات کو ہوا۔

(۴) قاضی صاحب نے بیان کیا کہ میں نے مسماۃ مجیدہ کا نکاح شیر دین کے ساتھ پڑھا قبل نکاح مسماۃ نے میرے سامنے رضا مندی کا اظہار کیا تھا مگر فوراً ہی بعد تکمیل نکاح جب میں نے اپنی رجسٹر میں مسماۃ کا انگوٹھا لگانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا اور مجھ کو دس گیارہ بجے رات کو نکاح کرنے کے واسطے بلایا گیا تھا میں نے نو بجے رات کے نکاح پڑھا تھا رجسٹر نکاح میں نو بجے کا وقت درج ہے۔

(۵) ثبوت مسماۃ مجیدہ' خلاصہ بیان میر خان'

مسماۃ مجیدہ کا نکاح شیر دین سے ہوا' قصبہ کے چند قصاب زبردستی اس کا نکاح کرنا چاہتے تھے' مسماۃ مجیدہ نے نکاح نہیں کیا اور جبر کے خوف سے اپنا گھر چھوڑ کر ہمارے یہاں چلی آئی اور تائید میں بھی تین گواہ پیش ہوئے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ مسماۃ نے اپنے نکاح کی رضا مندی نہیں دی۔ کئی دفعہ پوچھا گیا اس نے ہر دفعہ انکار ہی کیا اور بعد تکمیل نکاح کے جو بعض آدمی کے اصرار پر پڑھایا گیا مسماۃ مجیدہ نے انگوٹھا لگانے سے انکار کر دیا اور نکاح کو اپنے تسلیم نہیں کیا (جملہ بیانات بحلف کئے گئے ہیں) گواہان ہر دو فریق کے حالت ورع کے لحاظ سے مساوی ہیں عادل کی حد میں کوئی نہیں آتا اور خود قاضی بھی عادل ہیں یا نہیں ہمیں علم نہیں ہے مگر اس کی ظاہراً صورت مسلمانوں کی سی ہے اور اکثر نماز پڑھتے ہم نے دیکھا ہے۔ ایسی صورت میں عندالشرع تکمیل یا عدم تکمیل نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اگر قاضی کو غیر عادل کہا جائے تو کیا حکم ہے؟

فقط جمشید علی خان:

www.islamiurdubook.blogspot.com

دو روایات مشہور ہیں کہ جو ہمارے علم میں ان شہادتوں کے علاوہ آئی ہیں۔

(۱) مسماۃ مجیدہ نے نکاح کے وقت انکار کیا اور نو بجے رات سے لے کر ایک بجے رات تک مسماۃ مجیدہ پر اہل قصبہ نے زور دیا کہ تو نکاح کر لے اور بالآخر تنگ آ کر مسماۃ نے اجازت دے دی اور جوں ہی وہ دباؤ کم ہو گیا۔ مسماۃ نے پھر انکار کر دیا اور بعد نکاح رجسٹر پر انگوٹھا نہیں لگایا کہ جبراً نکاح مجھے تسلیم نہیں ہے اور جب شیر دین نے مسماۃ مجیدہ سے اس نکاح کے بعد ہم بستری کی خواہش کی تو مسماۃ نے اس کی خواہش کو پورا نہیں کیا۔

(۲) مسماۃ مجیدہ نے نکاح کی کوئی رضامندی نہیں دی اور بلا اس کی رضامندی کے اہل قصبہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ عورت ہے کیا کر سکتی ہے؟ جبراً بلا مسماۃ کی رضامندی کے نکاح کر دیا (بلا کسی بیان حلفی کے ہمارے علم میں لائی گئی ہے)۔

جواب...... مفصل بیانات فریقین کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مسمی شیر دین زوج مسماۃ مجیدہ بیوہ بالغہ کے ساتھ نکاح شرعی کا مدعی نہیں صرف ظاہری نکاح کا مدعی ہے اور اس کے بیان سے شرعی نکاح کی صاف تردید ہو رہی ہے کیونکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ جب نکاح کے وقت آدمی جمع ہو گئے تو مسماۃ مجیدہ نے پھر نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور شرعاً عورت کا انکار یا اذن وقت نکاح ہی کا معتبر ہے۔ اس سے پہلے کا اقرار یا انکار محض لغو ہے اگر وقت نکاح کے خلاف سابق ہو پس شیر دین کا بیان مسماۃ مجیدہ کی تائید کرتا ہے کہ اس نے کسی کو اپنے نکاح کے متعلق اجازت اور رضامندی (نکاح کے وقت) نہیں دی اس صورت میں مسمی شیر دین کو نکاح شرعی کا مدعی نہیں کہا جا سکتا بلکہ صرف قاضی عورت کے مقابلہ میں مدعی ہے، قاضی کہتا ہے کہ قبل نکاح مسماۃ نے میرے سامنے رضامندی کا اظہار کیا تھا مگر فوراً ہی بعد تکمیل نکاح، رجسٹر پر انگوٹھا لگوانے کے وقت انکار کر دیا۔ مسماۃ مجیدہ قبل نکاح کسی کو اجازت یا رضامندی دینے سے قطعاً منکر ہے اور قاضی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ عادل پیش نہیں کئے اور جو لوگ اس کی تائید میں گواہی دے رہے ہیں وہ عادل نہیں اس لئے شرعاً قاضی کا قول معتبر نہیں اور گو مسماۃ مجیدہ کے گواہ بھی عادل نہیں مگر شرعاً منکر کے ذمہ گواہ پیش کرنا لازم نہیں اس کے ذمہ صرف (یہ اولاً لکھا تھا، اسی تحریر کے آخر میں اس سے رجوع کر لیا گیا ہے ۱۲) قسم ہے۔

اس لئے شرعی فیصلہ یہ ہے کہ اگر مسماۃ مجیدہ اس بات کی قسم کھالے کہ اس نے کسی کو قبل نکاح اجازت یا رضامندی نہیں دی تو مسمی شیر دین کا نکاح مسماۃ مجیدہ بیوہ بالغہ سے ثابت نہیں ہوا اور شرعاً نہ وہ مسماۃ مذکور کا زوج ہے نہ وہ زوجہ ہے مسماۃ اپنی رضامندی سے جس سے چاہے نکاح کر

سکتی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر مسماۃ قسم سے انکار کرے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔

قال فی الدر: قال الزوج للبالغة البکر بلغک النکاح فسکتت' وقالت رددت النکاح' ولابینة لهما علی ذلک ولم یکن دخل بهاطوعاً' فالقول قولها بیمنیها علی المفتی به' قال الشامی: وهو قولهما' وعنده لایمین علیها' کما سیأ تی فی الدعوی فی الاشیاالستة الخ) قال الشامی : ولایقبل قول ولیها علیها بالرضاء لانه یقرعلیها بثبوت الملک' واقرارعلیها بالنکاح بعد بلوغها غیر صحیح کذافی الفتح' قلت: وینبغی أن لاتقبل شهادته لوشهد مع اٰخر بالرضا لکونه ساعیاً فی اتمام ماصد رمنه فهومتهم' ولم اراه منقولاً بحر' قلت وفی الکافی للحاکم الشهید واذازوج الرجل ابنته فانکرت الرضاء فشهد علیها ا بوها واخوها لم یجزاه فتامل اه (ج ۲ ص ۴۹۶)

اس عبارت فتویٰ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قاضی کا دعویٰ رضایا شہادت رضا لغو ہے کیونکہ وہ خود کردہ کام کی تکمیل میں ساعی ہونے کی وجہ سے متہم ہے لہٰذا اب عورت کے ذمہ قسم بھی لازم نہیں بلکہ بدون اس سے قسم لئے ہی یہ دعویٰ خارج کر دیا جائے اور دعویٰ نکاح کو باطل قرار دیا جائے پس اوپر جو عورت کے ذمہ قسم کو لازم کیا گیا ہے اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

واللہ اعلم (امدادالاحکام ج ۴ ص ۱۰۱)

شوہر کے وارث اور بیوی کے بھائی کے شاہدوں میں اختلاف

سوال...... زید نے اپنے چچا بکر کی جائیداد میں اپنا حصہ لینے کیلئے ہندہ زوجۂ بکر کے بھائی خالد پر دعویٰ کیا خالد کہتا ہے کہ تمام جائیداد بکر کا ترکہ نہیں ہے' بلکہ ہندہ نے بکر کے فوت ہونے کے بعد اپنے دین مہر میں یہ جائیداد لے لی تھی اور اس کو مالکانہ تصرفات حاصل تھے اور ہندہ کا وارث میں ہوں اس پر زید نے کہا ہندہ نے سترہ سال گزرنے پر بکر کی زندگی میں مہر ہبہ کر دیا تھا خالد ہبۂ مہر کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ پندرہ سال قبل بکر نے اپنے ذمے ہندہ کے وجوب مہر کا اقرار کیا تھا اس کے بعد بکر نے ہبۂ مہر کا لوگوں کو اس طرح گواہ بنایا کہ ان کو ہندہ کے پاس لے جا کر ہندہ سے کہا ☆ کہ انکے سامنے مہر کا ہبہ یا ابراء کرنا چاہئے چنانچہ گواہوں کے روبرو ہندہ نے کہا کہ میں نے مہر ہبہ کر دیا اور خالد کے گواہوں سے ثابت ہوا کہ پندرہ سال قبل ایک روز ہندہ شوہر سے ناراض ہو کر اپنے بھائی خالد کے گھر

آئی بکر نے خالد سے زوجہ کی ناراضگی کی شکایت کی اس پر خالد نے اندر جا کر ہندرہ سے بات کی جو گواہوں سے پوشیدہ تھی اور باہر آ کر بکر سے کہتا ہے کہ ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے بکر نے کہا کہ ہندہ کے مہر کا ایک لاکھ روپیہ میرے ذمے واجب الادا ہے اور میں اس کا رہن دار ہوں اور اسکے عوض اپنی جائیداد دے دوں گا یا یہ کہا کہ "دیتا ہوں" اس صورت میں کس کے گواہ راجح ہوں گے اور ثبوت ہبۂ مہر کے بعد بکر کا مہر کا اقرار کرنا مہر سابق ہی کو لازم کرے گا یا مہر جدید کو؟

جواب...... موجود صورت میں زید کے گواہ ارجح اور قابل قبول ہیں اور جب کہ زید کے گواہوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سترہ سال قبل زوجہ نے مہر کا ہبہ یا ابراء کر دیا تھا اور بکر کی جانب سے اس ہبہ وابراء کا قبول نہ کرنا ثابت نہیں ہے تو لامحالہ صحت ہبہ کا حکم دیا جائے گا خواہ ہبہ ابراء واسقاط ہو یا ہبہ وتملیک کہا جائے اور بعد میں بکر کا وجوب اور بقاء مہر کا اقرار کرنا تو وہ ابراء کے رد کا سبب نہیں بن سکتا اگر ابراء اسقاط ہو تو **الساقط لایعود** کے قاعدے سے معدوم کا اعادہ نہیں ہوسکتا اور اگر بطور ہبہ ہو تو وہ بھی مذہب جمہور کے مطابق اسقاط کے حکم میں ہوگا ہاں اگر بوقت ابراء بکر کی جانب سے اس ہبہ کا رد وانکار پایا جاتا تو ابراء غیر معتبر ہوگا اور عرصۂ دراز کے بعد اقرار رد ابراء کا باعث نہ بنے گا جبکہ خالد کے گواہوں سے معلوم ہوا کہ بکر اور اس کی زوجہ کے درمیان اختلاف ہوا تھا تو بکر نے مہر سابق ایک لاکھ روپیہ کے بارے میں بقاء وجوب کا اقرار کیا تھا لہٰذا یہ اقرار لزوم زیادت پر محمول نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۵۳)

نفی متواتر اور ورثہ مقتول کے گواہوں کا اختلاف

سوال...... زید کہتا ہے کہ عمرو جس شہر میں مقتول کیا گیا تو میں اس روز دوسرے بعید شہر میں تھا اور میری اس بات کے دوسرے شہر کے کسان گواہ ہیں تو نفی متواتر کے یہ گواہ قابل قبول ہونگے؟ یا ورثۂ عمر کے گواہوں کے سچ اور زید کی بات کے جھوٹ ہونے کا گمان کرتے ہوئے نفی متواتر کے گواہ شرعاً غیر قبول ہو جائیں گے؟

جواب...... نفی متواتر کے گواہوں کا قاضی قبول کرے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۶)

اُجرتی قاتل کی گواہی کی شرعی حیثیت

سوال...... ایسا شخص جو کہ اجرتی قاتل ہو اور اپنے قاتل ہونے کا اعتراف بھی کر چکا ہو تو کیا اس کی گواہی کسی معاملہ میں قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب...... کسی کو بے گناہ قتل کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اس لئے اس حرام فعل کا مرتکب فاسق وفاجر ہے خصوصاً جبکہ خود اس کا اعتراف بھی کر چکا ہو اور فاسق وفاجر کی گواہی شرعاً درست نہیں لہٰذا اجرتی قاتل کی گواہی شرعی لحاظ سے درست نہیں۔

لماقال العلامة الشیخ سلیم رستم بازؒ : یشترط ان یکون الشاهد عدلاً شرح مجلة الاحکام' مادة نمبر ۱۷۰۵ م ۱۰۳۹ فصل فی الشهادة الاساسیة شروط.

قال العلامة ابوبکربن مسعود الکاسانیؒ : ومنها العدالة لقبول الشهادة علی الاطلاق فانها لاتقبل علی الاطلاق دونها'(بدائع الصنائع ج۶ ص۲۶۸ کتاب الشهادة' فصل فی الشرائط فی الاصل ومثله فی الهدایة ج۳ ص ۱۵۵ کتاب الشهادة (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۴۹۹)

بازار میں چلتے پھرتے کھانے سے مطلقاً عدالت ساقط ہو جاتی ہے یا اس میں تفصیل ہے؟

شہادت کا خرچہ

سوال...... سرکاری عدالتوں میں شہادت دینے کیلئے زادراہ ملتا ہے کیا اس کا لینا جائز ہے؟

جواب...... جائز ہے لیکن ضروری خرچ سے جو بچے وہ صاحب رقم کو واپس کر دیا جائے اور اگر یہ شخص اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرتا ہے اور اسکے کام کا کوئی حرج ہوتا ہو تو اس میں سے اہل وعیال کا خرچ بھی لے لے پھر جو بچے واپس کر دے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۳۹)

سوال...... اور جو مسئلہ مشہور ہے کہ جو شخص بازار میں چلتا پھرتا کھائے اس کی شہادت نامقبول ہے کیا یہ تمام اشیاء میں کلیہ حکم ہے؟ یا بعض اس سے مستثنیٰ ہیں؟ یعنی پان اور شیرینی وغیرہ جو آج کل بازاروں میں کھائی جاتی ہیں مفصل تحریر فرمائیں کہ کون سی چیز مستثنیٰ ہے؟ اور چونکہ چہ می گوئیاں اور تشکیک بہت ہو چکی ہے اس لئے اگر دونوں مسئلہ مع حدیث شریف اور اقوال مجتہدین ہوں تو بہتر ہے۔

جواب...... **قال الشامی: اذاشرب الماء اوأکل الفواکه علی الطریق لایقدح فی عدالته لان الناس لاتستقبح ذلک فتح' اه (ج۴ ص ۵۹۳)**

اس سے معلوم ہوا کہ راستہ میں ایسی چیز کے کھانے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے جس کا راستہ میں کھانا عام طور پر عرف میں معیوب شمار ہوتا ہے اور جس چیز کا راستہ میں کھانا عرفاً معیوب نہیں اس کے کھانے سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہمارے عرف میں راستہ میں پان کھانا معیوب نہیں مٹھائی کھانا معیوب ہے (امداد الاحکام ص۱۱۹)

الفاظ وکیفیت شہادت

لفظ اشہد پر اکتفا کرنا

سوال...... موجودہ زمانے میں گواہوں سے حلف لینا اور لفظ اشہد پر اکتفا کرنا غلبہ ظن حاصل ہونے کی وجہ سے قاضی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جائز ہے الاشبا لمامیں ہے **وفی التهذيب وفی زماننا لماتعذرت التزكية لغلبة الفسق اختار القضاة استحلاف الشهود كما اختاره ابن ابی لیلیٰ لحصول غلبة الظن** الخ۔ فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۱۔

شہادت کے الفاظ کیا کہیں؟

سوال...... اگر گواہ نے کہا ''میں جانتا ہوں'' یا کہا ''میں خبر دیتا ہوں'' تو اس کی شہادت مقبول ہوگی یا نہیں؟

جواب...... اشہد یا اس کے ہم معنی لفظ کہنا شہادت کا رکن ہے اگر لفظ اعلم سے ادائے شہادت کرے تو مقبول نہ ہوگی (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۱)

تحمل شہادت کے وقت بلوغ شرط نہیں

سوال...... کوئی شخص دس بارہ سال کی عمر میں کسی واقعے کو دیکھ کر بلوغ کے بعد اس پر شہادت دے تو یہ شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟

جواب...... تحمل شہادت کے وقت بلوغ ضروری نہیں، عقل تمیز کافی ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں شہادت قبول کی جائے گی (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۱)

طلاق کی ایک صورت میں تحمل شہادت کی بحث

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ میرا شوہر مسمی عبدالرشید خان ولد عبدالقادر خان اس وقت کہ میں اپنے والد مسمی حافظ عبداللطیف خان صاحب کے مکان پر تھی آیا اور کہا کہ تم چلو! میں نے جواب دیا کہ میں ابھی نہیں چلوں گی ماسٹر صاحب منع کر گئے ہیں اس پر میرا شوہر عبدالرشید خان برافروختہ ہوا کہ جب تو میرے کہنے کی نہیں ہے تو میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں اور میرے

والد صاحب سے کہا کہ جاؤ! دو چار آدمیوں کو باہر سے بلالاؤ میں ان کے سامنے طلاق دے دوں گا اس پر میرے والد صاحب باہر گئے اور چار شخص محمد یعقوب صاحب، محمد یوسف صاحب، محمد اسماعیل صاحب، محمد عبدالحمید خان کو باہر سے بلا لائے ان چار شخصوں کے اور میرے والد کی موجودگی میں میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دیں ان چار گواہوں میں دو محمد اسماعیل خان وعبدالحمید خان ایسے ہیں جن سے میرا پردہ نہیں ہے اگرچہ اس وقت میں ان کے سامنے نہیں تھی بلکہ آڑ میں تھی اور میرے شوہر کا خطاب میری ہی طرف تھا اس لئے پہلے سے مجھ ہی سے مخاطب تھا اور نہ سوائے میرے اس کی کوئی منکوحہ ہے اس طلاق کی تصدیق جب محکمہ مجاز میں کرائی گئی اور حاکم نے گواہان کو طلب فرمایا اور ان کے جو بیانات جن کی نقل مطابق اصل اور بعض سوالات جو ان سے کئے جانے تھے انہوں نے جواب دیا وہ سب منسلک استفتا ہذا ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور ہوئی تو کون سی ہوئی؟ اور ان بیانات شاہدوں پر ثبوت طلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!۔

جواب...... صورت مسئولہ میں دیانتاً تو تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اس واسطے عورت کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس جائے البتہ حاکم کے پاس ثابت کرنے کے لئے شہادت کی ضرورت ہے اس لئے شہادت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی ضرورت ہے اور اس واسطے سوال میں اس امر کا اضافہ ضروری ہے کہ والد لڑکی کا جب شاہدوں کو بلا کر مکان پر لے آیا۔

(۱) تب والد نے لڑکی کو دیکھا تھا یا وہ بھی دوسرے مردوں کے ہمراہ پردہ سے باہر تھا۔

(۲) و نیز یہ بھی لکھیں کہ والد نے اس وقت یعنی جب مکان میں گواہوں کو بلا کر جا چکا تھا یہ بھی کہا تھا یا نہیں کہ میری لڑکی یہاں موجود ہے اور اس سے خطاب ہو رہا ہے (بلاتے وقت مکان سے باہر جو کہا تھا اس کے متعلق سوال نہیں ہے)

(۳) اور کیا اس وقت سواء عائشہ اور عبدالرشید کے اور کوئی عورت وغیرہ بھی مکان میں تھی۔

(۴) اور کیا اس مکان کا دروازہ باہر آمد و رفت کے لئے ایک ہی ہے یا متعدد؟

ان چاروں نمبروں کا جواب مفصل آنے پر اس شہادت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا حکم شرعی لکھا جائے گا علاوہ ازیں ایک یہ بات بھی لکھی جائے کہ وہ حاکم جس کی عدالت میں مقدمہ پیش ہے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

جواب سوال نمبر ۱: گواہوں کو جب بلا کر لایا تو میں لڑکی کو دیکھتا تھا وہ میری نظر کے سامنے تھی اگرچہ دو گواہوں سے لڑکی کا پردہ پہلے سے نہ تھا لیکن لڑکی اس وقت پردہ کی آڑ میں تھی

جواب سوال نمبر۲: میں نے گواہوں کو اندر لا کر یہ الفاظ کہا تھا کہ میری لڑکی کو اس کا شوہر طلاق دیتا ہے تم سن لو لڑکی اس جگہ کواڑ کے آڑ میں موجود تھی اور ایک کواڑ کھلا ہوا تھا اور ہم صورت سے بند تھا اور اسی کواڑ کے آڑ میں لڑکی کھڑی ہوئی تھی اور بات چیت بھی کر رہی تھی اور میں لڑکی عائشہ کو دیکھ رہا تھا اور گواہوں اور شوہر سے لڑکی کی موجودگی دو ڈیڑھ ہاتھ کا فاصلہ تھا اس لئے کہ مکان مختصر ہے۔

جواب سوال نمبر۳: عائشہ کے پاس سوائے اس کی حقیقی ماں کے اور کوئی عورت و مرد نہ تھا

جواب سوال نمبر۴: دروازہ مکان کا ایک ہی ہے دوسرا دروازہ یا کھڑکی وغیرہ نہیں ہے مکان کے اندر اس ایک ہی دروازہ سے باہر کا آدمی داخل ہو سکتا ہے اور کوئی دوسری صورت داخلہ کی نہیں ہے۔

جواب سوال نمبر۵: حاکم عدالت مسلمان اور حال ہی میں فرمان روائے بھوپال نے جدید قانون نافذ کیا ہے کہ شرعی مقدمات کا بلا فتویٰ مفتی صاحب ریاست و اراکین مجلس علماء کے علاوہ اپنی رائے سے کوئی فیصلہ مسلمانوں کا نہ کرے مثل کا محکمہ افتاء میں جانا ضروری ہے مفتی صاحب حال بھوپال قاضی صاحب مرحوم کے حیات میں نائب مفتی تھے وہی مفتی مقرر ہوئے ہیں ان مفتی صاحب نے دیانتاً فتویٰ دیا تھا کہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے اب بھی عدالت سے مثل انہیں مفتی صاحب کے پاس جائیگی۔

جواب...... **اختلف المشایخ فی تحمل الشهادة علی المرأة کانت متنقبة' بعض مشاینخنا قالوا: لایصح التحمل علیها بدون رؤیة وجهها' وبعض مشائخنا توسعوافی هذا' وقالوایصح عندالتعریف' وتعریف الواحد یکفی' والمثنیٰ أحوط' والی مال الشیخ الامام المعروف بخواهر زاده' والی القول الاول مال الشیخ الامام الاوزجندی' والشیخ الامام ظهیرالدین وضرب من المعقول یدل علی هذا الخ عالمگیریة (ج۴ ص۳۵) وفیه ایضاً فی الصفحة الانیة' ویصح تعریف من لایصلح شاهداً لها سواء کان الاشهادلها اوعلیها ومن المشائخ من قال: ان کان الاشهادلها' لایصح التعریف ممن لایصلح شاهداً لها' واختارنجم الدین النسفی القول الاول' کذافی الفصول العمادیة اه**

اس سے معلوم ہوا کہ پردہ نشین عورت کے متعلق اگر ایک شخص یہ بیان کرے کہ وہ یہاں موجود ہے اور اس سے یہ خطاب کیا جا رہا ہے یا وہ یہ بات کہہ رہی ہے جو تم سن رہے ہو تو اس صورت میں سننے والوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعض مشائخ نے اس کو معتبر رکھا ہے

اوراس واقعہ میں حضرت مولانا تھانوی مدظلہ العالی بھی فرماتے ہیں کہ شہادت قبول کرنا چاہئے کیونکہ جن مشائخ نے تعریف واحد کو کافی نہیں سمجھا اس کی بناء یہ ہے کہ شاید یہ شخص غلط کہتا ہو اور اس واقعہ میں سے الفاظ طلاق تو خود شاہدوں نے سنے ہیں اور زوجہ کے والد نے شاہدوں سے یہ کہا ہے کہ یہ میری لڑکی کو طلاق دے رہا ہے اگر خسر کا یہ قول غلط ہوتا تو داماد رد کر دیتا اس کے سکوت سے اس کی صاف تائید ہوتی ہے کہ خسر کا قول صحیح ہے اور شہادت اس واقعہ میں معتبر رہنا چاہئے پس حاکم کو اس صورت میں ان مشائخ کا قول لینا بہتر ہے جو تعریف واحد کو کافی کہتے ہیں لہٰذا صورت مسئلہ میں حاکم کو شہادت تسلیم کر کے طلاق کا فیصلہ کر دینا چاہئے (امدادالاحکام ج ۴ص ۱۲۰)

شہادت نفی اور شہادت اثبات کا تقابل

سوال...... زید نے چھ سات آدمیوں کی شرکت اور اعانت سے عمر کو دھار دار آلے سے قتل کیا مقتول کے ورثاء نے معائنہ واثبات کے پانچ گواہ قاضی کے سامنے پیش کر دیئے سب نے الفاظ ومعانی میں متفق ہو کر شہادت دی نیز قاضی نے موقع قتل پر پہنچ کر اہل محلہ سے تحقیق کی اور زید کا عمر کو اپنے رفقاء کی اعانت سے قتل کرنا ثابت ہو گیا اور زید قاضی کے سامنے قتل سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ میں تو اس روز فلاں جگہ تھا میرے حق میں نفی تواتر کے گواہ سن لئے جائیں زید کے ساتھ دیگر شرکا نے بھی اسی طرح ظاہر کیا مگر مدعا علیہم کا یہ قول قاضی کے یہاں قبول نہ ہوا اور نہ گواہان نفی کی شنوائی ہوئی چنانچہ زید سے قصاص لیا گیا اور ساتھیوں کو چھ سات سال کے لئے قید کر دیا گیا اب ان قیدیوں نے دوسری عدالت میں نفی تواتر کے گواہوں کی شنوائی کی درخواست کی ایسی حالت میں جبکہ قاضی نے معائنہ اور اثبات کے پانچ شاہدوں کی شہادت کے وثوق پر زید سے قصاص لے لیا اور مدعا علیہم کے گواہان نفی کو نہیں سنا تو اب قضاء قاضی کے بعد نفی تواتر کے گواہوں کی شنوائی قابل قبول ہوگی یا نہیں؟

جواب...... جب قاضی اول نے شہادت ومعائنہ وغیرہ کے وثوق پر قصاص وغیرہ کا حکم صادر کر دیا بلکہ حکم کی تعمیل بھی ہو گئی اور مدعا علیہم نے اس سے پہلے نفی تواتر کی شہادت کے ساتھ جس کا اظہار اب کرتے ہیں مرافعہ نہیں کیا تو اب ان کا قول غیر معتبر اور شہادت غیر مقبول ہوگی (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۵)

معتبر اور عادل شخص سے مراد کیا ہے؟

سوال...... شرع میں معتبر کون شخص ہے؟

جواب...... معتبر وہ شخص ہے جو گناہ کبیرہ سے بچتا ہو اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا

کام نہ کرتا ہو جو خلاف مروت ہو مثلاً بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام میں پیشاب کرنا اور غیر معتبر وہ ہے جو اس کے خلاف کرے مثلاً نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا' یا جھوٹ بولتا ہے (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۴۶) شریعت میں ایسے شخص کی بات کا کوئی وزن نہیں'' (م'ع)

قتل میں عورت کی گواہی کا حکم

سوال...... کیا قتل کے معاملہ میں عورت کی گواہی قبول ہو سکتی ہے یا نہیں' اور اس کی گواہی سے قاتل کو سزائے موت دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب...... حدود کا نفاذ چونکہ یقینی امور پر ہوتا ہے جو کہ معمولی شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں عورتوں کی گواہی میں بدلیت کے شبہ کا احتمال ہے' یہی وجہ ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود کے نفاذ میں معتبر نہیں لہٰذا عورت کی گواہی کی بنیاد پر قاتل کو قصاص میں سزائے موت دینا جائز نہیں۔

لماقال العلامة المرغيناني: ولايقبل فيها شهادة النساء لحديث الزهريؒ مضت السنة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين من بعده ان لاشهادة النساء في الحدود والقصاص ولان فيهاشبهة البدلية لقيامها مقام شهادة الرجال فلاتقبل فيما يندرى بالشبهات (الهداية ج۳ ص۱۵۳ كتاب الشهادة) قال العلامة الكاسانيؒ: ومنها الذكورة في الشهادة بالحدود والقصاص فلاتقبل فيها شهادة النساء (بدائع الصنائع ج۶ ص۲۷۹ كتاب الشهادة) ومثله في شرح مجلة الاحكام للشيخ سليم رستم بازالبنانيؒ تحت المادة ۱۶۸۵ ص۱۰۰۳

شہادت علی القول میں اختلاف زمان ومکان مضر نہیں

سوال...... زید نے طلاق کا اقرار کیا اس اقرار پر دو گواہ بھی موجود ہیں مگر ان کی شہادت میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے کہ زید نے کل ہمارے روبرو اقرار کیا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ آج اقرار کیا ہے ایسی متضاد شہادتوں سے نصاب شہادت معتبر ہوگا یا نہیں؟

جواب...... اختلاف زمان ومکان کے باوجود یہ نصاب شہادت معتبر ہوگا کیونکہ اختلاف زمان ومکان سے کلام مختلف نہیں ہوتا (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۴)

شہادت قتل کی ایک صورت کا حکم

سوال...... دو شخصوں نے زید وبکر کے ہاتھ سے قتل عمرو کی قاضی کے سامنے بغیر اشہد کے

شہادت دی اور چلے گئے اور یہ بھی بیان کیا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اول زید نے عمرو کے اوپر تلوار کا وار کیا اور بعد میں بکر نے ہاتھ پر تلوار ماردی اور دونوں کے ہاتھ سے عمرو پر حملہ تلوار کے معائنے کو ایک وقت ہی بیان کرتے ہیں اور یہ ذکر نہیں کرتے کہ عمرو زید و بکر کے لگائے زخموں سے ہلاک ہوا اور اسی وقت جان دیدی تو یہ گواہی قابل قبول اور زید پر وجوب قصاص کیلئے کافی ہوگی یا نہیں؟

جواب..... شہادت قتل میں گواہوں کیلئے یہ بیان کرنا ضروری نہیں کہ اسی ضرب سے ہلاک ہوا۔ لیکن لفظ اشہد یا ہم معنی دوسرا لفظ قبول شہادت کے لئے ضروری ہے (فتاویٰ عبدالحیٔ ۳۴۶)

دشمن کی گواہی کی شرعی حیثیت

سوال..... کیا ایک دشمن کی گواہی دوسرے دشمن کے خلاف قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب..... دشمنی عموماً باہمی ضرر رسانی اور ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ رویہ اپنانے کا سبب بنتی ہے اس لئے ایک دشمن اگر اپنے مخالف پر گواہی دے تو اس میں ضرر رسانی کا احتمال موجود ہو کر شریعت کی رو سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جا سکتی اگرچہ یہ گواہ عادی ہی کیوں نہ ہو

قال العلامہ ابن عابدینؒ : ان شهادة العدو على عدوه لاتقبل وان كان عدلاً (ردالمحتار ج۵ ص ۴۸۰ کتاب الشهادات' باب القبول وعدمه) قال العلامة طاهربن عبدالرشيدالبخاریؒ : ولايجوزشهادة على الرجل اذاكان بينهما عداوة يعنى من امورالدنيا فان كان من امورالدين لاتقبل. (خلاصة الفتاویٰ ج۴ ص ۶۰ الفصل الثانى فى الشهادات' ومثله' فى شرح مجلة الاحكام للشيخ سليم رستم بازؒ' مادة نمبر ۱۷۰۲' ۱۰۳۴) فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص ۵۰۰

معتبر شہادت

امر قدیم امر حادث پر شہادت

سوال..... زید کا دروازہ ہے کہ اس کا راستہ زمین عمر میں واقع ہے عمر دروازہ بند کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دروازہ جدید ہے اور زید کا اس زمین میں گذرنے کا حق ثابت نہیں ہے زید کہتا ہے کہ دروازہ امر قدیم ہے اور حق مرور ثابت ہے دونوں کے اپنے اپنے دعوے پر گواہ ہیں آیا اس صورت میں زید کے گواہ نفی کے ہیں یا نہیں؟ اگر گواہ نفی کے نہیں تو پھر گواہان عمر پر ترجیح رکھتے ہیں یا نہیں؟

جواب......صورت مسئولہ میں گواہ عمرو کے اولی اور لائق قبول ہیں اس واسطے کہ عمرو کے گواہ دروازے کے جدید ہونے کو ثابت کر رہے ہیں اور جو گواہ امر جدید کو ثابت کرتے ہیں ان کو فضلیت ہوتی ہے ان گواہوں کے مقابلے میں جو امر قدیم کو ثابت کرتے ہیں (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۲)

ڈاڑھی منڈانے والے کی گواہی کا حکم

سوال......ڈاڑھی منڈانے والے کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

جواب......ڈاڑھی منڈانے والے شرعاً فاسق ہیں اور فتویٰ اس پر ہے کہ فاسق آدمی اگر صاحب وقار و مرتبہ اور ذی وجاہت ہو جسکی وجہ سے جھوٹ نہ بولتا ہو اور ظن غالب یہ ہو کہ اگرچہ دوسرے گناہوں میں مبتلا ہے مگر جھوٹ نہیں بولتا اسکی گواہی قبول کی جا سکتی ہے پس اگر فیصلہ کرنیوالے علما کو ان ڈاڑھی منڈانے والوں کے صدق پر غلبہ ظن ہو تو انکی گواہی قبول کر سکتے ہیں ورنہ نہیں (امداد المفتیین ص ۹۰۰)

ثبوت نسب میں شہادت کے لئے سماع کافی ہے

سوال......اگر گواہوں نے محض سنی سنائی باتوں پر گواہی دے دی کہ زید پسر بکر ہے تو گواہی مقبول ہوگی یا نہیں؟

جواب......مقبول ہوگی (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۲)

اولاد کے حق میں باپ کے ملازم کی شہادت کا حکم

سوال......اگر زوجہ کے والدین طلاق کے مدعی ہوں لیکن چوں کہ شاہدین ان کے خادم و ملازم ہیں اس لئے زوجہ کو مدعی ظاہر کریں تو اس حیلے سے باپ کے خدام کی شہادت بیٹی کے حق میں معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب......اول جس پر مدعی کی تعریف صادق آئے گی اسی کو مدعی کہیں گے خواہ اپنی رائے سے دعویٰ کرے یا دوسرے کے اغواء سے اور خواہ صادق ہو یا کاذب پس زوجہ سے پوچھا جائے اگر وہ دعویٰ کرے گی مدعیہ کہی جائے گی پس شاہدوں کا اس کے باپ کا خادم ہونا مانع قبول نہ ہوگا جب کہ وہ عادل ہوں دوسرے طلاق کی شہادت میں خود دعوے کا پہلے ہونا ہی شرط اور ضروری نہیں **کما فی الدر المختار اول کتاب الشهادة بلاطلب فی حقوق الله تعالیٰ کطلاق امرأة وعتق امة الخ**: پس اس شہادت میں شاہد و مشہود لہ کی خصوصیت و تبعیت مانع قبول نہ ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۷)

باپ کا بیٹے کے لئے گواہی دینا

سوال......جناب مفتی صاحب! اگر باپ عدالت میں جج کے سامنے بیٹے کے حق میں یہ گواہی

دے کہ میرے بیٹے نے فلاں شخص سے دعویٰ میں درج شدہ اراضی قطعی بیع سے خریدی ہے تو کیا باپ کی یہ گواہی بیٹے کے حق میں مقبول ہوگی یا نہیں؟ اور عدالت اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟

جواب...... اسلامی قانون شہادت کی رو سے باپ بیٹے یا بیٹا باپ کیلئے گواہی نہیں دے سکتا اس لئے کہ اس میں طرفداری اور قرابتداری کی تہمت ہے کہ ہوسکتا ہے باپ بیٹے کے حق میں بلا جواز جھوٹی گواہی دے رہا ہو تو اس تہمت کی وجہ سے اسلام اصول وفروع کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا اس لئے عدالت باپ کی گواہی کی بنیاد پر بیٹے کے حق میں فیصلہ دینے کی شرعاً مجاز نہیں۔

لماقال العلامة المرغيناني : ولاشهادة الوالدلولده وولدولده ولاشهادة الولدلابويه ولاجداده والاصل فيه قوله عليه السلام لايقبل شهادة الولد لوالده ولاالوالد لولده ولاالمراة لزوجها ولاالزوج لامرأته الخ (الهداية ج۳ ص۱۶۰ كتاب الشهادة) وفي مجلة الاحكام' لاتقبل شهادة الاصل للفرع والفرع للاصل يعني لاتقبل شهادة الاباء والاجداد والامهات والجدات لاولادهم واعفادهم وبالعكش اعنى شهادة الاولا دوالاحفاد للاباء والاجداد والامهات والجدات الخ (دررالحكام على مجلة الحكام ج۴ ص۳۹۳ كتاب الشهادة المادة ۱۷۰۰) (فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۵۰۹

ایک معاملے میں الگ الگ جزء پر دو شخصوں کی شہادت کا حکم

سوال...... ایک شخص نے دوامر کے دعوے کئے اس کے ثبوت میں شہادت پیش کی دو شخصوں نے ایک امر کی شہادت دی اور دو نے دوسرے امر کی' اول دو شخصوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ مجھے دوسرے امر کا علم نہیں اور وہ اسی جلسے میں تھا مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ اول سے آخر تک یا تھوڑی دیر' پس اس صورت میں دوسرے امر کی شہادت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ نصاب شہادت موجود ہے اس شخص کا انکار ہے اور تردد ہے کہ تمام جلسے میں رہا یا نہیں؟

جواب...... جہاں دو دو شاہد ایسے دوامر پر ہوں جن میں تنافی نہ ہو تو دونوں شہادتیں مقبول ہیں پس صورت مسئولہ میں دونوں شہادتیں مقبول وثابت ہیں۔

شرکاء کاروبار کا ایک دوسرے کیلئے گواہی دینا

سوال...... دو آدمی ایک کاروبار میں شریک ہیں کیا وہ کاروبار کے معاملہ میں ایک دوسرے

کے لئے گواہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... اسلامی قانون شہادت کی رو سے ایک شریک دوسرے شریک کیلئے طرف داری کی تہمت کی وجہ سے گواہی نہیں دے سکتا اور نہ ان کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں مقبول ہوگی۔

لمافی مجلة الحکام: وکذلک لاتقبل شهادة الشرکاء لبعضهم فی مال الشرکة ولاتقبل شهادة الکفیل بالمال لاصیل علیٰ کون المکفول به' الخ (درر الحکام علی مجلة الاحکام ج۴ص ۳۹۳ کتاب الشهادة) قال العلامة علی حیدر :لاتقبل شهادة الشرکا لبعضهم فی مال الشرکة (درر الحکام علی مجلة الاحکام ج۴ ص ۳۹۵) فتاویٰ حقانیہ ج۵ص ۵۰۸

پردہ نشین عورت کے دعوے کی شہادت

سوال...... ایک پردہ نشین عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں پردہ نشین عورت کے واسطے سے اپنا زیور عاریت پر دیا اور گواہوں نے بھی بیان کیا کہ مدعیہ نے پس پردہ سے اپنا زیور فلاں عورت کے ہاتھ بھیجا اور مدعا علیہ نے عاریت پر لیا اور پس پردہ مدعیہ کی آمد کا علم مدعا علیہ کے اقرار اور اسکی آواز سے ہوگیا تھا اور مدت اعارہ سات ماہ اور کم وبیش سات روز بھی بیان کی تو مذکورہ شہادت سے زیور عاریۃً دینے کا ثبوت شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... شہادت مذکورہ بالکل صحیح نہیں لہٰذا اس عاریت کا شرعاً ثبوت نہیں ہوسکتا کیونکہ پس پردہ سننے پر گواہی دینا جائز نہیں مگر یہ کہ شاہد کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ پس پردہ مدعیہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور یہ صورت یہاں پر مفقود ہے اور گواہوں نے جو یہ کہا کہ ہم نے پس پردہ مدعیہ کا آنا اور کھڑا ہونا مدعا علیہ کے اقرار اور آواز سے بھی جان لیا تھا ثبوت عاریت کے لئے کافی نہیں' کیونکہ پس پردہ مدعیہ کا آنا اور کھڑا ہونا نہ عین عاریت ہے اور نہ مستلزم عاریت لہٰذا اس کے اقرار سے ثبوت عاریت کیسے ہوسکتا ہے؟ اور آواز سے شناخت کرنا فقہاء کے یہاں غیر معتبر ہے اور پھر گواہوں کا مدت اعارہ بیان کرنا شہادت کے صحیح نہ ہونے کا سبب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۷)

عدم علم اور علم عدم پر گواہی

سوال...... زید کہتا ہے کہ نفی متواتر کے گواہ شرعاً مقبول ہونگے مثلاً کوفہ کے کسانوں نے کسی

شخص کے بارے میں شہادت دی کہ فلاں سال کوفہ میں تھا تو ان کی یہ گواہی بصرہ میں ہونے سے نفی کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کسانوں نے بصرہ میں گواہی دی کہ وہ شخص فلاں بصرہ میں نہ آیا تھا کیونکہ یہ گواہی عدم آمد پر نہیں بلکہ آمد کے بارے میں عدم علم پر ہے استدلال ہندیہ کی اس عبارت سے ہے۔

اقام امراة رجلين ان فلانا طلق امرأ ته يوم النحر بالكوفة واقام فلان البينه انه كان ذالك اليوم حاجاً بمنى فالبينة بينة المدعى ولايلتفت الىٰ بينة المدعى عليه' الا ان تاتي العامة ونشهد بذالك فيوخذ بشهادتهم:

اور عمر اس عدم علم کی گواہی کو بھی جائز کہتا ہے مستدل عبارت یہ ہے قال في المحيط ا ن تواتر عند الناس وعلم الكل عدم كونه في ذالك المكان والزمان لاتسمع الدعوى عليه ويقضى بفراغ ذمة لانه يلزم تكذيب الثابت بالضرورة والضروريات ممالايدخلهاالشك اور کہتا ہے کہ یہ گواہی عدم علم پر نہیں بلکہ فلاں کی آمد کے بارے میں علم عدم پر گواہی ہے کس کا استدلال صحیح ہے؟

جواب......شہادت نفی کی دو صورتیں ہیں۔

۱......صورت اثبات مگر معناً نفی ہو مثلاً گواہی دی جائے کہ فلاں شخص فلاں سال کوفے میں تھا تو یہ گواہی بصرہ میں ہونے کی نفی کو مستلزم ہوگی۔

۲......صراحتاً نفی ہو یعنی صورتاً و معناً' مثلاً گواہی دیں کہ وہ شخص بصرے میں نہ تھا دونوں صورتوں میں شہادت نفی مقبول نہ ہوگی مگر جبکہ امر مشہود اور متواتر ہو خواہ نفی صریح ہو یا ضمنی پھر مقبول ہوگی' فتاویٰ ہندیہ کی روایت ان میں سے ایک صورت کو متضمن ہے اور حموی کی عبارت دوسری صورت کو۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۴)

ایک آدمی کی شہادت سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دیکھا کہ رات کے وقت ایک دوسرا شخص بکری کے پیچھے سربند ہو کر چڑھا بیٹھا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ زنا کر رہا ہے اور بکری کے چلانے کی آواز سن کر وہ شخص دیکھنے والا پہنچا مگر وہ شخص اس کو پکڑ نہ سکا بلکہ دوسرے لوگوں کو بتلانے چلا گیا اتنے میں وہ شخص بھاگ گیا اب دیکھنے والے نے قسم اٹھا دی ہے کہ میں اس نے اس شخص کو پہنچانا تھا اور بکری کے ساتھ زنا فی الواقع ہوا ہے مگر دوسری طرف اس متہم شخص نے بھی قسم اٹھا دی ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا اب آپ فرمائیں کہ از روئے شرع شریف اس متہم

شخص کا کیا حکم ہے اور بکری کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جواب...... صرف ایک کی شہادت سے اس شخص کو شرعاً اس فعل کا مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا اور کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کا اگر ثبوت ہوجائے تو اس کو ذبح کرکے دفن کردینا مستحب ہے اور مندوب ہے ذبح کرکے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں' صرف اس لئے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ختم کرنے سے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل ہوجائے پس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے اور کسی دور دراز علاقہ میں فروخت کرنا بھی جائز ہے مسئولہ صورت میں چونکہ یہ فعل ثابت نہیں اس لئے اس پر کوئی حکم نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر فعل کا یقین ہو تو اس کا حکم بھی لکھ دیا کہ گوشت دودھ وغیرہ اس جانور کا بلاشبہ حلال ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۵۸)

مردود اور غیر معتبر شہادت

ہیجڑے کی گواہی کا حکم

سوال...... کیا ہیجڑے کی گواہی شرعاً قبول کی جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں ناچ گانے کا کام بھی کرتا ہو' قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

جواب...... جو ہیجڑا عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں ناچتا گاتا بھی ہو تو اس کی گواہی اس کے فسق کی وجہ سے شرعاً مقبول نہیں تاہم جس کے اعضاء اور اداء وانداز میں نرمی ہو اور وہ فسق وفجور کا ارتکاب نہیں کرتا ہو تو وہ صرف نرمی کی بنا پر مردود الشہادت نہیں ہوا بلکہ شرعاً اسکی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

لماقال العلامة وهبة الزحيلي: وقال فقهاء الحنفية الاتقبل شهادة مخنث لفسقه وهو الذى يفعل الردى ويوتى كالنساء اماالذى فى كلامه وفى اعضائه تكسر فهو مقبول الشهادة'(الفقه الاسلامى وادلته ج٦ ص٥٦٦ المطلب الثالث' شروط اداء الشهادة) قال العلامة الحصكفى رحمه الله 'ولا تقبل شهادة) مخنث بالفتح من يفعل الردى ويوتى واما بالكسر فالتكسر المتلين فى اعضائه وكلامه خلقة فتقبل (الدرالمختار على صدر ردالمحتار جلد٥ ص ٤٧٩ كتاب الشهادة' باب قبول الاشهادة وعدمه) فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۵۰۹۔

طلاق میں ایک شہادت کافی نہیں

سوال...... ایک آدمی کی شہادت سے طلاق ثابت ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب...... اثبات طلاق کے لئے حجت تامہ ضروری ہے ایک شہادت کافی نہیں ہے۔
(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۳)

شہادت بوجہ فسق مردود ہونے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... اہل محلّہ نے محفل رقص کی تماشائی جمع ہو کر ایک دیوار پر جو صرف پتھروں کی چنی ہوئی بغیر گارے مٹی کی تھی بیٹھے یا بار بار منع کیا گیا مگر باز نہ آئے یکا یک وہ دیوار گری اس دیوار کے بیٹھنے والے بھاگے اور ان کے پیچھے وہ لوگ جو ادھر ادھر بیٹھے ہوئے تھے بھاگے یہ کہتے تھے کہ پکڑو پکڑو' غرض ان لوگوں نے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور مار پیٹ شروع ہوگئی ان دونوں میں سے ایک اسی ضرب سے مر گیا پھر اس قتل پر گواہی پوری گذر گئی کہ فلاں فلاں شخص نے اس کو مارا ہے مگر یہ سب گواہ وہی ناچ دیکھنے والے فساق ہیں ان کی شہادت پر قصاص یا دیت کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جب شہادت بوجہ فسق کے مردود ہے تو کیا حکم کیا جائے؟ اور شہادت رد ہونے کی صورت میں قسامت اہل محلّہ پر عائد ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر گواہان کے عدم تزکیہ کی وجہ سے یا نصاب شہادت نہ ہونے کی وجہ سے قسامت رد کی جائے اور مدعی کا دعویٰ موجود ہو تو قسامت ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

جواب...... چونکہ فسق مذکور فی السوال خلاف شرع ہونے کے علاوہ مروت یعنی تہذیب وشائستگی کے بھی خلاف ہے اس لئے ایسے فاسق کی شہادت رد کرنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں' بالجملہ یہ شہادت تو مقبول نہیں' پس کالعدم ہوئی اب دیکھنا چاہئے کہ ولی مقتول دعویٰ کس پر کرتا ہے آیا اہل محلّہ پر کرتا ہے خواہ کل پر خواہ بعض غیر معین پر' خواہ بعض معین پر' یا کہ غیر محلّہ کے اس معین تماشائی پر کرتا ہے جس کا نام وہ گواہ لیتے ہیں پس اول صورت میں قسامت و دیت اہل محلّہ پر ہوگی اور صورت ثانیہ میں مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا اگر حلف کر لیا بری ہو جائے گا اور اگر نکول کیا (یعنی قسم سے باز رہا) تو دیکھنا چاہئے کہ قتل بالحدود یا بالمثقل ہے (یعنی قتل دھاردار آلے سے یا بھاری چیز پتھر وغیرہ سے) صورت ثانیہ میں نکول سے دیت کا حکم کیا جائے گا اور صورت اولیٰ میں نکول کرنے والے کو محبوس کیا جائے گا اگر اقرار کر لیا قصاص لیا جائے گا اور اگر حلف کر لیا بری ہو جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۴)

تائب فاسق کی گواہی کا حکم

سوال...... ایک آدمی پہلے جوا' چوری' زنا وغیرہ قبیح افعال کا ارتکاب کرتا تھا لیکن اب اس نے تمام برائیوں سے توبہ کر لی ہے تبلیغ میں بھی وقت لگانا شروع کر دیا ہے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اب اگر وہ کسی مجرم پر گواہی دے تو کیا شرعاً اس شخص کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟

جواب...... فقہاء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فاسق وفاجر جب اپنے فسق وفجور سے توبہ

کر کے صراط مستقیم پر آ جائے تو وہ شہادت دینے کا شرعاً اہل ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں موصوف کسی بھی مجرم پر گواہی دینے کا اہل ہے اس کو سابقہ جرائم کی وجہ سے گواہی دینے سے نا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لماقال العلامة وهبة الزحيلي، واتفق الفقها على ان الفاسق اذا تاب من فسقه تقبل شهادته واستثنى الحنفية المحدود فى القذف فانه لاتقبل شهادته عندهم وان تاب، (الفقه الاسلامي وادلته ج٦ ص٥٦٧ المطلب الثالث فى شروط اداء الشهادة) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: الفاسق اذاتاب تقبل شهادته الاالمحدود بقذف، (الدرالمختارعلى صدرردالمحتار جلد٥ ص٤٧٧ كتاب الشهادة، باب قبول الشهادة وعدمه) فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۵۱۰

شرعی پردہ نہ کرانے والے کی شہادت مردود ہے

سوال...... جو شخص اپنی بیوی اور گھر کی دوسری عورتوں کو غیر محارم سے پردہ نہ کراتا ہو نہ اس کے لئے کوشش کرتا ہو، دیور، جیٹھ، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، نندوئی اور بہنوئی وغیرہ کھلم کھلا گھر میں آتے جاتے رہتے ہوں وہ ان کو روکنے پر قادر بھی ہو، پھر بھی نہ روکے، کبھی کبھار ان عورتوں کے ساتھ خلوت بھی ہو جاتی ہو، اس کی شہادت شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟

جواب...... ایسا شخص اصطلاح شریعت میں دیوث ہے اور دیوث اتنا بڑا فاسق ہے کہ جس کے بارے میں حدیث میں ایسی سخت وعید ہے کہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا اور فاسق کی شہادت مردود ہے۔ علاوہ ازیں ایسا شخص حیا سے عاری ہے جسے یہ پرواہ نہیں کہ بیوی اور دوسری زیر کفالت عورتوں کے پاس کون آتا جاتا ہے اور حدیث میں حیا اور ایمان کو لازم وملزوم قرار دیا گیا ہے ایک کے رخصت ہونے سے دوسرے کے رخصت ہونے کی وعید شدید سنائی گئی ہے بے پردگی کا فسق وفجور کئی وجوہ سے دوسرے گناہوں سے بڑا ہے مثلاً

۱۔ یہ فسق متعدی ہے یعنی بے پردگی کی وجہ سے عام مردوں اور عورتوں میں بدنظری، جنسی خواہش، اور بدکاریاں پیدا ہوتی ہیں جتنے لوگ بھی ان گناہوں میں مبتلا ہوں گے سب کا عذاب ان پر بھی ہوگا جو شریعت کے مطابق پردہ نہیں کرتے کرواتے **وليحملن اثقالهم واثقالاً مع اثقالهم**

۲۔ یہ فسق وفجور اللہ تعالیٰ کی اعلانیہ بغاوت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے ''پوری امت کے سب گناہوں کو معاف کیا جا سکتا ہے، مگر اعلانیہ بغاوت کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا''

۳۔ جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم قطعی کو برا سمجھتے ہیں جو کفر ہے۔ ایسے فاسق، بے حیا، دیوث، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے باغی کی شہادت مردود ہے، قطعاً قابل قبول نہیں۔ البتہ بوقت ضرورت شدیدہ تین شرائط سے فاسق کی شہادت قبول کی جا سکتی ہیں۔

ا۔کوئی عادل شاہد میسر نہ ہو۔۲۔مدعی کی حق تلفی کا اندیشہ ہو۔
۳۔فاسق ایسا صاحب مروت ہو کہ اسکے صدق کا ظن غالب ہو۔(احسن الفتاویٰ ج ۷ص ۲۱۸)

تصویر رکھنے والے کی شہادت مردود ہے

سوال......جو شخص بلاضرورت تصویر کھینچتا یا کھنچواتا ہے یا اپنے گھر اور دکان وغیرہ میں رکھتا ہے اس کی شہادت شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

جواب......بلاضرورت تصویر کھینچنا' کھنچوانا' رکھنا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جو شخص پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی ضرورت کے بغیر تصویر کھینچتا' کھنچواتا یا رکھتا ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے(تفصیل پہلے گزر چکی)(احسن الفتاویٰ ج ۷ص ۲۲۱)

اثبات جرم کے لئے تصویر کا حکم

سوال......ایک شخص کسی کو قتل کر رہا ہو یا زنا کر رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص اچانک اس کی تصویر اتارلے تو کیا وہ تصویر اثبات جرم کے لئے قاضی کی عدالت میں پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب......تصویر اور اس سلسلہ کے دیگر جدید آلات کو فی زمانہ یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور یہ ذرائع اثبات جرائم کے لئے کافی حد تک کارآمد بھی ہیں بشرطیکہ دیگر ذرائع وقرائن ان کی تائید کرتے ہوں اس لئے کہ آج کل کے تکنیکی دور میں تصاویر کے اندر جعلسازی کا قوی امکان موجود ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اتاری گئی تصویر اگرچہ کلی طور پر اثبات جرم کے لئے کافی نہیں لیکن اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے اگر دیگر ذرائع اس کی تائید میں نہ بھی ہوں اور قاضی کو مجرم پر قوی یقین ہو تو وہ اس پر کم از کم تعزیر جاری کرسکتا ہے۔

لمافی مجلة الاحکام: القرینة القاطعة هی الامارة البالغة حدالیقین مثلاً اذا خرج احد من دار خالیة مدهوشاً وفی یده سکین ملوثة بالدم ودخلت الدارو روی فیها شخص مذبوح فی ذلک الوقت فلایشتبه فی کونه قاتل ذلک الشخص ولایلتفت الی الاحتمالات الوهمیة الصرفة کالذهاب الی کون شخص المذکورا بماقتل نفسه (مجلة الاحکام الماده نمبر ۱۷۴۱ الماقال العلامة خالداتاسیؒ : وفی معین الحکام قال بعض العلماء علی الناظران یلحظ الامارات والعلامات اذا تعارضت فما ترجح منهاقضی بجانب الترجیح وهو قوة التهمة ولاخلاف فی الحکم بها وتبصرة الحکام' قال الله تعالیٰ: تعرفهم بسیماهم دل

علی السیما المرادبها حال یظهر علی الشخص والامارات ماخوذة من الشریعةقال الله: دوجاؤا علی قمیصه بدم کذب) قال عبدالمنعم بن الفرس روی ان اخوة یوسف علیه السلام لماأتوا بقمیص یوسف الی ابیهم یعقوب علیه تامله فلم یجدفیه حرفاً ولااثرناب فاستدل بذلک علی کذبهم وقال متی کان الذئب حلیما یاکل یوسف ولا یخرق قمیصه' (شرح المجلة ج۵ ص ۳۹۱ فی بیان القرینة القاطعة' الماده نمبر ۱۷۴۱) فتاویٰ حقانیہ ج۵ص ۵۱۶

ٹی وی دیکھنے والے کی شہادت مردود ہے

سوال...... جس شخص کے گھر میں ٹی وی ہواوروہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ٹی وی دیکھتا رہتا ہے اس کی شہادت مقبول ہے یا نہیں؟

جواب...... ٹی وی ام الخبائث ہے معاشرے میں عریانی' فحاشی' زناکاری' بدکاری' ڈاکہ زنی' اولاد کا بے مہار ہوکر اپنے والدین کے لئے وبال جان بننے' نوجوانوں کے دین سے برگشتہ ہونے اور پورے معاشرے کے لئے ناسور بننے کا ذریعہ اور اصل سبب ہے جو شخص اس گناہ کبیرہ اور بے حیائی کا مرتکب ہو وہ بہت بڑا فاسق ہے لہٰذا اس کی شہادت مردود ہے۔ شہادت فاسق کی تفصیل گذر چکی ٹی وی کی دینی دنیوی' جسمانی تباہ کاریاں اور اس پر دنیا اور آخرت اور قبر میں سخت اقسام کے عذابوں کی تفصیل "ٹی وی کا زہر ٹی بی سے مہلک تر" میں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ص ۲۲۳)

شہادت عدو کی تفصیل

سوال...... عداوت دنیوی میں جس عدو کی شہادت معتبر نہیں ہوتی وہ کون سا عدو ہے؟ اور جس شخص نے زید کی زوجہ سے نکاح کرنے کی غرض سے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو وہ شخص عدو مذکور میں داخل ہے یا نہیں؟ جواب...... نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۴۱)

وعدہ معاف گواہ کی شہادت مردود ہے

سوال...... عمروزید کے خلاف مدعی ہے کہ اس نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی ہے بایں طور کہ چار آدمی مجھے قتل کرنے پر مامور کئے مگر انہوں نے مجھے قتل کرنے کے بجائے میرے باپ کو نشانہ بنایا ان چاروں میں سے ایک شخص وعدہ معاف گواہ بن گیا ہے اور اس کی شہادت پر بقیہ تین قاتل پکڑے گئے سوال یہ ہے کہ وعدہ معاف گواہ کی گواہی کی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس قتل کا گناہ زید آمر پر ہوگا یا قاتلین مامورین پر؟ اور مقتول جو بھولے سے نشانہ بن گیا ہے اس کی دیت واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب......امر قتل ہی گناہ کبیرہ ہے خواہ اس پر قتل مرتب ہو یا نہ ہو مامورین جو قتل کے مرتکب ہوئے سخت مجرم اور مرتکب کبیرہ ہیں یہ قتل خطا ہے لہٰذا اس میں قصاص نہیں' دیت واجب ہے۔ وعدہ معاف گواہ کی شہادت مردود ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اقرار جرم سے اس کا فسق ثابت ہو گیا اور فاسق کی شہادت مردود ہوتی ہے البتہ متاخرین فقہاء نے شہادت فاسق کو قابل قبول تسلیم کیا ہے بشرطیکہ قاضی کو اس کے صدق پر اطمینان ہو' ظاہر ہے کہ اس جیسے مجرم کے بارے میں حصول اطمینان بہت مشکل ہے دوسری وجہ یہ کہ ایسی شہادت میں شاہد کا ذاتی نفع ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۳)

حقوق میں محض عورتوں کی شہادت کا حکم

سوال......رویت ہلال ماہ شوال یا ذی الحجہ کی' یا طلاق وعقد نکاح کی اگر صرف چار پانچ عورتیں شہادت دیں تو ان امور میں ان کی شہادت مقبول ہوگی یا نہیں؟

جواب......ثابت نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۷)

صرف عورتوں کی گواہی کا حکم

سوال......کیا شہادت کے ہر معاملہ میں صرف مرد گواہ کا ہونا ضروری ہے یا یہ کہ کہیں صرف خواتین کی گواہی بھی قابل قبول ہو سکتی ہے؟ فقہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

جواب......لوگوں کے مابین پیدا ہونے والے تنازعات کے حل کے لئے شرعاً دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا ضروری ہے لیکن جہاں کہیں مرد گواہوں کی رسائی ممکن نہ ہو یا وہ ان حالات پر مطلع نہ ہو سکتے ہوں تو اس مجبوری کے تحت صرف خواتین کی گواہی بھی قابل اثبات دعویٰ ہے اور شرعاً ان کی شہادت کو قبول کیا جائے گا

لمافی مجلة الاحکام: نصاب الشهادة فی حقوق العباد رجلان اورجل وامرأ تان ولکن تقبل شهادة النساء وحدهن بحق المال فقط فی المحال التی لایمکن اطلاع الرجال علیها (شرح مجلة الاحکام لرستم باز' المادة ۱۶۸۵' ص ۱۰۰۳ الباب الاول فی الشهادة) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۵۱۵.

فرائض اور احکام میں عورتوں سے رعایت

یہ شہادت کا مسئلہ بھی اگر وہ سوچیں تو اس میں بھی ان کے لئے رعایت ہے مثلاً نماز فرض ہے حق نہیں ہے اب نماز کے لئے بھی یہ کہا گیا ہے کہ دس دن مہینے میں تمہیں (عذر ہونے کی وجہ سے

) چھٹی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے نقصان دین کے بارہ میں پوچھا گیا تو حضور نے یہی بات دلیل کے طور پر پیش کی اسی طرح روزہ ایک فرض ہے خدا نے روزے میں بھی ان کو رعایت دی ہے کہ جن دنوں میں ان کو عذر ہو وہ دس دن روزہ نہیں رکھیں گی سخت گرمی کے دن ہوں گے مگر انہیں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے بعد میں اعادہ کریں گی اسی طرح حج کا مسئلہ کا اس میں ہر مرد پر پابندی ہے کہ اگر وہ استطاعت رکھتا ہے تو لازمی طور پر حج پر جائے **من استطاع الیه سبیلاً** (الآیۃ) اس کے ساتھی ہوں یا نہ ہوں مگر جائے گا ضرور ہزاروں خطرات مرد کے لئے بھی راستے میں ہوتے ہیں لیکن عورت کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ اگر تمہاری نگہداشت کرنے والا محرم مرد ہو تو تب تم پر حج فرض ہے ورنہ نہیں تو یہ کتنی بڑی رعایت ہوئی اور زکوٰۃ وعشر میں بھی میرا خیال ہے کہ اس میں بھی عورت سے رعایت ہے مثلاً ڈھائی فیصد مرد پر بھی ہے اور ڈھائی فیصد عورت پر بھی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں رعایت نہ ہوتی تو عورت پر زکوٰۃ پانچ فیصد ہونی چاہئے تھی کیونکہ مرد کے ذمے خدا نے خارجی ذمہ داریاں اور گھر کے تمام اخراجات لگائے ہیں عورت کا نان ونفقہ اور رہن سہن سب کچھ مرد کے ذمہ ہے مرد کے پاس اگر ہزار روپے ہیں تو اس پر دوگنی چوگنی ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں اس کے برعکس اگر عورت کے پاس ہزار روپے ہیں اور کوئی ذمہ داری نہیں نہ مرد کی کفالت کا فکر ہے اس کو نہ بچوں کی اس پر ذمہ داری ہے اس کے اپنے اخراجات بھی مرد پر ہیں گھر کا نوکر چاکر بھی مرد کے ذمہ ہے تو گویا پھر تو اس پر زکوٰۃ پانچ فیصد ہونی چاہئے تھی لیکن خدا نے اس میں بھی انہیں ایسی کنسیشن دی کہ ان پر بھی مردوں کے برابر ڈھائی فیصد ہی ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۵۲۸)

سنی سنائی بات پر شہادت دینا

سوال...... جو واقعہ چشم دید نہ ہو اور اکثر مشہور ہونے کیوجہ سے یا بعض قرائن سے ظن غالب ہو جائے ایسے واقعہ کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۳۸)

بہ مجبوری جھوٹی گواہی دینا

سوال...... جبکہ کام ختم ہو جاتا ہے تو روپے کے حساب کا جو کاغذ ہوتا ہے اس پر ہم کو گواہ کے طور پر دستخط کرنا ہوتا ہے اور اس میں بعض بعض انگریز کچھ زیادہ روپیہ بڑھا لیتا ہے تو اس کاغذ پر ہم کو جھوٹی گواہی دینی ہوتی ہے اگر اس پر انکار کیا جائے تو رنج پڑتا ہے تو یہ دستخط کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب...... جائز تو نہیں اگر بہت ہی ضرر کا اندیشہ ہو تو مجبوری میں گنجائش ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۳۹)

طمع رکھنے والے کی شہادت کا حکم

سوال......جس شخص کا شہادت میں کچھ فائدہ ہو اس کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟

جواب......معتبر نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۳)

دشمن کی شہادت کا حکم

سوال......کیا دنیاوی معاملات میں دشمنی رکھنے والے کی شہادت جائز ہے؟

جواب......معاملات دینیہ میں خصومت رکھنے والے کی شہادت معتبر ہے دینوی مخاصمت رکھنے والے کی قبول نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۳)

مسلمان کے خلاف کفار کی گواہی

سوال......اگر مدعی علیہ مسلمان ہو اور گواہ کافر تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں؟

جواب......مقبول نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۱)

مدعیہ کو گواہ سے نکاح کرنا

سوال......اگر کسی شخص کی زوجہ نے طلاق کا دعویٰ کر کے دو گواہ پیش کر دیئے اور بعد میں کسی ایک شاہد سے نکاح کر لیا تو اسکی شہادت باطل ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب......باطل ہو جائے گی درمختار میں ہے **ولو شهد لها ثم تزوجها بطلت**۔
(فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۴۲)

شہادت فرض ہے حق نہیں

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں ہمارے لئے فرض قرار دی ہیں مثلاً عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اسی طرح شہادت بھی ایک فرض ہے جو کہ فقہ کا مسئلہ ہے اور سارے فقہاء اور علماء ابواب الشہادت کی کتابوں میں اس کی تصریح کرتے ہیں یہ میرے پاس فقہ کی معتبر ترین کتاب ہدایہ ہے اس کے آغاز میں ہی ہے کہ الشہادۃ فرض......الخ شہادت ایک فرض ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر عائد کیا گیا ہے یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو دے دیا اور کسی کو نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ کسی کے لئے کوئی عبادت لازم کرے کسی کے ذمہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے خواتین کو نازک ذمہ داریوں اور خلقی کمزوریوں کی وجہ سے ان کو تمام عبادات میں رعایت بھی دی ہے۔ فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۵۲۸)

کتاب الوکالت

پیشۂ وکالت اور تصرف وکیل وکالت کی تعریف اور اس کا ثبوت

سوال......وکالت کیا ہے اور وکیل کسے کہتے ہیں؟ موکل کون ہوتا ہے؟ نیز وکالت کا ثبوت اور اس کے حکم سے بھی آگاہ کیا جائے؟

جواب......وکالت کا مطلب ہے دوسرے کو اپنی جگہ مقرر کر دینا اس تصرف کے اندر جو شرعاً جائز ہو اور اس کو علم بھی ہو تنویر الابصار میں ہے **وھو اقامۃ الغیر مقام نفسہ فی تصرف جائز معلوم** مقرر کرنے والے کو مؤکل اور جس کو مقرر کیا گیا ہے اس کو وکیل کہتے ہیں' وکالت اور توکیل کتاب وسنت سے بھی ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے' تنویر اور اسکی شرح میں ہے **التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃقال تعالیٰ فابعثو احدکم بورقکم وکل علیہ الصلوٰۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ وعلیہ الاجماع** ج۴ ص۳۹۹: اور وکالت کا حکم یہ ہے کہ وکیل وکالت کے اندر موکل کے قائم مقام ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا جس چیز کی اس نے وکالت قبول کی ہے ہندیہ میں ہے **واما حکمھا فمنہ قیام الوکیل مقام الموکل فیما وکلہ بہ ومنہ ان لیس للوکیل ان یوکل غیرہ بماوکل** (ج۳ ص۵۶۶)۔(منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مروجہ وکالت کو بطور پیشہ اختیار کرنا

سوال......موجودہ دور میں وکلاء ملکی قوانین کی رو سے مدعی اور مدعی علیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے طرفین سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے ہیں تو کیا وکالت کو بطور پیشہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب......واضح رہے کہ موجودہ ملکی قوانین میں سے جو قوانین شریعت اسلامیہ سے متصادم ہوں تو ان کے مطابق مقدمات کی پیروی کرنا اور فیصلہ کرنا اور ان پر معاوضات لینا تمام کے غیر اسلامی ہیں' شریعت مقدسہ میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے تاہم ان کے ذریعے سے اپنے جائز حقوق لینا اور ظالم کے ظلم کے نجات حاصل کرنا مرخص ہے اور جو قوانین شریعت سے متصادم نہ ہوں تو ان کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس پر وکیل کا معاوضات لینا مرخص ہے اور جواز اجرت توکیل کے لئے یہ تاویل کافی ہے کہ واقعی وکیل جو اجرت لیتا ہے وہ ایک خاص وقت اور خاص دن میں محبوس رہنے کی اجرت لیتا ہے جو کہ فقہاء کرام نے جائز قرار دیا ہے الحاصل یہ کہ پیشہ وکالت فی نفسہ جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وکیل جائز مقدمات کی پیروی کرتا ہو۔

لماقال الدكتور الشيخ وهبة الزحيلي: تصح الوكالة باجرو بغير اجر لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يعث عماله لقبض الصدقات ويجعل لهم عمولة فاذاتمت الوكالة باجرلزم العقد يكون للكوكيل حكم الاجيراى انه يلزم الوكيل بتنفيذالعمل وليس له التخلى عنه بلدون عذر يبيع له ذلك واذا لم يذكرالاجرصراحة حكم العرف فان كانت ماجورة عادةً كتوكيل المحامين وسما سرة البيع والشراء لزم اجرالمثل ويدفعه احد العاقدين بحسب العرف وان كانت غيرماجورة عرفاً كانت مجاناً اوتبرعاً عملاً بالاصل فى الوكالات وهوان تكون بغيراجر علىٰ سبيل التعاون فى الخير وهذا النوع لايلزم فيه المضى فى العمل بل للوكيل التخلى عنه فى اى وقت وهذا مذهب الحنفية والمالكية والحنابلة وقال الشافعية الوكالة ولوبجعل جائزة اى غيرلازمة من الجانين (الفقه الاسلامى وادلته ج۴ ص ۱۵۱ تعريف الوكالة ومشروعيتها) (فتاوىٰ حقانيه ج ۶ ص ۳۶۲)

پیشہ وکالت جائز ہونے کی تحقیق

سوال......حضور نے وکالت کے بارے میں ایک سوال پر تحریر فرمایا تھا کہ اگر مؤکل سچا ہے تو مظلوم ہے اور مظلوم کی نصرت واجب ہے اور واجب پر اجرت لینا ناجائز ہے اور اگر جھوٹا ہے تو ظالم ہے ظالم کی نصرت حرام ہے اور حرام پر اجرت لینا بھی حرام ہے لیکن اگر وکالت کی فیس کو واجب یا حرام کی اجرت نہ کہا جائے بلکہ قاضی یا حاکم کے نفقے کے مانند اس کو بھی نفقہ کہا جائے تو جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا یہ تاویل ہو کہ وکیل نصرت کی اجرت نہیں لیتا بلکہ ایک خاص وقت اور خاص دن میں محبوس رہنے کی اجرت لیتا ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ وکیل پر مؤکل کو قانونی مشورہ دینا واجب ہوگا اب مؤکل کو چاہئے کہ اس کے مشورے کے موافق عمل کرے اگر خود عمل کرنے پر قادر نہیں ہے تو وکیل اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا باوجود اس کے وکیل کو عدالت میں لے جانا اور اپنے کام کیلئے محبوس رکھنا یہ غالباً متقوم عندالشرع ہوسکتا ہے اس میں بھی کسی قدر اس کی تائید ہوسکتی ہے کہ بسا اوقات ایک ایک مقدمے میں کئی کئی وکیل کرتے ہیں جن میں سے بعض گفتگو کرتے ہیں اور بعض خاموش بیٹھے رہتے ہیں جب عدالت کا وقت ختم ہوجاتا ہے چلے جاتے ہیں اب ان وکیلوں نے جنہوں نے خاموشی کی حالت میں عدالت کے وقت کو مکمل کردیا باوجودیکہ مقدمے میں نصرت نہیں کی مگر فیس لے لی اس سے معلوم ہوا کہ محض حبس کی فیس لی ہے ورنہ ان کو کچھ نہیں ملنا چاہئے تھا کیونکہ مقدمے میں نصرت نہیں کی آیا اس تاویل سے وکالت جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب......سائل نے جو تو جیہات اس کے جواز کی لکھی ہیں وہ کافی ہیں اور ان سب سے

سہل تر توجیہ یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اجرت کا حرام ہونا مخصوص ہے اس طاعت کے ساتھ جو مسلمان کے ساتھ خاص ہو اور نصرت مظلوم من جملہ طاعات عامہ کے ہے پس اس میں اس حرمت کا حکم نہ کیا جائے گا حاصل یہ کہ پیشہ وکالت فی نفسہ جائز ٹھہرا مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۹)

وکالت کی آمدنی کے متعلق ایک شبہ کا جواب

سوال...... ہدایہ میں تصریح ہے کہ ان طاعات پر اجرت جائز نہیں جو مسلمان کیساتھ مختص ہوں نصرت مظلوم اگرچہ طاعت ہے مگر مسلم کیساتھ خاص نہیں، پس وکالت کی آمدنی کیوں ناجائز ہے؟

جواب...... یوں تو تعلیم مذہب بھی مسلمان کے ساتھ خاص نہیں یہ قید اختصاص بالمسلم کی غیر واجب میں معلوم ہوتی ہے جیسا کہ نکاح وذبح، بخلاف نصرت مظلوم یا تعلیم دین کے کہ وہ امور واجبہ سے ہیں گو اختصاص نہ ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۹)

وکیل کا ثمن میں کمی بیشی کرنا

سوال...... مؤکل (نابالغ کافر) مال کی قیمت میں اگر کمی بیشی کرنے کا اختیار بھی دے تو آیا یہ اختیار بھی حاصل ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب...... معمولی کم کرنیکی اجازت ہے جو عرف کیخلاف نہ ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۵)

وکیل سے رقم ضائع ہونے کی صورت میں ذمہ دار کون ہوگا

سوال...... کسی چیز کی خریداری پر مقرر کردہ شخص سے اگر رقم گم ہو جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ کیا وکیل اس مال کا ضامن ہوگا یا سارا نقصان مؤکل کے ذمے آئے گا؟

جواب...... کسی چیز کی خریداری پر مقرر کردہ شخص سے رقم اگر مطلوبہ چیز خریدنے کے بعد گم ہو جائے اور بائع کو ابھی روپے نہ دیئے ہوں تو اس کی ذمہ داری مؤکل پر عائد ہوگی اور وہ وکیل پر رجوع کا حق نہیں رکھتا ہے اور اگر مؤکل نے وہ چیز خریدنے کے بعد رقم وکیل کو دی ہو اور بائع کو دینے سے قبل وہ گم ہو جائے تو اس کی ذمہ داری وکیل پر عائد ہوگی۔

لماقال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاری رحمه الله: اذا رفع الثمن الی انسان الف درهم فامره ان يشتری بهاجارية فاشتری ثم هلک ثمن قبل ان ينقض البائع يهلک من مال الامرفان رفع الامرالالف الی الوکيل بعد مااشتری فهلک قبل ان ينقض البائع يهلک من مال المامور' (خلاصة الفتاویٰ ج ۴

ص ۱۵۹) الفصل الرابع فی الوکالة بالشراء)وقال العلامة ابن نجیم رحمه الله: ولم یذکرالمؤلف هناحکم ماذا وکله بشراء شئی ودفع الثمن الیه فهلک فی یده قال فی البزازیة وفی جامع الفصولین دفع الیه الفاً یشتری به فاشتری وقبل ان ینقده للبائع هلک فمن مال الامر وان اشتریٰ ثم نقده المؤکل فهلک الثمن قبل دفعه الی البائع عند المؤکل یهلک من مال الوکیل (البحر الرائق ج۷ص ۱۵۶ باب الوکالة بالبیع والشراء) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۳۵۹)

وکیل کو وکالت نامہ لکھ کر دینے کا حکم

سوال......وکیل بنانے کے لئے وکالت نامہ لکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب......وکالت نامہ شرط نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۹)

وکیل کا خود اپنے لئے سامان خرید لینا

سوال......اگر سامان کا افسر متعلقہ جس کے ذریعہ سے سامان نیلام ہوتا ہے وہ کسی مشتری سے اس سامان کی قیمت دریافت کرکے وہ قیمت سرکار کے خزانے میں داخل کردے تو یہ بیع جائز ہے یا ناجائز؟ جب کسی قسم کی بولی وغیرہ نہ دے۔

جواب......اگر قانوناً اس افسر کو ایسی کارروائی کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ شرعاً بھی جائز نہیں کیونکہ وکیل کو نہ مؤکل کی مخالفت جائز ہے نہ اپنے لئے خریدنا۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۳۱۹)

گارنٹی سے کوئی چیز خریدنے یا بیچنے کا حکم

سوال......ایک شخص مثلاً زید عمارتی سازوسامان (ہارڈویئر) کی خریدوفروخت کا کاروبار کرتا ہے اور بعض کمپنیاں اپنا مال اس پر گارنٹی سے فروخت کرتی ہیں مثلاً پانی کی ٹینکیاں، ٹونٹیاں پانی کے پائپ، بیلچے، کدال وغیرہ ان میں سے بعض اشیاء کی گارنٹی پانچ سال، بعض کی دس سال اور بعض کی گارنٹی اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جب زید کسی پر مذکورہ چیزیں بیچتا ہے تو اسی گارنٹی سے بیچتا ہے گارنٹی کی مدت میں اگر فروخت کردہ چیز خراب ہو جائے تو مشتری وہ چیز زید کو واپس کردیتا ہے اور زید وہ چیز کمپنی کو بھیج دیتا ہے اور کمپنی والے اس کے عوض میں یا تو نئی چیز دے دیتے ہیں یا اس کو ہی بالکل درست کر دیتے اس طرح کرنے سے عام لوگ گارنٹی شدہ چیزیں خریدنے میں زیادہ رغبت ظاہر کرتے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی بیع ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم نے ایک مولوی صاحب سے سنا ہے کہ یہ بیع مشروط ہونے کی بنا پر

فاسد ہے لہٰذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیلاً وضاحت فرمائی جائے۔

جواب...... دور حاضر میں بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر گاہک کو سال دو سال یا لائف ٹائم کی گارنٹی دیتی ہیں یہ گارنٹی صورت کے لحاظ سے کفالہ بدرک ہے (درک کے معنی حصول صاحب یعنی پانے کے ہیں یعنی اگر مشتری مبیعہ میں کوئی عیب پائے تو بائع اس کا کفیل ہوگا (مصباح اللغات ص ۲۳۶) جبکہ کفالہ بدرکہ بالاجماع صحیح ہے اسی طرح خود کفالہ میں فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے اس کے علاوہ کفالہ بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے آج کل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارنٹی دینا کاروبار کا ایک اہم جزو بن گیا ہے چونکہ آج کل دو نمبر نقلی چیزیں عام تیار ہوتی ہیں جس کی وجہ سے گارنٹی دینا اور لینا ناگزیر ہوگیا ہے اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی منڈیوں میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لوگ گارنٹی والی چیز بلا کسی حیل وحجت کے خرید لیتے ہیں لہٰذا آج کل گارنٹی پر خرید وفروخت کرنا عرف اور عموم بلویٰ کی وجہ سے جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

کما فی البدائع الصنائع: ولان الکفالة جوازها بالعرف (جلد نمبر ۶ ص ۳) وکما فی الهدایة: واماالکفالة بالمال فجائزة معلوماً کالمکفول به الیٰ ان قال اوبما بدرکک فی هذاالبیع لان مبنی الکفالة علی التوسع فیتحمل فیها الجهالة وعلی الکفالة بدرک اجماع (جلد۳ ص ۱۱۶) وکمافی العنایة: تکفلت عنه بمالک علیه اوبما یدرکک فی هذاالبیع یعنی من الضمان بعد ان کان دیناً صحیحاً لان مبنی الکفالة علی التوسع فانها تبرع' وبعد اسطر: وعلی الکفالة بدرک بفتح الراء وسکونها وهوالتبعة دلیل علی جوازهابا لمجهول لایصح' وفیه اشارة الی نفی قول من یقول ان الضمان بالمجهول لایصح لانه التزام مال فلایصح مجهولاً کالثمن فی البیع وقلناالضمان بدرک صحیح بالاجماع وهوضمان بالمجهول 'الخ (العنایة علی هامش فتح القدیر ج۶ ص۲۹۸'۲۹۹) وکمافی فتاویٰ قاضیخان: رجل باع داراً وکفل رجل المشتری بماادرکه فیها من درک، فاخذ المشتری بذلک عنه رهناً ذکر فی الاصل ان الرهن باطل ولاضمان علی المرتهن والکفالة جائزة' (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة ج۳ ص ۶۴) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۳۶۴)

وکیل کا مصرف میں تبدیلی کرنا

سوال...... ایک شخص کے بھائی نے مدرسہ کے واسطے روپیہ بھیجا اس کا بھائی اب کہتا ہے کہ

مدرسہ کے منتظمین ٹھیک استعمال نہیں کرتے اس لئے اس روپیہ کی کوئی چیز خرید کر جس کی مدرسہ میں ضرورت ہو مدرسہ میں دیدے تو کیسا ہے؟

جواب...... جس نے مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجا ہے اگر اس کی طرف سے اجازت ہو تو چاہے روپیہ دیدے یا حسب صواب دے کوئی چیز خرید کر دیدے اگر اجازت نہ ہو تو پھر روپیہ ہی دینا چاہئے اگر مدرسہ کے انتظام پر اعتماد نہ ہو تو بھائی سے مشورہ لے کر اجازت حاصل کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۱۶۵) اور ایسے مدرسہ میں دیوے ہی کیوں جہاں اعتماد نہ ہو" (م ع)

وکیل کو مؤکل کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نفع اٹھانا جائز نہیں

تجارتی کمپنی کا قاعدہ ہے کہ مثلاً فی صد پانچ روپیہ کمیشن دیا جاتا ہے زید کو چار شخصوں نے پچیس پچیس روپیہ کے مال کے خرید کرنے کی اجازت دی اور زید نے سو روپے کا مال کمپنی سے منگوایا زید بائع و مشتری میں محض واسطہ ہے اور قبل از فرمائش ان چار شخصوں کو کمیشن کا علم بھی نہ تھا اب وہ کمیشن کا روپیہ ان چاروں پر تقسیم ہونگے یا تنہا زید لے سکتا ہے؟

جواب...... زید وکیل ہے اور وکیل کو یہ جائز نہیں کہ مؤکل کے روپیہ سے بدون اس کی اجازت کے نفع حاصل کرے لہٰذا وہ کمیشن کا روپیہ چاروں مؤکلوں میں تقسیم ہوگا۔

مدعی کا خصم کی مرضی کے خلاف کسی کو وکیل بالخصومۃ بنانا

چہ قول است علماء دریں صورت کہ شخصے عالی مرتبہ است و دعویٰ او بشخصے است کہ ادنیٰ مرتبہ دارد میخواہد کہ وکیل نماید و خصم بایں راضی نمیشود وی ترسد کہ وکلاء بحیل و دعاوی حق تلفی خواہند کرد آیا دریں صورت توکیل شرعاً جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

جواب...... دریں صورت توکیل شرعاً جائز نیست: فی مختار الفتاویٰ وفی الفضلی رجل من الاشراف له خصومة مع من دانه فارادان یوکل ولایحضر بنفسه قال الفقیه ابوالليث يحضر الاترى ان لايقبل الوكالة منه عليه الاان يحضر بنفسه والشريف وغيرالشريف فى الدعوىٰ سواء فلايصح الوكالة انتهى وايضاً قال المخدوم محمدهاشم التتوى ناقلاً عن فصول العمادى رجل من الاشراف له خصومة مع من دانه فارادان يوكل ولايحضر بنفسه قال الفقيه ابوالليث نحن لانرىٰ ان يقبل الوكالة منه وعليه ان يحضر بنفسه والشريف وغيرالشريف فى الدعوىٰ سواء انتهى وتفويض الخيار بقضاة زماننا نسيت قال فى البحر: ناقلاً عن

البزازية ومن المعلوم المقرر ان تفويض الخيار الیٰ قضاة عهدالفساد فسادكماهوالمقررمن ان عملهم ليس بحجة قال شمس الائمة الصحيح انه اذاعلم عن الابی فی اباء الوكيل يفتی بالقبول وان علم منه بالحيل كماهووكلاالمحكمة لايقبل وغرض عن فوض الخيار الی القاض عن القدماء كان هذا عملواعن احوال قضا تهم الذين والصلاح انتهی وفی تكلمة ردالمحتارتحت قوله والمختار للفتویٰ تفويضه للحاكم ای القاضی بحيث انه اذاعلم ان الخصم التعنت فی الاباء عن قبول التوكيل لايمكنه عن ذلک وان علم عن المؤكل قصدالاضرار لخصمه بالحيل كما هو صنيع وكلاء المحكمة لايقبل منه التوكيل الابرضاء وهواختيار شمس الائمة السرخسی كذافی الكافی ونحوه فی الزيلعی وزاد فی معراج الدراية وبه اخذ الصفار نی فی الخلاصة قال شمس الائمة الحلوافی آداب القاضی المفتی مخيرفی هذه المسئلة ان شاء افتی بقول أبی حنيفة وان شاء افتی بقولهما ونحن نفتی بان الرای الی القاضی اه هذافی قضاتهم لماعلموا من احوالهم عن الصلاح والدين واما قضاة زماننا فلايلاحظون ماقالوه بيقين بل قصدهم حصول المحصول ولوعلمو امن الوكيل التزوير والاضرار فی الدعوی انتهی مختصرا وايضاً فيها قال فی البزازيه واصلا ان التوكيل بلارضاء الخصم اذالم يكن المؤكل حاضرا فی مجلس الحكم لايصح عندالا مام ولايجبر خصمه علی قبول الوكالة' اقول يقول الحنفية افتی الرملی قائلا وعليه المتون واختاره غيرواحدوالمحبو بی والنسفی وصدر الشريعة وابو الفضل الموصلی ورجح دليله فی كل مصنف فلزم العمل به ولاسيما فی هذا الزمان الفاسد انتهی ملتقطا وفی الخيرية صرح علماء نافاطبة متونا وشروحا بان الوكالة فی الخصومة لاتكون الابرضاء الخصم الاان يكون المؤكل مريضاً اوغائباً مدة السفر اومخدرة ووجه ذلک ان الجواب مستحق علی الخصم ولهذا يستحضره والناس متفا وتون فی الخصومة ولوقلنا باللزوم يتضرر به فيتوقف علی رضائه والتهذيب النجفه واختار المحبوبی والنسفی وصدر الشريعة وابوالفضل الموصلی ورجح دليله فی كل مصنف وغالب المتون عليه فلزم العمل به لرفع الضرر لاسيما فی هذا الزمان الفاسد والله اعلم انتهی' قال فی ردالمحتار حاشية الدر المختار تحت قوله وعليه فتوی ابی الليث افتی الرملی بقول الامام الذی عليه المتون واختاره غيرواحد وايضاً قال تحت قوله وتفويضه للحاكم بحث فيه فی البزازية فانظر مافی البحر انتهی پس ازیں روایات صحیح معلوم شد کہ درصورت مستفتاۃ توکیل

بلا رضاء خصم جائز نیست ہذا واللہ اعلم وعلم اتم واحکم۔

الکلام علی الجواب من جامع امداد الاحکام

مفتی مذکور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور صاحبین کے مذہب میں توکیل بالخصوصۃ بلا رضاء خصم بھی جائز ہے بلکہ جائز تو امام صاحب کے نزدیک بھی ہے ہاں اوروں کے نزدیک لزوم بدون رضاء خصم کے نہیں ہوتا اور صاحبین کے نزدیک لزوم بھی ہو جاتا ہے۔

التوکیل بالخصومة بغیر رضاء الخصم لایلزم وقالایلزم ثم اختلف المشایخ علی قوله بعضهم قالوارضاء الخصم لیس بشرط لصحة التوکیل بل هوشرط الزومه وهوالصحیح کذافی خزانة المفتین والفقیه ابواللیث اختار قولهما کذافی خزانة المفتین وقال العتابی وهوالمختار وبه اخذالصفار کذا فی البحر الرائق رجل من الاشراف وقعت خصومته مع رجل وضیع فارادأن یؤکل وکیلا ولایحضر بنفسه اختلف فیها قال الفقیه ابواللیث نحن نری ان تقبل الوکالة کان المؤکل شریفااو وضیعا کذافی جواهرالاخلاطی اه عالمگیریه ج ۴ ص ۳۱۵

پس صورت مسئولہ میں صاحبین کے قول مفتی بہ پر توکیل درست ہے اور اگر خصم کے اضرار کا قصد نہ ہو صرف حاضری عدالت سے بچنا مقصود ہو تو گناہ بھی نہ ہوگا اور اگر توکیل سے خصم کو ضرر پہنچانے کا قصد ہو تو گناہ ہوگا اور اگر محض اپنے نفع کا قصد ہو اور خصم کو ضرر دینے کا ارادہ نہ ہو گو خصم ضرر آ جائے تب بھی گناہ نہیں۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۱۴۴)

وکیل صرف سے روپیہ واپس لینا

سوال...... عمر نے زید کو روپیہ دیا کہ مسجد کی قریبی جگہ خرید کر مسجد میں شامل کر دے مگر مالکان نے زمین کو فروخت نہیں کیا اور نہ بالفعل مسجد میں کوئی ایسی ضرورت ہے کہ جس پر روپیہ صرف کیا جائے اب یہ روپیہ دینے والے کو واپس دیا جائے گا یا زید کو اختیار ہے کہ بلا اجازت یا بعد اجازت اس روپیہ کو کسی دوسری ضرورت مند مسجد میں لگا دے؟ یا اختیار نہیں؟

جواب...... معطی نے جب تبرعاً روپیہ کسی خاص محل میں صرف کرنے کے لئے کسی کو دیا اور وہ محل فوت ہو گیا تو جس کو وکیل صرف بنایا تھا اس کی وکالت (بھی) ختم ہو گئی اب وہ محض امین ہے اس کو چاہئے کہ وہ روپیہ مالک کی طلب پر فوراً اس کو دے دے اگر نہیں دے گا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور مالک کو اختیار ہے کہ جس جگہ چاہے اور جس کی معرفت چاہے صرف کرے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے صرف میں لائے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۱۶۹)

متفرقات

ادائے قرض کے واسطے نابالغ کا مال بیچنے کا وکیل بنانا

سوال...... کافر نابالغ مقروض ہے اور اسکا کوئی وکیل نہیں اب نابالغ اگر اپنا کچھ مال فروخت کرنے کیلئے کسی کو وکیل بنائے' تاکہ قرض ادا ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... ایسے شخص کا ولی حاکم اسلام ہے اور جب یہ نہ ہو تو عامۂ مسلمین اسی کے حکم میں ہیں پس اگر دو چار خیر خواہ وذی اثر مسلمان اس تو وکیل کو جائز رکھیں تو جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۵)

زمین داروں سے لی ہوئی رقم کے صرف کا حکم

سوال...... نمبردار اپنے زمین داروں سے فی روپیہ کچھ رقم یعنی پیسہ یا ادھنا جمع سے زیادہ وصول کرتے ہیں اور اسکے وصول کرنے کی تمام زمینداروں اور سرکار سے اجازت ہے وہ رقم نمبردار زمینداروں کی مرضی کے مطابق مفصل ذیل کاموں میں خرچ کر سکتا ہے

۱۔ کوئی مولانا صاحب وعظ کے لئے آئیں ان کو نذرانہ دینا۔

۲۔ کوئی فقیر سادھو آیا اس کو دے دیا۔

۳۔ کوئی سرکاری سپاہیوں کا خرچ پیش آیا وہ اس میں سے دے دیا۔

۴۔ کوئی سرکاری چپڑاسی آیا اس کو خوراک دیدی۔

۵۔ کوئی ناگہانی خرچ گاؤں میں در پیش ہوا اس میں دیدیا۔

۶۔ نمبردار تحصیل میں جمع سمجھنے گئے وہاں سرائے میں روٹیوں پر اور آمدورفت میں جو خرچ ہوا اس میں دیدیا۔

اس رقم میں فدوی کو بھی نمبردار دیتا ہے کہ یہ رقم ہم تم کو دیتے ہیں دراصل میں نے ایک لکڑی خریدی اس کی قیمت مجھ سے دلانا نہیں چاہتے کہتے ہیں کہ یا تو جمع میں سے ہم رقم دیں گے یا خود اپنے پاس سے دیں گے تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... بالغوں سے جب کہ وہ برضا مندی دیں اور برضا مندی خرچ کی اجازت دیں اس کا لینا جائز ہے اور نابالغوں کی رقم سے جائز نہیں اور اگر لکڑی کی قیمت کوئی زمیندار اپنے پاس سے دے تو اس میں بھی اس شرط سے اجازت ہے کہ وہ رقم بالغ دے اور رضا مندی سے دے

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۷)

ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ مشترکہ زمین سے میرا حصہ بیچ دو اور بھائی نے خود ہی خرید لیا کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید' عمر' بکر تین بھائی ہیں انہوں نے مل کر ایک زمین خریدی جس کا رقبہ ۳۰ مرلہ ہے زمین خریدتے وقت چند لوگوں سے قرضہ لیا گیا تھا کچھ مدت گزرنے کے بعد زید نے بکر کو کہا کہ جو قرضہ میں نے اور عمر نے دینا ہے اس کے عوض میری زمین کا حصہ فروخت کر لیں اور قرضہ دے دے بکر نے اس لئے اس کی زمین کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کے زمین خود خرید لی زید سے تحریر گواہوں کی موجودگی میں لکھوائی گئی ڈیڑھ سال بعد عمر نے اپنے دس مرلے میں جو اس کا حصہ بنتا تھا اپنا مکان بنا لیا اس کے بعد صرف ۲۰ مرلے رقبہ رہ گیا جو بکر کا تھا اس کے بعد زید نے ایک دن بکر کو کہا کہ آپ کے بیس مرلے ہیں آپ کو پندرہ مرلے کافی ہیں آپ مجھے قیمتاً پانچ مرلے دے دیں بکر نے کہا کہ میں آپ کو پانچ مرلے زمین دوں گا لیکن جنوبی جانب سے' زید نے کہا کہ نہیں مشرقی جانب سے مجھے دے دیں اس پر اختلاف ہو گیا اب زید بکر کو کہتا ہے کہ میں آپ کو زمین نہیں دیتا بکر کہتا ہے کہ زمین میری ہے تقریباً دو سال پہلے خرید چکا ہوں تحریر موجود ہے گواہ موجود ہیں قیمت ادا کر چکا ہوں زید کہتا ہے کہ زمین اب میں نہیں دوں گا کیا از روئے شریعت یہ زمین بکر کو ملے گی جو زمین کا خریدار ہے یا واپس زید کو ملے گی۔

جواب...... اگر یہ بات درست ہے کہ بکر نے زید کے حصہ کی زمین خریدنے کے لئے زید سے تحریراً لکھوایا ہے اور اس تحریر پر گواہ موجود ہیں تو زید خود بائع بن گیا اور بکر مشتری اس لئے یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ اب زید کا اس بیع سے انکار کرنا کسی طرح درست نہیں زید کا یہ حصہ بکر کا ہو گیا اور اگر زید کو خود بائع نہ بنایا جائے بلکہ موکل ہے لیکن اگر موکل وکیل کو یہ اجازت دے دے کہ مبیعہ کو خود وکیل بھی خرید سکتا ہے تو ایسی صورت میں وکیل کا مبیعہ کا اپنے لئے خریدنا ایک روایت کے مطابق درست ہے شامی میں ص ۵۲۲ ج ۴ **وان امره المؤكل ان يبيعه من نفسه واولاده الصغار اوممن لاتقبل شهادته فباع منهم جاز** 'بزازيه فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۶۴)

وکیل کو دیا گیا کچھ پیسہ خرچ ہو جانے سے پہلے موکل مر گیا

سوال...... زید نے عمرو کو سو روپے کسی کار خیر میں خرچ کرنے کیلئے دیئے اور کہا کہ جس کار خیر میں مناسب سمجھو خرچ کرو ایک چاہ پختہ کا انتظام کیا گیا اور اس میں تخمیناً نصف روپیہ خرچ ہو گیا پھر زید کا انتقال ہو گیا اب زوجۂ زید کہتی ہے کہ زید سو روپے قرض لے کر مرا ہے اور کہہ گیا ہے کہ جو روپیہ عمرو کے یہاں ہے اسے لے کر قرض ادا کرنا زید نے اس کے علاوہ اور ترکہ مکان وغیرہ

بھی چھوڑا ہے تو آیا زوجہ کو واپس دے دیا یہ کہ کار خیر میں خرچ کرے یا اس کے ایک لڑکا نابالغ ہے اس کے لئے امانت رکھے اور جو خرچ ہو چکا ہے اس کا تاوان دے؟

جواب...... جو روپیہ خرچ ہو چکا ہے اس کا تاوان عمرو کے ذمے نہیں کیونکہ حیات مالک میں اس کے اذن سے خرچ ہوا ہے اور جو باقی ہے اس میں زوجہ زید کا دعویٰ بلا دلیل شرعاً معتبر نہیں ہے لیکن زید کے مرتے ہی وہ روپیہ امانت ہو گیا اور خرچ کرنے کا اذن جاتا رہا اس لئے یہ باقی روپیہ زید کی ملک ہوگا اور شرعاً اس میں اس کے ورثہ کی میراث جاری ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۶)

اسکول کے متفرق خرچ کی تحقیق

سوال...... ہم کو اسکول کے بعض اخراجات کے لئے سالانہ ساٹھ روپے سرکار سے ملتا ہے اور اس کے بعض مد مقرر ہیں مثلاً جاروب کش کے لئے آٹھ آنا مقرر ہے مگر اتنے میں جاروب کش نہیں مل سکتا اور اگر وہ آٹھ آنے خرچ نہ ہوں تو پھر وہ ملنا بھی موقوف ہو جائے تو ایسی مجبوری میں جاروب کشی کا کام خود ہی انجام دیا جاتا ہے اور وہ آٹھ آنا بھی بچ جاتا ہے ایسے ہی اور بھی مدیں ہیں جن کا پیسہ کچھ بچ جاتا ہے اگرچہ پانچ روپے تک خرچ کرنے سے اور اسکا حساب دینے سے چاہے غلط ہو یا کچھ، سرکار بولے گی تو نہیں مگر حساب نہ دینے سے کیفیت طلب کرتی ہے تو ایسے وقت وہ زائد پیسہ جو بچتا ہے اپنی ذات میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ اور دیگر مدرسین کو بھی دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... آپ نے لکھا ہے کہ جھاڑو کش کا کام کسی طرح انجام دیا جا سکتا ہے تو وہ آٹھ آنے اسی شخص کو کیوں نہ دیدئے جائیں اسی طرح دوسرے کاموں میں، اور خود رکھنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ یہ شخص سرکار کا وکیل ہے اور وکیل مالک نہیں ہوتا امین ہوتا ہے امین کو انتفاع امانت سے بدوں مؤکل کی اجازت کے حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۸)

وکیل کا منصب وکالت کے خلاف کرنے کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! ہم نے ایک آدمی کو اپنی طرف سے گاڑی خریدنے کا وکیل بنایا تھا کہ ہمارے لئے گاڑی خریدلو اس نے کسی اور سے ہمارے لئے گاڑی خریدنے کی بجائے اپنی ہی گاڑی ہم پر بیچ دی تو کیا یہ وکیل اپنی چیز ہمارے اوپر فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے علم میں بھی نہ ہوا اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنی گاڑی آپ کو دی ہے اور ہم اس سے انکاری ہیں؟

جواب...... وکالت ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مؤکل اپنے وکیل پر اعتماد کر کے اپنی ذمہ داری اس کو سونپتا ہے اس لئے وکیل کا اس معاملہ میں ایسا قدم اٹھانا جو منصب وکالت کے خلاف ہو اور اس میں دھوکہ دہی کا شبہ ہو جائز نہیں لہٰذا اس میں جو معاملہ سامنے آجائے وہ منعقد نہیں ہوگا چونکہ صورت مسئولہ میں بھی دھوکہ دہی اور غرر کا عنصر موجود ہے اس لئے یہ معاملہ کالعدم ہے۔

لمافی الدرالمختار: حیث لم یکن مخالفاً دفعاً للغرر' قال ابن عابدینؒ : تحت قوله دفعاً للغرر...... وفیه الوکیل بالبیع لایملک شراء لنفسه لان الواحد لایکون مشتریاً وبائعاً فیبیعه من غیره ثم اشتریه منه (ردالمحتار ج۴ ص ۴۵۰ کتاب الوکالة)

تاہم اگر مؤکل کی طرف سے کلی اجازت ہوتو پھرایسا کرنا جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: وان امرالمؤکل أنه یبیعه من نفسه واولاده الصغار اوممن لاتقبل شهادته فباع منه جاز (ردالمحتار ج۴ ص۴۵۰ کتاب الوکالة (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۳۶۵)

کتابُ الدعویٰ

دعویٰ اوراس کی سماعت

سوال...... دعویٰ کسے کہتے ہیں؟ نیز دعویٰ کا حکم اوراس کی قسموں کو بیان کیا جاوے؟

جواب...... دعویٰ کہتے ہیں کسی چیز کو اپنی ذات کی طرف جھگڑے کے وقت میں منسوب کرنا مثلاً یوں کہنا کہ یہ چیز میری ہے' ہندیہ میں ہے فهی اضافة لشیٔ الی نفسه حالة المنازعة بان یقول هذه العین لی هکذافی محیط السرخی دعویٰ کا حکم یہ ہے کہ فریق مخالف پر جواب دینا ہاں یا نہ سے ضروری ہوجاتا ہے اور دعویٰ کی دو قسم ہیں۔

ا۔ دعویٰ صحیحہ۔ ۲' دعویٰ فاسدہ۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف

سوال...... مدعی کسے کہتے ہیں؟ اور مدعا علیہ کس کو؟

جواب...... مدعی وہ شخص ہے کہ اگر دعویٰ نہ کرے تو اس پر جبر نہ کیا جاسکے اور مدعا علیہ وہ شخص ہے جس پر جبر کیا جاسکتا ہو۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص۳۳۹)

سکوت کے بعد مدعی کے دعوے کا حکم

سوال...... جب یہ بات ثابت ہوجائے کہ مدعی نے صاحب قبضہ کے تصرفات مالکانہ کو دیکھتے ہوئے بلاوجہ سکوت کرکے کوئی تعارض اس سے نہیں کیا تو اب اسکے بعد مدعی کا دعویٰ قابل سماع ہوگا یا نہیں؟

جواب...... نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص۳۴۰)

سکوت پر دعویٰ کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... ملازم نے تحریر بھیجی کہ میری تنخواہ پر اگر اس قدر ترقی کردو تو تمہارے پاس رہوں

گا ورنہ نہیں اور سکوت آپ کا تسلیم کی جگہ مانا جائے گا نہیں تو مجھے ابھی علیحدہ کردو اس تحریر کے بعد مالک ساکت ہوگیا اور یہ ملازم ترقی کے گمان میں رہا بلکہ اپنے احباب میں ترقی کی اطلاع دیدی اب علیحدگی کا نزاع ہوا پس زید کا دعویٰ اپنی تحریر کے مطابق درست ہے یا نہیں؟

جواب......اس کا دعویٰ درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۰)

دعویٰ کے ثبوت کے لئے شرعی ضابطہ

سوال......زید سے عمرو نے چوری کی ہے اب زید عمرو پر دعویٰ (مقدمہ) کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور اگر زید شرعی تقاضوں کے مطابق عمرو کو چور ثابت کردے تو جتنا مال اس کا چوری ہوا ہے اس سے زیادہ عمرو سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب......دعویٰ کے اثبات کے لئے شرعی ضابطہ یہ ہے کہ مدعی (دعویٰ کرنے والا) قاضی کے سامنے معتبر شہادت پیش کرے اور مدعی علیہ (منکر) کے ذمہ حلف یعنی قسم کھانا لازم ہے مگر یہ تب ہے جب مدعی گواہ پیش نہ کرسکے اور وہ مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے۔ حدیث میں ہے **البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** (صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۴ کتاب الاقضیہ) اور فعل الغیر پر قسم کرنے کی صورت میں قسم علی العلم کی جائے گی اور شہادت یا نکول یعنی قسم کھانے سے انکار کی صورت میں مدعی کے لئے صرف وہ چیز ثابت ہوگی جس کا وہ دعویدار ہے اس سے زائد مال لینا اس کے لئے شرعاً درست نہیں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ' رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۳۲۷ باب الاقضیة والشهادات الفصل الثانی) فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۲۵)

مرور زمانہ کے بعد دعویٰ قابل سماعت کیوں نہیں ہوتا؟

سوال......قدیم زمانے میں تمام معاملات اور دعاوی میں (سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہیں) سماعت کے لئے پندرہ سال تک تحدید کردی گئی تھی جس کو علماء نے مرور زمانہ سے تعبیر کیا ہے اور عمل درآمد اسی پر رہا ہے کہ اگر مدعا علیہ اسی قدر میعاد گذر جانے کی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو اس کا عذر سنا جاتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے پابند ہیں کیا جناب کے نزدیک بھی اسی پر عملدرآمد ثابت ہے؟

جواب...... چونکہ قاضی کی ولایت امر سلطانی سے ثابت ہے تو سلطان نے جس قدر اس کو اختیارات دیئے ہیں ان سے زائد میں وہ قاضی ہی نہیں اس لئے اس کے احکام ان امور میں نافذ ہونگے پس جب سلطان نے اس کو کہہ دیا کہ اتنی مدت کے بعد تم دعویٰ نہ سننا اور یہ تصریح روایت فقہیہ قضا کی

تقیید زمان ومکان کے ساتھ جائز ہے اس لئے معنیٰ کلام سلطانی کے یہ ہوئے کہ تمہاری قضا خاص ہے ان ہی واقعات کیساتھ جو اس میعاد کے اندر ہوں اور دوسرے واقعات میں ہم تم کو قاضی نہیں بناتے یہ وجہ ہے قضا نافذ نہ ہونے کی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں صاحب حق کا حق زائل ہو جائے یا خود سلطان کو اس قید کا رفع کرنا جائز نہ ہو اور جب اس حکم کی علت معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ تقیید اسی وقت اور اسی شخص کے حق میں ہوگی جو اس سلطان کا محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم وقاضی اس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مر جائے جس کے مرنے سے بہ تصریح فقہاء اس کا حکم مرتفع ہو جاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے ان صورتوں میں یہ حکم نہیں خلاصہ یہ کہ حکم مقصود شرعی نہیں بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا اس بناء پر سلطنت عثمانیہ کے حدود کے علاوہ میں ان روایات کو حکم فقہی سمجھ کر عمل کرنا جائز نہیں اور حدود عثمانیہ میں بھی صرف قضاۃ پر عمل واجب ہے نہ اہل حقوق پر۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۶)

ڈیڑھ سو سال قبل کا دعویٰ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید وغیرہ برادران زید کے نام زمین زمانہ قدیم سے دفتر میں تحریر شدہ ہے بذریعہ وراثت تقسیم شدہ ہے آباؤ اجداد کے حقوق کے علاوہ کوئی تحریر موجود نہیں۔

بکر نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ زمین ایک صد پچاس سال کے عرصہ سے میری ہے حالانکہ کوئی قبضہ وغیرہ بکر مدعی کے پاس موجود نہیں زید وغیرہ سے مالیہ اراضی وصول کیا جاتا ہے نیز قبضہ زید وغیرہ کے لئے ہے کیا بکر مدعی کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے یا نہ۔ بحوالہ کتب معتبرہ حل فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب...... جب تک بکر اپنے دعویٰ کو شرعی ثبوت سے پیش نہیں کرے گا اس وقت تک اس کا دعویٰ مسموع نہیں۔ البینة علی المدعی (الحدیث) بینہ (شہادت) ڈیڑھ صد سالہ کی ملکیت کے سوائے شہادت بالتسامع کے پیش نہیں ہو سکتی اور شہادت بالتسامع باب ملک اموال میں معتبر نہیں ہے فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے الید دلیل الملک قبضہ ملکیت کی دلیل ہے جب قبضہ ملکیت کی دلیل ہے جب قبضہ زید وغیرہ کا ہے اور کاغذات مال میں ان کے نام تحریر ہے تو ان کو مالک قرار دیا جائے گا۔ القدیم یترک علی قدمه اور بکر کا دعویٰ قطعاً مسموع نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۷)

کیا ۱۵ سال تک دعویٰ نہ کرنے سے حق دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولوی شہاب الدین جب فوت ہو گئے تو اس

کا ایک لڑکا محمد اسحاق اور دو لڑکیاں بی بی رابعہ وشرافت النساء رہ گئیں تو جائیداد بھائی کے پاس تھی بعد میں بہنیں فوت ہوگئیں بی بی رابعہ کے دو لڑکیاں کو جانہ بابو جانہ رہ گئیں اور شرافت النساء کے دو لڑکے حسین خان اور بہادر خان رہ گئے لڑکا جب زندہ تھا تو ان وارثین نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا اس لئے کہ وہ ان کی خدمت کرتا تھا اب وہ بھائی فوت ہوگیا تو اس کا ایک دور کا چچازاد بھائی عبدالنبی وارث ہوگیا کیا بہنوں کی اولاد کو اپنا حق مل سکتا ہے یا نہیں جبکہ ۱۵ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے اور انہوں نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا ہے یہاں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پندرہ سال تک دعویٰ کرنے کی وجہ سے اب اپنے حق کا دعویٰ کرنا ان کا مسموع نہیں ان کا حق ساقط ہے کیا سقوط حق کے لئے اگر ضائع نہ ہو معیاد کی کوئی شرط ہے یا نہیں نیز واضح رہے کہ عبدالنبی نے اپنے حصہ کو ۵۵ء میں روشن خان کو فروخت کیا اور بہنوں کا حصہ محمودالحسن پر فروخت کیا پھر دونوں پر شفعہ ہوگیا چنانچہ دونوں نے عدالت میں یہ تسلیم کیا کہ روشن خان نے عبدالنبی کا حصہ اور محمودالحسن نے بہنوں کا حصہ خرید لیا ہے۔

پھر جب شفعہ ہوگیا تو شرعی طور پر فیصلہ ہوا کہ محمودالحسن پر شفعہ نہیں ہوسکتا اور روشن خان پر شفعہ صحیح ہے چنانچہ شفیع جہانگیر نے پھر عدالت میں تمام جائیداد کا روشن خان پر شفعہ کیا اور محمودالحسن کو لکھ دیا تھا کہ میں آپ پر شفعہ نہیں کروں گا چنانچہ روشن خان نے عدالت میں تسلیم کیا کہ محمودالحسن کا حصہ میرے اوپر رہن ہے جو کہ اس نے بہنوں کا حصہ لیا ہے اس کے بعد اب روشن خان رہن سے منکر ہوگیا میں ان کو رہن کی رقم دے کر زمین واپس کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ کہتا ہے کہ آپ کا کوئی حق نہیں اور نہ بہنوں کا کوئی حق ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہنوں نے پندرہ سال تک دعویٰ نہ کیا اب دعویٰ مسموع نہیں نیز رہن کی رقم کا بھی مطالبہ کرتا ہے اور زمین کو اپنا حق ثابت کرتا ہے۔

جواب...... واضح رہے کہ تقادم عہد کی وجہ سے عدم سماع دعویٰ اگرچہ ایک مسلم امر ہے لیکن صورت مسئولہ میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ فقہاء کا یہ قاعدہ مفید ہے انکار خصم کے ساتھ **کماقال علامۃشامی فی ردالمحتار ص ۴۲۰ ج۵ فی ضمن هذه المسئلة (تنبیهات) الثالث عدم سماع القاضی لهاانماهو عندانکار الخصم فلو اعترف تسمع کماعلم مماقدمنا(الی ان قال) ان لاتزویر مع الاقرار** اور صورۃ مسئولہ میں چونکہ عبدالنبی اور روشن خان دونوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین ان کی مورث اعلیٰ کی ملکیت ہے اور یہ ان کو تسلیم ہے کہ بہنیں اس زمین کی وارث ہیں لیکن اس کے باوجود نفس تقادم عہد کو مسقط حق شمار کرتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ **قال الشامی فی التنبیه الاول وسبب النهی قطع الحبل والتزویر فلاینا فی مافی الاشباہ وغیرهامن ان الحق لایسقط بتقادم الزمان الخ.**

اس سے فقہاء کا مطلب یہ ہے کہ اگر باوجود تقادم زمان اس قسم کے دعوے مسموع ہوں تو اس میں حرج ہے اس لئے مسموع نہیں ہوگا اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ قول اول حق ہے اور قول مدعی خلاف

واقعہ کمایفهم من عبارة التنقیح نقلاعن المبسوط لان ترک الدعوی مع التمکن یدل علیٰ عدمہ ظاهراً' اس سے معلوم ہوا کہ تقادم علیہ خود مسقط نہیں ورنہ اگر تقادم عہد خود مسقط ہے تو شامی نے جو تنبیہ ثالث میں لکھا ہے فلولغو ہو جائے گا لہٰذا روشن خان نے جو پہلے بہنوں کا حصہ تسلیم کیا ہے اب صرف تقادم عہد کی وجہ سے منکر ہے تو اس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

نیز اکثر فقہاء نے اس قاعدہ سے ارث کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ کماقال فی الدر المختار ص ۴۲۰ ج۵ الافی الوقف والارث ووجود عذرشرعی وبه افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ' پس احتیاط اسی میں ہے کہ دعویٰ مسموع ہوگا نیز تقادم عہد مسقط حق تب ہوگا کہ بادشاہ حکم دے کہ پندرہ سال کے بعد کا دعویٰ مسموع نہیں کمافی ردالمختار (تنبیهات الاول قد استفید من کلام الشارح ان سماع الدعوی بعد هذا المدة انما هو للنهی عنه من السلطان 'الخ اور چونکہ آج کل بادشاہ نے یہ حکم جاری نہیں کیا اس لئے یہ دعویٰ باوجود تقادم عہد مسموع ہوگا خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں تقادم عہد یعنی پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے بہنوں اور بہنوں کی اولاد کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۴۷)

تین سال کے بعد دعویٰ نہ سننا

سوال...... زید نے عدالت میں جلعسازی کر کے کہ میرا فلاں مرحوم سے یہ رشتہ ہے اور اس کی جائیداد کا میں حقدار ہوں حالانکہ حقیقت میں اس کا کوئی تعلق نہیں عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا اب مرحوم کے حقیقی ورثا اسکے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے ہیں مگر عدالت کا ایک قانون ان کی راہ میں رکاوٹ ہے کہ اس قسم کا دعویٰ تین سال کے اندر اندر کیا جائے تو مسموع ہوگا ورنہ نہیں جبکہ شخص مذکور کی جعلسازی کو تین سال سے زائد عرصہ بیت گیا۔

جواب...... شرعاً تین سال کے بعد سماع دعویٰ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں' یہ مدت گذرنے کے بعد بھی دعویٰ سنا جائے گا البتہ حضرات فقہاء کرامؒ نے چھتیس سال تک بدون عذر دعویٰ نہ کرنے کی صورت میں عدم سماع کا فیصلہ فرمایا ہے وہ بھی اس لئے کہ اتنی طویل مدت تک بدون عذر خاموش رہنا مدعی کے کاذب ہونے کی دلیل ہے لہٰذا اگر اسکا یقین ہو جائے کہ مدعی کا واقعتاً حق ہے تو چھتیس برس گذرنے کے بعد بھی اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۲)

تناقض کی صورت میں دعویٰ مردود ہوگا

سوال...... کسی شخص نے اولاً اقرار کیا کہ یہ مال زید کا ہے کہ پھر دعویٰ کرتا ہے یہ مال میرا ہے' یا وکیل ہونے کی حیثیت سے دعویٰ کرتا ہے کہ خالد کا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟

جواب...... نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۰)

مدعی کے بیانات میں تعارض کا جائزہ

سوال......ایک شخص کی زمین اس کے چچازاد بھائی کے زیر قبضہ تھی اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتا رہا بعد میں اس نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین چونکہ دیہہ شاملات ہے اور اس کو میں نے آباد کیا ہے اس لئے اب یہ میری ہے بعد میں اس نے دوبارہ یہ دعویٰ کیا کہ یہ زمین مجھے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے اس لئے یہ میری ملکیت ہے از روئے شرع اس شخص کی ملکیت کا دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب......فقہاء کرام نے کسی دعویٰ کی صحت کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ مدعی کے بیانات کا آپس میں تناقض نہ ہو اگر اس کے بیانات میں تناقض آ جائے تو اس سے اس کا دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے صورت مسئولہ میں جب مدعی نے ایک دفعہ یہ بیان دیا کہ یہ زمین دیہہ شاملات ہے اور میں نے آباد کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زمین پہلے سے کسی کی مملوکہ نہیں تھی بلکہ آباد کرنے سے یہ میری مملوکہ بن گئی ہے لیکن بعد میں جب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مجھے آباؤ اجداد سے تقسیم میں ملی ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین پہلے سے میرے آباؤ اجداد کی مملوکہ ہے تو مدعی کے دونوں بیانات کا آپس میں تناقض ہے اس لئے اس کا دعویٰ صحیح نہیں۔

لماقال العلامة الكاسانیؒ: ومنها عدم التناقض فی الدعویٰ وهوان لايسبق منه ما يناقض دعواه لاستحالة وجودالشئی مع ماينا قضه وينافيه (بدائع الصنائع ج٦ ص ٢٢٣) كتاب الدعویٰ' فصل فی الشرائط المصححه للدعویٰ) قال العلامة سليم رستم بازؒ : التناقض يكون مانعالدعوی الملكية (مجلته الاحكام' الماده ١٦٤٧ ص٩٥٧ ومثله فی جامع الفصولين ج١ ص١٢٣ الفصل العاشرفی التناقض فی الدعوی (فتاویٰ حقانیه ج٥ ص ٣٧١)

دعوائے نسب اور مدت سماع دعویٰ سے متعلق مفصل بحث

سوال......ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ میرا اور میرے بھائی بہنوں کا والد مرحوم کے ترکے میں سے حق نہیں دیا گیا جبکہ مدعا علیہم کا دعویٰ ہے کہ مدعی اور اس کی بہنیں ثابت النسب نہیں ہیں' ہمارے والد نے ان کی والدہ کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تھا دونوں فریق گواہ پیش کرتے ہیں ایک فریق ثبوت نکاح کی تائید میں دوسرا فریق عدم نکاح کے ثبوت ہیں۔ واضح رہے کہ مرحوم کا ایک بیٹا اس کی حقیقی بیوی سے بھی تھا والد کی وفات پر گاؤں والوں نے اتفاق رائے سے جائیداد اسی بیٹے کے نام کرا دی وہ عمر بھی جائیداد میں متصرف رہا اس عرصے میں اس دوسری عورت کی اولاد خاموش رہی اب اس بیٹے کی وفات کے بعد (جبکہ متروکہ جائیداد پر تیس برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا) انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ اس جائیداد میں ہمارا بھی حق ہے شرعاً مرحوم کے حقیقی وارث کون ٹھہرتے ہیں؟

جواب......شرعی اصول سے بینہ اثبات دعویٰ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ نفی پر لہٰذا صورت سوال میں عدم نکاح پر پیش کی جانے والی شہادت غیر معتبر ہے بالخصوص جبکہ نسب میں حتی الامکان اثبات کے پہلو کو ترجیح ہوتی ہے اور فعل مسلم کو حتی الامکان صلاح پر محمول کیا جاتا ہے رہا یہ مسئلہ کہ تیس سال تک دوسری بیوی کی یہ اولاد تصرفات پر مطلع ہونے کے باوجود کیوں خاموش رہی؟ اس سے اصولاً ان کا حق ساقط ہو جانا چاہئے اس سے متعلق اولاً فقہاءؒ کی عبارات پیش کی جاتی ہیں (عبارات نقل کرنے کے بعد) ان عبارات سے امور ذیل ثابت ہوئے۔

۱۔تصرف کی اطلاع ملنے سے بلاقید مدت دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۔علم بیع سے صرف قریب کا حق ساقط ہوتا ہے اجنبی کا نہیں۔

۳۔ پندرہ سال کے بعد دعویٰ کا نہ سنانا صرف اس صورت میں ہے کہ حاکم نے قاضی کو پندرہ سال کے بعد سماع کی اجازت نہ دی ہو ایسی صورت میں حاکم پر لازم ہے کہ خود دعویٰ سنے یا کسی کو دعویٰ سننے کا حکم دے۔

۴۔تیس یا تینتیس چھتیس سال کے بعد بہر حال دعوے کا حق نہیں رہتا خواہ مدعی تصرف پر مطلع ہو یا نہ ہو' مفتی بہ قول چھتیس سال کا ہے۔

۵۔اگر مدعی نابالغ تھا یا کسی عذر کی بنا پر وہ دعویٰ نہ کر سکا تو یہ مدت بلوغ اور زوال عذر کے بعد شمار کی جائیگی۔

۶۔اس مدت کے بعد دعویٰ کا نہ سنا جانا بھی درحقیقت خوف تزویر پر مبنی ہے لہٰذا جہاں خوف تزویر نہ ہو بایں طور کہ قاضی کو قرائن مدعی کے صدق کا ظن غالب ہو یا مدعا علیہ خود اس کا مقر ہو تو اس مدت کے بعد بھی دعویٰ سنا جائے گا۔

اس مدت متعینہ کے بعد بھی عدم سماع دعویٰ صرف قضاء ہے ورنہ عنداللہ صاحب حق کا حق کبھی ساقط نہیں ہوتا۔ان صورتوں میں سقوط دعویٰ خوف تزویر کی بنا پر ہے اور مسئلہ مذکورہ میں خوف تزویر نہیں ہے اس لئے کہ پہلی بیوی کی اولاد خود اعتراف کرتی ہے کہ ہم نے ان کا حق وراثت نہیں دیا۔ البتہ وہ دوسری بیوی کی اولاد کو اپنے والد سے ثابت النسب نہیں مانتی اوپر واضح ہو کہ ان کا نسب اپنے والد سے ثابت ہے لہٰذا انہیں حق وراثت بھی حاصل ہے۔(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۲)

اپنی گواہی کے خلاف دعویٰ کرنا

سوال......کوئی مکان یا زمین عرصے سے زید کے تصرف میں ہے بکر وخالد کے اجداد نے زید سے کبھی مزاحمت نہیں کی اب بکر وخالد اور ان کے آباء نے زید کو اطلاع کئے بغیر اپنی مرضی کے مطابق کارروائی کی اور پھر زید پر دعویٰ کر دیا کہ یہ تمام مملوکہ ہمارے مورثوں کا ہے اور فلاں فلاں کارروائی کا فلاں فلاں آدمیوں کی گواہی کے ذریعے ہمارے پاس ثبوت ہے۔ زید کہتا ہے کہ

ہمارے تمہارے یکجا رہتے ہوئے مجھ کو اطلاع نہ دینا بغیر مشورے اور گواہی کے کارروائی کرنا جائز نہیں اور میں اس پر اپنے مورثوں سے قابض ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے مورثوں نے اس پر کس طرح قبضہ کر لیا اور تمہارے کسی مورث نے مزاحمت تک نہ کی نیز علاوہ اس قبضے کے فلاں وثیقہ اقراری جو تمہاری اس کارروائی سے پہلے جاری ہو چکا تھا بکر اور پدر خالد کی مع دستخط گواہی ہونے کی وجہ سے اس شئی میں میری ملکیت کو صاف ثابت کر رہا ہے اگر تمہارے مورثوں کی ہوتی تو نہ گواہی دیتے نہ عدالتوں اور پنچائتوں کی چارہ جوئی سے باز آئے اس پر بکر و خالد نے کہا کہ ہم اور ہمارے مورث ناخواندہ ہیں لاعلمی میں دستخط کر دیئے زید نے کہا کہ ہر ناخواندہ بھی اپنے مطلب کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے اور پھر تم نے پورا وثیقہ حرف بحرف سن کر گواہی دے کر دستخط کئے تھے لہٰذا تمہارا یہ سب دعویٰ باطل ہے اس جھگڑے میں کیا فیصلہ ہے؟

جواب......صورت مذکورہ میں زید کے خلاف بکر و خالد کا دعویٰ قابل سماع نہیں ہے۔
(فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۳۸)

حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جج کی شرعی حیثیت

سوال......کیا دور حاضر میں حکومت کے مقرر کردہ جج یا مجسٹریٹ شرعی قاضی کا قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... قاضی کا تقرر دراصل لوگوں کے تنازعات حل کرنے کے لئے ہوتا ہے ان تنازعات کو حل کرنے کے لئے شریعت نے باقاعدہ حدود بیان کی ہیں اسی طرح منصب قضاء پر فائز ہونے کیلئے بھی کچھ شرائط عائد کی ہیں اس لئے اگر ان شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے حکومت وقت جس کو بھی مسلمانوں کے تنازعات ختم کرانے کیلئے جج یا مجسٹریٹ مقرر کرے تو وہ شرعی قاضی کے قائم مقام ہوگا چونکہ قاضی لوگوں کے تنازعات حل کرنے کے بارے میں وکیل کی حیثیت رکھتا ہے اور حکومت کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے کہ اس کام کیلئے جس کو بھی چاہے مقرر کر سکتی ہے لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ جج شرعی اصول کے موافق ہو اور اس کے فیصلے شرعی قواعد کیخلاف نہ ہوں۔

قال العلامة سليم رستم بازؒ :الحاكم وكيل من قبل السلطان فی اجراء المحاكمة والحكم (شرح مجلة الاحكام' المادة ۱۸۰۰ ص ۱۱۶۷ الكتاب السادس عشر' الفصل الثالث) قال العلامة الكاسانیؒ :كل مايخرج به الوكيل عن الوكالة يخرج به القاضی عن القضاء (بدائع الصنائع ج۷ ص ۱۶ كتاب آداب القاضی فصل فی بيان مايخرج به الوكيل) ومثله فی الاحكام السلطانية ص ۶۵ فی ولاية القضاء (فتاویٰ حقانيه ج۵ ص ۳۶۲)

دعویٰ اور حلف

مدعا علیہ کا قاضی یا حکم کی مجلس کے بغیر قسم کھانے سے حق دعویٰ ساقط نہیں ہوتا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ مذکور نے حرم شریف میں اپنے بھائی حاجی ہدایت اللہ کو مذکورہ بالاتحریر کا رقعہ دیا۔ جس کی لفظ بلفظ نقل درج کی گئی ہے یہ ایک خط ہے واپسی پر بھی اور حج سے پہلے بھی عبداللہ عموماً شکایت کرتا رہا کہ ہدایت اللہ صاحب میری ہزاروں کی رقم کھا گیا ہے اب مذکور صاحب حاجی ہدایت اللہ نے جواباً کہنا شروع کیا کہ عبداللہ نے مکہ شریف میں مجھ سے قسم لی ہے حرم شریف میں جب قسم لے چکا ہے تو اب اس کا رقم طلب کرنے کا حق نہیں ہے بحکم شرع شریف حکم فرماویں کہ مذکورہ تحریر سے قسم ثابت ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ عبداللہ انکار کرتا ہے کہ میں نے قسم نہیں لی بلکہ رقعہ دیا تھا جو اس وقت موجود ہے اس وقت حرم شریف میں حاجی ہدایت اللہ صاحب نے جواب دیا کہ میری ڈائری پر تحریر ہے کہ تم سے رقم لینی ہے واپسی پر آ کر عبداللہ نے ڈائری طلب کی کہ ڈائری دکھاؤ کون سی رقم میرے ذمہ ہے تو حاجی صاحب نے کئی دفعہ جواب میں یہی لفظ کہا کہ اس بات کو چھوڑو۔ عرصہ تقریباً ایک سال بعد بڑی کشمکش یعنی مطالبہ سخت سے دستی رقم چارصد اور پچاس روپیہ جو کہ مدینہ منورہ میں عبداللہ نے لئے تھے کل ساڑھے چارصد روپیہ وصول کئے علاوہ اس کے کوئی مطالبہ نہ تھا مذکورہ رقعہ ۱۹۵۲ء کی تحریر ہے اب ۱۹۵۹ء سے یہ کہتا ہے کہ قسم لے لی ہے چونکہ اب ایک رقم عبداللہ کے قبضہ میں ہے جو کہ اپنے مطالبہ کی رقم میں خرچ کرتا ہے جو کہ روبروئے گواہان ہدایت اللہ کے ذمہ ثابت ہے۔

جواب......اس خط کی تحریر میں کہیں بھی قسم کا ذکر نہیں ہے اگر اس کے علاوہ اور کوئی قسم نہ اٹھائی گئی ہو تو اس سے قسم نہیں ہوگی اور عبداللہ کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا نیز اگر بالفرض قسم بھی اٹھائی ہو تب بھی دعویٰ کر سکتا ہے اس قسم کے بعد دعویٰ نہیں ہو سکتا جو قاضی یا ثالث کے سامنے گواہان کے نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ سے لی جاتی ہے یہاں اس قسم کی تو کوئی قسم نہیں اس لئے ہر صورت دعویٰ کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۱۰۴)

مدعا علیہ پر حلف کب لازم ہے؟

سوال......زید کے پیسے چوری ہو گئے ایک صاحب پر شبہ ہوا اور اس شبہ کی بنیاد پر دعویٰ کر دیا چونکہ مدعی بننے سے عاجز تھا اور مدعا علیہ منکر تھا اس لئے مدعا علیہ سے قسم طلب کی گئی اس صورت

میں مدعا علیہ کو قسم کھانی چاہیے یا نہیں؟

جواب..... اگر مدعا علیہ سچا ہے تو اس کو قسم کھانی جائز ہے لیکن اس کے ذمے ضروری اس وقت تک نہیں جب تک کہ کسی حاکم مسلم کی طرف سے مرافعہ نہ ہو مدعی از خود اس کو قسم کھانے پر مجبور نہیں کرسکتا اور حلف میں انکار کی صورت سے جھوٹا نہیں کہہ سکتا البتہ اگر مقدمہ حاکم کے پاس پہنچے اور اسکے سامنے حلف سے انکار کرے تو یہ شخص جھوٹا اقرار پائے گا اور دعویٰ اس پر ثابت ہو جائے گا۔ الغرض اس صورت مذکورہ میں چوں کہ مدعی جزم کے ساتھ دعویٰ نہیں کرتا محض شبہ ظاہر کرتا ہے لہٰذا اس کے خصم پر حلف اٹھانا ضروری نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۹۰۱)

مدعی کے حلف پر فیصلہ کرنا

سوال..... ایک مولوی صاحب کے یہاں چوری ہوگئی ایک شخص پر دعویٰ کیا مگر اس شخص نے کہا کہ میں قسم اٹھانے کو تیار ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ میں بھی قسم کھانے کو تیار ہوں چنانچہ مولوی صاحب نے قسم اٹھا کر اس شخص سے چوری کی رقم وصول کر لی حالانکہ مدعا علیہ خود قسم اٹھانے کو تیار تھا مولوی صاحب کی قسم پر راضی نہ تھا مگر لوگوں کے مجبور کرنے پر رقم دے دی۔

جواب..... یہ رقم مولوی صاحب کے لئے حلال نہیں البینة علی المدعی والیمین علی من انکر: (احسن الفتاوی ج ۷ ص ۱۹۹)

مدعی کے پاس اگر شہادت دینے کیلئے صرف عورتیں ہوں ہوتو کیا فیصلہ ہوگا

سوال..... میاں عبدالرحیم بیان کرتا ہے کہ میں ملتان جا رہا تھا میں نے دو کپڑے اور دو شیشیاں ایک سونے کا کانٹا جو کہ تقریباً دو سو روپے کا ہے اپنے بیگ میں ڈالا اور جب چاون کی پلی پر پہنچا تو میں نے وہ بیگ امام بخش کے حوالہ کیا بعد میں جب ملتان پہنچا تو امام بخش نے بیگ کار سے نکال کر چارپائی پر رکھ دیا کچھ دیر کے بعد ہم چلے تو پھر میں نے بیگ امام بخش کے حوالہ کیا اور جدا ہو گیا اور بعد گھنٹے کے ہم ملے اور میں نے بیگ تھوڑا سا کھولا اور کپڑے دکھائے اور شیشیاں بھی کہ انکو میرے گھر میں پہنچا دیں اور مجھے کانٹا یاد نہ رہا جب گھر آیا تو گھر والوں نے کہا کہ کپڑے اور شیشیاں پہنچی ہیں اور کانٹا نہیں پہنچا میں نے جس وقت بیگ میں کانٹا ڈالا میرے گھر والی عورتیں گواہ ہیں اور گواہ میرا کوئی نہیں۔

امام بخش بیان دیتا ہے کہ مجھے بیگ چاون کے پل پر نہیں دیا بلکہ ملتان میں بیگ دیا میں نے بیگ لے لیا میرے پاس دو اور آدمی تھے میں نے بیگ ان کے حوالہ کیا اور آپ دنداں ساز کے پاس چلا گیا گھنٹہ کے بعد میں اس سے ملا اور بیگ ان سے لے کر میں نے عبدالرحیم کے حوالہ کیا بعد میں میاں عبدالرحیم نے بیگ تھوڑا سا کھولا اور مجھے کپڑے اور شیشیاں دکھا کر کہا کہ ان کو میرے گھر میں پہنچا دینا تو میں نے وہی بیگ خود آپ آکر عبدالرحیم کے گھر پہنچا دیا اور شیشیاں اور کپڑے سنبھال دیئے۔

جواب...... فیصلہ شرعی یہ ہے کہ مدعی کا نا طلائی کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعی علیہ منکر ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر' جب بیان مدعی سے ثابت ہے کہ اس کا کوئی گواہ نہیں ہے عورتوں کی گواہی فقط کا نا طلائی سے بکس میں رکھنے پر ہے مدعی علیہ کے لینے پر نہیں اس لئے معتبر نہیں نیز ان کیساتھ کوئی مرد گواہ نہیں فقط عورتوں کی شہادت مثبت نہیں پھر اپنی گھر والی عورت کی گواہی اپنے شوہر کیلئے بھی جائز نہیں لہٰذا یہ گواہی غیر قابل اعتبار ہے مدعی علیہ کو حلف دیا جائے اگر انکار کرے تو ثبوت ہو گیا اگر حلف کرے کہ میں نے نہیں لیا تو بری ہو گیا اور دعویٰ مدعی کا مسترد ہو گیا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۱۰۹)

مدعا علیہ کے حلف پر فیصلہ کرنا

سوال...... زید کے عمرو پر سو روپے تھے عمر کے ایک شریک کالا میاں تھا زید کے روپے کی ذمہ داری کالا میاں نے اٹھائی اور چند آدمیوں کے سامنے اقرار بھی کیا کہ بہر صورت میں تمہارے روپے ادا کروں گا مگر بعد میں بالکل انکار کر دیا زید نے محلے میں کالا میاں کے بارے میں پنچائیت بلائی مگر اہل محلّہ نے زید کے گواہوں کے بیانات مسترد کر کے کالا میاں کے حق میں فیصلہ سنا دیا ہے کہ تم قسم کھا کر یہ کہہ دو کہ زید کے روپے میں نے نہیں لئے ہیں اور نہ روپے ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے تو یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟

جواب...... جب مدعی کے پاس گواہ موجود ہیں تو مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ کرنا غلط ہے اور شریعت کے خلاف ہے اہل محلّہ کا شاہدوں کی شہادت کو قبول نہ کرنا اور قسم کا فیصلہ کرنا سخت گناہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۹۸)

فاسق گواہوں کی موجودگی میں مدعا علیہ پر یمین

سوال...... مدعی کے دو گواہوں نے دعوے کے مطابق گواہی دی مگر شرعی وجوہ کی بنا پر قاضی نے ان کی گواہی قبول نہ کی' اس صورت میں مدعا علیہ پر قسم واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب...... صورت مذکورہ میں اگر مدعی کا دعویٰ صحیح ہے تو گواہوں کے مردود ہو جانے کی وجہ سے قسم لینے کا حق ساقط نہیں ہوگا کیونکہ حدیث مشہورہ میں بینہ سے مطلق مراد نہیں بلکہ ایسے گواہ مراد ہیں جو گواہ شرعاً گواہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جب تک مدعی ایسے گواہ پیش نہ کریں الیمین علی من انکر کا حکم باقی رہے گا اور چونکہ یہ بدیہی امر ہے' اس لئے فقہاء نے جزئیات بیان کئے اور تمام بلاد اسلام عرب وعجم میں معمول بہا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۳۳)

مدعی کیلئے عادل ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی دعویٰ کر سکتا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عنایت ولد الٰہی بخش قوم

آرائیں اور ایک شخص خوشی محمد ولد عمر دین قوم ارائیں کی چوری ہوئی ہے اس میں مدعی کا کام سرانجام دیتا ہے جبکہ اس کا کردار مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) خوشی محمد کی حقیقی ہمشیرہ کو اغواء کیا اور اپنے گھر آباد کیا جس کا اب تک نکاح نہیں۔

(۲) عنایت نے اپنی حقیقی بھانجی کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کیا جس میں اس نے منہ کالا کیا اور اس لڑکی کو حمل ہوگیا اور گوجرہ لے جاکر گرایا گیا۔

(۳) عنایت نے اپنی حقیقی بھتیجی دختر جان محمد کے ساتھ زنا کیا اور مجبوراً گھر والوں نے دونوں لڑکیوں کی فوراً اور یک لخت شادی کر کے گھر سے بھیج دیں۔

(۴) اس کا بھائی عصمت اللہ جو کہ ولایت میں رہتا ہے اور بالکل لاولد ہے اس کے بچوں کی جھوٹی تصدیق کروا کر بھیجی ہے تو کیا ایسے کردار والا آدمی مدعی بن سکتا ہے۔

جواب...... شرعاً دعویٰ کرنے کے لئے کسی کا عادل ہونا ضروری نہیں یہاں تک غیر مسلم بھی مدعی بن سکتا ہے۔ باقی آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ جواب دعویٰ میں مدعی کے دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کیلئے ایسے امور کو جو واقعتاً صحیح ہوں حکم کے سامنے پیش کریں بہر حال آپ کا سوال اگر مدعی بننے کے بارے میں ہے تو شرعاً ایسا شخص مدعی بن سکتا ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۱۱۴)

مدعا علیہ کے لئے حلف سے نجات کی صورت

سوال...... مدعی نے ثبوت دعویٰ کے لئے گواہ پیش کئے اور وہ گواہ کسی وجہ سے عدالت میں مقبول نہ ہوئے یا مقبول ہوئے مگر ان کی شہادت دعویٰ کی کامیابی میں مفید نہ ہوئی الغرض جبکہ مدعی نے اپنے گواہ پیش کئے مگر وہ اپنے مدعا میں کامیاب نہ ہوسکا تو آیا پھر مدعی مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو تمام مذکورہ صورتوں میں؟ یا بعض صورتوں میں دوسری صورت میں تفصیل کیا ہے؟ اور پہلی صورت میں کیا مدعا علیہ کو کبھی حلف سے امن ونجات ممکن نہیں ہے؟

جواب...... مدعا علیہ کو چند صورتوں میں حلف سے نجات ہوسکتی ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ دعویٰ مدعی کا صحیح نہ ہو۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ مدعی گواہوں کا اسی شہر میں موجود ہونے کا اقرار کرے۔ ۳۔ تیسرے یہ کہ مدعی طلب حلف نہ کرے

باقی اس صورت میں کہ مدعی نے گواہ قائم کئے اور دعوے میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے وہ مقبول نہ ہوئے تو اگر مدعی طلب حلف کریگا مدعی علیہ پر حلف لازم ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۵۲)

میت پر قرض کا دعویٰ کرنا

سوال...... میرے چچا مرحوم پر بہت سے لوگ قرض کے مدعی ہیں مگر شرعی گواہ کسی کے پاس نہیں ہے مرحوم کے اولیاء بھی لاعلمی ظاہر کررہے ہیں نہ ہی مرحوم اتنے قرضوں کی وصیت کر گئے نہ

www.islamiurdubook.blogspot.com

کوئی تحریر ہے ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہوگا؟

جواب...... اگر قرض خواہ شہادت شرعیہ پیش نہیں کر سکتے تو ورثہ کو عدم علم پر قسم دے سکتے ہیں۔ (حسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۸)

مقتول کے وارث کی طرف سے قاتل کو معاف کرنے کے بعد قتل کے دعویٰ کا جائزہ

سوال...... ایک آدمی نے کسی شخص پر اپنے بیٹے کے قتل کا دعویٰ کیا جبکہ مدعا علیہ قتل سے منکر ہے گواہوں کی شہادت سے قبل مدعی علیہ نے دعویٰ کو ان الفاظ سے رفع کیا کہ مقتول کے باپ سے میرے بھائی نے قتل کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کو مدعی علیہ نے قتل نہیں کیا اور اگر اس نے قتل کیا بھی ہو تو میں نے اس کو معاف کر دیا ہے تو کیا یہ معافی دفع دعویٰ کیلئے کافی ہے یا نہیں؟

جواب...... قصاص جاری کرنا چونکہ سنگین نوعیت کا حامل معاملہ ہے کیونکہ یہ کسی کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہوتا ہے اس لئے اس باپ میں شریعت نے مقتول کے ورثاء کے عفو و درگذر کو بڑی اہمیت دی ہے اگر مقتول کے ورثاء میں سے کوئی بھی قاتل کو معاف کر دے تو اس سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے حسب بیان اگر شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے کہ مقتول کے والد نے اعتراف کیا ہے کہ میرے بیٹے کو مدعی علیہ نے قتل نہیں کیا اور اگر کیا بھی ہو تو میں نے معاف کیا تو اس کا یہ اعتراف اور معافی دعویٰ کے دفاع کے لئے کافی ہے اور اس سے قتل کا دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۳۸۸)

طلاق کے بعد بیوی نے شوہر پر سامان کا دعویٰ کیا

سوال...... ایک عورت نے طلاق کے بعد مرد پر اپنے سامان کا دعویٰ کیا شوہر کا باپ کہتا ہے کہ لڑکی کا کل سامان فسادات تقسیم پنجاب میں ہمارے ذاتی سامان کے ہمراہ لٹ چکا ہے لہٰذا اب ہمارے پاس لڑکی کی کوئی چیز نہیں ہے اس صورت میں شرعاً لڑکی اپنے سامان کی قیمت کی حق دار ہے یا نہیں؟

جواب...... لڑکی کے ذمے لازم ہے کہ شہادت شرعیہ سے ثابت کرے کہ اس کا مال تا حال لڑکے کے گھر موجود ہے یا پاکستان بننے کے بعد موجود تھا اگر لڑکی اپنا دعویٰ شہادت سے پیش کر دے تو اسے اس مال کی قیمت دلائی جائے گی اور اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو جس کے قبضے میں سامان تھا (لڑکا یا اس کا والد) سامان کے ضائع ہونے پر حلف اٹھائے' مدعا علیہ کے حلف کے بعد لڑکی کو کچھ نہ دلوایا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۵)

عورت اگر اپنے شوہر کی طرف کسی کی نسبت کرتی ہے لیکن گواہ نہیں ہیں تو وہ عورت گنہگار ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ جنت بی بی کی لڑکی مسماۃ اللہ وسائی کو حیض ماہواری بند ہوگیا ہے پہلے بھی بوجہ بیماری بند ہوجاتا تھا لیکن بغیر علاج کے تندرستی ہوجاتی تھی لیکن جو ماہواری بند ہوئی اور دائی کو دکھایا گیا تو دائی نے جواب دیا کہ حمل نہیں ہے یہ بوجہ بیماری ہے لیکن مسماۃ جنت بی بی اپنے خاوند لالو خان پر الزام لگاتی ہے کہ میرے خاوند مذکورہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حرام کاری کی ہے لیکن خاوند حلفاً انکار کرتا ہے اور مدعی جنت بی بی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور لڑکی حلفاً کہتی ہے کہ میرے والد نے حرام کاری نہیں کی اور لڑکی نابینی ہے اور بیمار ہے از روئے شریعت کیا حکم ہے کہ آیا والد صاحب مجرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مسماۃ جنت بی بی جو اس افواہ کو پھیلانے والی ہے اس کے لئے از روئے شرع کیا تعبیرات ہیں توبہ کرے یا نہیں بصورت عدم ثبوت۔ بینوا توجروا۔

جواب...... مسئولہ صورت میں بشرط صحت سوال والد کو شرعاً مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا مسماۃ جنت بی بی کے پاس جب ثبوت نہیں تو اس تہمت لگانے کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئی ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہوجائے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۸۷)

موت بائع کے بعد مشتری کے دعوے کی ایک صورت

سوال...... بائع کے فوت ہوجانے کے بعد وارثان بائع پر مشتری اس امر کا دعوے دار ہے کہ ان کے مورث سے خرید کردہ مبیع کا کوئی دوسرا شخص مستحق اور مالک ہے اس لئے وارثان بائع سے مشتری ثمن واپس لینا چاہتا ہے وارثان بائع استحقاق مبیع کے منکر ہیں۔

جواب...... مشتری مدعی استحقاق پر بینہ لازم ہے اگر مدعی بینہ پیش نہیں کرسکتا اور بائع کے وارثوں سے حلف طلب کرتا ہے تو وارث عدم استحقاق پر حلف اٹھائیں غرض یہ کہ جب تک مدعی دلیل شرعی سے ثابت نہ کرے کہ وہ مبیع جو مورث سے خریدی تھی اسی کا مستحق ظاہر ہوا ہے اس وقت تک وارثوں سے اس مبیع کا ثمن وصول نہیں کرسکتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۱)

جس شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی ہو اور وہ فوت ہوجائے تو اولاد پر لوٹانا لازم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت اس مسئلہ کے رحیم بخش برادر حقیقی کے ساتھ

(مسمی واحد بخش) شراکت دار ہر موقع پر رہا ہے ہر دو نے برابر کام معماری کیا بنک پارسی والد چھٹڈ سیالکوٹ والا ٹھیکیدار کے تحت کام کیا۔ شیخ عبدالقادر کے پاس ڈھائی سال کام کیا محنت مزدوری کا کل پیسہ برادرم کے پاس جمع رہا کندن چمن لعل چھ ماہ صدر چھاؤنی میں کام کیا سب مزدوری برادرم کے پاس رہی صرف روٹی کا خرچہ برداشت کرتا رہا ڈھائی سال کندن چمن لعل کا کوٹ ادو میں کام کیا لائل پور کے بنک بنوانے میں چار ماہ خرچ ہوئے صوفی عطاء اللہ خان نواب احمد یار خان کا کام بوریوالہ میں انجام دیا۔ وہاڑی تعمیر اسٹیشن کا کام چھ ماہ میں ختم کیا شرف بنگلے قریب لڈن کا کام چھ ماہ کیا گیا کوٹھی عبداللہ خان میں بھی ہمراہ کام کیا جس پر ۶ ماہ کا عرصہ لگا عبدالرحیم تحصیلدار کے مکان پر ۶ ماہ صرف ہوئے بنگلہ نواب پور وہاڑی سے ۴ میل دور کا کام کیا ۶۲۰ روپے وہ بھی برادرم کے ہاں جمع رہے محمد نواز بار کے ماتحت بنگلہ فاضل پر ۶ ماہ کام کیا شملہ میں بھی آٹھ ماہ کام کیا رات کا بھی ٹائم لگایا ۲ ماہ وہ بھی رقم اسی کے ساتھ ہے بھائی رحیم بخش صاحب فوت ہو چکے ہیں اب میرا مطالبہ ان کے لڑکوں سے یہ ہے کہ ہمارا جو حق بنتا ہے ہمیں دے دو نیز کمائی کے دوران جو کمائی ہوئی تھی چونکہ وہ عیالدار تھے اور میں اکیلا تھا اس میں سے ایک روپیہ میں اپنا خرچہ لے لیتا اور بقایا دو روپے اس کے پاس امانت رہ جاتا اس لئے قابل دریافت یہ ہے کہ آیا جو آمدنی بھائی رحیم بخش کے پاس بطور امانت کے جمع ہوئے ہیں میں لینے کا حق دار ہوں یا نہیں

جواب...... بر تقدیر صحت واقعہ رحیم بخش کی اولاد پر لازم ہے کہ اپنے چچا واحد بخش کی امانت جو ان کے باپ رحیم بخش کے پاس جمع تھی اپنے چچا کو ادا کریں تا کہ ان کے والد سے بوجھ ہلکا ہو اور حقوق العباد ان کے ذمہ سے اتر جائیں۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ ص ۱۱۵)

دعویٰ اور وراثت

دعویٰ کب تک قابل سماعت ہے

سوال...... ایک آدمی ایک قطعہ اراضی پر ۵۰ سال یا اس سے زیادہ عرصہ سے قابض اور اس میں مالکانہ تصرفات کرتا چلا آ رہا ہے اب ایک دوسرا شخص اس قطعہ زمین پر ارث کا دعویٰ کرتا ہے تو کیا شرعاً اس شخص کا یہ دعویٰ قابل سماعت ہے یا نہیں؟ اور کیا اس تاخیر سے اس شخص کا استحقاق باطل ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب...... سماع دعویٰ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اتنی تاخیر نہ ہوئی جو ۳۶ سال تک پہنچتی ہو اس طرح مدعا علیہ کسی طرح مقر بھی نہ ہو اور نہ ہی مدعی اس مدت میں غائب' بچہ اور پاگل بغیر ولی کے ہو اور اگر دعویٰ کرنے میں ۳۶ سال یا اس سے زیادہ مدت گزر جائے اسی طرح دیگر شرائط بھی قبول دعویٰ کی مفقود ہوں تو دعویٰ قابل سماعت نہ رہے گا اس لئے صورت مسئولہ میں بھی

اس دوسرے شخص کا ۵۰ سال یا اس سے زیادہ عرصہ کے بعد دعویٰ ارث قابل سماعت نہیں تاہم مرور زمانہ کی وجہ سے استحقاق باطل نہیں ہوتا کیونکہ الحق الایسقط بتقادم الزمان

قال العلامة خالد اتاسی رحمه الله:قال المتاخرون من اهل الفتویٰ لاتسمع الدعویٰ بعدست وثلثین سنة الاان یکون المدعی غائباً اوصبیاً او مجنوناً ولیس لهما ولی اوالمدعیٰ علیه امیراجابراً (شرح المجلة ج۵ ص۱۷۷ المادة ۱۶۶۳) اذاترک المورث الدعویٰ مدة یترکهاالوارث ایضاً مدة وبلغ مجموع المدتین حد مرورالزمان فلاتسمع (شرح المجلة ج۵ ص۱۸۷ المادة ۱۶۷۰) قال العلامة ابن عابدینؒ :اذا ترک الدعوی ثلاثاً وثلاثین سنة ولم یکن مانع من ترک الدعویٰ الخ'(ردالمحتار علی الدرالمختار ج۴ ص۳۴۴ مطلب اذاترک الدعویٰ ثلاثة وثلاثین سنة لاتسمع) ومثله فی فتاویٰ کاملیة ص۱۱۳ کتاب الدعویٰ فتاویٰ حقانیه ج۵ ص۴۲۲)

مورث کے مال میں ہبہ کا دعویٰ

سوال.....ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مورث نے فلاں چیز مجھے ہبہ دے کر قبضہ بھی کروادیا ہے وارث کہتے ہیں کہ یہ چیز ورثے میں ہمیں ملی ہے اس صورت میں مدعی کون ہے؟

جواب..... ہبہ کا دعویٰ کرنیوالا مدعی اور ورثہ مدعا علیہ ہیں بشرطیکہ یہ چیز وارثوں کے قبضے میں ہو۔(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص۲۰۲)

مصالحت کے بعد ارث کا دعویٰ کرنا

سوال..... جناب مفتی صاحب! ہمارے والد صاحب اپنی حین حیات میں ہی جائیداد کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا تھا کہ میرا آباد گھر میرے تین بیٹوں یعنی حبیب خان' قادر خان' افضل خان کا ہے اور سفید ڈاگہ (خالی پلاٹ) رقبہ تعدادی ایک کنال ۹ مرلے دوسرے دو بیٹوں (غلام خان' محمد طفیل) کو دے دیا اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی کہ مسمی غلام خان اپنے چھوٹے بھائی محمد طفیل کو دو کمروں کا گھر بنا کر دینے اور اس کی شادی کرنے کے بعد بقیہ ڈاگہ (پلاٹ) کا مالک ہوگا والد صاحب کی وفات کے بعد غلام خان نے اپنے بھائی محمد طفیل کو دو کمروں کی بجائے تین کمروں کا گھر بنا کر دیا اور اس کی شادی بھی کر دی بعد ازاں والدہ صاحبہ اور جملہ بھائیوں نے مشترکہ فیصلہ بھی کر دیا جسے سب نے قبول کیا (جس کا اشامپ لف ہذا ہے) اور اس پر گواہ بھی موجود ہیں۔مگر اس فیصلہ کے بعد بھائیوں نے انکار کر دیا اور پھر علاقائی جرگہ نے دوبارہ فیصلہ کیا جس پر سب بھائیوں نے رضامندی ظاہر کر دی جس کا تحریری ثبوت بھی لف ہذا ہے۔اور اس پر گواہ بھی موجود ہیں اس

سب کچھ کے باوجود تینوں بھائیوں (حبیب خان، قادر خان، افضل خان) نے پھر اس سفید ڈاگہ (خالی پلاٹ) پر دعویٰ ارث کر دیا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیان مذکورہ کی روشنی میں تینوں بھائیوں کا دعویٰ ارث صحیح ہے یا نہیں؟ شریعت اسلامی کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب...... مذکورہ بالا بیان اور ملفوف اسٹامپ سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ نے اپنی زندگی میں بیٹوں میں جائیداد کی تقسیم کا جو فیصلہ کیا تھا اس وقت سب بھائی اس فیصلہ پر رضامند تھے اور بعد ازاں علاقائی جرگہ کا فیصلہ قبول کر کے آپس میں سب بھائی صلح بھی کر چکے ہیں لہٰذا مصالحت کے بعد کسی بھی وارث کو اپنی صلح سے رجوع کرنے کا شرعاً کوئی حق حاصل نہیں اس لئے مذکورہ سفید ڈاگہ (خالی پلاٹ) میں محمد طفیل کا گھر بن جانے کے بعد باقی حصہ صرف مسمی غلام خان کا ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی وارث اس میں شراکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ یہ قطعہ زمین غلام خان کی ملکیت متصور ہوگا۔

لمافی مجلة الاحکام تحت المادة ۱۵۵۶ : اذاتم الصلح فلیس لواحد فقط من الفریقین لرجوع عنہ' قال الشیخ سلیم رستم بازتحته سواء کان الصلح عن اقراراوانکار وسکوت حتی لوادعی علیه شیًافانکر فصالحه علی شی تم اقرالمدعی علیه لایلزما ماقربه وکذالوبرهن المدعی بعد صلحه لایقبل للان الصلح عقدلازم لیس لاحد همانقضه (شرح المجله ص۸۴۵ الباب الرابع فی احکام الصلح) و فی الهندیة: فوقوع الملک فی البدل و ثبوت الملک فی المصالح عنه ان کان مما یحتمل التملیک کالمال ووقوع البراة عنه للمدعیٰ علیه ان کان لا یحتمل لتملیک کا لقصاص هذا اذکان الصلح علی الاقرار الخ (الفتاویٰ الهندیة ج۴ ص ۲۴۹ کتاب الصلح) فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۴۲۴

بھائی کے مال میں دعویٰ کرنے کی ایک صورت

سوال...... زید چار لڑکے منور، پیر محمد، امان علی، زور آور چھوڑ کر انتقال کر گئے اور ورثہ کچھ نہیں چھوڑا چاروں لڑکے جدا جدا رہنے لگے منور نے کاشت کاری اور ٹھیکے داری کا سامان مہیا کر کے امان علی کیساتھ کام کیا اب نا اتفاقی کی وجہ سے امان علی علیحدہ ہو کر نقد و جنس، گھر کے سامان اور منور کے لڑکوں کی بیویوں کے سامان جہیز اور زیور سب کے بارے میں تقسیم کا دعویٰ کرتا ہے کیا اس کا دعویٰ شرعاً جائز ہے؟

جواب...... صورت مذکورہ میں چونکہ مال منور کا حاصل کردہ ہے امان علی کا اس میں کوئی حصہ نہیں البتہ امان علی نے زراعت و کاشکاری میں جس قدر محنت کی اسکی اجرت مثل دی جائیگی۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۳۴)

جب دو بھائی مشترک کاروبار کرتے رہے اور تمام مال آدھا آدھا تقسیم کردیا یہ درست ہے اور بھائی کا دعویٰ غلط ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید کے پانچ لڑکے ہیں زید کے فوت ہونے پر اس کا ترکہ آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں ان میں دو علیحدہ علیحدہ کام کرتے رہے اور تین بھائی اکٹھے کاروبار کرتے رہے کچھ عرصہ بعد ان تینوں میں ایک بھائی علیحدہ ہوگیا اور کاروبار علیحدہ کرنے لگا اور باقی دو بھائی کام مل کر کرتے رہے دس بارہ سال تک بعد ان دو بھائیوں میں ایک کی شادی ہوگئی شادی ہو جانے کے بعد یہ دو بھائی آپس میں علیحدہ ہونے لگے اور کاروبار کی جو چیزیں تھیں ان کو نصف نصف تقسیم کردیا نیز گھر میں جو مشترکہ زیورات اور روپے تھے وہ بھی نصف نصف تقسیم کئے نیز شادی کے وقت دلہن کو گھر لانے کے وقت معروف رسم کے وقت بڑے بھائی نے ایک مشترکہ گائے کا اپنا حصہ چھوٹے بھائی کے اس دلہن کو بخش دیا عرصہ سال گزرنے کے بعد بھائیوں میں کچھ اختلاف ہوا اختلاف ہو جانے کے بعد بڑا بھائی کہتا ہے چھوٹے بھائی کے کاروبار چونکہ میں کرتا رہا اور آپ یعنی چھوٹا بھائی بطور حصہ دار میرے ساتھ شریک نہیں تھے بلکہ آپ ہم صرف روٹی میں اکٹھے تھے لہٰذا جو چیز کاروبار میں حاصل کئے اور تقسیم کئے ہیں وہ مجھے واپس دو نیز وہ گائے جو کہ بڑے نے اپنا نصف حصہ مشترکہ گائے چھوٹے بھائی کے بیوی کو بخش دیا تھا اس گائے کا بھی نصف حصہ دو گائے بڑے بھائی کے بخش دینے کے چھوٹے کے پاس رہی وہ اسے پالتا رہا اس کا بچھڑا ہوا تو بڑا بھائی اس بچھڑے میں بھی حصہ مانگتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ مشترکہ جو چیزیں ہیں تقسیم کئے ہیں وہ سب واپس دو نیز گائے بھی سالم بچھڑے سمیت واپس دو پہلے وہ گائے میں نصف حصہ طلب کرتا رہا لیکن جوں اختلاف زیادہ ہوا تو وہ سالم گائے طلب کرنے لگا بمع بچھڑے۔اب دریافت یہ ہے کہ جبکہ دونوں بھائی باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اکٹھے رہے اور کاروبار بھی اکٹھے کرتے رہے تو جو کاروبار سے حاصل شدہ اشیاء ہیں وہ دونوں بھائیوں کے مشترک ہیں یا جیسے بڑا بھائی دعویٰ کررہا ہے یہ اشیاء شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں کاروبار ان کا یہ تھا کہ بڑا بھائی امامت کرتا رہا اور چھوٹا بھائی حافظ تھا لڑکوں کو پڑھاتا رہا اس سے ان کو کچھ مشاہرہ ملتا رہا اور وہ خود بھی پڑھتا رہا نیز بڑے بھائی کی زوجہ کو والدین نے ایک بھینس دی تھی جو کہ مشترکہ گھاس وچارہ وغیرہ کھاتی تھی اس کی ایک بچی بڑے بھائی نے ہمارے دوسرے دو بھائیوں کو دے دی تھی اور جبکہ ہمارا تیسرا بھائی علیحدہ ہوگیا تو چھوٹے بھائی نے اپنا حصہ اس پر ڈھائی سو روپے پر فروخت کردیا وہ ڈھائی سو روپے بھی جو کہ میرا ذاتی تھا گھر میں مشترکہ طور پر خرچ ہوا کیا میں شرعاً اس ڈھائی سو کا مطالبہ کرسکتا ہوں۔

جواب......صورۃ مسئولہ میں چونکہ دونوں بھائی اکٹھے رہتے تھے اور دونوں کاروبار کرتے تھے

نفع ونقصان میں روٹی میں دیگر اشیاء میں وہ شریک تھے اس لئے جو اشیاء مشترک تھیں نیز دونوں کے کاروبار سے جو حاصل شدہ اشیاء ہیں وہ بھی دونوں بھائیوں کے مابین مشترک ہیں چنانچہ انہوں نے ان اشیاء مشترکہ کو تقسیم کر دیا ہے تو جو انہوں نے نصف ونصف تقسیم اشیاء کی ہیں وہ تقسیم درست ہے ہر ایک بھائی نصف حصے کا حقدار ہے لہٰذا علیحدہ ہونے کے بعد اختلاف ہو جانے کی وجہ سے بڑے بھائی کا دعویٰ مذکورہ غلط ہے اور چھوٹے بھائی سے بڑے بھائی کا مشترکہ اشیاء کے دیئے ہوئے کے نصف کو واپس طلب کرنا غلط ونا جائز ہے نیز بڑے بھائی نے جو مشترکہ گائے کا اپنا نصف حصہ بخش دیا تھا تو قضاء حکم یہ ہے کہ اگر اس وقت یہ گائے چھوٹی تھی اور چھوٹے بھائی نے اس کو پال کر بڑی ہو گئی اور بچھڑا جنا تو بڑا بھائی اس گائے کو واپس نہیں لے سکتا یا پہلے کمزور ہو اور چھوٹے بھائی کے پالنے سے موٹی ہو گئی ہو پھر بھی واپس نہیں لے سکتا لیکن دیانتاً اس کیلئے واپس کرنا قبیح ترین امر ہے۔

چھوٹے بھائی کا جو ڈھائی سو روپے بھینس کا مشترکہ طور پر خرچ ہوا اور بڑے بھائی نے کہا ہو کہ آپ کو اپنے روپے واپس کریں گے تو مشترک مال سے ڈھائی سو روپے چھوٹا بھائی لینے کا حقدار ہے اور اگر مشترکہ مال نہ ہو تو ایک سو پچیس روپے بڑے بھائی پر چھوٹے کو ادا کرنا لازم ہے اور اگر قرض کے طور پر خرچ نہ کئے گئے ہوں تو چھوٹا بھائی اس روپے کا حقدار نہیں اور بہتر اس صورت میں یہ ہے کہ دونوں بھائی آپس میں مصالحت کر لیں اور زیادتی وکمی حقوق ایک دوسرے کو معاف کر دیں وہاں کے جید دیندار علماء کے ذریعہ سے یا وہاں کے دیندار وسمجھ دار لوگوں کے ذریعے مصالحت آپس میں کریں۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۸۳)

بھائی کے مقبوضہ مال میں وراثت کا دعویٰ کرنا

سوال...... ہندہ وزینب نے چند چیزوں کے بارے میں ترکہ پدری ہونے کا دعویٰ کیا جو اس وقت ان کے بھائی زید کے قبضے میں تھی اور ثبوت میں دو گواہ اس بات پر پیش کر دیئے کہ زید نے اشیاء موجودہ میں سے بہنوں کا حصہ دینے کا اقرار کیا تھا اور دو گواہ اس بات پر پیش کئے کہ مورث نے یہ چیزیں اپنے پیسے سے خریدی تھیں اور وہ فوت ہو چکا لیکن ان دونوں میں گواہوں میں قیمت خریداری میں اختلاف ہے انکے علاوہ عورتوں کے پاس کوئی گواہ نہیں زید نے جواب دیا کہ یہ مال مورث کی ملکیت نہیں بلکہ میرا مملوکہ ہے اور خود مورث نے بحالت صحت میری ملکیت کا اقرار کیا تھا اور پھر زید نے اس چیز کو گواہوں سے بھی ثابت کر دیا تو حاکم اشیاء مذکورہ کو ترکہ مورث قرار دے کر مدعیات کو حصہ دلا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ حاکم ان چیزوں میں سے حصہ فرائضی نہیں دلا سکتا کیونکہ مدعی اور مدعا علیہ کے بینے تو بہ سبب تعارض کے ساقط ہوں گے اور اصل گواہ میراث کے معتبر ہوں گے پس اب جائے لحاظ یہ امر ہے کہ جب اقرار مورث اور اقرار زید ہر دو اس روایت کے بموجب ساقط ہو گئے پس ثبوت دیگر

میراث کااور گواہوں سے ہے نہیں اس واسطے کہ نہ ہونا دیگر گواہوں میراث کا نسبت وغیرہ سوائے ہر دو زنجیر فیل کے تو اظہر من الشمس ہے باقی نسبت ہر دو زنجیر فیل کے سوان کا میراث ہونا بھی ان دو گواہوں سے ثابت نہیں بسبب نہ ہونے نصاب شہادت کے ایک قیمت معین پر۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۳۵)

صرف ایک وارث کے اوپر دعویٰ کرنا

سوال...... زید نے بکر سے کہا کہ فلاں زمین میرے دادا کی تیرے دادا نے بزور اپنے قبضے میں کر کے کچھ غلہ مقرر کر لیا تھا وہ ملتا بھی رہا اب عرصے سے وہ بھی نہیں ملا بکر نے جواب دیا کہ اس حال کی مجھ کو بالکل خبر نہیں نہ میں نے کبھی مورثوں سے سنا' نہ کوئی ایسا کاغذ دیکھا اور نہ کسی سے ثابت ہوا اور مورث کی زندگی میں کیوں دعویٰ نہ کیا؟ اور اس زمانے میں بکر کے دادا کی جائیداد ورثہ پر بھی تقسیم ہوگئی ہے مگر زید کا دعویٰ صرف بکر سے ہے اس بنیاد پر اگر بہ فریب وجھوٹ کوئی مقدمہ عدالت میں زید بکر پر قائم کر کے نقد روپیہ وصول کرے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر زید اس دعوے میں سچا ہے تو جس حالت میں کہ وہ زمین سب ورثہ میں منقسم ہے فقط بکر پر دعویٰ کرنا جائز نہیں مدعا علیہم سب ہیں سب سے دعویٰ کر کے اول تو اگر کسی طور پر ممکن ہو تو وہ زمین ہی لے لے اور اگر نہ ہو سکے تو جھوٹا مقدمہ قائم کر کے روپیہ وصول کرنا تو جائز نہیں ہاں اپنے حق کے بقدر ورثہ سے روپیہ چھین لے یا چرا لے یا کسی حیلے سے لے لے مثلاً قرض کا بہانہ بنا کر پھر نہ دے یہ جائز ہے یعنی جتنے جتنے کسی وارث کے پاس ہیں بقدر اس کی قیمت کے اس سے لے لے مگر احتیاط کرنا یعنی روپیہ نہ لینا بہتر ہے کیونکہ صاحب حق کا خلاف جنس سے لینا مختلف فیہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۵)

بیع ہو جانے کے بعد کسی مورث کا دعویٰ کرنا

سوال...... زید نے اپنی جائیداد اپنی حقیقی بہن کی موجودگی اور علم کی حالت میں بیچ دیا مشتری کے زمین پر مکانات بن گئے درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے اس کے بعد بائع نے اپنی بہن کے ساتھ سازش کر کے وراثت کا دعویٰ کر دیا اور قانون سے بچنے کیلئے بہن کی عمر بیس سال اور والدہ کے انتقال کو بارہ سال بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر بتیس سال سے زائد اور والدہ کے انتقال کو سترہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا مدعیہ کا باوجود پورے طور پر بیع کا علم ہونے اور خریداروں کے تصرف کا علم ہونے کے عرصہ دراز تک چپ رہنا شرعاً اقرار اور تسلیم بیع ہے یا نہیں؟

جواب...... (روایات فقہیہ نقل کرنے کے بعد) ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے۔

۱۔ یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا ان کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہیں ہے بلکہ معلل ہے علت کے ساتھ کہ قرینہ تسلیم ہے۔

۲۔ یہ کہ مختلف فیہ ہے۔
۳۔ یہ کہ جنہوں نے اس کی تصحیح کی ہے کہ بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زبان کے کی ہے۔
۴۔ چونکہ فساد غالب ہے کہ اس لئے مناسب اسی پر فتویٰ دینا ہے۔
۵۔ یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہو جائے تو اس پر فتویٰ نہ ہوگا۔
میں کہتا ہوں کہ ان پانچ امور سے لازم آ گیا کہ اگر مشتری کو قرائن وشہادت قلب سے معلوم ہو جائے کہ بائع کے قرابت دار مدعی کا واقع میں اس مبیع میں حق ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کا سکوت بیع کے وقت کسی لحاظ ودباؤ سے تھا اجازت خوشدلی سے نہ تھی تو اس صورت میں اس کے حق کے قدر کا روکنا اس مشتری کو حلال نہ ہوگا اور اگر اس کا حق ہی ثابت نہ ہو تو اس صورت میں اس کا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جائے گا اور اگر حق ثابت ہو اور سکوت کسی دباؤ سے نہ ہو تو سکوت کو بائع کی ملکیت کا اقرار نہ ہوگا مگر اجازت بیع الفضول ہوگی جو بیع کو نافذ کرنے والی اور مدعی کے حق کو ختم کرنے والی ہوگی اس تفصیل سے سب شقوں کا جواب ہو گیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۲)

زمین کے تنازعہ پر فریقین میں شرعی فیصلہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام کا کہ زمین کا ایک ٹکڑا دو فریقوں کے مابین متنازعہ ہے فریق اول امیر حمزہ وغیرہ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ متنازعہ زمین ہماری ہے جبکہ فریق ثانی دلبر ودین محمد وغیرہ نے فریق اول کے دعویٰ کے رد میں یہ کہا ہے کہ یہ زمین تمہارے باپ نے ہمارے باپ کو اس مشترکہ مال کے حق کے بدلے میں جو مشترکہ اموال میں اس کو ملتا دیدی ہے یعنی ہمارے والد پر بیچ دی ہے۔
لہٰذا آپ حضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ فریقین کے درمیان قرآن وسنت کی روشنی میں اس تنازعہ کا فیصلہ فرمایا جائے؟

جواب...... صورت مسئولہ میں فریق اول امیر حمزہ وغیرہ مدعی ہے اور فریق ثانی دلبر ودین محمد مدعی علیہ ہے فریق ثانی نے فریق اول کے دعویٰ کے رد میں یہ کہا ہے کہ زمین کا یہ متنازعہ ٹکڑا تمہارے مورث (والد) نے ہمارے والد کے حق کے بدلے میں (یعنی ہمارے والد کے اس مال کے بدلے جو مشترکہ اموال میں اس کو ملتا اور جسے تمہارے مورث (والد) نے خرچ کر لیا تھا) دے دیا ہے (یعنی بیچ دیا ہے) تو اب شرعی ضابطہ کے مطابق فیصلہ کی صورت یہ ہوگی کہ دافع اپنے دفع کو معتبر شہادت سے ثابت کرے گا اثبات دفع کی صورت میں فیصلہ مدعی علیہ کے حق میں کیا جائے گا بصورت دیگر مدعی (مدعی اول) کو حلف علی العلم دیا جائے گا۔

قال العلامۃ محمد کامل الطرابلسیؒ :سئلت فی رجل ادعی علی اخر عقاراً انہ تلقاہ بالارث من ابیہ فاجابہ المدعی علیہ بانی اشتریتہ من ابیک حال حیاتہ

بکذاو کذامن القروش وانه فی حوضی وتصرفی مدة تزید علی خمسین سنة مع حضورک وعلمک وسکوتک بلاعذر شرعی هل یکون جواب المدعی علیه من باب الاقراربالتلقی من ابیه فیحتاج الی بینة تشهدله بالشراء ولاینفعه وضع الید والتصرف المدة المذکورة ولا تکون الحادثة من قبیل مامضی من مورث المدعی ودعوی التلقیٰ من مورثه اقرار له بالملک ثم دعواه الانتقال الیه منه تحتاج الی بینة لان کل مدعی یحتاج الی البینة ولاینفعه وضع الیدالمدة المذکوره مع الاقرارالمذکور ولیس هذا من باب ترک الدعویٰ بل من باب المواخذه بالاقرارومن اقربشئی لغیره اخذ باقراره ولوکان فی یده احقاباً کثیراً لاتعد الخ (الفتاویٰ الکاملیة ص۱۲۳ کتاب الدعویٰ) وفی مجلة الاحکام:اذا ثبت من ادعی دفع الدعویٰ دفعه تندفع دعوی المدعی ولایحلف المدعی الاصلی بطلب صاحب الدفع ٗفان نکل المدعی عن الیمین یثبت دفع المدعی علیه وان حلف تعود دعواه الاصلیة (المجلة الاحکام العدلیة المادة ۱۶۳۲ کتاب الدعویٰ' الفصل الثانی فی دفع الدعوی)

قال العلامة خالد اتاسیؒ :وان کان فعل غیره' کمااذاکان بقوله اودعنیه الغائب اوآجرنیه الی قوله یحلفه علی العلم ای علی انه لایعلم ان المدعی به ودیعة اورهن اومستاجر' وهو هذاالثانی هوالمعنی بقول صاحب ردالمحتار ویحلفه علی العلم لانه علی فعل الغیر (شرح المجلة ج۵ ص۷۵ کتاب الدعویٰ الفصل الثانی فی دفع الدعویٰ) قال العلامة علی حیدرؒ: واذاحلف المدعی تعود دعواه الاصلیة وفی هذه الحال یکون فی اصل الدعویٰ احتمالان' الاحتمال الاول' ان تثبت دعوی المدعی نظراً لکون دفع المدعی علیه یتضمن الاقراروفی هذا الحال یحکم باصل الدعویٰ کماهوفی المثال المذکورآنفاً حیث ان دفع المدعی علیه بقوله اننی ادیت المبلغ المدعی به هواقرار بالمبلغ المذکور فاذالم یثبت المدعی علیه الاداء وحلف المدعی الیمین علی عدم الاداء یحکم علی المدعی علیه بادالمبلغ المدعی به اللمدعی' (دررالحکام شرح مجلة الاحکام ج۴ ص۲۲۴ کتاب الدعویٰ' الفصل الثانی)

دررالحکام کی عبارت مسطورہ سے معلوم ہوا ہے کہ مدعی فریق کے حلف اٹھانے کی صورت میں جبکہ مدعی علیہ اپنے دفع کے اثبات سے عاجز آ جائے تو جیت مدعی فریقین کی ہوگی یعنی اس صورت میں فیصلہ اس کے حق میں کیا جاوے گا۔(فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۴۳۵)

متفرقات

پیکٹ میں خط یا ٹکٹ بھیجنا

سوال...... پیکٹ یا پارسل یا لفافے کے اندر کچھ ٹکٹ بھیجنا (دو چار آنے کا) جائز ہوگا یا نہیں؟ پیکٹ کے اندر کوئی خط رکھ دینا کیسا ہے؟

جواب...... پیکٹ کے اندر خط یا ٹکٹ رکھنا سنا ہے کہ قانوناً ممنوع ہے اور پارسل کے اندر جائز ہے اگر یہ صحیح سنا ہے تو اسی تفصیل سے حکم شرعی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۳)

سامان میں زوجین کا دعویٰ

سوال...... اگر زوجین کے درمیان ایسے سامان میں اختلاف ہو جس میں کسی کو خصوصیت معلوم نہیں ہوتی ان تو اس صورت میں وہ سامان کس کا ہوگا؟ اور ترجیح کس کے قول کو دی جائے گی؟

جواب...... اس صورت میں قول زوج معتبر ہوگا لہٰذا یہ مال اسکا ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۷)

مدعی علیہ کے تصرفات پر اظہار رضامندی کے بعد دعویٰ کرنا

سوال...... ایک آدمی کا مسجد سے متصل ایک کمرہ ہے اہل محلّہ نے اس سے کہا کہ یہ کمرہ ہم کو دے دو ہم آپ کو اس کی قیمت دے دیں گے اور اس کمرے کو مسجد میں شامل کر دیں گے اس میں لوگ نمازیں پڑھیں گے اس پر کمرے کے مالک نے کہا کہ میں روپے نہیں لیتا بلکہ اس کمرے کو مسجد کے لئے بنام خدا وقف کرتا ہوں اس پر اہل محلّہ نے اس کمرے کو مسجد میں شامل کر لیا تقریباً دو سال تک محلّہ کے لوگوں نے خود اس کمرے کے مالک اور اس کے دوسرے بھائیوں نے اس میں نمازیں ادا کیں مسجد میں باقاعدہ امام بھی مقرر کیا گیا اب دو سال کے بعد کمرے کے مالک کے دوسرے بھائی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کمرہ جو مسجد میں شامل کیا گیا میرا ہے اور اپنے بھائی سے بھی اور اہل محلّہ سے بھی جھگڑتا ہے اور لوگوں کو مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتا حالانکہ اس آدمی نے خود بھی تقریباً دو سال تک اس مسجد میں نمازیں پڑھی ہیں اور اپنے بھائی کے فیصلے پر راضی تھا اور اس پر کسی قسم کا اعتراض بھی نہیں کیا تو اب اس آدمی کا دو سال کے بعد مقدمہ چلانا کیسا ہے؟ کیا شرعاً اس کا یہ دعویٰ قابل سماعت ہے؟

جواب...... صورت مسئولہ کے مطابق جب اہل محلّہ نے کمرے کو مسجد میں شامل کر لیا اور

مالک نے اس کو بنام خدا مسجد کے لئے وقف کر دیا جس پر اس کے سب بھائی بھی راضی تھے اور دو سال تک کسی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا تو اس رضا مندی کی وجہ سے ان کا حق دعویٰ ختم ہو گیا ہے اس لئے اب اگر ان میں سے کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ نا قابل سماعت ہے۔

لماقال العلامة محمدكامل الطرابلسیؒ :سُئلت فيمن باع عقاراً اوسلمه للمشترى وتصرف ☆ فيه زمانا وجاره اوغيره حاضر يرى البيع والتسليم والتصرف وهو ساكت بلا مانع ثم يقوم ويدعى انه كله اوبعضه هل لاتسمع دعواه هذا' فالجواب لاتسمع لماتقرران من يرى غيره يبيع ارضاً اوداراً فتصرف فيه المشترى زماناً والرائى ساكت تسقط دعواه. (الفتاوىٰ الكاملية ص ۱۱۴ كتاب الدعوى' مطلب لاتسمع دعوى من رأى البيع والتصرف) قال العلامة خيرالدين الرملیؒ :(سُئل) فيمالوباع شيأً وبعض اقاربه يطلع على بيعه وقبضه وتصرف المشترى فيه زماناً ثم ادعى فيه ملكاً هل تسمع دعواه ام لا...... (اجاب) قال كثير من علمائنا اذاباع شخص عقالاً اوحيواناً او ثوباً اونحوذلک وقبضه المشترى وتصرف فيه تصرف الملاک وبعض اقاربه مطلع على ذلک ثم ادعاه او ادعى بعضه انه ملكه لاتسمع دعواه لان ذلک اقرارمنه بانه ملک البائع قطعاً للاطماع الفاسدة وسدالباب التزوير والتلبيس الخ (الفتاوىٰ الخيرية على هامش تنقيح الحامدية ج۲ ص۷۶ كتاب الدعوى ومطالبه' مطلب لوباغ شيأً الخ) ومثله فى فتاوى تنقيح الحامدية ج۲ ص۱۵ كتاب الدعوىٰ' باع داراً وقريبه حاضر تترک الدار...... الخ

(فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص۴۳۷)

دو اونٹنیوں کے پیچھے ایک بچہ ہے ہر اونٹنی کا مالک کہتا ہے کہ بچہ میری اونٹنی کا ہے

سوال...... دو شخصوں کی دو اونٹنیاں جنگل میں چر رہی تھیں دونوں کو بیک وقت بچے پیدا

ہوئے ایک بچے کو بھیڑیا کھا گیا دوسرے کو دونوں اونٹنیاں دودھ پلا رہی ہیں اب ہر اونٹنی کا مالک اس بچے کا مدعی ہے کسی کے پاس گواہ موجود نہیں اس حالت میں بچہ کس کو ملے گا۔

جواب...... جب کسی کے پاس بینہ نہیں اور دونوں اونٹنیاں بچے کو دودھ پلا رہی ہیں تو یہ بچہ دونوں کے قبضہ میں ہوا لہٰذا دونوں میں مشترک ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۶)

پاگل کے دعویٰ کا حکم

سوال...... ایک پاگل نے کسی شخص کی شرارت اور ایماء پر گاؤں کے ایک معزز اور شریف آدمی پر دس ہزار روپے کا دعویٰ کر دیا جبکہ اس پاگل کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں کہ وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکے تو کیا اس کا یہ دعویٰ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... قوانین شرع کے تحت وہ دعویٰ قابل سماعت اور صحیح ہوتا ہے جو عاقل بالغ آدمی کسی پر دائر کرے اور اگر مدعی عاقل، بالغ نہ ہو تو شرعاً اس کا دعویٰ غیر مسموع اور غیر صحیح ہوتا ہے لہٰذا بشرط صحت سوال اگر تو اس پر پاگل شخص نے بلا کسی تحریک کے خود دعویٰ کیا ہو اور اس کا کوئی ولی اس کی ولایت کر کے دعویٰ کی پیروی نہیں کرتا ہو تو شرعاً یہ دعویٰ نا قابل سماعت اور صحیح نہیں ہے۔

لمافي مجلة الاحكام: يشترط ان يكون المدعي والمدعى عليه عاقلين فدعوى المجنون والصبي غير المميز ليست بصحيحة ولكن ان يكون اولياؤ هما واوصياؤ هما مدعين اومدعى عليهم في محلهما)

(شرح المجلة لخالد اتاسی ج ۵ ص ۹ الباب الاول فی شروط الدعویٰ) (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۲۳)

فیصلہ شرعی بین الفریقین

فریق اول: فاروق شاہ ولد احمد شاہ

فریق ثانی: عرب خان ولد شیر علی خان ساکنان پائی مینی

فقہاء اسلام کے تعریف مدعی اور مدعی علیہ: **المدعي من يلتمس خلاف الظاهر و المدعى عليه من يلتمس بظاهر (شرح المجلة لخالد اتاسي ۵/۵) وفي الهداية المدعي من يتمسک بغير الظاهر والمدعى عليه من يتمسک بظاهر الى اخره (۳۰۰/۳) وقال محمد المدعى عليه هو المنكر (الهداية ۳۰۰/۳)**

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تنازع میں دونوں فریقین مدعیان ہیں لہٰذا ہم اولاً دونوں کے

دعاوی کا جائزہ لیں گے کہ کون سا دعویٰ اصول شرع کے موافق اور براہین کے ساتھ اپنے مقصد کو ثابت کرتا ہے۔ فاروق شاہ کا دعویٰ یہ ہے کہ نعیم شاہ نے اپنے جملہ جائیداد کو میرے والد احمد شاہ ولد ابنالی اپنے بھائی کے نام کئی سال پہلے کر دیا تھا اور اس کا اسٹام میرے پاس موجود ہے۔

جائزہ: یہ دعویٰ کئی وجوہات کی بنا پر اپنے مقصد کو ثابت کرنے میں ناقص ہے۔

(۱) جس اسٹام کا حوالہ مدعی دعویٰ میں دے چکا ہے اور بیان کے ساتھ وہ اسٹام منسلک ہے اس میں گواہ درج نہیں جب کہ صرف اسٹام اثبات دعویٰ کے لئے قابل قبول نہیں ہے فقہاء کرام کا فیصلہ ہے کہ صرف تحریر پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

کماقال ابن عابدین: لایعتمد علی الخط ولایعمل بمکتوب الوقف الذی علیه مخطوط القضاۃ الماضین (ردالمختار ۴۳۵/۵) وہ اس لئے کہ **الخط یشبه الخط** کی وجہ سے تحریر خبر واحد کے حکم میں ہو کر نا قابل احتجاج ہے۔

(۲) مدعی فاروق شاہ اپنے دعویٰ ارث کے اثبات کے لئے گواہان بھی پیش نہ کر سکا جب کہ مدعی کے ذمہ قانون شرعی کے مطابق اثبات دعویٰ کے لئے گواہان کا پیش کرنا لازمی ہے۔

لقوله علیه السلام: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (الحدیث)

(۳) اگر نعیم شاہ نے اپنا جملہ جائیداد اپنے بھائی احمد شاہ کو ہبہ بھی کیا ہو لیکن انہوں نے بھائی کو موہوبہ اراضی قبضے میں نہیں دیا تھا جب کہ ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرعی کا ہونا ضروری ہے۔ بدون اس کے ہبہ صحیح نہیں ہوتا چونکہ مدعی بھی قبضہ نہ دینے کا مقر ہے لہٰذا ہبہ تام نہ ہوا اس لئے مدعا علیہ کو حلف دینے کی حاجت نہ رہی۔

کماقال ابراهیم حلبی: الهبة هی تملیک عین بلاعوض وتصح بایحاب و قبول وتتم بالقبض الکامل 'فان قبض فی المجلس بلااذن صح وبعده لابد من الاذن (ملتقی الابحر علی صدر مجمع الانهر ۴۸۹/۳ تا ۴۹۲ کتاب الهبة) قال المرغینانی: الهبة عقد مشروع وتصح بالایجاب والقبول والقبض' امالا یجاب والقبول فلأنه عقد والعقد ینعقد بالایجاب والقبول' والقبض لا بد منه لثبوت الملک...... ولناقوله علیه السلام :لایجوزالهبة الامقبوضة ... فان قبضة الموهوب له فی المجلس بغیراذن الواهب

جازاستحساناً وان قبض بعدالافتراق لم یحز' (الهدایة'۳/ ۲۸۱ کتاب الهبة) وفی مجلة الاحکام: تنعقد الهبة بالایجاب والقبول وتتم بالقبض قال سلیم رستم بازتحتها: الکامل لانها من التبرعات والتبرع لایتم الابالقبض (شرح المجلة' ۴۶۲)

(۴) مکتوب (اسٹام) میں ذکر ہے کہ احمد شاہ ولد انبالی نعیم شاہ ولد انبالی کا اکیلا وارث ہے جب کہ احمد شاہ ولد انبالی نعیم شاہ سے قبل فوت ہو چکا ہے اور وراثت کا تعلق موت کے بعد سے ہوتا ہے لہٰذا جب احمد شاہ نعیم شاہ کا خود وارث نہ بن سکا تو اس کی اولاد بدرجہ اولی وارث نہیں بن سکتی اس لئے کہ نعیم شاہ کا بھائی شیر علی ولد انبالی زندہ ہے لہٰذا نعیم شاہ کے مرنے کے بعد اسکی جائیداد شیر علی کے نام ہوگی۔

دعویٰ عرب خان ولد شیر علی: موصوف کا دعویٰ ہے کہ نعیم شاہ ولد انبالی نے اپنے ہوش وحواس کی سالمیت کے ہوتے ہوئے ۱۵ مرلہ مارکیٹ جو بارہ دکانوں پر مشتمل ہے اور تین کنال اراضی مع پانی کے قیمتاً میرے ہاتھ فروخت کی ہے اور میرے پاس گواہ اسٹام پیپر' سرکاری انتقالات کی فوٹو کاپیاں اور نعیم شاہ کی اپنی آواز کی کیسٹ موجود ہے۔

جائزہ: قانون شرعی کے مطابق کسی تنازع کے حل کے لئے اصول یہ ہے کہ مدعی خلاف ظاہر کے اثبات کے لئے گواہ پیش کرے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہو تو پھر مدعی کے مطالبہ پر مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ لماقال علیه الصلاة والسلام: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (الحدیث)

اس پر عرب شاہ ولد شیر علی کے ذمہ اثبات دعویٰ کیلئے گواہ پیش کرنا ہے جو کہ انہوں نے پیش کئے۔

(۱) چمن خان (۲) عبدالرحمٰن' پسران قدرت اللہ ساکنان پانئ'

نے کلمہ پڑھ کر گواہی دی کہ نعیم شاہ (مرحوم) نے ۱۵ مرلے مارکیٹ اور تین کنال اراضی مسمی عرب خان ولد شیر علی کے ہاتھ فروخت کی ہے ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔

ان دونوں گواہوں کے علاوہ واحد شاہ' راحت شاہ اور گل نبی نے بھی گواہی دی کہ نعیم شاہ نے اپنی مارکیٹ اور تین کنال اراضی کا عرب خان کو مالک بنایا ہے اور نعیم شاہ نے ہمیں گواہ بنایا تھا ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں کہ نعیم شاہ اپنی زندگی میں اس مذکورہ جائیداد کا مالک عرب خان کو ٹھہرایا ہے اس کے ساتھ اقرار نامہ نمبر ۱۶۷۴۶ تحریر کردہ ۹۸/۴/۳ گواہان کے امضاءات کے ساتھ پیش کیا جس میں تحریر ہے من مسمی نعیم شاہ ولد انبالی خان عمر ۷۵ سال...... بذریعہ تحریر ہذا مقر

ہوں کہ میری ذاتی ملکیتی مارکیٹ واقع چوک پانئی ۱۵ مرلہ جس میں ۱۲ دکان بعوض ۲۵۰۰۰ ہزار روپے فی دکان جن کی کل قیمت تین لاکھ ہوتی ہے اور علاوہ ازیں ایک کھیت تعدادی تین کنال آبی فصلی بعوض ڈھائی ہزار فی مرلہ جس کی کل قیمت ڈیڑھ لاکھ ہوتی ہے اور ۴۰ منٹ پانی از ٹیوب ویل نمبر ۱۱ پانی برائے سرابی اراضی جس کی قیمت مبلغ ۷۰۰۰ ہزار روپے ہوتی ہے بطریقہ قطعی فروخت کرتا ہوں یہ کل رقم ۴۵۷۰۰۰ لاکھ نقد بوقت سپردگی مارکیٹ وکھیت پانی وصول کر چکا ہوں مندرجہ بالا مملوکا جائیداد بدست مسمی عرب خان ولد شیر علی سکنہ پانئی فروخت کردی ہے تحریر ہذا من مقر نے بہ عقل سلیم اپنی مرضی سے حوالہ کرتا ہوں یہ ملکیت بلاشرکت غیرے میری ذاتی ہے اگر کوئی دعویٰ کرے تو میں ہر قسم سے اس کا ذمہ دار ہوں گا۔

العبد نعیم شاہ ولد انبالی، راقم الحروف ملک سردار احمد نمبردار، گواہ مسلم علی، امیر زیب ولد ظہور علی، چمن خان ولد قدرت اللہ، عبدالرحمٰن ولد قدرت اللہ

اس کے علاوہ سرکاری انتقالات کے تصدیق شدہ کاغذات کی فوٹو کاپیاں بھی پیش کئے اور اس کے ساتھ وہ کیسٹ بھی پیش کی جس میں نعیم شاہ ولد انبالی نے اپنی مارکیٹ، تین کنال اراضی مع پانی نمبر عرب خان کے ہاتھ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے اور کئی لوگوں کو مخاطب کر کے گواہ بنایا ہے۔

قانون شرعی یہ ہے کہ جب کوئی مدعی اپنا دعویٰ پر بینہ پیش کرے تو شرعاً قاضی پر لازم ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ کرے کمافی مجلۃ الاحکام (المادۃ ۱۸۱۸) **ان أثبت المدعی دعواہ بالبینۃ حکم القاضی لہ بذلک، قال علی حیدر تحت ھذاہ المادۃ ان اثبت المدعی دعواہ بالبینۃ ای: اذاشھد شھود وجرت تزکیھم سراوعلانیۃ فظھر انھم عدول ومقبولۃ الشھادۃ حکم القاضی بذلک** (درر الحکام ۶۴۵/۴)

لہٰذا گواہان کی گواہی اور بطور تائید اسٹام میں تحریر شدہ اقرارنامہ جس پر گواہوں کے دستخط موجود ہے سرکاری انتقالات کے تصدیق شدہ فوٹو کاپیاں اور ٹیپ شدہ بیان سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ نعیم شاہ ولد انبالی سکنہ پانئی نے بقائے ہوش وحواس اپنی ذاتی ملکیت ۱۵ مرلہ مارکیٹ جو ۱۲ عدد دکانوں پر مشتمل ہے اور تین کنال اراضی مع پانی نمبر کے عرب خان ولد شیر علی سکنہ پانئی کے ہاتھوں فروخت کی ہے اور اس کو اپنی حیات ہی میں قبضہ دیا ہے جو آج تک عرب خان کے قبضہ میں ہے۔ شریعت مقدسہ میں جب دو فریق کے باہمی رضامندی کے ایک بار ایجاب وقبول ہو کر عقد بیع ہو جائے تو پھر کسی کو بھی شرعاً اس عقد کے فسخ کا اختیار نہیں ہے۔

كمافي الهداية: واذاحصل الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد منهما الخ (۳ء ۲۵) وفي ملتقى الابحرواذا وجدالايجاب والقبول لزم البيع بلاخيار (بحواله مجمع الانهر ۴، ۱۰) وهكذافي الهندية (۸/۳)و كذافي فتح القدير (۴۶۴/۵)

اس لئے جملہ مدعیٰ بہ (تین کنال اراضی مع پانی نمبراور پندرہ مرلہ مارکیٹ) عرب خان ولد شیر علی کی زرخرید ملکیت ہے کسی کا اس پر دعویٰ ارث وغیرہ کرنا شرعاً صحیح نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۴۴۲)

سرکاری ریکارڈ کے مقابلے میں دیرینہ قبضہ حجت نہیں

سوال...... دوفریقوں کا زمین میں عرصے سے نزاع ہے سوال کی تفصیل ملاحظہ فرما کر جواب سے نوازیں'

مدعی کا کہنا ہے کہ یہ اراضی دراصل سرکاری تھی میرے پر دادا نے یہ زمین اپنے نام الاٹ کرائی ان کے انتقال کے بعد ان کے تین بیٹے وارث قرار پائے ان میں سے ایک لڑکا تو بے شادی فوت ہوا ان کے وارث بھی دو بھائی ٹھہرے بعد ازاں مدعی کا دوسرا دادا بھی فوت ہوگیا اس دادا کے وارث ان کے بیٹے قرار پائے دولڑکے بے شادی شدہ فوت ہوئے تو ان کے وارث ایک بھائی اور بہن قرار پائے غلام نبی کے فوت ہونے پر اسکے وارث بیوہ اور تین بیٹے قرار پائے سرکاری ریکارڈ پیش خدمت ہے۔ مدعی اپنے باپ کی وفات کے وقت چھوٹا تھا اسی طرح اس کے دادا کی وفات کے وقت اس کے والد اور چچا بھی کم سن تھے جبکہ مدعا علیہ قوی اور صاحب اثر تھے مدعی شروع ہی سے مطالبہ کرتے آرہے ہیں مگران کی پیش نہیں جاتی مدعا علیہ کہتے ہیں کہ زمین کی اصل ملکیت نور محمد کی ہے جس کے چھ بیٹے ہیں اور قبضہ بھی آج تک ان کی نسل میں چلا آرہا ہے نور محمد کی ملکیت کا ثبوت سوائے قبضے کے کوئی نہیں ملتا۔

خلاصہ یہ کہ قبضہ ایک فریق کا چلا آرہا ہے اور سرکاری یہ ریکارڈ دوسرے فریق کے حق میں شہادت دیتا ہے شرعاً یہ زمین کس کی تسلیم کی جائے؟

جواب...... مدعا اور مدعا علیہم کے بیان اور سرکاری کاغذات کی نقول دیکھنے سے ثابت ہوا کہ یہ زمین مدعی عبدالوحید کی ہے امام سرخسی' امام قاضی خاں' اور علامہ بزازی جیسے جلیل القدر فقہاءؒ نے سرکاری ریکارڈ کو بلاشہود بھی حجت معتبرہ قرار دیا ہے۔ مدعا علیہ کے ناجائز قبضے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس زمین کے سرکاری مطالبات آبیانہ وغیرہ مدعی کے نام آتے ہیں اگر مدعا علیہ مالک ہے تو اس نے کاغذات درست کرانے کی کوشش کیوں نہ کی؟ دیرینہ قبضہ سرکاری ریکارڈ کے

مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۲)

کاغذی ثبوت پیش کرنے کے بعد مدعی علیہ کا انکار کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فریقین (فریق اول محمد خان وغیرہ اور فریق ثانی اجمل خان وغیرہ) نے تحریری طور پر لکھ کر دیا کہ ہم متفقہ طور پر شرعی فیصلہ کروائیں گے پھر ایک دینی مدرسہ میں آ کر علماء کو یہ تحریر کر کے دے دیا کہ فریق اول محمد خان وغیرہ چھ ماہ تک اپنے حق کے ثبوت میں کاغذات پیش کرے گا اور اگر کاغذی طور پر اپنا حق ثابت نہ کر سکا تو اپنا قبضہ چھوڑ دے گا فریق ثانی (اجمل خان وغیرہ) نے بھی اس بات پر رضامندی کا اظہار کر دیا کہ ٹھیک ہے اگر اس (فریق اول) نے ثبوت پیش کر دیا تو ہم اس کو یہ حق چھوڑ دیں گے اس کے بعد فریق اول (محمد خان وغیرہ) نے چھ ماہ تک کاغذی طور پر اپنا حق ثبوت پیش کیا تو اس کے مخالف فریق اجمل خان وغیرہ نے کہا کہ اب ہم بھی اپنا حق ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یہ کہہ کر بات کو ٹال دیا اور اپنے تحریری وعدہ سے منحرف ہو گیا اب آنجناب شریعت مطہرہ کی رو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب..... اس شخص کا حکم یہ ہے کہ حاکم اس کو مقدمہ چلانے پر مجبور کرے گا پھر دیکھا جائے گا کہ فیصلہ کس فریق کے حق میں کیا جاتا ہے۔

قال العلامة خالداتاسی رحمه الله :اذا اصر المدعی علیه علی سکوته الخ فیحبس حتی یقراوینکر' (شرح المجلة تحت المادة ۱۸۲۲ ج۶ ص ۱۱۹ باب فی بیان احکام کتاب القاضی) قال العلامة الحصکفیؒ:واذا قال المدعی علیه لااقرارولاانکر لایستخلف بل یحبس لیقراوینکر الخ (الدرالمختار ج۴ ص ۴۷۱ کتاب الدعویٰ) ومثله فی البحرالرائق ج۷ ص۲۰۳ کتاب الدعویٰ)فتاویٰ حقانیه ج۵ ص ۴۳۹)

جلد ۷
الحمدللہ ختم ہوئی